یورپ میں دکھنی مخطوطات

از

نصیر الدین ہاشمی

یورپ میں دکھنی مخطوطات

جس میں

ان دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ اور پیرس کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دکھنی مصنفین کے حالات اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو اور فارسی نسخوں سے اختلاف بھی پیش کئے گئے ہیں

مولفہ

نصیر الدین ہاشمی

(مصنف دکن میں اردو۔ رہبر سفر یورپ وغیرہ)

سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۹۳۲ء

باہتمام محمد شمس الدین خاں

شمس المطابع عثمان گنج حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

۹ر خورداد سنہ ۱۳۴۱ فصلی

١١٢١٨

میں اپنی اِس ناچیز تالیف کو

قدردانِ علم وفن شمعِ بزمِ شعروسخن
ہزاکسلنسی راجہ راجان مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ بہادر
جی سی۔آئی۔ای صدراعظم دولتِ آصفیہ
کے اسم گرامی کے ساتھ

معنون

کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہون

ہاشمی

فہرست مضامین

مقدمہ

نوشتہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری

ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لنڈن)

مصنف

اردو شہ پارے۔ اردو کے اسالیب بیان۔ غزنوی بزم ادب۔ روح تنقید

تنقیدی مقالات ہندوستانی صوتیات

پروفیسر

زبان اردو۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

وہ زمانہ گذر گیا جب کہ اردو ادب کی تہی مائگی کا خیال اردو کے اکثر بہی خواہوں کے لئے باعث صد تاسف تھا۔ اور اس کے بدخواہ اس کے محدود موضوعات شاعری کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ گذشتہ دس پندرہ برسوں نے ادبیات اردو کی تاریخ کو اس قدر وسیع بلکہ غیر محدود بنا دیا ہے کہ اگر آج اردو شعر و شاعری کے تذکرہ نویس زندہ ہو جائیں تو اپنے تذکروں کو خرافات سمجھیں۔ خاصکر مولوی محمد حسین آزاد کو اس کا بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے جانکاہ کدوکاوش کے بعد جو آب حیات تیار کیا تھا وہ محض سراب ثابت ہوا، اور ان کے مرتبہ ادوار شاعری کسی پادر ہوا عمارت کے درجوں کی طرح برباد ہوگئے۔ اب اگر ان کی "آب حیات" زندہ رہ سکتی ہے تو محض اپنے لاثانی اسلوب کے بل بوتے پر۔ ورنہ اردو زبان اور ادب کے آغاز و ارتقا پر انہوں نے اپنی اور اپنے عہد کی بساط معلومات کے موافق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ جدید تحقیقات و معلومات کے لحاظ سے آج ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اردو ادب کا سنگ بنیاد ولی سے تین چار سو سال پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور اس عرصہ میں اس پر جو جو رفیع الشان تعمیر ہوئی اس کے متعلقہ تذکروں سے ہندوستان کا کوئی جدید ادبی رسالہ شاید ہی بچا ہو۔ کسی میں کوئی قدیم نامعلوم شاعر روشناس کرایا گیا ہے تو

کہیں کسی قدیم کتاب کا ذکر ہے۔ اور پھر ایک دو نہیں متعدد فاضل اہل قلم قدیم اُردو ادب کی تحقیق و تلاش اور بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنے گھر بیٹھے کتابیں جمع کرنے اور ان پر مقالے لکھنے میں مشغول ہے تو کوئی اس مقصد کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہے۔ کہیں ان کو مرتب و مدون کر کے شائع کرنے کی فکر کی جا رہی ہے تو کوئی ان کے متعلق مقالہ لکھ کر جامعوں سے ڈگری حاصل کر رہا ہے۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سونے کی کانوں کی طرح کوئی معدن مل گیا ہے جس کی طرف ہر نئے پرانے کی نظر لگی ہوئی ہے۔

ان باہمت نظر بازوں میں مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "دکن میں اُردو" ہماری زبان کی ابتدائی کتابوں اور مصنفوں پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ دکنی ادب پر غور و خوض اور اُن کو عام اُردو دانوں میں روشناس کرنے کا ہاشمی صاحب کو اس درجہ شغف ہے کہ اگر وہ دفتر دیوانی فینانس میں ملازم نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ ان کا پیشہ یہی ہے۔

یہی غیر معمولی انہماک تھا کہ انہوں نے یورپ جانے اور دکھنی مخطوطوں پر کام کرنے کا موقعہ پیدا کر ہی لیا، ورنہ ان کی ملازمت کی نوعیت اور اس قسم کے کام کرنے کے امیدواروں کی کثرت کے مقابلہ میں بہت کم توقع تھی کہ حکومت انہیں یورپ روانہ کرتی۔

ہاشمی صاحب سرزمین دکن کے اُن نوجوانوں میں سے ہیں جو خاموشی کے ساتھ ہمیشہ سرگرم کار رہتے ہیں۔ جب یہ حیدرآباد کے مایۂ ناز دارالعلوم کالج کے طالب علم تھے۔ اسی وقت سے ان کا علمی و ادبی ذوق انہیں اپنے ہم چشموں میں ممتاز بنا رہا تھا۔ اپنے کالج کی انجمن "ثمرۃ الادب" کے معتمد تھے۔ اور اسی زمانہ سے اپنے خاندان کے قابل تقلید بزرگوں کی طرح تاریخ دکن سے خاص انہماک رکھتے تھے۔ اس موضوع پر بھی ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب "دکن میں اُردو" اپنی قسم کی پہلی اور خاص کتاب ہے۔ اس کی کما حقہٗ قدردانی کی گئی۔ اور دکن

کے مشہور علم دوست اور فاضل نواب سر امین جنگ بہادر نے اس کے متعلق جو رائے[1] ظاہر فرمائی وہ نوجوان مصنف کی خاص ہمت افزائی کا باعث ہوئی۔ اور کوئی تعجب نہیں اگر اسی حوصلہ افزائی نے ہاشمی صاحب کو سعی پیہم کی طرف مائل کیا ہو۔

ان کی اس کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا موضوع کئی وجوہ سے اہم ہے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جن کتابوں اور مصنفوں کی نسبت معلومات پیش کئے گئے ہیں وہ اُردو زبان کے قدیم ترین کارنامے اور اساتذہ ہیں۔ اور یہ کارنامے اور اساتذہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ ان کے سوا آج سے دو سو برس پہلے کے اُردو لکھنے والوں یا اُردو کتابوں کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن کے علاوہ گجرات کا بھی قدیم کلام دستیاب ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ قلیل ہے اور دوسرے اس میں ادبی اور شعری عنصر کا ناقابل فروگذاشت فقدان ہے۔

دکن اور گجرات کے ابتدائی شہ کاروں کو نکال ڈالئے تو پھر تاریخ ادب اُردو میں اورنگ زیب سے پہلے کے زمانہ کے لئے صفحات کے صفحات خالی چھوڑ دینے پڑیں گے۔ شمالی ہند اور خاصکر دوآبہ گنگ وجمن جو ہمیشہ تہذیب و تمدن اور علم و فن کا سرچشمہ رہا ہے اُردو کے لئے صدیوں تک بنجر ثابت ہوتا رہا۔ اس کے اسباب نہایت دلچسپ اور اہم ہیں۔ ہم نے اپنی مطبوعہ انگریزی کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں اس پر کچھ بحث کی ہے اور اس کے علاوہ ہندوستانی اکیڈیمی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں اس موضوع پر ایک تفصیلی پرچہ پڑھا ہے۔ جو اکیڈیمی ہی کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔

یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے کہ شمال مغربی سرحد سے جو مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے وہ پہلے پہل پنجاب میں آکر ٹھہرے۔ وہاں کے باشندوں کے میل جول سے جو نئی مشترکہ ہندو مسلم زبان پیدا ہوتی رہی اُسی کو لیکر وہ دوآبہ گنگ وجمن

---

[1] دکن میں اردو طبع ثانی کے ساتھ یہ رائے شائع ہو چکی ہے۔

میں اُترے اور اس کو بولتے ہوئے دکن میں بھی داخل ہوئے۔

دوآبہ میں مسلمان فاتحوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی تھی اور اس پر دوآبہ کی خاص زبان برج بھاشا کا زیادہ اثر نہیں پڑ سکا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کی طرف رخ کیا اور ان کا ایک بڑا سیلاب محمد تغلق کے ساتھ دہلی سے اُٹھا اور دکن میں جا کر رُک گیا۔ یہ فاتحین اپنے ساتھ جو زبان دکن میں لیتے آئے تھے وہ یہاں آزاد نشو و نما حاصل کرنے لگی اور چونکہ برج بھاشا کے علاقہ سے دور جا پڑی تھی اس لئے اس میں برج کا صرف وہی اثر باقی رہا جو برج کے علاقہ سے نکلنے سے پہلے اس پر مستولی ہو چکا تھا۔

جو مسلمان دوآبہ ہی میں رہ گئے ان کی خام ہندوی (جو مشرقی پنجابی اور ہند ایرانی عناصر سے مرکب تھی) رفتہ رفتہ برج سے متاثر ہوتی گئی اور آخر کار اس رنگ میں اتنی رنگی گئی کہ دو تین صدیوں ہی میں بول چال کے لئے برج بھاشا کی جانشین بن گئی۔

دکن کی زبان کی شمالی اُردو سے علیحدگی کے اسباب لسانی اور سیاسی دونوں قسم کے ہیں اور یہ سب کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں مندرج ہیں۔ یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہندوستانی کی اس آزاد شاخ میں آج سے دو سو برس پہلے ادب کیوں لکھا گیا اور شمالی اُردو میں کیوں نہیں لکھا گیا اس کا جواب ہمارے اس پرچہ میں ملے گا جو ہندوستانی اکیڈیمی میں پڑھا گیا تھا۔ دکن کی اُردو سرپرستی اور اُردو ادب کی تاریخ ہم نے "اُردو شہ پارے" میں منضبط کر دی ہے۔ اور جابجا ان مخطوطوں کا حوالہ دیا ہے جن سے ہم نے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا تھا۔ مگر "اُردو شہ پارے" میں خود ان مخطوطوں کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات درج نہیں۔ یہ کام ہمارے موضوع سے باہر تھا۔ مگر اس پر کام کرنے کی سخت ضرورت تھی تاکہ اُردو زبان پر تحقیق و تفتیش کرنے والے اپنے قدیم ادیبوں کے مسودوں اور مخطوطوں سے واقف ہو سکیں۔ اس کام کی اہمیت پر زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ اُردو ہمیشہ شکر گذار رہے گی کہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے صحیح ذوق ادب نے اس

کی تکمیل کردی۔ چونکہ اس کام کی ضرورت اور خوبی سے میں پہلے ہی واقف ہو چکا تھا اور اس کی ترتیب و تشکیل میں آغاز کار ہی سے دلچسپی لیتا رہا ہوں اس لئے اس کی مدح سرائی مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے والے ایک سرسری نظر ہی میں اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے اور ہاشمی صاحب کی یہ کوشش اُردو زبان کے جدید تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں ایک بے نظیر جگہ حاصل کرلے گی۔

اس ضخیم کتاب میں صرف یورپ کے مخطوطوں کا ذکر ہے۔ سرزمین دکن کی وہ لا تعداد کتابیں اس میں درج نہیں جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انجمن ترقی اُردو، نواب سالار جنگ، آغا حیدر حسن اور حیدرآباد کے دوسرے امیروں اور عالموں کے کتب خانوں میں جو نایاب ذخیرے محفوظ ہیں۔ ان کے تذکرے بھی اسی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شائع ہو جائیں۔

ہاشمی صاحب نے یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کیٹلاگوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ان کا تفصیلی ذکر ان خطوط[1] سے معلوم ہوگا جو وہاں کے ارباب اقتدار نے ان کے نام لکھے ہیں۔ میں اسی قدر کہوں گا کہ جو کچھ مطالعہ کیا اس کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ قلمبند کر لیا ہے۔ اور بعض ناواقف حضرات کے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا ہے کہ اُردو زبان و تاریخ ادب کی تحقیق و تفتیش کے لئے یورپ جانا لاحاصل ہے۔ یہ تو صرف دکن کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ شمالی ہند کے اُردو ادب کے متعلق بھی یورپ کے کتب خانوں میں اہم اور کمیاب مواد موجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اس سے مدد نہ لی جائے گی اُردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہو سکے گی۔

---

[1] متعدد خطوط کے منجملہ صرف چند اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

INDIA OFFICE.

WHITEHALL,

LONDON, S. W. 1.

14th June, 1929.

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly obliged to you for your valuable corrections of mistakes in Professor Blumhardt's *Catalogue of Hindustani Manuscripts in the Library of India Office* and for your other notes concerning these manuscripts.

It gives me much pleasure to think that, so soon after the publication of the Catalogue, our collection of manuscripts should have been studied with such diligence and enthusiasm. I am very glad that the Government of His Exalted Highness the Nizam, sent you to England, and I feel sure that your visit will have fruitful results in furthering the study of Urdu Literature.

Your sincerely,

(Sd.)

Librarian.

انڈیا آفس

وہائٹ ہال-لنڈن-ایس-ڈبلیو - ۱

۱۴ جون سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا خاص طور پر شکر گذار ہوں کہ آپ نے پروفیسر بلوم ہارٹ کے انڈیا آفس لائبریری کے اردو مخطوطوں کے کیٹلاگ کی غلطیوں کی تصحیح کی۔ اور ان مخطوطوں پر چند اور نوٹ لکھے۔

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب یہ سوچتا ہوں کہ کیٹلاگ کی اشاعت کے بعد ہی اس قدر جلد ہمارے مخطوطوں کے مجموعہ کی اس خوبی اور جوش کے ساتھ تحقیق کی جائے۔ میں بہت خوش ہوں کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس سرکار نظام نے آپ کو انگلستان روانہ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے ورود سے اردو ادب کی تحقیق و تنقید میں وسعت پیدا ہوگی۔

آپکا مخلص

سی - استوری

کتب خانہ دار

Department of Oriental Printed Books & Mss.,

BRITISH MUSEUM,

LONDON W. C. 1

8th April 1929.

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly indebted to you for the corrections to our Catalogue of Hindustani Mss. which you have kindly given to us I am glad to have them, and owe many thanks to you for them, and through you to the Government of His Exalted Highness the Nizam. It has given us much pleasure to assist you in your studies which you have carried on in our student's Room during the last six months, and I am glad to see that they have been fruitful and pleasant.

Wishing you a comfortable journey and a prosperous future at home, I am

Yours very faithfully,

(Sd)

Keeper.

شعبۂ کتب مشرقی - مطبوع و مخطوطات

برٹش میوزیم

لندن - ڈبلیو - سی - ۱

۸ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے ہمارے ہندوستانی مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی اطلاع ہمیں بہم پہنچائی - میں ان کو حاصل کرکے خوش ہوا اور آپ کا اور آپ کے ذریعہ سے ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام کی حکومت کا بے حد شکر گزار ہوں - ہمارے کمرہ مطالعہ میں آپ گذشتہ چھ مہینوں سے جو تحقیق و تفتیش کا کام کرتے رہے اس میں آپ کی مدد کرنے سے ہمیں مسرت حاصل ہے اور میں یہ دیکھکر مسرور ہوں کہ آپ کی تحقیقات کارآمد اور خوشگوار ثابت ہوئیں -

ایک آرام دہ سفر اور وطن میں ایک خوش آیند مستقبل کی توقعات کے ساتھ

آپ کا مخلص

یف بارنٹ

محافظ

ROYAL ASIATIC SOCIETY,

74 Grosvenor Street,

London W. I.

13th April 29.

Dear Mr. Hashmi,

Thank you so much for your note on the discovery of a ms of Phool-bun found bound up with the *Gulshan-e-Ishq* among our Hindustani Mss., and for your account of it which will be useful when we Catalogue it. I am glad our Library has found useful to you during your research work here and that you will have a good journey home.

Yours sincerely,
(Sd) C FRAZER

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

ہمارے ہندوستانی مخطوطات میں "پھول بن" کے نسخے کے انکشاف کے متعلق جو "گلشن عشق" کے ساتھ مجلد ہے میں آپ کی مرتب کردہ یادداشت کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں جو ترتیب فہرست کے موقع پر یہ یادداشت ہمارے لئے کارآمد ہوگی مجھے اس امر سے مسرت حاصل ہوئی کہ یہاں آپکے تحقیقاتی کام کے دوران میں ہمارے کتب خانہ کو آپ سے فائدہ پہنچا دعا ہے کہ آپ خوش و خرم وطن پہنچیں - شرح دستخط

سی فریزر
سکریٹری

FITZWILLIAM MUSEUM. CAMBRIDGE.

13th May 1929.

Mr. N Hashmi visited this Museum this morning and examined a manuscript of the fourth of Amir Khusrow's Diwans, in which he was able to read the name of the scribe, which, being partly obliterated, had been overlooked by our Catalogues.

(Sd)

Director.

فٹزولیم میوزیم کیمبرج

۱۳ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیر الدین ہاشمی نے آج صبح اس میوزیم کا معائنہ کیا اور دیوان امیر خسرو کے چوتھے نسخے کے مطالعہ پر اس کے کاتب کا نام شناخت کیا جو کسی قدر محو ہو جانے کے باعث ہمارے یہاں کے مرتب فہرست سے نظر انداز ہو گیا تھا۔

شرح دستخط ڈائرکٹر

BODLEIAN LIBRARY,

OXFORD.

28th May, 1929.

Mr. M. Hashmi has examined all the Urdu MSS. in the library. He has been able to confirm the accuracy of the description of such as are fully catalogued.

(Sd.) Stephen Wright,

Assistant.

UNIVERSITY LIBRARY,

CAMBRDIGE.

15th May 1929.

I have pleasure in stating that MR. M. N. Hashmi has visited this library, and has examined our urdu MSS. During his stay here he also visited the Libraries of the King's College, Christ's, and Corpus Christi, where he examined the urdu MSS., and was able to point-out certain facts that are of importance for the completion of the Catalouge.

(Sd) Edward J Thomas,
Under Librarian.

بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

۲ مئی ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانے کے تمام اردو مخطوطات کا معائنہ کیا۔ اور مندرجہ فہرست مخطوطات سے متعلق جو توضیحات کی گئی ہیں انکی صحت کی تصدیق کی

شرح دستخط

اسٹفن رائٹ

مددگار

یونیورسٹی لائبریری کیمبرج

۱۵ مئی ۱۹۲۹ ع

میں مسرت کے ساتھ تحریر کرتا ہوں
مسٹر محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب نے
ہمارے کتب خانہ اور اسکے اردو مخطوطات کا
معائنہ کیا

یہاں اپنے دوران قیام میں انہوں نے
کنگ کالج، کرائسٹ کالج اور کورپس کرسٹی کالج کا بھی
معائنہ کیا اور وہاں کے اردو مخطوطات کو
دیکھا - انہوں نے بعض ایسے امور کی
وضاحت کی ہے جو فہرستوں کی تکمیل کے
لئے نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں -

شرح دستخط مددگار کتب خانہ دار

University of Edinburgh,

29th April, 1929.

Mr. N. Hashmi has been working in our Library for the past week and has examined a number of our Hindustani and other manuscripts. I should like to convey to His Exalted Highness the Nizam's *Government of Hyderabad*, the thanks of our Library committee for the valuable information which Mr. Hashmi has supplied us with regarding certain of these manuscripts

(Sd.) F. C. NICHOLSON,

Librarian.

Paris, le 28 aout 1929.

Dons etranger

MONSIEUR,

La Bibliotheque Nationale vient de recevoir votre envoi de vos.

Corrections an Catlogue does manuscrits indians de la Bibliotheque nationale

J'ai Lo honneur de vous exprimer nos remerciements pour ce don.

Agreez, je vous prie, Monsieur, l' assurance de ma consideration la meilleure et de mes sentiments reconnaissants.

L' Administrateur general.

(Sd.)

M. N. Hashmi, 13, ru du Sommerard

Paris V

اڈنبرا یونیورسٹی

۲۹ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

جناب نصیر الدین ہاشمی صاحب ہمارے کتب خانہ میں گذشتہ ہفتہ سے ہندوستانی اور دیگر مخطوطوں کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے ۔ میں ہز اگزالٹڈ ہائنس نظام حیدر آباد کی حکومت کی خدمت میں ہماری لائبریری کمیٹی کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ہاشمی صاحب نے بعض مخطوطوں کے متعلق قیمتی معلومات بہم پہنچائے ہیں

ایف ۔ سی ۔ نکلسن

کتب خانہ دار

پیرس ۲۸ اگست ۱۹۲۹ ع

جناب عالی

کتب خانہ قومی میں آپ کا وہ خط وصول ہوا جس میں آپ نے قومی کتب خانہ کے ہندوستانی مخطوطوں کے کیٹلاگ کی غلطیاں روانہ کی ہیں ۔

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ اس عنایت کے لئے ہماری جانب سے آپ کا شکریہ ادا کروں ۔

آپ یقین مانئے کہ ہم ان پر کافی توجہ کریں گے اور میرے نیاز مندانہ سلام کو قبول کیجئے ۔

جنرل اڈمنسٹریٹر (ناظم عمومی)

موسیو نصیر الدین ہاشمی

۱۳ رودی سمرارد

پیرس ۔ ۵

Printed at
Chandrakanth Press
Publishers
Book Binders, Rubber Stamp Makers,
Copper-plate Printers and Die-sinkers,
Gowliguda, Hyderabad Dn.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش نامہ

میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ زبان اُردو کی تاریخ قلمبند کروں یا اس کی ابتدا اور ارتقا پر بحث کروں۔ اور نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اُردو کے مولد پر تبصرہ کروں اور خواہ مخواہ اس کو دکن سے مختص کردوں۔ اس خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ اُردو کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی البتہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو ادبی عزت و مرتبہ دکن اور صرف دکن نے بخشا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں ایک زمانہ دراز تک اُردو کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ اور ایک طویل مدت تک شرفا اس میں گفتگو کرنے کو باعث ننگ اور عار خیال کرتے تھے اس کے برخلاف دکن میں یہ بات نہیں تھی وہ شاہی محلوں میں پلی۔ اولیا اللہ کے گود میں کھیلی۔ شرفا اور معززین کے مکانوں میں پھولی پھلی

اُردو کا تعلق دکن سے — سب سے پہلے یہ بحث پیش ہوتی ہے کہ دکن کے ساتھ اُردو کا تعلق کب سے ہوا؟ اور وہ یہاں کن کن ناموں سے موسوم تھی؟

اس امر سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اُردو کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی اور اس کا بیج انھیں کے ہاتوں سے بویا گیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق کب سے شروع ہوا اور وہ کب سے ہندوستان میں بود و باش کرنے لگے؟

ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں کی ابتدا حضرت عمر فاروق (۱۳ھ تا ۲۳ھ) سے ہوئی مگر سندھ میں مستقل حکومت محمد بن قاسم کے فتوحات کے بعد ہوئی ۹۳ھ/۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہوا اور بہت ہی جلد سندھ سے ملتان تک اس کا قبضہ ہوگیا۔

عربی تاریخوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ) کے زمانہ تک دربار خلافت سے سندھ میں گورنر مقرر ہوتا رہا اور منصورہ اس کا مستقر حکومت تھا۔ خلافت بغداد کے انحطاط کے بعد عربوں کے جو قبائل یہاں آباد تھے انہوں نے چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں۔ یہ حکومتیں کشمیر کی سرحد سے بحر فارس سیستان اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے حکمران ایک مدت دراز تک یہاں قابض رہے۔

دوسری طرف ساحل کرناٹک اور ملیبار پر مسلمان بحیثیت تجار اور مبلغ آتے رہے اور ساحل سمندر سے دور تک اندرون ملک جاتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں شیوخ تبلیغ دین کے دھن میں پُر خطر سمندر کے راستے اور پُر امن تجارتی طریقے سے حواریان حضرت مسیح کی طرح بلکہ ان سے بدرجہا زیادہ زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ ہندو راجاؤں کی حمایت میں وہ مسجدیں بناتے اور تبلیغی کام انجام دیتے تھے[۱]۔ پروفیسر سر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے "کہ اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کو اپنی اشاعت میں بڑی اور مستقل کامیابی ایسے اوقات اور مقامات میں ہوئی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی ضعیف تھی[۲]"۔

تیسری طرف شمال کی جانب سبکتگین اور سلطان محمود نے حملے شروع کئے ۴۱۵ھ/۱۰۲۴ء تک کوہستان ہندو ہماچل تک اس کی فتوحات کو وسعت ہوچکی تھی۔ محمود کے فتوحات کی انتہائی مقام مشرق میں کالنجر گنگا کے نیچے (بندیل کھنڈ) اور مغرب میں سومنات گجرات

---

[۱] عہد سلف مولفہ مولوی محمد مرتضیٰ [۲] دعوت اسلام

تک تھی پھر جب آل غزنی کو عروج حاصل ہوا تو آل سبکتگین کے ہاتھ میں سوائے پنجاب کے کچھ نہ رہا۔ بسنہ ۵۸۲ھ میں محمد سام شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کی فتح کے بعد ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا۔ ۵۸۸ھ میں رائے پتھورا پر فتح حاصل کی جس کے باعث اجمیر اور دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد قنوج مفتوح ہوا اور پھر بنگال تک اس کو وسعت ہو گئی۔

محمد سام کا جانشین قطب الدین ایبک ہوا اور اس کے بعد التمش اور اس کے جانشینوں کے بعد دہلی کے تخت پر خاندان خلجی قابض ہو گیا۔ علاء الدین خلجی (۶۹۵ھ تا ۷۱۵ھ) نے دکن کی جانب پیش قدمی کی اور ۷۰۶ھ میں ملک کافور نے دیوگڈہ فتح کیا ۷۰۹ھ کے دوسرے حملہ میں ورنگل فتح ہوا اور ۷۱۰ھ میں تیسرا حملہ ہوا اس وقت یہ سینٹ بندرا میتھورم (راس کماری) کے پاس پہونچکر مسجد علائی کی تعمیر کی۔[۵]

مگر یہ خیال رہے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں تیار ہو چکی تھیں اس طرح غازیان اسلام کے براہ پنجاب فوجی تزک اور احتشام کے ساتھ آخری نقطہ ہند پر پہنچنے کے صدیوں پہلے وہ جہازوں کے راستے سے پُر امن طریقہ پر ساحل ہند پر بطور مستقل اپنا گھر بنا چکے تھے۔

خاندان خلجی کے تباہی کے بعد ۷۲۰ھ میں غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تاج تخت کا مالک بنا اور ۷۲۵ھ میں اپنے ولی عہد کے نو تعمیر محل کے نیچے دبکر مر گیا اور اب الغ خان محمد تغلق کے لقب کے ساتھ تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔ اسوقت دہلی کا فرمان پشاور سے لیکر راس کماری تک نافذ تھا۔

اس وسعت ملک کے باعث محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا محمد تغلق کی یہ محض ابلہانہ رائے نہیں تھی بلکہ عالمگیر نے بھی اپنی عمر اورنگ آباد میں

---

[۵] عہد سلف مولفہ مولوی مرتضیٰ مرحوم

بسر کردی تھی۔

محمد تغلق ہی کے عہد میں دولت آباد کے بجائے پھر دہلی مرکزِ حکومت قرار دیا گیا مگر اس دوبارہ واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد دکن خودمختار ہوگیا اور ۷۴۸ھ میں بہمنی سلطنت قائم ہوگئی اور دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک اٹھارہ بادشاہ گلبرگہ اور بیدر میں حکمراں ہوئے ۹۳۳ھ میں اسکا خاتمہ ہوا۔

جب نویں صدی ہجری سے اس سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر ملک کو مختلف صوبہ داروں نے آپس میں تقسیم کر لیا اس طرح ایک سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں یعنی قطب شاہی۔ عادل شاہی۔ نظام شاہی۔ عماد شاہی۔ اور بریدشاہی قائم ہوگئیں۔

کہا جاتا ہے کہ اُردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اور مسعود سعد فارسی کے ساتھ اُردو میں بھی شعر کہا کرتا تھا مگر یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے کوئی ثبوت اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ دکن پر مسلمانوں کے حملے ۶۹۵ھ سے شروع ہوئے اور ۷۲۷ھ کے بعد دولت آباد ہندوستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ اسی زمانہ سے یہاں اُردو کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کوئی مستقل تصنیف اوائل ۸۰۰ھ کی نہیں پیش کی جا سکتی مگر بعض تاریخی شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں اُردو کا رواج تھا۔ مثلاً زین الدین خلدآبادی متوفی ۷۷۱ھ کا آخری کلام "منحوست بلاده"[1]۔

شیخ عین الدین گنج العلم متوفی ۷۹۵ھ کے اُردو رسالے اور خواجہ بندہ نواز متوفی ۸۲۵ھ کی معراج العاشقین اور ہدایت نامہ[2] وغیرہ۔ اس زمانہ کے بعد تو ہمیں بیسیوں نظم و نثر کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو اپنے وجود سے اُردو کے ارتقا کو ظاہر کرتی ہیں۔

اُردو کے نام

اس کے بعد اب یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ یہاں (دکن) اسکو کس نام سے موسوم کیا گیا تھا اور وہ کس نام سے پکاری جاتی تھی۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ شمال میں وہ کس نام سے موسوم تھی اور اس کو اُردو اور

---

[1] صباحت کے لئے دیکھو دکن میں اُردو۔ [2] اگرچہ تیقن کے ساتھ مجھے ان کے وجود پر یقین نہیں ہے۔

ریختہ سے کب موسوم کیا گیا؟

دکن میں ابتدا سے وہ ہندی اور دکھنی سے موسوم تھی یہاں اس کا نام ریختہ نہیں تھا۔ قدیم دکھنی شعرا اور نثر نویس اس کو ہندی اور دکھنی سے موسوم کرتے تھے اور ان ہی ناموں کا سنہ ۱۲۸ھ تک بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کمال خاں رستمی کہتا ہے ؎

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپسند یہ   ہویا معجزہ یو کمال خاں دبیر
(خاور نامہ)

نصرتی کہتا ہے ؎

آ دیکھا ہو حد سوں کباب   رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب
(گلشن عشق)

غواصی کہتا ہے ؎

سلطان عبداللہ کی کر ختم قصہ نام سوں   عارف وجود انکے نظر یو نظم دکھنی شاہ سوں
(سیف الملوک بدیع الجمال)

ابن نشاطی کہتا ہے ؎

اسے ہر کس کے تئیں سمجھا کون توں بول   دکھنی کے باتاں ساریاں کون کھول
(پھول بن)

میراں یعقوب کہتے ہیں ؎

"اپنی حیات کے وقت منجے ارشاد کئے تھے جوں شمائل الاتقیا کتاب
کون ہندی زبان میں لیاوے تا ہر کسی کے تئیں سمجھاوے" (شمائل الاتقیا)

ان عادل شاہی اور قطب شاہی شہادتوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ عام طور سے دکن میں اردو کو دکھنی یا ہندی کہا جاتا تھا اس کے بعد ڈیڑھ سو سال بلکہ اس سے زیادہ بھی جنوبی ہند میں اردو کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ متوفی ۱۲۲۰ھ فرماتے ہیں۔

"دے بعض یاروں کا ایمار ہوا   سو ہندی زبان یہ رسالہ ہوا
ہے دکھنی میں مجکو مہارت بتی" (رسالہ فرقہ ہائے اسلام)   دیگر   کہ النصر منکم کہے نصرتی

"بعضے علما ان مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سیر کے درج کئے ہیں لیکن کوئی کتاب

مستقل اس باب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی پس تصنیف ہونا اسکا ہندی زبان میں معلوم۔ مگر یہ ولی ویلوری شیدائے حیدرآبادی دکھنی زبان میں نسخے منظوم لکھے ہیں۔" (ریاض الجناں)

اس کے ایک زمانہ دراز بعد قاضی بدرالدولہ متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

"لیکن دیکھا کہ بازار علم کا بہت کاسد ہوگیا اور علم کے جاننے والے دنیا سے گذر گئے۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ اور کسی کو خواہشمند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا۔" (فوائد بدریہ)

اس تفصیل سے واضح ہوسکتا ہے کہ دکن میں اردو زبان کا نام دکھنی اور ہندی تھا۔

یہاں اردو کے ایک اور نام ریختہ کا بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کو سب سے پہلے ولی نے استعمال کیا ہے ؎

یہ ریختہ ولی کا جا کر اسے سنا دے　　رکھتا ہے فکر روشن جو انوری کے مانند

میرا خیال ہے جس طرح جنوبی ہند میں اردو کا نام دکھنی رکھا گیا تھا اسی طرح شمالی ہند میں وہ پہلے پہل ریختہ سے موسوم ہوئی ہوگی۔ ولی نے بھی اسکا استعمال اپنے سفر دہلی کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دکھنی شعرا کے قطع نظر شمالی ہند کے شعرا نے اس لفظ کا استعمال عام طور سے کیا ہے۔ چنانچہ میر کہتا ہے۔

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے　　معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

قائم کہتا ہے ؎

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ　　اک بات لچر سی بزبان دکھنی تھی

اثر کہتا ہے ؎

ریختہ نے یہ تب شرف پایا　　جبکہ حضرت نے اسکو فرمایا

شاہ حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"در شعر فارسی پیروی مرزا صائب است در ریختہ ولی را استاد میداند۔"

میرے اس خیال کی تائید مولانا باقر آگاہ کی رائے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان (شمالی ہند) میں مدت تک زبان ہندی کہ اسے برج بھاکا کہتے ہیں رواج رکھتی تھی۔ اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع واصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی وفارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص اس کے کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی...... . . مخفی نہ ہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا.............. بعضے استعداد اس کے باب میں دفتر افتراق کا کھولتے ہیں کہ اس بیچارے کو سب شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں۔"

دکن میں اردو دکھنی یا اردو کا تعلق جسقدر دکن سے رہا ہے اور یہاں اس کی جس قدر ترقی ہوئی اسکا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کسی قدر صراحت سے کیا ہے ہماری تالیف اس نوعیت کی پہلی تالیف تھی۔ اسکے بعد اردوئے قدیم۔ پنجاب میں اردو۔ تاریخ ادب اردو۔ وغیرہ کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ میں اپنے ملک وقوم کا بیحد شکر گذار ہوں کہ اس نے میری تالیف کو ہاتوں ہاتھ لیا اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جس کے باعث چند ماہ کے اندر اس کے طبع ثانی کی نوبت آئی۔ اور اسکا دوسرا اڈیشن بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

تالیف ہذا کے اسباب میں نے اپنی اس تالیف میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح مکمل نہیں ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کبھی آیندہ مکمل اور مستقل تالیف اس خصوص میں کیجائے گی۔

ظاہر ہے اس کام کے لئے بہت بڑے معلومات اور بہت بڑے سرمایے کی ضرورت ہے۔ اُردو کا مواد نہ صرف ہندوستان کے کتب خانوں میں ہے بلکہ بلاد مغرب میں بھی اس کا مواد دستیاب ہوتا ہے ان کتب خانوں سے استفادہ کرنا اور مواد جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں اور پھر یہ اس شخص کے لئے اور بھی دشوار اور اہم ہے جو ملازمت کے چکر میں قید و بند ہو۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود میں اپنی اس دوسری تالیف کو جو اس سلسلہ کی ایک دوسری کڑی ہے اور گویا مکمل کتاب کا پیش خیمہ ہے اور ایک بڑی حد تک قائم مقام ہو سکتی ہے پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

اس میں میں نے اُن تمام دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ممالک مغرب میں موجود ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں جنکا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے خوش قسمتی سے اس میں قدیم دکھنی ادب کا بڑا حصّہ آگیا ہے۔

مگر قبل اسکے کہ میں اپنی اس جدید تالیف کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں اولاً مجھے یورپ جانے کے اسباب مختصر طور پر بیان کر دینے چاہئیں۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یورپ کے اُردو ذخیرہ کا حال اولاً رسالہ معارف (اعظم گڈھ) کے ذریعہ معلوم ہوا جبکہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر رسالہ مذکور میں ریویو ہوا تھا۔ اس آگاہی سے معلوم ہوا کہ بلاد مغرب میں اُردو کا کیا کچھ مواد نہیں مل سکتا میں نے اس امر کی کوشش کی کہ یورپ جاؤں اور ان سے استفادہ کروں۔

سرکار عالی کی علمی قدر دانی ضرب المثل ہے اس کے چشمۂ فیض سے صدہا علمی گلشن سیراب ہوتے ہیں خصوصاً اُردو کی آبیاری میں جو حصّہ لیا جا رہا ہے وہ چشم بصیرت سے پوشیدہ نہیں اسی آبیاری کی ایک نہر نے مجھے بھی سیراب کیا۔ نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کی تحریک پر نواب مسعود جنگ بہادر کی کوشش اور نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کی تائید سے جامعہ عثمانیہ نے میرا یورپ روانہ کرنا منظور فرمایا اور ایک سال کے لئے اخراجات سفر و قیام منظور فرمائے گئے۔ اس تحریک کو

باب حکومت کے ارکان نے صاد کیا اور پیشگاہ اقدس میں معروضہ گزرانا گیا جسکو اعلیحضرت اقدس اعلیٰ نے شرف قبولیت سے منظور فرماکر مجھے جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں ستمبر ۱۹۲۶ء میں انگلستان روانہ ہوا اور انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیارس کے کتب خانوں سے مواد جمع کرکے ایک سال میں واپس ہوا اور اپنے حاصل کردہ مواد کو اب اس کتاب کے ذریعہ پیش کرتا ہوں

مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا

یورپ جانے کے پہلے مجھے صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اُردو مخطوطات کے موجود ہونے کا علم تھا مگر وہاں جانے کے بعد جو معلومات ہوئے اور جن جن کتب خانوں میں اُردو کا مواد پایا گیا ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (۲) کتب خانہ برٹش میوزیم (۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۴) اسکول آف اورینٹل اسٹیڈیز (۵) بوڈلین لائبریری اکسفرڈ (۶) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی (۷) کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج (۸) کتب خانہ کارپر کالج کیمبرج (۹) کتب خانہ کریسٹ کالج کیمبرج (۱۰) ایٹین کالج ایٹین (۱۱) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی (۱۲) ببلیاتیک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیارس)۔

ان بارہ کتب خانہ کے منجملہ (۹ اور ۱۰) میں کوئی دکھنی مخطوطہ دستیاب نہیں ہوا۔

کتب خانہ مندرجہ صدر کے علاوہ میں نے حسب ذیل کتب خانے دیکھے ہیں مگر ان میں اُردو یا دکھنی کوئی مخطوطہ نہیں ہے۔

(۱) کتب خانہ کیمبرج میوزیم۔ (۲) کتب خانہ اڈنبرا میوزیم۔ (۳) قومی کتب خانہ اڈنبرا۔

مارسلز کے کتب خانہ میں بھی بعض اُردو کے مخطوطات محفوظ ہیں مگر چونکہ میرے واپسی کے زمانہ میں اس کتب خانہ کو تعطیل تھی اسلئے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا گیا کیونکہ

میرے زمانہ قیام کو توسیع نہیں ہوئی۔ سرکار عالی کے وظیفہ یابون کے نگراں مسٹر سٹین نے میرے کام کی نوعیت سے واقف ہوکر تین ماہ کے توسیع کی تحریک فرمائی تھی اور مجھے امید دلائی تھی کہ وہ منظور ہو جائے گی میں نے اسی مناسبت سے اپنا پروگرام مقرر کیا تھا پیارس کے کتب خانہ کے استفادہ کے بعد جرمنی جانے کا تعین ہوا تھا مگر پیارس میں ایک سالہ مدت ختم ہوگئی اور وظیفہ کی توسیع نہ ہونے کے باعث جرمنی کا سفر موقوف کرکے پیارس سے واپسی عمل میں آئی۔

یورپ میں اُردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہوسکتا ہے۔

ہمارے ایک عنایت فرما نے انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (جو اُردو کے ایک بلند پایہ رسالہ میں شائع ہوا ہے)

"غرض کہ انڈیا آفس میں ادبیات اُردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے نادر و نایاب نہیں ہے۔ حیدرآباد اور انجمن ترقی اُردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جنکا پتہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اُردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔"

یورپ میں اُردو کے متعلق تین قسم کا مواد موجود ہے جسکی صراحت حسب ذیل ہے۔

(الف) بیسیوں ایسے مخطوطات ہیں جن کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے کم ازکم حیدرآباد کے کتب خانے اور انجمن ترقی اُردو کا کتب خانہ ان سے خالی ہے۔ مثلاً مثنوی خاورنامہ مثنوی قطب مشتری۔ مثنوی مصیبت اہل بیت۔ مثنوی پدماوت وغیرہم۔ جو عادل شاہی اور قطب شاہی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے جن سے مقابلہ کرکے اختلاف معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

مثلاً دیوان ولی کے پندرہ نسخے ہیں۔ گلشن عشق کے چھ نسخے۔ پھول بن کے تین نسخے اسی طرح دیگر کتابوں کی حالت ہے۔

(ج) اکثر دکھنی مثنویاں فارسی سے ترجمہ کی گئیں ہیں یورپ میں ان فارسی کتابوں کا بھی وجود ہے جس کے باعث دکھنی ترجمہ کو فارسی سے مقابلہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شاعر نے کس حد تک ترجمہ کیا ہے اور کہاں تک اپنی تخیل کو کام میں لایا ہے۔ مثلاً خاورنامہ بن حسام۔ طوطی نامہ نجشی۔ پدماوت بزمی ورازی۔ سیف الملک و بدیع الجمال وغیرہم۔

غرضکہ بلا کسی تعصب اور طرفداری کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے دیگر کتب خانوں سے قطع نظر صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں اردو کا اسقدر مواد موجود ہے کہ جس پر کام کرنے کے لئے برسوں صرف ہوں گے اور ایک نہیں بلکہ متعدد شخص ریسرچ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب

قیام یورپ کے زمانہ میں میں نے اپنی کتاب کو ترتیب نہیں دی بلکہ صرف فراہمی مواد میں مصروف رہا۔ واپسی کے بعد ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے افسوس ہے کہ میری سخت علالت کے باعث تقریباً سات آٹھ ماہ اسکا کام بالکل بند رہا۔ ورنہ اس کے بہت پہلے اسکی اشاعت ہو چکی ہوتی۔

میری یہ کتاب گویا ایک کیٹلاگ (فہرست) کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ ایک ایسی فہرست ہے جو ایک بڑی حد تک اصل مخطوطوں سے مستغنی کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے قطب شاہی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد عادل شاہی پھر دور مغلیہ اس کے بعد سدہوٹ پھر میسور۔ اور ارکاٹ کے بعد دور آصفیہ کے مخطوطات کا ذکر ہے اس کے بعد نامعلوم مخطوطے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں بھی قدامت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تصنیف کے سنہ کے لحاظ سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلے یورپ کے نسخوں کی صراحت معہ نشان تعداد ورق وغیرہ لکھی گئی ہے اس کے بعد کیٹلاگوں کی وضاحت کا خلاصہ دیا گیا ہے اس کے بعد تصنیف کی تاریخ کا ذکر

پھر مولف کے حالات کی (جہاں تک ہمارے معلومات تھے) صراحت کی گئی ہے اس کے بعد نفس مضمون کی وضاحت۔ پھر کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

نمونہ میں میں نے خاص طور پر اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس صورت سے وہ نفس مخطوطے میں درج ہے بجنسہ درج کر دیا جائے ۔ اس کے باعث بعض جگہ املے کی غلطی اور مفہوم کی غلطیاں وغیرہ پائی جائیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح لکھا گیا ہے وہ کلیتہً پیش نظر ہو جائے۔

نمونہ کے بعد دیگر نسخوں سے (اگر موجود ہوں) اختلاف بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کسی فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض شعرائے کلام پر ریویو بھی ہے۔ آخر پر اس مخطوطے کے بعض دیگر نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے اپنی عدم قابلیت کا اعتراف ہے جہاں تک میری معلومات اور میری علمیت نے دوران ریسرچ میں میرا ساتھ دیا ان کا مجموعہ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

شکر گذاری

میری کتاب نامکمل ہوگی اگر میں ان بزرگ ہستیوں اور دوستوں کا شکریہ ادا نہ کروں اور ان کے اسمائے گرامی بطور اعتراف پیش نہ کروں جنہوں نے مجھے یہاں اور یورپ میں گراں قدر مدد اور مشورہ دیا جس کے بغیر میرا جانا اور وہاں کام کرنا دشوار تھا۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب حیدر نواز جنگ بہادر۔

(۲) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب امین جنگ بہادر۔

(۳) عالیجناب نواب مسعود جنگ بہادر۔

(۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب۔

یورپ میں جن اصحاب نے مجھے مدد دی اور مشورہ دیا ان میں سب سے پہلے دو نام قابلِ اظہار ہیں یعنی سر محمد رفیق مرحوم ممبر انڈیا کونسل جنہوں نے کتب خانہ انڈیا آفس سے استفادہ

کی اجازت دلائی۔ مجھے اسکا افسوس ہے کہ میرے قیام لندن کے زمانہ ہی میں انکا ہندوستان میں انتقال ہوگیا۔

دوسری ہستی مسٹر سی۔ اے اسٹوری معتمد کتب خانہ انڈیا آفس کی ہے جنہوں نے بڑی رہنمائی فرمائی اور گراں قدر مدد و مشورہ سے ممنون فرمایا اور میرے مطالعہ کے لئے خاص طور پر سہولتیں اور رعایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد جن محترم ہستیوں اور عنایت فرماؤں نے خاصکر میرے ریسرچ میں مدد دی اور راہ نمائی فرمائی ان کے اسمار گرامی شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر ایف بارنٹ مہتمم کتب خانہ برٹش میوزیم حصہ مشرقی

(۲) ایف۔ سی نکلسن مہتمم کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی

(۳) ٹی۔ جے ٹامس مہتمم کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی

(۴) .... مہتمم کتب خانہ بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

(۵) مسٹر فریز سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

(۶) مہتمم کتب خانہ اٹین کالج۔

(۷) مہتمم قومی کتب خانہ اسکاٹ لینڈ (اڈنبرا)

(۸) ناظم کیمبرج میوزیم

(۹) مہتمم کتب خانہ اسکول آف ورنٹیل اسٹیڈیز۔

(۱۰) مہتمم کتب خانہ قومی پیارس

(۱۱) مس نورجہاں یوسف علی

(۱۲) ڈاکٹر سید محی الدین قادری

(۱۳) ڈاکٹر سید سیادت علی

(۱۴) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ

(۱۵) ڈاکٹر یوسف حسن خاں

(۱۶) مسٹر شوکت اللہ شاہ

(۱۷) مس اسفانسو

تالیف ہذا کے ماخذ | اس کتاب کی ترتیب میں اُن اصل مخطوطات کے علاوہ جن تاریخوں اور کیٹلاگوں وغیرہ سے مدد لی گئی ہے اُنکی فہرست ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔

مگر ناشکرگذاری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر عثمانیہ کالج کی مولفہ کتاب "اُردو شہ پارے" کا ذکر نہ کروں جس سے بھی میں نے مواد اخذ کیا ہے۔

فہرست میں ان فارسی کتابوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جس سے دکھنی کتابوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

خاکسار

نصیر الدین ہاشمی ابن مولوی عبد القادر صاحب مرحوم

رجسٹرار بلدہ سرکار عالی

ترپ بازار حیدرآباد دکن
ذیحجہ ۱۳۴۹ھ

قطب شاہی مخطوطات

مختصر تاریخ سلطنت بہمنیہ کی شکست کے بعد دکن میں جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں ان میں گولکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتیں علوم و فنون کی سرپرستی کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکا دربار اہلِ علم و فن کا مرجع و ماویٰ تھا شہرِ گولکنڈہ اور بیجاپور باکمالوں کے مرکز تھے۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی قطب شاہ ہے جس نے بہمنیہ سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۹۱۶ھ میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اسکے خاندان سے یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہوں نے گولکنڈہ پر حکمرانی کی۔ آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ پر فتح حاصل کرکے اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ پر قبضہ کر لیا۔[1]

اس خاندان کے سلاطین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان قلی (۹۱۶ھ تا ۹۵۰ھ)

(۲) جمشید قلی قطب شاہ (از ۹۵۰ھ تا ۹۵۷ھ)

(۳) سبحان قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۵۷ھ)

(۴) ابراہیم قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ)

(۵) محمد قلی قطب شاہ (از ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ)

---

[1] تاریخ قطب شاہی۔ اسکا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن کے نمبر ۶۵۴۲ (اڈیشنل) پر موجود ہے۔

(۶) محمد قطب شاہ (از ۱۰۲۰ھ تا ۱۰۳۵ھ)

(۷) عبداللہ قطب شاہ (از ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ)

(۸) ابوالحسن تانا شاہ (از ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ)

یہ قطب شاہی سلاطین علم و ہنر کے شائق تھے ان کے دربار کے علماء و فضلاء اپنے وقت کے مشہور با کمال تھے۔ سلطان قلی کا زمانہ حکومت زیادہ تر قوت بڑھانے اور اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کیلئے میدان جنگ میں گذرا تاہم اسکا دارالسلطنت شعراء اور ادیبوں سے خالی نہیں تھا۔ "آتش خانہ" کے نام سے ایک مقام تھا جہاں شاعر اور ادیب جمع ہوتے تھے[۵] جمشید قلی کو شعر و سخن سے غایت دلچسپی تھی ملا محمد شریف وقوعی اسکے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس خاندان کا چوتھا حکمراں ابراہیم قلی جو ۹۵۷ھ میں مسند آرا حکومت ہوا اور اکتیس سال کی طویل حکمرانی کے بعد ۹۸۸ھ میں رحلت کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ابراہیم قلی جہاں حکومت اور جہانبانی میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں علم و فن کے لحاظ سے بھی کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علماء وقت جمع تھے۔ گولکنڈہ علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سلطان شعر و سخن کا دلدادہ و سخن فہمی کا ذوق رکھتا تھا۔ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے:۔

"دراں مجلس شعرائے فصیح زبان و ندماں ملیح بیان از ابر طبع درر آب دار
نظم و نثر نثار کردہ از خوان نوال و احسان آں پادشاہ نوجوان بہرہ مند میگردند"
(صفحہ ۱۹۳)

یہی مؤرخ آگے چلکر لکھتا ہے۔

"درسفر و حضر ہموارہ اہل فضل و ہنر در خدمتش مے بودند۔ و در مجلس ہمایوں بمباحثہ
علوم دینی پرداختہ و در تحقیق مسائل یقینی شرائط اہتمام بجائے می آوردند" (ص ۱۲۸)

---

[۵] اردو شہ پارے۔

سلطان کے دربار میں حمید خاں، مصطفیٰ خاں، مجاہد خاں، عین الملک، امیر شاہ محمد انجو، میر عماد الدین محمود شیرازی، جید الملک، شاہ تقی جیسے باکمال امرا موجود تھے۔ نابغۂ روزگار قاسم بیگ شیرازی اور حسین قلی مرزا جو علم منطق و حکمت میں سرآمد روزگار تھا اس کے دربار میں تھے۔

مدارس اور مساجد اس کے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنیں۔ علمائے وقت نے بہترین تصنیفیں کیں جو آج تک مشہور ہیں۔

"مساجد و مدارس و ابنیہ و عمارات رفیعہ کہ بین اہتمام آں حضرت اتمام یافتہ۔"

(صفحہ ۱۳۸ اب تاریخ قطب شاہ

اس کے زمانہ میں اردو کو بھی خاصی ترقی ہوئی۔ کئی ایک نامور شعرا موجود تھے جن میں سے فیروز، ملا محمود کا پتہ چلتا ہے۔ وجہی بھی اسی دور کا شاعر تھا۔

سلطان ابراہیم کے ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں انتقال کرنے پر اس کا قابل فرزند محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا جس کا دور حکومت ترقی علم و فن کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر اور شاہ عباس صفوی کا ہمعصر تھا۔ شہر حیدرآباد کی اسی نے بنیاد ڈالی اس کو فنون لطیفہ کا بہت شوق تھا۔ شعر و شاعری کے ذوق اور کئی ایک مشہور عمارتوں کی تعمیر سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔

سلطان کی داد و دہش اور قدر دانی علم و فن کا شہرہ سن کر عرب و عجم سے علما، فضلا و شعرا اس کے دربار میں آتے اور اس کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔

چنانچہ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے۔

"ہر حاجتمندے کہ از دیار بعیدہ بامید سخاو رحمت جنت مکاں روے بدرگاہ جلالش آمدے بوسیلہ امرا و مقربان منظور نظر عنایت شدہ بتشریف و انعام سرفراز شدہ مقضی المرام بوطن خود مراجعت نمودے۔" (ص ۱۷۱ ل)

اس کے دربار ہی امرائے ذی عظمت و شوکت صاحب علم و فن تھے جن میں سے امین الملک ناظر الملک۔ مرتضیٰ خاں۔ رستم خاں۔ چنگیز خاں۔ رضا خاں۔ سید حسین۔ سید تاج وغیرہ مشہور ہیں۔

اس کے دربار میں علما ر فضلا ر شعرار کی تعداد بھی کافی تھی۔ علامہ میر محمد مومن استرآبادی جو علامہ فخر الدین سماکی کے بھتیجے تھے جنکا تعلق طہماسپ شاہ صفوی کے دربار سے تھا گولکنڈہ آئے اور یہاں سکونت کرلی۔ ان کی کئی ایک تصانیف مشہور ہیں شاعر بھی تھے فارسی دیوان مرتب کیا تھا جسکا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔[۵۵]

قاضی محمد سمنانی۔ میرک معین الدین سبزواری۔ مرزا محمد امین سیستانی وغیرہ اسی کے درباری علما تھے۔ مرزا محمد امین نے خمسۂ نظامی کے جواب پر چار مثنویاں لکھی ہیں۔ شیریں خسرو۔ لیلیٰ مجنوں۔ فلک البروج۔ مطلع الاشعار۔ یہ مثنویاں انڈیا آفس میں موجود ہیں۔ ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ جس میں غزلیات کے علاوہ قصائد بھی ہیں۔

شاہ عباس صفوی کی جانب سے میر ضیاء الدین محمد نشاری جیسے صاحب علم بطور سفیر آئے تھے۔[۵۶]

ہر سال ماہ ربیع الاول میں مجالس میلاد اور محرم میں مجالس عزا منعقد کرتا اور نہایت خلوص سے خود اسمیں شریک ہوتا علمار اور شعرا کو داد و دہش سے سرفراز کرتا تھا۔

"ہر سال ہفدہم ماہ مبارک ربیع الاول کہ مولود آں شمع شبستاں وجود است جشن عظمیٰ ترتیب دادہ .... خاقان زمانہ مجلس بزم را از پرتو جمال رشک آفتاب جہانتاب نمودہ مجلسیان و امرار و شعرا و ندمار و مغنیان نغمہ پرداز و پری پیکر را دراں روضۂ جنت نشاں راہ دادہ"

(تاریخ قطب شاہی ص ۱۷۶)

"علمار و فضلار رارکان دولت و مجلسیان و مقربان ایام عاشورہ در الادہ

---

۵۵ (۲۸۹۲) ایتھے ۵۶ تاریخ قطب شاہی

حضور بگریہ و تعزیہ گذرانیدہ و رسوم ماتم شاہ شہداے بتقدیم میرسانیدند"

(ص ۱۷۸ ا)

اس کے زمانہ میں مدارس۔ خانقاہ۔ دارالشفا۔ حمام کثرت سے تعمیر ہوئے مسجد جامع کی تعمیر ہوئی۔

"مسجد جامع و مدرسہ و خانقاہ و دارالشفا و حمامات متعدد و دیگر مساجد و
مدارس کہ بمن اہتمام شہریار مغفور باتمام رسید" (ص ۱۶۶ ب)

زبان اردو کو اس کے عہد میں بڑا عروج ہوا باکمال شاعروں نے بیسیوں مثنویاں لکھیں۔ وجہی غواصی۔ احمد وغیرہ اسکے درباری شعراء ہیں جن کی تصانیف یورپ میں بھی موجود ہیں۔

سلطان خود بھی اردو کا زبردست شاعر تھا اسکا کلیات ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ اعلیحضرت حضور نظام میں موجود ہے۔

فارسی میں قطب شاہ اور دکھنی میں معانی تخلص تھا۔ کلیات میں اصناف سخن سے مثنویاں قصیدے۔ ترجیع بند۔ مراثی۔ غزل۔ رباعی سب کچھ موجود ہیں۔ یورپ میں اسکا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

قلی قطب شاہ نے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی زبان اردو کے محسنوں کی فہرست میں اسکا نام جلی حروف میں لکھنا چاہیئے۔

سلطان محمد قلی کا جانشین محمد قطب شاہ ہوا پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۵ھ میں انتقال کیا۔

اپنے پیش رو کی طرح یہ بھی ذی علم اور علم پرور تھا شعر و سخن کا نہ صرف دلدادہ بلکہ خود بھی شاعر تھا ظل اللہ تخلص تھا۔ اسکا دربار بھی اہل علم و کمال کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سید کمال الدین مازندرانی فضیلت دستگاہ میر قطب الدین نعمت اللہ سیادت پناہ مرتضیٰ وغیرہم درباری علماء تھے۔

محمد قطب شاہ کے علم و فضل شعر و شاعری کے متعلق مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے:—

"بحمداللہ بر وجہ مستوفی داد ند و در فضائل کتبہ متعارف نیز سرآمد روزگار اند و

لہ تاریخ قطب شاہی۔

از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام ایشاں را حاصل است در تواریخ
استحضار آں حضرت بمرتبہ ایست کہ مورخاں زماں ہر گونہ حکایتے را کہ ابتدا
نمایند آنحضرت باختلاف روایات با تمام رسانند و ہموارہ با ارباب فضل و
حکومت محبت داشتہ بافادات دانشمندانہ اہل مجلس را مستفیض میگردانند
و نیز آں حضرت را در نظم و نثر پایۂ عالی است ظل اللہ تخلص شرف میفرمایند
و از انجا کہ طبع موزوں از خصائص فطرت سلیم است چوں در خلال اوقات
واردات قدسی را در سلک نظم میکشند ۔" (ص ۱۹۹ الف)

اس صراحت سے واضح ہو سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسی کے عہد میں مرتب[۵] ہوئی ہے۔ سلطان کو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس فن میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ اسی طرح شعر و شاعری میں مہارت تھی۔ علوم عقلی و نقلی سے آگاہی تھی۔ اپنے دانشمندانہ مباحث سے ارکان دربار کو مستفید کرتا تھا۔ اسکا دربار گویا علم و فن کی مجلس تھی جہاں نامور علماء اور شعراء جمع ہوتے تھے۔

---

۵ ۔ تاریخ قطب شاہی جس کا ذکر کیا گیا ہے قطب شاہی عہد کے پانچ بادشاہوں کے احوال پر مشتمل ہے پہلے باب میں سلطان قلی۔ دوسرے میں جمشید قلی تیسرے میں ابراہیم قلی اور چوتھے باب میں محمد قلی کا ذکر ہے خاتمہ میں سلطان محمد کا بیان ہوا ہے۔

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۶۹ھ میں لکھا گیا ہے (۶۵۴۲) موجود ہے کتاب کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے اس کا مصنف نظام الدین احمد بن عبداللہ شیرازی ہے مگر مصنف کیٹلاگ "ریو" کا خیال ہے یہ نظام الدین احمد کی تصنیف نہیں کسی اور کی ہے مصنف نامعلوم ہے۔ ریو نے اپنی تائید میں کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ نمبر ۲۹۷۔

برٹش میوزیم کی اسی جلد میں ایک دوسری تاریخ حدیقۃ السلاطین بھی ہے جس کا ذکر (ملاحظہ ہو صفحہ ۲)

جیساکہ بیان کیا گیا ہے سلطان کو اُردو شاعری سے عشق تھا اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ اس کے عہد کے بیسیوں شعراء کا پتہ چلتا مگر افسوس بہت کم کے کارنامے موجود ہیں اور دو چار ہی شعراء کا نام معلوم ہوا ہے۔ جن میں وجہی۔ قطبی۔ غواصی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ابن نشاطی۔ جنیدی وغیرہ ہیں۔ (جنکا کلام اس کے بعد مرتب ہوا ہے) اسی دَور کے شعراء ہیں۔

سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اسکا فرزند عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ میں حکمراں ہوا۔ اس کا دَورِ حکومت اُردو کی ترقی کے لئے ایک زرین عہد ہے اس کے زمانہ میں کئی ایک دکھنی مثنویاں لکھی گئیں جن کی صراحت آگے درج ہوگی۔

عبداللہ قطب شاہ اپنے باپ دادا کی طرح علم دوست اور علم پرور، ارباب فضل و کمال کا قدردان تھا نظام الدین احمد نے اسکے زمانہ میں "حدیقۃ السلاطین" کے نام سے ایک تاریخ لکھی جو ۱۰۵۰ھ کے حالات تک مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی اہل کمال سلطان کے دامن دولت سے وابستہ تھے جن کے منجملہ علامہ فہامی۔ میر محمد الدین جو علامہ میر محمد مومن کے فرزند اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ سیادت پناہ میر سید محمد اسفرائنی۔ مولانا تارونقی۔ یہ بھی شاعر تھے۔ عمدۃ الفضلاء قاضی احسن میر سیرال

(بسلسلہ صفحہ ۲۰) آگے آئیگا۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"تمام شد کتاب مستطاب تاریخ قطب شاہی فی ظل دولت اعلیحضرت والبھا مصونۃ عن کل شر و فساد برسم خزانہ کتب اعلیحضرت سکندر حشمت سلیمان مرتبت السلطان المعظم والخاقان المکرم ابو المظفر سلطان عبداللہ قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و دولتہ الی یوم القامد ابن کعبۃ العبد اسمعیل ابن ملا عرب شیرازی فی ۱۰۶۹ھ"

یہ کتاب علی ضخیم ہے بڑی تقطیع کے (۱۹۴) ورق ہیں مضامین کی فہرست (۱۵) ورق پر آئی ہے۔

ملہ میوزیم ۲,۲,د,۶۔ انڈیشل انڈیا آفس ۲۹۰ھ

فرزند سیادت پناہ قاضی القضات قاضی ظہیرالدین محمدالحسنی حکیم عبدالجبار گیلانی شیخ عبداللطیف بالخلقی ہوزبردست شاعر تہا۔ نوراللہ صدر مدرسہ دارالشفایہ بہی شاعر تھا۔ مرزا محمد جوہر تبریزی۔ مرزا حمزہ استرآبادی۔ مرزا افضل اللہ شیرازی۔ شیخ ہارون جزاہری۔ ملا تقنائی شیرازی۔ ملا عرب خوشنویس مرزا محمود مشہدی۔ قاضی عطاء اللہ گیلانی۔ قیصر وغیرہم مشہور ہیں۔

میر نصیح الدین محمد تقی قرشی سرخیلی کی خدمت پر میر محمد رضا استرآبادی پیشوائی پر نواب علامی خدمت میر جملگی سے سرفراز تھے۔ سید عبداللہ مازندرانی۔ میر معزالدین محمد۔ شرف الملک شیخ محمود بیان خواجہ افضل خاں۔ سید محمد۔ نصیر الملک منصور خاں۔ ملا محمد تقی وغیرہ امرا دربار تھے جو سب کے سب علم وفضل کے لحاظ سے مشہور اور معروف تھے۔ انکے وجود سے گولکنڈہ علم وفن کا آفتاب بنا ہوا تھا۔

سلطان کی سرپرستی میں متعدد تصنیفات ہوئے۔ نظام الدین احمد نے حدیقۃ السلاطین شمس الدین محمد المعروف علامہ ابن خاتون نے کتاب الارشاد اور جامع عباسی پر حواشئے لکھے۔ اربعین کا ترجمہ کیا۔ ملا جمال الدین نے کعبی کی کتاب المصباح کا اور ملا علی ابن طیفور نے عیون اخبار رضا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مولانا حسین آملی نے نہج البلاغۃ کی شرح لکھی۔ ملا فتح اللہ سمنانی نے امام یافعی کی کتاب روض الریاحین کا ترجمہ کیا۔

سلطان کی فیاضی اور اہل کمال کی سرپرستی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی فیاضی کے متعلق مصنف حدیقۃ السلاطین لکھتا ہے۔

"ہرکس از ارباب استعداد از عراق وخراسان بہ پایۂ سریر سلطنت مصیر رسید فراخور حال وقابلیت مشمول عواطف ومراحم خسروی گردیدہ کامیاب شد .... ازیں جملہ ملا خلیل قصہ خوان بلا فقرہ کہ از جانب بنگال ولاہور بدار السلطنت ہمایوں اعلیٰ وارد شدہ بود .... جمعی کثیر از تجار مال دار چہ در دار السلطنت وچہ بنادر معمورہ ولایات محروسہ

اقامت نمودہ غایت تجمل و ثروت موفورہ بہم رسانیدہ اند"

(ص ۲۸۸ ب)

رات رات بھر محفل مشاعرہ گرم رہتی شعرائے نامدار اپنی اپنی نظمیں سناتے۔

ایک جشن کے حالات میں نظام الدین احمد بیان کرتا ہے۔

"بشکرانۂ ایں موہبت خاقان سکندر منزلت مبلغی کلی بعلماء و فضلاء و صلحا

اکرام و احسان فرمودند و بفقراء و مساکین نقود و اجناس بسیار تصدق

نمودند و جمعی از شعرا تاریخہائے یافتہ بودند بمسامع جاہ و جلال خسرو

یوسف جمال رسانیدند۔ ملا غواصی کہ در شعر و کہنی از امثال خود ممتاز است

ایں کلمہ را مادہ تاریخی ساخت محفوظ باد" (۱۰۴۱ھ)

سہ شنبہ کے دن اگرچہ عام تعطیل ہوتی مگر شعرائے نامدار دربار میں جمع ہو کر قدیم شعراء کے کلام پر مباحثہ کرتے اور اپنا کلام گوش گزار کرتے۔

"روزہائے سہ شنبہ کہ روز تعطیل است با شعرائے صاحب شعار و موزونان بلاغت دثار از عرب و عجم دیوان متنبی۔ دیوان خاقانی و انوری مثنوی ملا روم با کتب شرح و دواوین دیگر از شعرائے نامدار در میان آوردہ صحبت مستوفی میگردند" (ص ۱۷۲ ب)

جس طرح سلطان کو اہلِ علم کی قدر تھی اسی طرح امراء دربار باکمالوں کے گرویدہ تھے انکی مجالس میں ہر وقت صاحب علم اصحاب جمع رہا کرتے۔ نواب علامی جو میر جملہ گی کی خدمت سے سرفراز تھا اسکے متعلق نظام الدین احمد لکھتا ہے۔

"نواب مشار الیہ باوجود کثرت مشاغل مہام سلطنت و وقوف امور مملکت و ملازمت دو وقتہ خاقان یوسف جمال ہر صبح مدرس فیض بسط ایشاں از وجود ارباب دانش چہار صفات علماء و فضلاء و صلحاء و شعراء و اہل استعداد

وکمالات واز اکابر و اعیان و امراء و وزرا وغیرہم کہ مشمون میکرد و با فادہ

و افاضۂ علوم منقول از کتب تفاسیر و احادیث و فقہ از معقولات و ریاضی،

و منطق وغیرہ مشغول میباشند" (د ۲۶۳ ص)

غرضکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نہ صرف ذی علم اور علم دوست تھا بلکہ اسکے دربار کے امرا

بھی یہی خصوصیت رکھتے تھے۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ سلطان کے عہد حکومت میں اردو کو بڑا فروغ ہوا نظم و نثر میں متعدد

کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسکے عہد کے کئی ایک شعرا مشہور و معروف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں

وجہی۔ غواصی۔ ابن نشاطی۔ جنیدی۔ طبعی۔ امین۔

سلطان خود بھی زبردست شاعر تھا۔ فارسی اور دکھنی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا دیوان

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اسی کے عہد میں شاہجہاں نے گولکنڈہ پر پیش قدمی کی مگر باہم صلح ہوگئی سلطان عبداللہ نے

سالانہ پیشکش دینا قبول کرلیا۔ تینتیس (۳۳) سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۸۳ھ میں اسنے وفات پائی اسکا

داماد سلطان ابوالحسن تانا شاہ سریر آرا سلطنت ہوا۔

ابوالحسن بھی سخن فہم و سخن سنج حکمراں تھا اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے جس کا ایک شعر

مشہور ہے۔

کس در کہوں جاؤں کہاں مجھ دل پہ پہل پچھاڑ ہے

ایک بات کے ہونگے سجن یاں جی ہی بارہ باٹ [۵۱] ہے

اسکی چودہ سالہ حکومت میں بھی متعدد اردو نظمیں لکھی گئیں۔ اس عہد کے حسب ذیل شعرا

کا پتہ چلتا ہے۔

فائز۔ لطیف۔ نوری۔ شاہی۔ مرزا۔ غلام علی۔ سیوک۔ شغور۔ بیچارہ۔ ان میں سے کئی

---

۵۱ گلشن ہند۔

۔ ۔ ۔ یا یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۹۰ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر فتح پائی۔ اسطرح سلطنت قطب شاہی کا
۔ تمہ ہوگیا۔

۔ تفصیل کے بعد اب ان دکھنی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس عہد سے متعلق اور
۔ یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
۱	مثنوی قطب مشتری	وجہی	سنہ ۱۰۱۹ھ
۲	سیف الملوک و بدیع الجمال	غواصی	سنہ ۱۰۳۵ھ
۳	طوطی نامہ	غواصی	سنہ ۱۰۴۹ھ
۴	(مصیبت اہل بیت)؟	احمد	؟
۵	پھول بن	ابن نشاطی	سنہ ۱۰۶۶ھ
۶	قصہ بہرام گلدام	طبعی	سنہ ۱۰۸۱ھ
۷	قصہ ابو شحمہ	امین	سنہ ۱۰۹۰ھ
۸	قصہ حسینی	خواص	سنہ ۱۰۹۰ھ
۹	پدماوت	غلام علی	سنہ ۱۰۹۱ھ
۱۰	جنگ نامہ	سیوک	سنہ ۱۰۹۲ھ
۱۱	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائز	سنہ ۱۰۹۴ھ
۱۲	ظفر نامہ	لطیف	سنہ ۱۰۹۵ھ
۱۳	محی الدین نامہ	افضل	؟
۱۴	مرثیہ	غواصی	؟
۱۵	مرثیہ	لطیف	؟

۱۶	مرثیہ	کاظم	؟
۱۷	مرثیہ	افضل	؟
۱۸	مرثیہ	شاہی	؟
۱۹	مرثیہ	مرزا	؟

مثنوی قطب مشتری

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے

نمبر (ب ۳۲/۴) ورق (۵۸) سائز (۹ ۳/۴ × ۵) سطر (۱۷) خط نسخ تاریخ کتابت سنہ ۱۱۳۴ھ

بلوم ہارٹ نے مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے مگر خود مثنوی سے اس کے نام اور مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔

قطب مشتری میں جو بولیا کتاب ۔۔۔ سو ہوئی جگ میں روشن جیوں آفتاب

(ص ۱۲۰ ب)

وجہی ترا و حسن جیوں برق ہے ۔۔۔ تجے ہور بعضیاں میں کئی فرق ہے

توں وجہی کمیا شعر کئی دعات کا ۔۔۔ ہوا زبا ست تجہ تے ذابات کا

وجہی کے متعلق مشرقی اور مغربی تذکرے ساکت ہیں۔ ڈی ٹاسی۔ بلوم ہارٹ۔ اسپرنگر۔ اسٹوارٹ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر مثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں صراحت کی گئی ہے وجہی ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا شاعر ہے مثنوی میں جس طرح سے سلطان کی مدح کی گئی ہے اس سے اسکی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابراہیم قطب شاہ راجا دہراج ۔۔۔ شہنشاہ ہے شاہ شاہاں میں آج

عدل بخشش ہور داد اس تے اچھے ۔۔۔ سدا خلق سب شاد اس تے اچھے

جتے پادشاہاں ہیں سنسار کے ۔۔۔ بھکاری ہیں سب اسکے دربار کے

اسی سلسلہ میں وہ سلطان محمد قلی کی تعریف بحیثیت ولی عہد سلطنت کے کرتا ہے۔

کمیا علم میں ایک نہ دو آپ تے ۔۔۔ کہ فرزند ہے یو بخت ور باپ تے

کیے نانو نو کرنار کن منک پناہ   سلکمن محمد قسلی قطب شاہ

مگر معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے زمانہ میں اس مثنوی کی تکمیل نہیں ہوئی کیونکہ ۱۰۱۸ھ میں اسکے مکمل ہونے کا شعر موجود ہے۔

تمام اس کیا دیس بارہ منے   سنہ یک ہزار ہور اٹھارہ منے

وجہی کے زمانہ میں گولکنڈہ میں علمی فضا تھی ہر طرف شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ مگر اسکو اپنی شاعری پر ناز ہے دوسروں سے مقابلہ کرکے اپنی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ خاصکر غواصی پر چوٹ کیا ہے۔ اس طرح فیروز اور محمود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

قطب مشتری کی تصنیف کے وقت وہ شاہی دربار میں بارسوخ تھا اس کی عزت اور وقعت اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ علانیہ ولی عہد سلطنت (اور پھر اسکی تکمیل کے وقت بادشاہ تھا) کو بطور ہیرو اور عاشق پیش کیا ہے۔

وجہی کی دوسری تصنیف نثر اردو کی بہترین کتاب "سبرس" ہے جس کی تصنیف ۱۰۴۵ھ میں ہوئی ہے جبکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ گولکنڈہ کے تخت پر حکمراں تھا۔ اگرچہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اسقدر زمانہ دراز تک ایک شخص کس طرح زندہ رہا؟ اگر ۹۹۸ھ میں اس کی عمر پچیس سال قرار دیا جائے تو ۱۰۴۵ھ میں (۸۲) سال ہوتے ہیں یہ کوئی ایسی عمر نہیں جو غیر ممکن ہو اسکے متعلق میرے دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری نے اپنی تالیف "اردو شہ پارے" میں کافی صراحت سے بحث کی ہے۔

قطب مشتری کئی لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ اسکا مضمون خود شاعر کی دماغی پیداوار ہے۔ اس کے قریب اور بعد جو تصنیفیں گولکنڈہ اور بیجاپور میں ہوئیں وہ زیادہ تر فارسی سے ماخوذ ہیں۔ دوسری زبان سے ترجمہ کرنا وہ بمنزلہ چوری کے قرار دیتا ہے۔ اسکا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ ہے اسکی زبان صاف ہے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔
وجہی بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے کلام سے نظم اور نثر دونوں کے نمونے اس وقت

موجود ہیں جہاں وہ شاعری کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شاعر خیال کیا جا سکتا ہے وہیں وہ بہترین نثار کی حیثیت سے بھی پیش ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ دکن کا واحد ادیب ہے۔ جو دو حیثیت سے ممتاز ہے

وجہی کے متعلق مزید معلومات "اردو شہ پارے" سے ہو سکتے ہیں۔

مثنوی میں حسب رواج قدیمہ اول حمد ہے اسی کے ساتھ وہ اسماء اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسکے بعد مناجات پھر نعت اور معراج کے حالات۔ حضرت علی کی مدح کرنے کے بعد عشق کی تعریف کرتا ہے۔ اسکے ختم ہونے پر شعر کی حقیقت اور شعر کی تعریف کرتا ہے جسمیں اس امر کی صراحت کی ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئیے۔ پھر وہ بادشاہ کی تعریف اسکے عدل کا ذکر و لبعد کی مدح کرتے ہوے بتایا ہے۔ بادشاہ کی قدر دانی سے ملک ترقی کر رہا ہے۔ اس بیان کے بعد وہ شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جوانی کا حال بیان کرتا ہے بلکہ یوں سمجھو قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

محمد قلی نہایت خوبصورت حسین و جمیل تھا۔ ایک رات اسنے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اور اسکے حسن و جمال پر والہ و شیدا ہوگیا عشق کا تیر جگر کے پار ہوگیا۔ خواب والی صورت کی تلاش میں ایک جہاندیدہ مصور روانہ کیا گیا جو شہر بہ شہر اس خواب والی حسینہ کو تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد بنگال پہونچا یہاں کی شہزادی کو مصوری کا بڑا شوق تھا جب اسکو ایک مصور کے بنگال میں آنے کی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے پاس طلب کیا اور کوئی عمدہ تصویر پیش کرنے کی ہدایت کی اس نے محمد قلی کی تصویر پیش کی شہزادی تصویر دیکھ کر شہزادہ پر عاشق ہوگئی مصور نے اسکی خبر گولکنڈہ میں کی محمد قلی بنگال آیا اور مشتری کو بیاہ کرلے گیا۔ واپسی کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے اپنے بیٹے کو بادشاہت دی اور یہ بادشاہ ہوا۔

اس قصہ کے ختم کے ساتھ ہی چند دعائیہ شعر ہیں اور تاریخ تصنیف کے شعر کے بعد مثنوی ختم

ہوئی ہے۔ اس مثنوی کے تقریباً (٢٠٠٠) دو ہزار شعر ہیں۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

توں اول توں آخر توں قادر اہے ۔۔۔ توں مالک توں باطن توں ظاہر ہے
توں محصی توں مبدی توں واحد سچا ۔۔۔ توں تواب توں رب توں ماجد سچا
توں باقی توں مقسم تو ہادی توں نور ۔۔۔ توں وارث تو منعم تو بر توں صبور
تو ستار ہور توں سو جبار ہے ۔۔۔ تو وہاب ہور توں سو قہار اہے
تو رزاق ہی ہور توں ہیں عظیم ۔۔۔ تو فتاح ہی ہور تو ہیں علیم

اسی طرح خدا کے اسمار کا ذکر کیا گیا ہے آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اپی پھول اپی پھل اپی بن اہی ۔۔۔ اپی چاند اپی سور اپی کرن اہی
غرض ایک آپیچ سب ٹھار ہی ۔۔۔ اسی نور کا سبھیں جھلکار ہی

اسکے بعد حمد و ثنا کے بعد مناجات شروع کی گئی ہے۔

مناجات خدایا بڑا توں بڑا تی ہی تج ۔۔۔ ہمیں سب بندی ہیں خدائی ہی تج

اس کے چھ صفحے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

جو جکمیں سدا کال جیتا اچھوں ۔۔۔ محبت کیری می کون پیتا اچھوں

اسکے بعد نعت ہے۔

محمد نبی نا تو تیرا اہے ۔۔۔ عرش کی اُپر جا تو تیرا اہے
کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے ۔۔۔ علی سا تیری گھر ہیں پردھان ہی
ابتدا اسی ہور یک لاک پیغمبر آئی ۔۔۔ ولی مرتبا کوئی تیرا نپائی
انتہا شفاعت کر نہار سبکا تمہیں ۔۔۔ اپی لار لا ایک ربکا تمہیں

اسکے بعد کی حکایت معراج کے متعلق ہے۔

آغاز صفت کون توں معراجکی رات کا ۔۔۔ کہ جا لیا اہی بہشت نجبا تکا

محمد کون جس رات معراج ھوئی — شھا دوسرا وان علی باج کو ی
انو تینو کون بات یو فام ھی — سمجتا و چوتھی کانیں کام ھی

اسکے بعد کی حکایت میں حضرت علی کی مدح ہے۔

تون جگکا پیارا تون جگکا ادھار — خدا کا توں ھمدم نبی کا تون یار
علی کا محب نین جکوی سچ تون جان — حرامی پنی کا دھی ھی نشان

اسکے بعد عشق کی تعریف ہوئی ہے۔

برا عشق کا سب تی درجا اھی — کہ کیجا نہیں عشق ھر جا اھی
اسی عشق تی عاشق ھی سر فراز — پچھیں یا حقیقت اچھو یا مجاز

اسکے بعد وہ شعر کی حقیقت اور تعریف کرتا ہے جسمیں یہ بتا یا گیا ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئے
در پردہ غواصی پر چوٹ کیا گیا ہے اور بتا یا گیا ہے چوری کا مضمون لانا درست نہیں اور اپنے
اشعار کی تعریف کرتا ہے چند شعر یہ ہیں۔

کتا ھون تجی پند کی ایکبات — کہ ھی فایدا اسمنی وھاتدھات
جوں ربط بولی تو بیتاں پچیس — بھلا ھی جو یک بیت بول سلیس
غلاظت نہیں جسکری بات میں — پریا جای کیون جز لیکر ھات میں
جسی بانکی ربط کا قام نین — اسی شعر کہنی سوں کچھ کام نین
دیسی برکت موزت اس باتکا — کہ درین نجھائی کتکن ھاتکا
دکھن میں جو دکھنی میتھی باتکا — ادا نیں کیا کوی اسد ھاتکا
یو بولیا ھوں سکنیج تاریخ ھی — اجھون میری دلمیں بہوت کچ ھی
جو لک برس کوی سر لیوی ہر جگون — نیادی کہ ھن اس چھپی کنج کون
اگر غوطی لک برس غواص کھائے — تو یک کو ھرا سدھات اسو لک نیای
یو موتی نہیں دو جو غواص پائیں — یو موتی نہیں دو جو کس ہات آئیں

خواصان کتی خوتی کھا کھایکر — موی هیں سو اسکی مدیں آیکر
نکو بول مضمون توان هور کا — کہ کالا هی دو جگیں مون چور کا
جتا چوری کر چور اپی سادھوے — دغا بازا اچکی کوت مانی نکوی
چراکر چراتا نہ کی چور کوی — یو باتاں سمجتی سوهیں هور کوی
نہ نیچ کیچ برائی نہ منج لاف هی — ولی عارفان پاس انصاف هے

شعر بولنا کرچہ اپر دب هی — ولی فامنا کهتی تی خوب هی

اسکے بعد شعر کہنے کی وجہ بیان کرتا ہے۔

کتا هون سنو کان دهر لوک هو — کها و تمنی بات جو آئی سنو
اتا قطب کی مدح کر اختیار — جو رهی یو قیامت تلک یادگار

اسکے بعد ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

براہیم قطب شاہ راجا دهراج — شہنشاہ هی شاہ شاہاں تیں آج
عدل بخشش هور داد استی اچھے — سدا خلق سب شاد استی اچھے
جتی پادشاهاں هیں سنسار کی — بھکاری هیں سب اسکی دربار کی

اسی سلسلہ میں ولی عہد محمد قلی قطب شاہ کی مدح کی ہے۔

کهیا علم میں دیک نہ دو آپ تی — کہ فرزند هی یو بخت ور باپ تی
رکھی ناو کرتار کن ملک پناہ — سلکهن محمد قلی قطب شاہ
کرجم دعا جیو سون جک اچھے — حیات هوتی هی زیاست تلک لے

اسکے بعد بادشاہ کی قدردانی سے ملک کی ترقی کا ذکر ہے۔

خوشیاں سون جو شہ نیر بانی کتا ہی — شو تر لوک کی لوک مہمان آگی
عجب تحقی قدرت تی انی لکی — کو دیک اس ملک رشک کہانی لکے

محل شہ سنگاری یوں اس کا جگوں　　　سنواری تھی جیوں عرش معراج کون
ہر یک محل کو بو تیجی عرش ہی　　　بدل باز واسمان سو فرش ہی
رہماں اس ... ... تی آج کوئی　　　نکر سکسی دنیاں میں ایسا باج کوئی

اسکے بعد شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر ہے اور اسکے بعد کی حکایت میں جوانی کا یعنی یوں سمجھو کہ قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ چند مقامات سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

جوانی کی دریا یوں آیا آودھان　　　محمد قطب شاہ ہوا اب جوان
تیا زور تھا اسکی یکدست سون　　　اچاکی پچھاری متی مست کون
شہنشہ مجالس کئی ایک رات　　　وزیران کی فرزندتی سب سنگات
ہر یک خوب صورت ہر یک خوش لقا　　　سو ہر ایک دلکش ہر یک دلربا
نہایت کی سامانمیں تہم جم ہی جیون　　　شجاعت کے کامانیں رستم ہی جیون
ہر یک خوش طبع ہور عاقل اچھے　　　ہر یک خوش فہم ہور فاضل اچھے
جو ہوئی رات آدھی بچھی دو پہر　　　خبردار یاران ہوئی بی خبر
بسر کی ندیمان طرز بات کا　　　کنوائی خبر مطربان ذات کا
جو عاقل اتھی وو سو سب صبح ہوئی　　　نہ ملتی نہ خوبی جھگرتی کہیں
دکھی خوانمیں شہ کہ یک بن اہی　　　وو بن نین زمیں کی اپر کہن اہی
پھریں چاندسیاں سندریاں اس منے　　　ستاری مین کیاں پریاں اسمنی
ہر یک رنگ چمپا تی پھول تھی　　　نول شہ تماشی میں مشغول تھے
پڑی اوچتی دست اس نار پر　　　اخل کم ہوئی شہ ہوا نچیر
سو اس سندری میں بلی تہی دو چہ دہن　　　کہ لبدائی تھی بہوت زد انسو لہن
جو دیکھیا اتھا خواب میں ماہ کون　　　ہوا خوانمیں خواب اس شاہ کون
جو اس نیند میں تی ہو تک ہشیار　　　نہ تہی اس صبوری نہ تھا اس قرار

براہیم قطب شاہ مجلس سنگار کئی مستعد ہو پ عشرت اپار
جتیاں خوب خوش شکل تھیاں شدریاں سو کرتا تک ہور کو پھر انکھیاں
جو چین ہور ماچین کی تھی بتاں سو خوش طبع خوش نعم خوش صورتاں
ہریک خوب محبوب بت نار سی بدن جیوں جلتی اچھی آرسی
عجب ایک اسوقت پیر مرد تھا ہنرمند عاقل جہاں گرد تھا
دنیا کی اپن بند تی آزاد ہو پھری شرق تی غرب لگ باد ہو
کدھن روم میں تھا کدھن شام میں کہ استاد تھا دو ہریک کام میں
عطارد سو نقاش کا نام تھا بھلا ہور براسب اسی فام تھا

جو بنگالہ کا سحر جیو کہات ہی سو اس مشتری نار کی بات ہی
بنگالی شکر کون جو پان لیا تی ہیں سو اسکی ادھر اسکوں بنچ تی ہیں
بنگالی شکر کون جو میٹھا تی ہی سو میٹھائی وہن سب نی و دیائی ہی
اپس اپنچ دکھلاو شوخ نار سورج چاند تارے ملا ایکنہار

عطارد کوں شہ حال سب بول کر کہی خواب دیکھی تھی سو کھول کر
کہ اس دھن سوں منج عشق اسدا اتھی کہیا ہوں تجی میں جکیچ بات ہی
کہ عاشق اچھی توں اپی درد مند تجی فام اسکام کی سب سے پسند
آمال اسکی اتی کہ تدبیر کر توں بیک ہو نکو کام تاخیر کر

کہیا شہ کوں یا الہی اس تھار پر نہیں واں کہیں آدمی کا گذر
خندق سات ہیں سات سمدر سمان ہریک برج اسکا ہی جیوں آسمان
کنگوری بلند جو دسی دیس کوں کنکوئی کرتی تہی سورکی کیس کوں
سونیں اوسکی دو جاہ غدار ہیں کہ سرتیں ہور عات سو چار ہیں

جو دیکھتا تکہ تہیں چنچل کھری   نظر شاہ کی صورت اپر و پری
صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو   پری ہپ دھو کر اسی ٹھار وو
کتک وقت لگ وو بیہوش تھی   سو شہ کی محبت کری جوش تھی

نمہان جاوں کسکوں کھوں کیا کروں   اتال اسکوں استھار س کیوں دھروں
مبادا پریگا اچھی اس نظر   کہ یو ہونی یکایک یوں بیخبر
منجے آج دستا نہیں کچ کھیں   منتر کاری ہی کوئی حاضر نہیں

وہی نقش تن تھا وہی نقش من   وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر رہی   ایتھاں مشتری پھرتی چو پھیر رہی

بخت بختور آج غالب ہوا   کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا
کہیا شاہ اس نار مہتاب کوں   کہ جا نیکوں دی اب رضا منجکوں
رہیا تجسوں لی ویس یکٹھار مل   سو جیوں بار سیتی اچھی یار مل

دکھن تی جو استھار اپنیر ایا ہو میں   اسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں
کہی شہ نکو یوں یو بات توں   پچھانیا ہی آخر منج اسدہات توں
پتی پی ادب کر نکو جان منج   کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج

نگر میں جو آیا قطب شاہ نول   لگی بجنی چوندھر خوشیاں لگی طبل
شہر میں سو عید آج لوکاں کنی   کھری کہرانند کاج کاکاں کنی
لگی حال احوال سب پوچھنی   جو شہ دیکھی تھی سو کہی ان کنی
سو ما باپ شہ دھن ہو کر ایکدل   یو چار و رہی سکہ سوں یکٹھار مل
براہیم قطب شاہ پر کر جتن   کریا با جتی ضبطیں سب دکھن
کیا شاہ دو پادشاہی عجب   مسلمان ہوا یو تلنگانہ سب

دیا شاہی اپنی قطب شاہ کوں   کہ دو ساہوا ہیں کر اب راج توں

قطب شاہ کون شاہی مقرر ہوئی — کہ باپ سو پنچی ہیں نہیں کچھ دوئی
نئی بادشاہی کیا نہیں ہی یوں — کہ کرتا اہی اب قطب شاہ جیوں
بسا شمع کی انصاف تی یو دکھن — کہ شاہی پانی تی جیوں پھول بن

الٰہی مددگار توں ہی منجی — مددگار ہور تھار توں ہی منجی

الٰہی قطب شاہ تیرا داس ہے
قطب شاہ بندیوں تج آس ہے

کہ پڑھکے اسے منج کریں یاد سب — سدا کال منجی جنیں شاد سب
جتنے شعر بولیا اسے کیا ہے غم — کہ جیتا اسے ناؤں اس جگ میں جم

تمام اس کیا دیس بارہ منی
سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منی

اس کتاب میں چار غزلیں ہیں جو یقینی وجہی کی ہیں ان میں سے ایک پوری غزل اور دوسری کا مطلع لکھا جاتا ہے۔

پیو اپنی کوں تک آج میں تس سنپڑ دیکھی سوکر — جب پیو چلیا مت سیج منج تپ سوتی اوڈہی دو پکر

پانچ شعر ہیں مقطع نہیں ہے۔

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آ ملو پیا — تجہ بن منجی جیونا بہوت ہوتا مجی مشکل رہی پیا
کہاتا بر کیتی ہو نیں پانی انجھو پیتی ہو نیں — تجہ بن منجے جیتی ہو نیں کیا سخت مجی دل رہی پیا
ہر دم توں یاد آتا منجی اب عیش نہیں بھاتا منجے — برہا یو ستاتا منجی تجہ آج تلملتل رہی پیا
منجہیں تپش جانی تھیں منج تھا جیولاتی تھیں — منج دل سمندر میانی تجہ بن کتیا ہی منزل رہی پیا
توں جیوں میرا میں سو دل تجہ بات رہنا کیوں ندل — دن رات میں میں اکثل تیا تجہی غافل رہی پیا

پیارا سجیر آیا پیارا جیو تی پیارا اہو — بو منج دل میں سٹ نکلیا سو جیوں اوساس میں یارا ہو

یہ غزل سات شعر کی ہے۔ دوسری غزل کے پانچ شعر ہیں جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

تج کہ کی درس کا سوچ سو درسی لہے تج نور جھلکتی تی سب جگ میں روشنی لہے[5]

چونکہ قطب مشتری کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے اسلئے اس کے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور پھر یہ مثنوی مصنف کی دماغی پیداوار ہے اسلئے کسی فارسی مثنوی کے ساتھ مقابلہ کرکے ترجمہ کی خوبی بھی ظاہر نہیں کی جاسکتی ہے۔

وجہی کی قابلیت اسکے کلام سے بخوبی واضح ہوتی ہے وہ ہر حیثیت سے دکن کا ممتاز شاعر ہے۔ اسکا اسلوب بیان فطری ہے اس میں تکلف نہیں۔ اسکی مثنوی اسکی اعلیٰ خیالات کی ترجمان ہے۔ اس کی غزلیں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون پر کہی گئی ہیں جس کے باعث ان کی دلچسپی اور زیادہ ہوجاتی ہے۔ اس کی شاعری سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ دکنی شاعری کی بنیاد ہندی شاعری کی تقلید میں ہوئی ہے بہرحال یہ مثنوی قطب شاہی دور میں ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے اور اسکا مصنف سب سے بڑا شاعر تصور کیا جاسکتا ہے۔

قطب مشتری کا نسخہ جہاں تک میرے معلومات ہے کسی کتب خانہ میں نہیں ہے اسلئے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

---

[5] مخفی نہ رہے کہ حسب صراحت پیش نامہ اشعار کا نقل کئے گئے ہیں جس کے باعث اغلاط زیادہ ہیں۔

مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال

یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) انڈیا آفس نمبر (۹۹ بلوم ہارٹ) ورق ۶۲ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ رجمادی الثانی ۱۱۳۳ھ کاتب عزیز اللہ۔

(۲) برٹش میوزیم نمبر (۸۶ اورینٹل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۳ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۱ محرم ۱۱۵۹ھ

(۳) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۵۲۰ اڈیشنل) ورق (۵) ناقص صرف چند ابتدائی اوراق ہیں۔

(۴) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۲۲۱ اڈیشنل) ورق (۱۴۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۵) کیمبرج یونیورسٹی نسخہ ثانی نمبر (۲۲۴ اڈیشنل) ورق (۱۳۷) سطر ۱۴۔ خط نستعلیق۔

غواصی کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"غواصی عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک شیعہ شاعر ہے۔ محمد قادری کے طوطی نامہ کو بہ زبان دکھنی ۱۰۴۹ھ میں نظم کیا ہے۔ یہ نظم (سیف الملک) ایک فارسی نظم سے ماخوذ ہے جو الف لیلہ کی ایک داستان ہے۔ دو پنجابی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں ایک کا مولف لطف علی اور دوسرے کا امام بخش ہے۔ ایک سندھی نظم بھی ہے جسکا مولف عبدالرحمن ہے۔ ایک پشتو ترجمہ[۵۱] احمد نے کیا ہے۔ ڈ تاسی نے ایک نثر اردو مصنفہ منصور علی کا ذکر کیا ہے۔"

اسپرنگر۔ عمدۂ منتخبہ کے حوالے سے غواصی کے متعلق صرف ایک دکھنی شاعر ہونے کی صراحت کی ہے۔[۲۲۹] اسٹوارٹ (   ) نے غواصی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

---

۵۱ یہ پشتو ترجمہ میں نے پیرس کے قومی کتب خانہ میں دیکھا ہے۔

پروفیسر ولسن نے غواصی کو قطب شاہی عہد کا شاعر بتایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے غواصی کے متعلق کسی یورپین مصنف نے کوئی تشفی بخش مواد فراہم نہیں کیا ہے۔

اسکے تصانیف اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی سلطان ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ عمر میں وجہی سے چھوٹا تھا۔ سلطان محمد کے زمانہ میں اس کی شاعری چمکی مگر سلطان کے دربار تک رسائی نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کی تصنیف "سیف الملوک" کے مرتب ہونے تک بھی اسکو یہ عزت نہیں ملی ہے۔ کیونکہ مثنوی کے خاتمہ پر وہ بڑی بڑی امیدوں کا آرزومند ہے سلطان کے تقرب سے اپنی مصیبت زدہ حالت کے بدل جانے کی تمنا کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ سلطانی ملازم ہے لیکن کوئی عزت و مرتبہ حاصل نہیں۔ وہ اس امر کا اظہار کرتا ہے اگرچہ وہ ایک معمولی ملازم ہے لیکن سب سے بڑا شاعر ہے۔

مثنوی سیف الملوک کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ غربت میں بسر کرتا ہے مگر اپنی قابلیت کے لحاظ سے مغرور ہے اپنا مدمقابل کسی کو نہیں خیال کرتا۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کے موافق جلد سلطان کا تقرب حاصل ہو گیا اور دربار میں رسوخ ہو کر عزت و مرتبہ ملا۔ سلطان عبداللہ کی اسپر خاص عنایت تھی گویا ملک الشعراء کی صورت تھی۔ سلطنت بیجاپور کو شاہی سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا گیا جہاں اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی واپسی کے وقت بیش قیمت تحفے ملے۔

بلوم ہارٹ نے غواصی کو شیعہ تصور کیا ہے نہیں معلوم اس نے کس بنا پر شیعہ ہونے کی صراحت کی حالانکہ خود اسکے تصنیفات سے اسکا سنی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مثنوی سیف الملوک میں نہایت خلوص کے ساتھ وہ خلفائے راشدین کی مدح کرتا ہے اور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں کئی ایک شعر کہے ہیں اسکے سوا برٹش میوزیم کے ناقص نسخے سے اسکا سنی ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔

فدا ہوں انکے ولیوں کے اوپر ‏ ‏ ‏ ‏ سنو رافضی خارجی کاٹ کر

یورپ کے دیگر نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے ۔ اسکی دوسری تصنیف طوطی نامہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ دُنیا ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے دُنیادار ہوتے پر لعنت ملامت کرتا ہے اور آیندہ سے نظم نہ کہنے کا تصفیہ کرتا ہے ۔

غواصی کا انتقال کس سن میں ہوا تیقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ یہ یقینی ہے کہ سلطان عبداللہ کے زمانہ ہی میں اسکا انتقال ہوا ہے ۔

اب اس مثنوی کے تاریخ تصنیف پر روشنی ڈالی جاتی ہے انڈیا آفس والے نسخہ میں تاریخ تصنیف کا شعر موجود نہیں ہے ۔ برٹش میوزیم والے نسخہ سے ۱۰۲۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے ۔

برس یک ہزار و پنج بیس میں　　　کیا ختم یو نظم دن تیس میں

مطبوعہ نسخہ سے ۱۰۲۷ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے ۔

برس ایک ہزار و ستا دیس میں　　　کیا ختم یو نظم دن تیس میں

یہ دونوں سنہ اس لئے غلط ہیں کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی اس سنہ میں نہیں ہوئی تھی اور مثنوی سے صاف طور پر اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اسکی تصنیف سلطان کے تخت نشینی کے بعد اسکے حکمرانی کے زمانہ میں ہوئی ہے ۔ کیمبرج کے مخطوطہ سے اسکی توضیح ہو جاتی ہے جہاں شعر اس طرح ہے ۔

برس ایک ہزار و پنج تیس میں　　　کیا ختم یو نظم دن تیس میں

چونکہ ۱۰۳۵ھ میں عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہو گیا تھا اس لئے یہ سنہ بالکل صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے ۔

اب نفس مثنوی کی صراحت کی جاتی ہے ۔ مثنوی کے عنوانات بھی نظم میں ہیں اول حمد ہے اسکے بعد مناجات پھر نعت ۔ نعت کے بعد منقبت ۔ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح ۔ بادشاہ کی تعریف ۔ سخن کی تعریف ۔ اپنے حالات ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے ۔

چونکہ یہ الف لیلیٰ کی مشہور داستان ہے اسلئے اسکی وضاحت نہیں کی گئی۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد و نعت

الہی جگت کا اہی سو توں — کرن ہار جم بادشاہی سو توان
تیری حکم تل نوکر اسمان کے — رعیت ملک تیر ہی فرمان کے
بھر یانس گزاں بیچہ تاری حیتسم — کریں تونبات سون اشک دم بدم
زنگیاں سو سجلیاں کی یچ سازہوت — زحل کون رکھیا فرنگ دار توان
جیا سچا نون غنی ہو تی ہی — غنی تجہ بغیر از نہیں کوئی ہی
تون مقبول اپن مقبلان کا سہی — تون ہی نور روشن دلانکا سہی
جو کوئی زندہ دل ہی تون انکا حیات — جو کوئی مے جو تجہ سات تون انکا نکات
سچا تون محمد سچا مصطفیٰ — سچا تون ہی احمد سچا مرتضیٰ
ہی یو نوی مضمون ہی لاکی ابلنے دیسے تی — ہنوز بیچ طوبی نن رولن لکی در یقین
کہ سیف الملک ہور بدیع الجمال — یو دونو ہیں عالم منے بی مثال
انن دو ئی کا داستان بول تون — سو دفتر انن عشق کا کھول تون
کہ یہی داستان جکیں ہی کئی اہیں — ولی کوئی ایسا نہیں کئی اہین
تیری تائیں آیا ہی یو استہان — ظفر تجکوں کیا ہے یو داستان
کہ حضرت سلیمان کی وقت پر — اتھا مصر میں راج یک بخت ور
لول عاصم اس راج کا نیک نام — شہنشا نہیں اتھا اس شرف ٹھاؤں ٹھاؤں
از لدار عادل جوان مرد تھا — مسلمان خدا ترس با درد تھا
بندا اسکی کھر کا سو اقبال تھا — بسا سو اسی کو تھیر ایں مال تھا
اتنے گھوڑی پاکانیں نولاک لے — تیز نداز تفنگی تھی سولاک اسے

قصہ کے خاتمہ کے بعد کہتا ہے :۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر میری جو ھران پرتی دلصاف کر
دیوی داد میرا بھوت مان پاؤن اپس دورتی تا گریبان پاؤن
کہ یو شاہ میرا خریدار ھوی تو تازہ میرا طبع گلزار ھوئی
کہ غمگین ھون میں سخت سینیا رتی دھرون دغدغی لاکہ اس آزار تے
اگرچہ ھون شعرکی بند یا نہیں حقیر ولی شعر کی فن میں ھون بی نظیر
کہوں کھول یو نیں کہوں کیا اپین گواھی دیوین شعر اپین تا چہین
بہر حال یو نظم الھام سون کیا میں تول شاہ کی نام سون
برس یک ہزار اور پنج تیس مین کیا نظم یو ختم دن تیس میں
جو عارف وجودان نزاکت شناس صفا اس بی حاصل کریں بے قیاس
پری کان کون سب آدہی یو کام کون دیوی زوف اوک خاص ھوا عام کون
لکھن ھار یو لاب پرلاب پائی سدا خسروای کیر آپ پائی
ھزار ھو ھزار بیت بولیا تمام ویکبار یکسات کیا والسلام
مبارک اچھو شاہ کون یو مدام بحق محمد علیہ السلام

یورپ کے موجود نسخوں میں اشعار کی کمی بیشی کے علاوہ تغیر و تبدل بھی ہے مختصر طور پر اسکی وضاحت کی جاتی ہے۔

عنوان	انڈیا آفس	برٹش میوزیم مکمل	برٹش میوزیم نامکمل	کیمبرج یونیورسٹی	نسخۂ دیگر کیمبرج ناقص
حمد میں	ورق ندارد	۱۹ شعر	۱۶ شعر	۱۹	×
مناجات	ابتدائی ورق ندارد آخری (۸) شعر ہیں	۱۷ شعر	۱۷ شعر	۱۷	×
نعت	۱۲ شعر	۲۱	۲۲ شعر	۲۱	×
منقبت	۳۴	۳۴	۳۰	۳۴	×

مدح جیلانی	۱۵ شعر	۱۶	۱۶	۱۶	x
مدح بادشاہ	۳۱	۳۳	۲۹	۳۳	۳۱
سخن کی تعریف	۲۸	۲۳	۰	۲۳	۲۳
اپنے متعلق	۱۷	۱۷	۰	۱۷	۱۷

اس تختہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ اشعار کی کمی و بیشی ہوئی ہے جو کاتبوں کی مہربانی معلوم ہوتی ہے۔ برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ دیگر نسخوں میں نہیں ہیں مختصر طور پر بعض اشعار کی توضیح کیجاتی ہے۔

مثلاً برٹش میوزیم کے مکمل نسخے میں حمد کے (۱۹) شعر کے منجملہ (۷) آخری شعر دونو نسخوں میں موجود ہیں مگر باقی (۱۲) شعر ناقص میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ناقص کے نو شعر مکمل نسخہ میں نہیں ہیں۔ گویا (۷ + ۱۲ + ۹ = ۲۸) شعر حمد کے ہوتے ہیں۔

ناقص نسخے کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں۔

اول حمد واجب ہے کرتار کا — دو عالم کا وارث خریدار کا
قضا ہور قدر اسکے ہے ہاتھ میں — نہیں شک و شبہ کچھ ہے اس بات میں
حکم ہات اسکی ہے حاکم وہی — سکل خیر شر کا ہے عالم وہی

میوزیم کے مکمل نسخہ اور کیمبرج کے نسخے میں ابتدائی شعر ان کے بجائے یہ ہیں۔

الٰہی جگت کا الٰہی سو تون — کرنہار جم بادشاہی سو تون
تیرے حکم تل نو کر آسمان کے — رعیت ملک تیرے فرمان کے
بھریا تس کیران بیچہ تار حشم — کریں نوبتاں سوں النگ دم بدم

چونکہ انڈیا آفس برٹش میوزیم کے اور کیمبرج کے جملہ مکمل نسخوں کے اشعار تقریباً ایک ہیں اسلئے انکا جزوی تغیر ظاہر کرنے کے پیشتر برٹش میوزیم کے نامکمل نسخہ سے بعض اشعار جو ان نسخوں میں نہیں ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً یہ فاضل اشعار کسی

دوسرے نسخے میں نہیں ہیں۔

مناجات

جو کوئی زندہ دل ہیں تو انکی حیات　　جو کوئی ہیں تجہ ساتہ تو انکی سات

نعت

فدا ہون انگی ویوں کے اوپر　　سسنو رافضی خارجی کاٹ کر

منقبت

لکھوں اب نبی کے جو ہیں چار یار　　اون چار یاراں گیر اب شمار
ایکس ایک سعن بی دو دھر بن سرف　　نہ کم بیش کر بیان زیادہ حرف
ابا بکر صدیق اول نامدار　　سو دوسرے عمر ہیں بجے نام دار
جنو کا عدل جگ میں مشہور ہے　　عدالت فاصل وہی مشہور ہے
سو تیجا ہے عثمان جامع قران　　فضیلت بزرگی بسس ہے عیاں

بادشاہ کی مدح پر برٹش میوزیم کا ناقص نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔

قبل ازیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انڈیا آفس میں بعض اشعار ایسے ہیں جو برٹش میوزیم کے مکمل نسخہ میں بھی نہیں ہیں۔ مثلاً سخن کی تعریف میں جو پانچ شعر انڈیا آفس کے نسخہ میں زیادہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

بچن تیج ہوسے خدا کا صفت　　بچن تہی ہوسے نعت ہور منقبت
بچن تہی شہاہاں کون سرلتے اہین　　بچن تہے بھوت مان پاتے اہین
بچن تھے ہوسے فام نیکی بدی　　بچن تہی جو ہوئی ہستی مسابتدی
بچن تہی دلان معات لیتے اہین　　بچن تہی کیتی چھوڑ دیتی اہین
بچن تہی بری ہور بھلی کام سب　　ہر یکس کون ہوتی سگل فام سب

اصل قصہ کے اشعار کا مقابلہ نہیں کیا گیا کیونکہ طوالت عمل کا موجب ہوتا۔ قصہ کے ختم ہونے بعد

اختتامی اشعار میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں میں بہت تغیر و تبدل ہے چنانچہ سیف الملک کی شادی کے بیان میں خاتمہ پر جو اشعار میوزیم والے نسخہ میں ہیں وہ انڈیا آفس والے نسخہ میں نہیں ہیں۔

چلے منزلاں منزلاں ٹاک ٹاک — یکایک سفر میں سو بچہ کئی یو دھاک
جو صاعد و سیف الملک نونہال — سات لے ملیگا بدیع الجمال
تا کا ناک آنی ہیں جیو نو بہار — سلامت سوں بیاتا ھی پروردگار

خاتمہ کے اشعار کے منجملہ ذیل کا شعر دونو نسخوں میں موجود ہے۔

گیا سا تی جا ملیا پوت سوں — گلے لالیا دور تک سوت سوں

اسکے بعد انڈیا آفس میں پانچ شعر ہیں جو برٹش میوزیم میں نہیں ہیں۔

خوشیاں سوں بلا شہر میں آ گیا — دی بہوان ایمان کر پائی یا
دیا اپنی بادشاہی اُسے — سلامان کئی سب سپاہی اُسے
سرافراز صاعد کی جو حق کیا — وزیری حکومت کی اس سے دیا
لگے کرنے سیف الملک راج خوش — ہوئی عرش کرسی و معراج خوش
خدا اسکے منگا دیا جیو مراد — دیوی ہر مسلمان کوں دون مراد

ان کے بعد چند اور اشعار ہیں اور "سبب نظم کتاب" کے عنوان سے کل (۴۳) شعر کہے گئے ہیں جن پر کتاب ختم ہو جاتی ہے بادشاہ کی تعریف تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مذکور نہیں ہیں اسکے برخلاف برٹش میوزیم کے نسخے میں "سبب نظم کتاب" کا عنوان ہی نہیں ہے بلا عنوان (۱۵) شعر ہیں جن میں سلطان کی مدح اور تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مرقوم ہیں کیمبرج کے دونوں نسخے برٹش میوزیم کے نسخہ کے مطابق ہیں۔

میرا خیال ہے کہ انڈیا آفس والے آخری اشعار کسی اور نسخہ میں نہیں ہیں اسلئے ان کی صراحت مناسب ہے۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر   میری جوہران پرتی دل صاف کر
دیوی داد میرا بہوت مان پاؤن   اپس دورتی تاکریاں پاؤن
کہ یوشاہ میرا خریدار ہوئی   تو تازہ میرا طبع گلزار ہوی
کہ غمگین ہون ہیں سخت سنیسارتی   دھروں دغدغی لاک اس آزارتے
پریشانی کی ہیں جا خیال میں   لی آیا ہوں ایسی رتن ڈھال میں
جو ہوکی نول شرتی کچہ امن پاؤ   تو اس نتی رتن خاص ڈھونڈ ڈھونڈ پاؤن
اگرچہ ہون شعر کی بندیاں میں حقیر   ولی شعر کی فن میں ہون بی نظیر
کہ ہون کھول یون میں کھون کیا اپن   گواہی دی یون شعر اپن تا چھپن
بہرحال یو نظم اطعام سون   کیا میں نول شاہ کی نام سون
برس ایک ہزار اور پنچ بیس میں   کیا نظم یو ختم دن تیس میں
(تیں)

جو عارف وجودان نزاکت شناس   صفا اس تی حاصل کریں بیقیاس
پری کان کون سب آدمی یو کام کون   دیوی زوت اوک خاص ہور عام کون
لکھن ہار یولاب پر لاب پای   سدا خرد ای کر آپ پای
ہزار ہور ہزار بیت بولیا تمام   دیکبار یکسات کیا والسلام
مبارک اچھو شاہ کون یو مدام   بحق محمد علیہ السلام

اس امر کی صراحت ہوچکی ہے کہ غواصی کی یہ مثنوی فارسی نثر سے دکھنی نظم میں ترجمہ کیگئی ہے۔ لہذا اب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ غواصی نے اصل مضمون سے کہاں تک استفادہ کیا ہے۔ اور کہاں تک اپنے ذاتی خیالات داخل کئے ہیں۔

انڈیا آفس[۵۱] اور برٹش میوزیم[۵۲] میں فارسی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کے متعدد نسخے ہیں۔

---

[۵۱] انڈیا آفس میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۸۸۰)، (۸۹ و ۹۰ و ۹۱)، اور ۹۲) ان میں بعض غلاسے ہیں۔
[۵۲] برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں نمبر (۱۰۱۸) و (۵۰۲) دیو

ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم اور ایتھے مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس نے ان کے متعلق جو صراحت کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :-

"سیف الملوک اور بدیع الجمال ایک فارسی عشقیہ داستان ہے جو عربی الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے ۔ مولف کا نام نامعلوم"

اصل قصہ شروع ہونے کے پیشتر ایک تمہیدی دیباچہ بھی اس میں موجود ہے ۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ قصہ کیوں لکھا گیا ۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اسکا انتخاب نامناسب نہ ہوگا ۔

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان محمود کو قصوں کا بڑا شوق تھا ایک شخص نے ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار انعام میں پائے حکیم عنصری نے بھی اس حال سے آگاہ ہو کر ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار حاصل کئے حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا اسکو اس بے جا خرچ پر افسوس ہوا ۔ بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ خود ایسا قصہ عرض کرے گا جو عدیم المثال ہوگا ۔ محمود نے کہا اگر واقعی تیرا قصہ اسی طرح ہوگا تو تجھے ایک شہر انعام میں دیا جائیگا اگر قصہ ایسا نہ ہو تو ملک سے باہر کر دیا جائیگا حسن نے ایک سال کی مہلت لی اور سوداگروں کے بھیس میں سفر اختیار کیا دمشق پہونچ کر منادی کرائی کہ جو شخص دلچسپ قصہ سنائے گا اس کو انعام دیا جائے گا ۔ اسکو پتہ چلا کہ سلطان دمشق کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اچھے اچھے قصے مرقوم ہیں حسن سلطان کے دربار میں باریاب ہوا تحائف پیش کئے اور کتاب حاصل کر کے غزنی واپس آیا ۔ محمود کے ملاحظہ میں کتاب پیش کی ۔ اس کتاب میں تین قصے درج تھے ۔ یعنی بوستان ارم ۔ قصہ سیف الملک اور قصے شاہ پال بن شاہ رخ ۔ محمود بہت خوش ہوا ۔ اور حسن کو سرفراز کیا ۔"

تاریخی حیثیت سے غالباً اس کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی مگر ایک داستان کی حیثیت سے یہ واقعہ بھی دلچسپ ہے ۔

اصل فارسی عبارت اور دکھنی نظم کا نمونہ ساتھ ساتھ پیش ہے ۔ دکھنی سیف الملک فارسی کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کو اخذ کر لیا گیا ہے اور نام وغیرہ بھی تبدیل کر دئے گئے

ہیں۔ ذیل میں دونو کا ساتہہ ساتہہ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی

”در عہد قدیم در شہر مصر پادشاہ بود
عظیم عزیم و کریم و در عدالت چوں عمران خطاب
بود او را صفوان شاہ مصر گفتند او از تمام
ممالک خود ری خود تا قریب چہار صد محل در خدمت
خود داشت خدا تعالیٰ او را فرزند روہی نکردہ بود
این سبب در الم میسوزد قضارا شب
بخاطر شریف او رسید کہ مبادا در باطن من
کسافتے باشد کہ باعث بے فرزندی از
سبب او باشد برخاست و غسل بجا آورد و
جامہ ہا پاک پوشید در خلوت در آمد و از جمیع
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات باز گشت و
توبہ و استغفار بجا آورد“

دکھنی

کہ حضرت سلیمان کے وقت پر
اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤں
شہاں میں اتھا اس شرف تہاؤں تہاؤں
از لدار عسا ول جواں مرد تھا
مسلمان خدا ترس با درد تھا
بندا اس کے گھر کا سو اقبال تھا
بسا سو اسی کوٹھریاں مال تھا
اتھے کھوپری پاکاں میں نو لاک ایسے
تیر انداز تفکی تھی سو لاک ایسے
اتھا لشکر اسکی کنی بی شمار
سخاوت میں ہور عدل میں نامدار
سدا راج کرتا اتھا اپ ستا
ولی اس نہ بیٹی نہ بیٹا اتھا
سو یک دیس اسمیں اندیشا کیا
فکر زاد ھو من میں یوں لیا لیا
کہ اپین ملک حال پروردگار
نیا کچھ دیا ہی جو نیں اس شمار
ولی کوئی جتن اس رکھنہار نیں
میری بعد از اس کوئی اس شمار نیں

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ صبح کو اٹھ کر بہت کچھ خیرات کیا مگر ایک مدت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی فکر میں رہا کرتا تھا۔ آخر وزیروں نے سبب دریافت کیا۔ اور ان کے حسب مشورہ نجومیوں سے دریافت کیا ان لوگوں نے خبر دی کہ یمن کے بادشاہ کی دختر سے شادی کیجاے۔ تو اولاد ہوگی۔ بادشاہ نے تحفہ دیکر قاصد کو روانہ کیا اور شادی ہوئی اور بعد گزرنے ایک مدت کے ایک لڑکا ہوا جسکا نام سیف الملوک رکھا گیا۔

مگر اسکے برخلاف فارسی میں یہ مضمون ہے کہ وہ توبہ استغفار کرکے سویا رات خواب میں خواجہ خضر نے اسکو بشارت دی کہ تجھکو روم کے بادشاہ فرخ زاد کی لڑکی روح افزا سے لڑکا ہوگا۔ بادشاہ حضرت نے تحائف وہاں روانہ کئے۔ خواجہ خضر نے روح افزا کے خواب میں بیان کیا تھا کہ تو صفوان شاہ مصر کو شادی کر تجھ سے جو لڑکا ہوگا وہ بڑا نامور ہوگا۔

اس صراحت سے ظاہر ہے کہ دونو قصوں میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

مزید نمونہ ملاحظہ ہو۔

نثر فارسی

پیشکش ہاے مصری ہیار ساخت بارسول عاقل و دانا روانہ شہر روم نمود۔ راوی ایں حکایت راچنیں روایت می کند کہ ریشوان صفوان شاہ فرود آمدن گذارید انداحوالات گلستان خوبی و گل و غنچہ شاہی رومیراسامع گردید کہ ملکہ روح افزا در خواب فیدیا بود کہ دوشنای جمال جہاں آرای حضرت خواجہ خضر علیہ السلام عالم ظلماتی را بنور جمال جہاں آرا حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ظلماتی بنور جمال خوشیتن نورانی مزین گردانیدہ۔

دکھنی نظم

دیا حکم آنند پا بی حساب
لکھن نامہ شاہی یمن کوں شتاب
جو لکھنی کون نامہ جیون آیا دبیر
اشارت سو شاہ منکہ پایا دو پیر
سمج شاہ کی اود لکی سورات کون
لکھیا نامہ بیگی کر اس دہات سوں

- ....

انکی عطران سون خزانا گئی
یمن کی طرف خسروا نا گئی
یکیک ملک یکیک شہر یکیک ولات

یکیک کر یکیک کوٹ لک دبات وہات
النکتی النکتی چسلی تا یمن
خبر گئی یمن کی شہنشاہ کن
کہ شاہ ملک کی مصر کا بی نظیر
حجابت کون بھیجا سے اپنا وزیر

نثر فارسی

روزی کہ بادشاہ را آرزو شکار بخاطر رسید و در شکارگاہ بشکار مشغول بود کہ قضارا روزی در شکار سواری با صد ہزار شوق و ذوق رسید و سر و رزمین نہاد و زمین خدمت بوسی بجا آورد و گفت کہ عمر بادشاہ دراز باد کہ اللہ تعالیٰ شاہزادہ عطا فرمود کہ در ملاحت و صباحت گوی از یوسف بردہ۔ بشنیدن این نوید بادشاہ را خوشحال تمام روی داد و یا آرندہ این مژدہ انعام خاص داد و صد ہزار بدرہ زر نثار کرد۔

(اسکے بعد ایک طویل عبارت ہے جسمیں نجومیوں کو طلب کرنا ان سے دریافت کرکے نام تجویز ہوا ہے۔)

دکھنی نظم

الہی جو صاحب ہے سینسار کا
جو دیتا ہے منگیا منگن ہار کا
سو بیٹا دیا شاہ کون بی بدل
سورج چاند تھی خوب نرمل نچھل
خزینی دفینی سون کھولن لگیا
رتن راس ہر یکی رولن لگیا
کنایا ترہ جگ مینی کاج یون
کتا ناسکی جگ میں کوئی راج وڈون
دعا سون اجابات بھو صدق سات
منگیا اپنی فرزند کون بجد حیات
خوشیاں ستی امرت کھر سافال دیک
سو سیف الملک کر رکھیا ناؤ نیک

جنگ کا سما

نثر فارسی

شاہ قلزم واقف گشتہ آمادہ جنگ شد
و با بر ... بصف آرد ... لشکر دیو و جن و
عفریت و پری در ملکوت افتاد جہان پر تیغ و
... گشت تا سہ روز و سہ شب درمیان
... [illegible] عفریتان جنگ داشتند
... ہای ... [illegible] میا رسیدہ و از
آسمان سہ روز و سہ شب خون میبارند گویا
... آب پاشی میکردند بعد از سہ روز
... لشکر قلزم ... و ہزیمت ... و
لشکر شاہبال تمام لشکر شاہ قلزم بقتل ساند
تمام ... ہ او را غارت کردند با چہار تن
شاہ قلزم را اسیر کردند

دکھنی نظم

کھنڈا یو قصۂ حرب کہول
لکھے اس دھنا سوں زبان حرب کہول
کہ شہبال بن شاہ رخ بے نظیر
جو صاحب تھی کو دی سو نیا پول پھیر

. . . .

ھوی جمع جنگی عفریتاں تمام
تو صور خون خار امیران تمام
یکایک جان یک کوہ با برج جیوں
لی ھاتات میں نفتی جری کوہ جیوں
لی تیغ دندی پر جو ھلتا ... تھے
زمین بیسکی کھائی تھی بھار تھی
غضبناک ھو جیوں انگی دل ھوی
کلیجی بھار انگی پھوٹ جل ہوئی
ترا آتش ایران سوں جیوں پر غمان
ھوا کھار پرا جیوں نکہ پر آسمان
سلیح پوس پولاد کی کوٹ بنون
پر آشوب سمادر کی لوٹ جیوں
او تالی ھوا آفت بھری عزم سوں
کھوڑا ... نیا ... سوں

بجیا یاؤ جیون قہر کا شور سات
سلطنت کی آگن سلک اوتھی زور سات
کئی قصد پرنی کون دو دھیر تھے
نہ ناتھوا تل اوپر سیر تھے
اوٹھیا شاہ شہباں وئیں زہر ہو
پریا اسکی لشکر پو جیا قہر ہو۔
او دو راج دو دھرتی پر ہم ہوئی،
پھری فوجکون فوج درہم ہوئی،
اوٹھیا غل جدھر کا ادھر مار مار
قیامت زمین پر ہوا آشکار
جھلک دیک بجلیاں سی تروار کی
اوری فاختی سخت سیسار کی
دلیراں جو شہباں کی پائی بل
سو فوجاں کون کید ھرتی اسکی کھوندل
جو دو پرا اسکی جنپیر پری دلیران
سو کیدھی پری ہور پریاں اختران
ستی دھرت پرلوں موندیاں کاٹ کاٹ
سو کسکوں سمجتا نہ تھا بات کھاٹ
جو دریا لہو کا ابلنی لگیا
لکن اسپو کشتی ہو چلنی لگیا

سپیران تیر اس لھو کی سمندور تی
جو دستی تھی جیون بر پیر ہی روز تی
دھران سب نپٹ موج کی لوٹ مار
تھی وہنی نکلتی تھنکان کی سار
بلا بانگی با تات کون حیوان اک نائی
زمیں ھور زمانیکوں دیتا ک لای
غضب پر غضب کا جو مارا ھوا
سو ایسا بپر آچہ دھونا را ھوا
دتیا غیب ہوی اس دھونار تی تامین
کنوان تا کیا دیس اندھاری تلین
لیا کر دجا ڈھانپ اسمان کون
دھنوان سانپ ھو نکلیا کھانکون
سو دریای قلزم کون صعیبت جو تی
زمیں کی تلیں کا ہی اپر پرا او شتھی
بپر ارن پر پایا سخت زکرا ھوا
کھین نئیں سونا درو جھپکرا ھوا
چپری پیٹ اسکی کھد پری دھیں
سو حلقا ھو چوندھر بپری وھیں
یکایک فتح آسمانی جو پائی
پکر شاہ دریای قلزم کون لیائی

نظر اسپو شہباں کی جیون پڑی
سوار اج اس راجکی دین اوپڑی
کھایون کہ تجکوں تچھوروں آنال
کروں کا میلاد ھومیں پای مال
کہ سنپر پایھی تون آج مجہ ھات میں
توں سچ بول جھوتا نکھو بات میں

داستان کا خاتمہ ملاحظہ ہو

نثر فارسی

چیزہا بسیار از مروارید و گوہر شب چراغ وغیرہ
جواہرات و زربفت و نیک اوان دیگر و
عطریات و زر و نقرہ با حشم تمام ملکہ خاتون
را نکاح بستہ بہ شاہزادہ دادند۔ و ہزار فیل و
لشکر آں ملک را وداع کردند۔ شہر بشہر
منزل بمنزل میرفتند تا نزدیک شہر مصر
رسید۔ کہ اینک سیف الملک آمد یا مردم
تمام و کام دل حاصل کردہ رسید۔ شاہ خبر
رسیدن فرزند شنید از بس از فراق پیر
شدہ بود جوان گشت وی این بیت
خواند۔ . . . .

دکھنی نظم

سعادت کی ساعت میں خوشحال سوں
پڑیا پھول کا عقد اسد پال سوں
ملی جیون او شہزادی ھور او جوان
ھوا شاد سیف الملک کا پران
. . . .
دیا خلعتاں ھور نوازش کیا
روانا بہی کرنیکا سازش کیا
دیا گوہراں لال ھور گنج تیا
وھاں تہی وھیں ان روانا کتا
او سب مال دھن . . . . حساب
. . . . پھر شتاب
چلی منزلاں الخ
جو صاعد الخ

"از مجموعہ برآمد یا ی دولت در رکاب سعادت
بود با جملہ وزیراں و ندیمان و خاصگان
با تمامی عام از شہر بیرون آمدند... ..
شاہزادہ از اسب فرود آمد شاہزادہ
دیدہ با پوشش شادی الجمال سر نہاد
شاہزادہ برداشت و برکنار گرفت و
بسیار گریست"

تا کاشاک الخ

جو عاصم نول شاہ دیکھے جوک جوک
ہوا تھا جو کاری نمن سوک سوک
یکایک خوشی آئی آنند کی
نچھل ذر دیدی خرد سند کی
پچھو کیا ہور آیا رکی اک پران
بودھا پنک تھا سو ہوا پھر جوان
وھیں غم کی جھڑی سوں نکلیا بھار
لی ارکان دولت کوں سب یکبار
میلا سامنی جا کہ وئیں پوت کوں
گلے لا لیا بہوت کللوت سوں

فارسی کتاب اس پر ختم نہیں ہوتی مزید دو صفحے مضمون ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے سیف الملک کو اپنی جگہ بادشاہ بنایا اور خود گوشہ نشین ہوا سیف الملک نے عدل و انصاف سے سلطنت کی۔ گوشہ نشین بادشاہ تین سال تک زندہ رہکر انتقال کیا سیف الملک نے سوگ کیا۔ بدیع الجمال کی ماں اس خبر کو سنکر بہت سارے تحفوں کے ساتھ مصر آئی۔ بدیع الجمال کو حمل کے دن گزرنے پر اسکا تولد ہوا لڑکے کا نام تاج الملک رکھا گیا۔ (۱۵۰) سال سیف الملک نے بادشاہی کی اور اسکے بعد بیمار ہوکر مرگیا۔ بدیع الجمال کو اسکا بہت رنج ہوا چنانچہ ختم کتاب فارسی کی آخری عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمام مرد و زن سیاہ پوش شدند و خرد شش از مردم شہر برآمد
بدیع الجمال ایں بیت میخواند و میگریست"

قلمرو قطب شاہی میں اسکا مدمقابل کوئی اور شاعر نہیں تھا۔

یہ تصنیف سلطان کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

طوطی نامہ کی تصنیف کی تاریخ یکم رجب ۱۰۴۹ھ ہے جسکا ذکر خود غواصی نے کیا ہے۔

ہوئی ختم حضرت نے جب با مدد　　　دیا میں اسے تو رواج اس سند
برس یک ہزار سو چالیس پہ نو　　　ہوے تھے یو موتیاں پرد یا ہوں نو
لطافت بہری مثنوی یو عجب　　　مرتب کیا خوش میں پہلی رجب

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر بادشاہ کی مدح اسکے بعد "سبب تالیف" کا ذکر کرتا ہے اور اسکے بعد قصہ شروع ہوا ہے۔ اشعار کی تعداد (۴۰۰۰) ہونے کے متعلق خود غواصی نے صراحت کی ہے لکھتا ہے۔

جو ابیات ہیں سب میں الف چار　　　برابر میں اس بیت کے ہر چار

قصہ کا خلاصہ اسطرح ہے۔

ہندوستان کا ایک سوداگر صاحب مال و دولت تھا اس کی عالیشان کوٹھی سمندر کے کنارے تھی ساتوں سمندروں میں اسکے جہاز جاتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام تاجروں میں اسکو فوقیت تھی۔ ایسے ایسے نایاب جواہرات تھے جن کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ تھی یہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی آخر ایک مدت دراز کے بعد ایک خوبصورت لڑکا تولد ہوا جوان ہونے پر باپ نے ایک حسین و جمیل خاتون سے اسکی شادی کر دی۔ سوداگر بچہ ایک دن سیر کے لئے نکلا بازار میں طوطا نظر آیا جو فصیح باتیں کیا کرتا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا ایک ہزار ہن قیمت دیکر اس نے یہ طوطا خرید لیا۔ مکان آکر طوطے نے بیان کیا مجھ میں ایک عیب ہے یعنی میں آنے والے امور کی خبر دیا کرتا ہوں چنانچہ عنقریب ایک قافلہ عنبر کی خریداری کے لئے آنیوالا ہے اسلئے جس قدر عنبر بازار میں موجود ہے تو خرید کرلے تاکہ آئیندہ

نفع ہو۔ نوجوان نے اسکے کہنے پر عمل کیا چند روز بعد ایک قافلہ آیا اور عنبر کی خواہش کی۔ سوداگر نے اسکی تجارت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ اس طرح وہ طوطے پر نہایت مہربان ہو گیا۔ چند روز بعد ایک مینا بھی خریدی جو وہ بھی باتیں کرتی تھی۔ اسکے بعد وہ تجارت کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ طوطے اور مینا کی حفاظت اپنی بی بی کے تفویض کی۔

سوداگر بچہ کی واپسی میں عرصہ ہوا نوجوان بی بی پر مدت گراں گذری ایک دن اپنے بالاخانہ پر سے مصروف نظارہ تھی ایک سجیلے جوان پر نظر پڑی۔ اس جوان کے دل پہ تیر نظر نے کام کیا۔ ایک ضعیفہ کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ چونکہ اسکا دل بھی اس پر آگیا تھا یہ راضی ہوگئی مینا سے مشورہ کی اس نے نصیحت کی۔ کارگر نہ ہوئی بلکہ غریب کی جان گئی۔ اسکے بعد طوطے سے گفتگو کی نوبت آئی چونکہ اسکو مینا کی موت پیش نظر تھی لہذا نصیحت مناسب نہ خیال کر کے بیان کیا یہ بات بڑے راز کی ہے تم کسی سے اسکا اظہار نہ کرو ورنہ تمہارا اور میرا حال وہی ہوگا جو ایک رانی کا ہوا تھا (اسکا بیان شروع ہوتا ہے جو پہلی حکایت ہے) اس عرصہ میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور سوداگرنی کا ارادہ قتل پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن پھر وہ طوطے کے پاس آتی ہے اس روز وہ بیان کرتا ہے کہ زیور وغیرہ ساتھ نہ رکھو ورنہ وہ لے لیگا جیسا کہ ایک قصہ میں ہوا ہے۔ غرض اسطرح (۳۵) کہانیاں کہی جاتی ہیں آخری دن سوداگر بچہ سفر سے آجاتا ہے۔ طوطے سے گھر کا حال دریافت کرتا ہے۔ یہ اپنے آزاد کرنے کا وعدہ لیکر پورا حال بیان کرتا ہے جس کے بعد سوداگر بچہ نے بی بی کو قتل کیا اور مال و دولت خیرات کر کے فقیر ہو گیا۔

اس تفصیل کے بعد کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے چند اشعار :۔

خدایا جو داتا ہے تون غیب کا — ہے ستار بندیاں کیرے عیب کا
نہ انکار تجھ ہے نہ انکار تون — نہ چون و چرا سون دہرے کار تون
سدا ہی اپین کہاتا سو تو تجھ — جیویں مارتا ہور جیلاتا سو تو تجھ

رتن خاص دریا سے لولاک کا   جھلک لامکان نور افلاک کا

محمد نبی سید المرسلین   سدا روشن اوستے دنیا ہور دین

عدم میانے عالم کون پروردگار   اسی کیے کیا نور سوں آشکار

سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں کہتا ہے۔

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں   ثریا کے تارک پہ اسکا ہی چھاؤں

کہیں قدسیاں صاحب صدر اُسے   کہ ہر شب سو سے جگوں کے شب قدر اُسے

شرافت میں گرد اسکے نعلین کا   ہے سرما چندر سور کے نین کا

دکھت زور در طالع اس راج کی   صفادار روشن دلال آج کی

کئیں یوں بحق علی ولی   کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

قصہ کی ابتدا۔

جن اس جوہراں کے سمندر کا کنیر   ہے غواص اس دور میں بے نظیر

سو یو جوہراں کار یاتا ہے بہار   جو ملک ہندوستان میں ایک ٹھار

کہتے ہیں جو تھا کوئی سوداگر ایک   وجاہت منے پاک صورت میں نیک

اُتم مالکا ہور کیتے بخت دار   کھر اُس کا سو تھا عین بندر کے سا

جتیے اس زمانہ میں سوداگران   وتے اُسکے انگی تھے جنوں چاکران

کیا تھا خدا یوں اُسے سرفراز   جو تھے سات اون سمندر پر اسکے جہاز

مغیماں پاس نہیں کچھ سو اُس پاس تھے   بکٹ تو رتن کیچ نور اس تھے

سدا تازہ تھا ذوق کا باغ اس   دسے فرزندان نہیں سو تھا داغ اس

کیکدیس پہنچیں کون او باغ جگوں   خدا کے کرم تے ہوا باغ جگوں

ہوا کھر منے ایک فرزند اُسے   سو دیسا ہوا آج تک نہیں کسے

نشانیاں سعادت کے لئے ٹھار ٹھار   ہوا جکھیں اظہار یوسف کے سار

گہر اس کا جھلک لے گیا نور تے — ستارا اچھل آیا مگر دور تے
کیکدیش کون جگوں ہوا ان جوان — سو وین پاپ ہنگام اُسکا پچھال
نہینے ایک محبوب مہتاب سے — لطافت میں نرل نہیں آب تے
دہنداترت پیدا آیا کر نہ دیر — کیا لاکہ خوشیان ستے کار خیر

سو ایسے مینے یک چھیلا جوان — پری اسکوں دیکھے تو دیوی پران
پھرے وبدے سات آتا دیکھے — سو اپنے طرف خوش نجباتا دیکھے
جو تہا مرد کا عشق من میں اول — جو دیکھا اُسے سو کیا او نکل
بچہا تیا رُخ اس کا او چنچل جوان — سو رمایا دو نین عشق کا تیز بان
جوں اس بانکے کہاو کاری لگی — انترتیچ دونو میں یاری لگی
بہت تھا سوان جیورا وار تے — امنک سات اُن تو نکتا بہار تے
یکا یک نہ اس دہنکوں بہار آئی جائے — نہ اُس جوان کوں بیس کر جای جای
بہرحال اُسے عشق بہاندیں میل — چلیا اپنے مندہیر تیزی کوں ٹہل
ملا یک بڈہی مکرزن کو شتاب — دیا شن تکی خوش کیا بے حجاب

خاتمے پر کہتا ہے۔

سخن پرودان یکتے یک ہیں زیاد — ولے آور سے ہے مجہ زبان کوں سواد
یو الاف نہ عیب تے دور ہے — سلامتیکی آسمان کا سورہے
جہان میں جہلکتا اچھو جم مدام — بحق محمد علیہ السلام
غواصی اگر توں ہے سچلا غواص — لکا عشق اپنا خدا سات خاص

صبح کے متعلق مختلف اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔

گگن بن تے جہڑ جنیوں کلاب آفتاب — یا آسین بہول میں مغرب کے داب
کنول چاندکا نہ ملا سپے بدل — چمن تے جو مشرق کے آیا نکل

سورج روپ ذنتا جو یوسف کے سار | بیا جا مغرب میں اپسین اُتار
سو مشرق کے مچلے کری کر ب تے | جو یونس کے پچنے چندر نس پیتے
جنوں اپنا کیا ویس پہر اتمام | ہوا جمع یکبار اندھارا تمام
کیا سور مشرق تے مغرب کون چل | سیتاریاں بستے چاند آیا نکل
سورج چوتھی آسمان کا دیدبان | کیا دید وانیکوں مغرب میان
نکل چاند جا سس مشرق سنے بہار | جنوں آیا سو پہر غمزدی ہوا و نار
جو فرعون خورشید کا چہر شرق | ہوا غرب نیل آب میں جا کہ غرق
سو مہتاب موسے منن دور تے | جوں آیا نکل مشرق کے طور تے
جہانگرد خورشید جنوں وقت شام | کیا غرب کے گھر بینے جا مقام
نکل چاند مشرق کے باری تے بہار | جنوں آیا سو ادو لبر با بیقرار
سینے کا پنکی سور جنوں سیر کر | چلیا غرب کے آشیا سنے بہتر
بکولار سپے سار کہ صاف چاند | کیا دیکہ پروازانچل سر کوں باند
سورج دیس کے روم کا بادشاہ | کیا جا کہ مغرب میں جنوں تخت گاہ
مہن شام کے ملک کا راج چاند | نکل آئیا دیکہ او دہن لے ساند
زمفتے جو شمشیر کون بہان سکے | دئی دال پنچہ غرب کی میان کے
فلک مشرق کا کہول زنگیں غلاف | لیا ہات میں چاند کا سیف صاف
اجت دیس کے رین کا دیندار | ہوا غرب قبلی کدہن جو سوار
ہندو چاند کا رین سکے ہند تے | جو آیا نکل او مدن کے سیتے

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں لفظی اختلاف کے علاوہ اشعار کی کمی و بیشی بھی ہے۔ قصہ کے ختم تک تو اشعار میں کمی و بیشی نہیں ہے بلکہ لفظی

ت ہیں مگر ختم قصہ کے بعد جب دیگر حالات (مصنف اپنے متعلق اور بادشاہ کی مدح وغیرہ
بے) شروع ہوتے ہیں تو ان دونوں نسخوں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے ختم قصہ کے
دیگر حالات کا بیان ذیل کے شعر سے شروع ہوتا ہے۔

زہے بخت و دولت زہی اقتدار — زہے وقت و ساعت زہے روزگار

دونوں نسخوں میں یہ شعر موجود ہے اس کے بعد موہن لال والے نسخہ میں اس عنوان میں (۲۷۶) شعر ہیں۔ اور ابو محمد والے نسخہ میں (۲۵۲) شعر۔ ان کے منجملہ (۲۴۳) شعر تو دونوں میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ مشترک ہیں باقی شعر علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی موہن لال والے نسخہ کے (۳۳) شعر ابو محمد والے نسخہ میں نہیں ہیں اور ابو محمد والے نسخہ کے (۹) شعر موہن لعل والے میں نہیں ہیں۔ ابو محمد والے نسخہ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں

جو سلطان عبداللہ اس دور کا — ہے راجا سلیماں کے طور کا
شگفتا کیا دیکھ اس کا کرم — سو جھلکیا میری طبع کا جام جم
کروں کیوں نہ میں شکر ہر دم ہزار — جو اس خوش ہوا یوں شہ روزگار
جیوں اس شہ کی خاطر پر یو قبول — گگن تے ہوا مجھ پہ رحمت نزول
جب یوں نظم میرا عروسی کیا — سو مج مجھ سوں آ دست بوسی کیا
کیا اسے سخن صاحب تمیز — بچنگی سو یا ہے مصر کا توں عزیز
تیری طبع اپر ال صد مرحبا — سچا توں یا ہے منظور آل عبا

موہن لعل والے نسخہ کے بعض زاید شعر حسب ذیل ہیں۔

عجب دلکوں عیسی کی پوراج تھی — لگیا سو کہی اس خدا کی نبی
توں اس بات چنداں عجب کر نجان — کہ کرتی ہوں میں تجکوں خاطر نشان

طلب گار رسول مومولی ھی توں — کر مولی کر خلعت ہیں اُولی ھی توں
توں عارف ھی گر نکتہ دانی منی — تجھا دیک اپنی معانی منی
جو ھی کون آیا ھی کس کام کون — شرف کس بدل ھی تیری نام کون
کہیں جسکوں مجموعہ اسرار کا — سو توں ھی نہیں کوئی تیری ہسار کا

تیری ذات میں پور اللہ ھی سب — تیری قید ہیں ماسوا اللہ ھی سب
توں جالی کسنی نیس فی جُبتی — اُچا توں سکی دم انا الحق ہستی
کہی عبد عور گاہ معبود توں — کہی ھم ایاز ھور محمود توں

اُچا دم جم اللہ کی نام سوں — متارہ سدا عشق کی جام سوں
خبر تجکوں دی نفی و ثبات کا — گیا یا نکوں سی ختم اس بات کا

لفظی اختلاف بھی ہے مگر چنداں اہمیت نہیں رکھتا مثلاً :۔

موھن لعل والا نسخہ	ابو محمد والا نسخہ
کتک کہائی اما ستائیں ھوی	کتاک کہائی اما ستائیں ہوا
منج اس دھات لوگاں میں رسوا کئی	مجہ اس دھات لوگاں میں رسوا کیا
سن او خواجہ یو قصہ دل سب تہی توڑ	سن ای قصہ او خواجہ سب تے توڑ
دیا اس قفس ہیں تہی راؤ نیکو چہوڑ	دیا اس قفس میں تہی راؤ نیکو چہوڑ

طوطے نامہ نخشبی کے مقابلہ کے پہلے مختصر طور پر دیگر فارسی وغیرہ طوطی ناموں کی مختصر وضاحت مناسب ہے۔

اولاً یہ داستان سنسکرت میں لکھی گئی تھی جسکا نام "شکا سپ تتی" تھا۔ سنسکرت سے

فارسی۔ دکھنی۔ اردو۔ انگریزی۔ جرمنی اور ترکی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

فارسی میں اسکے تین ترجمے ہوئے۔

(الف) طوطی نامہ نثر مصنفہ ضیاء الدین نخشبی۔

(ب) طوطی نامہ نثر ابوالفضل۔

(ج) طوطی نامہ (نثر) محمد قادری۔

نخشبی کے طوطے نامہ کے (۹) نسخے انڈیا آفس اور تین نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔ اور چند نسخے آکسفرڈ میں بھی ہیں۔

نخشبی اپنے زمانہ کا نامور باکمال مصنف ہے۔ عشرہ مبشرہ۔ کلیات وجزئیات بسلک السلوک وغیرہ اسکے مشہور تصانیف ہیں سنہ ۷۵۱ھ میں اس نے وفات پائی سنہ ۷۳۰ھ میں طوطی نامہ کو تصنیف کیا جس میں طوطے کی زبانی (۵۲) کہانیاں ہیں۔ اسکا انگریزی زبان میں جے رابنس نے سنہ ۱۷۹۲ء میں ترجمہ کیا۔ سنہ ۱۸۵۸ء میں جارج راسین نے جرمنی کا لباس پہنایا۔ غواصی نے دکھنی میں منتقل کیا۔ جسکی صراحت ہو چکی۔

نخشبی کے طوطے نامہ کو اولاً ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے اختصار کیا اسمیں بھی طوطے کی زبان سے (۵۲) کہانیاں ہیں مگر ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے (۱۰۵۸۹ اڈیشنل) اسکا ایک دکھنی ترجمہ ہوا ہے جسکا ذکر آیندہ کسی موقع پر آئیگا۔

نخشبی کا دوسرا خلاصہ محمد قادری نے کیا ہے اس میں نہ صرف ہر کہانی میں اختصار کیا گیا ہے بلکہ کہانیوں کی تعداد بھی (۵۲) کے بجائے (۳۵) کر دی گئی ہے۔ برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے (۴۲۲۰ و ۱۶۸۴۴) اور انڈیا آفس میں بھی دو نسخے (نمبر ۷۵۲ و ۷۵۳) موجود ہیں۔

قادری کی کتاب سنہ ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں اور سنہ ۱۸۰۱ء میں لندن میں طبع ہوئی ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ سنہ ۱۸۰۱ء میں جان ہیڈن نے اور جرمن ترجمہ سنہ ۱۸۲۲ء میں ہوا ہے۔

سید حیدر بخش نے طوطا کہانی کے نام سے اسی کا ترجمہ کیا ہے جو سنہ ۱۸۲۵ء میں لنڈن

کرد. طوطی گفت الحمد الله که تو بسلامت و
سعادت در خانه آمدی و در غیب تو
خدمتی کرده ام که هیچ وقت کسی خدمت نکرده
باشد. شهد ترا از زحمت مگس مانع
شده ام و کل ترا از دست انبوهی
اوباشش نگاه داشته ام اگر برسم
شکرانه مارا از قفس آزاد کنی کیفیت
گذشته بگویم و سرگذشتی عجب
باز نمایم میمون عهد کرد که همچنان کنم طوطی
احوال عاشق شدن زن او خجسته
و برزمین زدن شارک باز نمود و گفت
و کیفیت پنجاه و دوم شب است که او بحیله و
تدبیر و بدمدمه و تزویر و فیلسوفی نگاه
می داشتم و چشم برآمدن تو نهاده بودم
الحمد الله که رنج چندین شبه من ضائع
نشد... .... میمون
طوطی را آزاد کرد و خجسته را گردن زد و
خود سر تراشید و جامه صوف در
پوشید در صومعه در رفت و بطاعت مشغول
شد.

رکھی سیس جامرد کی پانوں پر
بجا پلا سیج کی ٹہانون پر
ادب سات ہوا اسکی آ ئی گہڑی
خوش آمد سون کر گفت تو یک گہری
جو تر میوہ کچ تہا سو لیا اس کہلائی
محبت کی پیالی سون شربت پلاے
ہوا سودہ گہرتی گہڑیاں تیں چار
چلیا بعد ازاو مرد را دہن کی ٹہار
اٹہا بول ای طیر شیریں زبان
کیا صرف منج بعد کیوں کر بیان
ترا لاڑ کس دہات خاتون چلا ئے
تجی وقت بی وقت کیوں کام آ ئی
ہتی ہور بڑی گہرکی تہی کس طرح
میری دہیر بول ای موافق رفیق
اور روان کر اول ثنا ہور سلام
کیا خوش دل اسکا چلا خوش کلام
گئی کا جکچ تہا سو کہ کہول کر
اٹہیا سیوش اسد ہاتسون بولکر
کہ ای خواجہ میں تیری غیب منی
کیا خدمت ایسی جو زیسا کتی

کیا مین ہی اس دور میانی اچھون
سنیا نین ہی کوئی اس مانی اچھون
منج آزاد اس پنجری تھی اگر
کریگا تو کونگا تجی سر بسر
کیا شرط اس سون ہی دہات اُن
سو بولن لگیا تب کہ ای خواجہ سن
جو تھی گہر کی خاتون تیری حلال
تیری بعد اپس ننگ سک سنبہال
جو ہاڑی پہ چڑ کہول کہڑکی نجانے
نظر کوئی پڑیا سو اُسون عشق لائی
یکایک جو ہوئی عشق تہی بی قرار
چلی بار اول سو شاروکی تہار
کنی مشورہ بہار جاتی بدل
تیرا ننگ ناموس کہاتی بدل
او شاروننک کہائی تہی کر تیرا
نجانی دی مانع ہوئی بہترا
سو ماری جوان پنکہ اسکی مرد
بزان آئی میری طرف اسکو چہوڑ
کئی دی بضا تاک جومیں بہا جاکون
نوی بار سوں یک گڑی گم کر آئون

تب اس باب میں دور اندیش کر
اسیکاچ ہوا آپسیں پیش کر
حکایتاں منی کر گرفتار اسی
دیا گھرتی جانی نہیں بہار اُسی
حبالک سنا بیس لی ہر رین
تون آئی تلک تو رکھیا اس جتن
بڑی شکر جو زیچ میرا تمام
نہ نا چیز ہوا ئیا آج کام
ہمی تو مرد اس کا او تیری حلال
تجی بھائی تہوں رکھ لی اسکون آمال
غذا تئین ہار کر جو میں یا نتی جاؤن
جو اس غم تہی فارغ ہو کچ قرم پاؤن
کہ اس عورتاں سون نہ جیتا ہی کوئی
او جنیتی انو تہی جنی ہات دھوئے
سن او خواجہ یو قصہ دل سب تہی توڑ
دیا اس قفس میں تہی راو نیکوں چھوڑ
جو غیرت کی آگ اسکی سینی لگی
سنتیا تو ہر عورت کون یکبارگی
لُٹا گھر فقیراں کون سب ایکبار
گلی گھالی خرقہ صوفی کی سار

لگا اس حق ستی چت اُس تھی
ہوا واز عورا تکی جنس تھی
شبا نفس کا کاڑ دل تھی منم
کیا صرف طاعت سون باقی جنم

نثر فارسی

طوطی گفت در غرایب اسمار و عجایب
اخبار چنین دیده ام که در بنی اسرائیل
زاهدی بود زنی داشت و پسران زاهد
روزی بطلب نفقه از خانه بیرون آمده با
مردی حال خود باز نمود آن مرد در یکدست
یکدرم حلال داشت و در یکدست ده درم
حرام گفت ای زاهد که کرد حلال ضرورت
گیرد او را با حرام چه کذر او همان درم
حلال بستد و روان شد صباوی چند
سوز پیش از آن مرغی هفت رنگ گرفته
بود و بر دست هر کرمی فروخت چون
خرنده در خانه می برد و از دست رها میکرد
مرغ می جست و چشم او می کشید۔

. . . .

زاهد چون دید که کارخانه او ساخته و اسباب
کاشانه او برداخته کشت کفت زادو راحله

نظم دکھنی

سنیا ہوں جو یک کوئی زاہد گہیر
اتھا زہد میں آپنی بی نظیر
یک عورت تھی اس ہور بیٹا بی انک
ولی تہا او تھنوا و طالع میں نیک
گذرتا اچھی اس پہ فاقہ مدام
بغیر از حلال ان نکہا وہی حرام
مسلم بہریا جیو ای سون گہر
سو یک رات سپنے میں وقت سحر
بشارت دیئی کوئی آ اسو ندا
کہ ای جو گذرتا ہی تج پو جفا
گر آج اُٹ جا تون صحرا کی دھیر
انکھیا کہول کر دیک چو پہیر پہیر
پنکی ہفت رنگی لی کوئی ناگہان
شکاری لیکا تجی ایک وہان
لی اس پاس تھے او پنکی مول تون
ولی بہی کسی دہرنکو بول تون

بدست آمد اکنون به این نیست که قصد خانه کعبه
کنم ومحرم سعادت ابدی شوم زن را
وصیت کرد گفت باید که تو در غیب من
چنان باشی که زنان نیکو سیر باشند
بی مصلحتی از خانه برون نیائی و در بام و
دریچه نظر نکنی و بالا تر وی دغم مرغ و غم
پسر من بواجبی بخوری۔

کہ جب گہر منی او جناور اچھی
تو نعمت سو بہر دایم او گہر اچھی
حکیم حین خواص اس پنکی میں تمام
انگی دن پہ دن ہو ئیگی تجکوں فام
جیون اسد ہات کا خواب اسکوں ہوا
گرتا ادت اسی دہات او نیہوا
جو صحرا کد ھن سیر کرتا چلیا
سو ناگاہ دان یک شکاری ملیا
نظر جیون پڑی اس پنکی پر سو وین
لیا سول جانی ندی ہور کئین
خوشی سات پہر وان تہی آیا جو گہر
کی عورت اس مرغ کون دیکہ کر

....

لگیا پرنی جیون مرغ پنکہ جہاڑ کر
جہڑی دور تن سو لیا کاڑ کر

....

کتیک نو بہار ہور کتیک خزان
خوشی سات گذران کر بعد ازان
مراد اپنی حاصل ہوی دیکہ کر
نیت حج کی او زاہد نیک کر

کہیا اپنی عورت کی دہر کہول حال
کہ وا جب ہوا منج اپرال اتال
جو کچی کی اسباب کا سیج کرون
الپس وانلگ اپنے ہسوں ہو حج کرون
حیات سات رک اپسین گرد انکر
نکو خاطر اپنا پریشان کر
اچ اس مرغ کی حفظ میں رات دن
نہ غافل ہو فرزند تہی ایک چھن

کلام پر ریویو غواصی کی دو مثنویاں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو اس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ شاہی رسوخ حاصل نہیں ہوا تہا اور یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں تہا۔ کئی ایک شعرا کہن سال موجود تھے۔ اور دوسری تصنیف اسوقت ہوئی ہے جبکہ وہ شاہی دربار میں رسوخ حاصل کر چکا تہا اور اس کی حیثیت نہایت اعلیٰ اور ارفع تہی۔ جوانی کا عالم گزر چکا تہا پیری کا زمانہ تہا ہمعصر شعرا میں کوئی مقابل نہیں تہا۔

دونو مثنویوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونو فارسی قصوں سے دکھنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

پہلی تصنیف کے وقت وہ غریب تہا افلاس میں گزر ہوتی تہی۔ دوسری مثنوی کے وقت وہ مالدار تھا عزت اور شوکت سے بسر ہوتی تہی۔ دُنیا دیکھ چکا تھا دُنیا اور اہل دُنیا سے مستفید ہو چکا تہا گوشہ گیری کی جانب طبیعت مائل تہی۔ پہلے جوانی کا غرور قابلیت کا گھمنڈ تہا تو دوسری میں پیری کی فروتنی اور انکساری آ چکی تہی

دونوں مثنویوں کے مطالعہ سے ان تمام امور کا اظہار ہوتا ہے پہلی مثنوی بتاتی ہے کہ

غواصی کس طرح مغرور ہے۔ اظہار خود ستائی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو ہم پایہ نہیں خیال کرتا اگرچہ کسی خاص شاعر کا نام نہیں لیتا مگر کہتا ہے کہ شاعری کا تمام انحصار اسی کی ایک ذات واحد سے وابستہ ہے۔

دوسری مثنوی میں اپنے دُنیا دار ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے آیندہ سے نظم نہ کہے گا۔

غواصی کے کلام میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کلام سادہ و تصنع سے پاک ہے۔ بیان کی دلکشی اور صفائی قادرالکلامی کے شاہد ہیں۔ اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا مصنف اپنی شعرائی کے لحاظ سے کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں غالباً انجمن ترقی اُردو میں اسکا نسخہ موجود ہے۔

مثنوی مصیبت اہلِ بیت ؟

یہ مثنوی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۳۲۲۲ بلوم ہارٹ)۔ ورق (۱۵) سطر (۱۳)
تقریباً چھ سو شعر کی یہ مثنوی ہے نسخ میں لکھی گئی ہے۔ بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کا نام
حسین احمد بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ غالباً اس نے مثنوی کے آخری شعر سے یہ نام اخذ
کیا ہے مگر وہاں حسین سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں اور احمد مصنف ہے۔

احمد قطب شاہی عہد کا شاعر ہے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے اسکا تعلق تھا
ابن نشاطی نے پھول بن میں احمد کا نام بھی لیا ہے۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے اسکی ایک
مثنوی لیلیٰ مجنوں کا ذکر کیا ہے۔ جو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔

انڈیا آفس کے اس مخطوطے سے مثنوی کا کوئی نام ظاہر نہیں ہوتا نفس مضمون کے لحاظ
سے میں نے مندرجہ بالا نام دیا ہے۔

مثنوی میں نہ تو حمد ہے اور نہ مصنف نے اپنے متعلق کچھ صراحت کی ہے ہر مضمون کے
جدا جدا عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔

چند عنوانوں کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) قصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم
(۲) قصہ شاہ مرداں مرتضیٰ علی علیہ السلام
(۳) ذکر امام حسن علیہ السلام
(۴) ذکر رسیدن جہنم ملعونہ علیہ اللعنہ
(۵) ذکر رسیدن عبداللہ علیہ السلام بکوفہ
(۶) ذکر فرزندان عبداللہ مسلم

(۷) ذکر شہید شدن حر و برادران حر

اسکے بعد کربلا کے متعلق عنوانات ہیں شہادت امام حسین اور شامی فوج کی واپسی پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

پہلے عنوان کے تحت صرف تین شعر کہے گئے ہیں یعنی۔

سنو قصہ مصطفےٰ کا جو ہے سرور انبیا   جنکی واسطے پیدا ہوا دو نو عالم دین و دنیا
جن کا ناؤں ہے عرش اوپر رحمۃ للعالمین   اول ان کوں پیدا کر کر بعد از کینا دنیا دین
دنیا میانے روشن ہو کرامت خاطر وکے سے   امین اللہ سو وفات پا جا کر جنت میں رہے

ان ابتدائی اشعار سے اس کو زمانہ مابعد کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے مگر دیگر نمونوں سے واضح ہوگا یہ اسی قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

دوسرے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق ہوا اس نے اپنے مہر میں حضرت علیؓ کا سر طلب کیا۔ چونکہ ابن ملجم بہادری سے جنگ کر کے حضرت علی پر فتحیاب نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے چھپ کر آپ کو شہید کیا۔

تیسرے عنوان میں بتایا گیا ہے کہ امام حسنؓ نے جنگ نہ کر کے معاویہ کو سلطنت دیدی مگر یزید نے آپ کی عورت کو لالچ دیکر آپ کو زہر دیدیا۔

آخر میں سنہ تصنیف وغیرہ کچھ نہیں ہے اور نہ تاریخ کتابت البتہ کاتب کا نام محمد قاسم درج ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسے یقینی شواہد نہیں ہیں جن کی رو سے اسکو قطب شاہی عہد کے احمد کی تصنیف قرار دیجائے مگر طرز عبارت کے لحاظ سے اسمیں شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

کلام کا مزید نمونہ حسب ذیل ہے۔

تسیر شاہ مردان مرتضیٰ

تصہ لکھوں شہ کا سنو لوکان دیدار — جینی کاتی کافر بیحد ھو اسلام تو قرار
ان جگت میں دونو روشن ھی علی کا پرزرار — تھا پیارا مصطفیٰ کا اپی حیدر شہوار
نی دان مو چکری سار فتح کر اسداللہ ناؤن پایا — تاج دار علی اتی کی بدل کی خطاب جسکون ناؤن آیا

اکلا بیم بایب حرامی جتو شہکی لی کپیا — دیکھیا عورت یک بچی پہ عاشق ھو کر وان رھیا
یون عاشق ھوا بیحد سینپیر یا پچاندی بنی آ — کہی میں کام توں کر تو ھوی مو ہی جیو ناشا

ان بیری مہربانی یک سو باندی سب غلام — سو ازتین ھزار صم لیا تون بیکی کر تمام
سر حیدر میرا دشمن تسکا سیر جب لیا ویگا — تو اسی وقت خوشیاں ستی تجسے ون ملنی پا ویگا

جتو یہ ساری لاکی ردنی کہی سب مل یا امام — کو خلافت تمی اپنی ھمی راضی ھیں تمام
بیعت مرتضیٰ کی ھوئی منبر پہ سوار — شسیا تو حید سارا عالم دئی بیعت کہی ہزار
مشرکا دشمن تو منبکا کر ماری گردن اس وقت — تا قیامت جلنا الکیین لکھیا تھا یوں اسکی بخت

بھویا ان معصومان پر وقت کیسا آپریا — پردیس جانی طفلان او پر کیسا مشکل اکھپریا
دونو فرزند مسلم کی آتہی چھپ کر قاضی پاس — ڈوکر قاضی کا پریا گھر سون پکر اپنی جیو کی پاس
تو امیا نی لای پکر کا کر عبداللہ کون دی خبر — بھجیا ان کون بندی خانہ کھبار کہو قید کر

توحرم کون بلا اپنی شہ وصیت کئے تمام
رونا پیٹنا زاری کرنا مومنان کوں ھو حرام

دلی میری سکینہ آج ایتیم ھونگی اسوقت
میری بعد از یتیمان پر غصہ کرنا نا سخت

ھیں نا سنک چوتا تی پائن شہادت پاھیں
ھمنا خاطر دشمنا میں زاری کرنا نا تمت

دکھلا فرزند پیاسا اپنا بھوت پاتان کئی امیر
ولی ملحد یعنی او بھر کشہ شد سون مایا تیر

بیٹیا تیر آ انس طفلکوں سمت بار و شہکا ھات
تلملا کر جیو دتیا دھات او طفل نی اسی سات

نزدیک تھا تو ھو دی لشکر کا فر انکا تل اوپر
توعمر نی بن غالب کون بھیجا لیرنی علی پر

یزان مسلع ابن غالب آیا کا فر پرنی او
ایکچ ھات مار اکبر کیئے اسکون ٹکری دو

محکم طفیل ھو ابن نوفل عمر سعد نی بلا کر
دو ھزار سوار دیگر بھیجیا لڑنی تماطر علی پر

جوگر دسون آ کر گھیری علی شہ کون کافران
یکجوان پر چل کر آئی دو یذید کی وزیران

جواکبر تیزی تھیل کر انکی ھو کر جا پری
دی شکست وان دو ھزار کون پری فوج میں جا پری

سمیت او فوج پچیالیا کر عمر ابن سعد اوپر
ساری نوجان ھیبت کہا کر ھوی کافر تل اوپر

پھر خوش ھو علی اکبر کا فران پر جا پری
توگرد کر سب یذید ی تیر تفنگ سون آلری

پیادی ھور سوار ھان سار مار توتی یکبار تمام
توزخمی کر علی شہکون کیتی کا فر اپنا کام

ماریا نیزا ابن نمیر نی علی شہکوں او سوقت
پچھیں منقذ ابن مرۃ زخم کتیا آسخت

اس زخم سوں علی اکبر تیری سیستی کپر پری
یکجوان پر فوجان جور کر سپکی کا فر آ لڑی

لیکی سر جیون کو فی میانی ملحدانی جسوقت
پیری چل سب عزیزان ھوا لنپکار ایا حسین

بلا کیسی کربلا میں پری شاھان تج اوپر
بیج ھلالان تیری نبکیاں ھواندھارا یا حسین

سن خبر یو مصطفیٰ سوں جگت تارا تہا ملول   تو سکلکوں ہوا غم یو دھر دو بارا حسین

ابھی دنک زنگی میانی دغا دیتی کیتے   کیوں ڈوبی کر تیر تفنگ کا کیتے مارا یا حسین
اس دن اور حسین احمد بولے جسکوں شہ کا غم   اوبھی رو رو آپین غم سوں ہو بیچارا یا حسین

اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی پھول بن

اس مثنوی کے تین مخطوطے یورپ میں ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (بلوم ہارٹ نمبر ۱۰۳) ورق (۱۳۴) سائز ۱۲ × ۸ ۱/۲ سطر ۱۱۔ خط نسخ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

(۲) انڈیا آفس (بلوم ہارٹ نمبر ۱۰۴) ورق (۵۷) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۷) خط نستعلیق۔ کاتب حاجی محمد رضا ولد مراد بیگ ابن محمد کریم مازندرانی تاریخ کتابت سنہ ۱۱۳۳ھ

(۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نمبر (۲۹۱/۸۱) ورق (۸۳) سطر (۱۱) سائز ۸ × ۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول سنہ ۱۱۶۴ھ بمقام کرک پالہ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکنی مثنوی مصنف ابن نشاطی، یہ فارسی کتاب بساتین کا ترجمہ ہے اسکی تصنیف سنہ ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ء) میں بزمانہ عبداللہ قطب شاہ ہوئی ہے کتاب کے نام اور تاریخ تصنیف کو بھی مصنف نے نظم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور کرنل میکنزی نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ اسٹوارٹ کی فہرست میں اگرچہ پھول بن شریک ہے مگر ابن نشاطی کے متعلق اس نے بھی کچھ صراحت نہیں کی ہے صرف بساتین سے ترجمہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ڈی تاسی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے۔

"ابن نشاطی دکن کا شیعہ مسلمان ہے پھول بن اسکی تصنیف ہے اس میں پریوں کا افسانہ ہے فارسی کی ایک کتاب بساتین سے اسکا ترجمہ

> ہوا ہے بقول اسٹوارٹ اس کی تصنیف ۱۶۴۹ء (۱۰۵۹ھ) میں ہوئی ہے انڈیا آفس کے نسخہ سے ۱۰۶۶ھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نسخہ (انڈیا آفس کا) عمدہ تصویروں سے مزین ہے۔ طوطی نامہ بھی اسی شاعر سے منسوب کیا جاتا ہے یہ ۱۰۴۹ھ میں لکھا گیا ہے۔"

اس مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سنہ تصنیف میں کسی قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ نے پھول بن کی کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا عہد ظاہر کیا ہے اور اس کے حکومت کو (۱۶۴۹ء تا ۱۶۵۳ء) بتاتا ہے۔ ڈی۔ٹاسی کی ذاتی رائے کچھ نہیں ہے۔ آغا حیدر حسن صاحب اور خود میں نے اپنی تالیف "دکن میں اُردو" میں ذیل کے شعر کے مدنظر ۱۰۶۶ھ قرار دیا ہے حکیم شمس اللہ قادری نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے

اتھا تاریخ لایا نو یو گلزار — اگیارہ سو کون کم تھے بیس پر چار

مگر یورپ کے مخطوطوں کے لحاظ سے اس کی تصنیف ۱۰۶۶ھ میں ہوئی ہے جہاں کے تینوں نسخوں میں شعر اس طرح ہے۔

اتھا تاریخ لایا تو یو گلزار — اگیارہ سو کون کم تھے تیس پر چار

ڈاکٹر محی الدین قادری مولف اُردو شہ پارے نے بھی اسی سنہ سے اتفاق کیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ مصنفین یورپ نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا شیعہ شاعر ہونے اور اس کی تصنیفات کے بیان پر اکتفا ہے۔ مشرقی تذکرے بھی ساکت ہیں۔ پھول بن سے جو حالات واضح ہوتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک معزز عہدہ دار تھا۔ نثر نویس میں مشہور، پھول بن کے پہلے شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ وہ غزل گو شاعر تھا صرف مثنوی سے شہرت کا خواستگار ہے۔ وہ کوئی امیر کبیر یا ملک الشعرا کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

وہ اپنے عہد و پرخوش اور قسمت پرشاکر ہے۔ وہ اپنے ہمعصر شاعروں سے اپنے کلام کا داد نہیں چاہتا۔ اپنے پیش رو شعرا فیروز۔ محمود۔ خلیلی۔ احمد اور شوقی کا معترف ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ارادہ اپنے یادگار کوئی تصنیف چھوڑنے کا تھا مگر جب ایک فارسی قصہ "بساتین" نظر سے گذرا تو اسی کو دکھنی میں منتقل کرنے کے قابل پایا ۱۰۶۶ھ میں تین ماہ کے عرصہ میں سترہ سو شعر لکھکر پھول بن نام رکھا۔

ابن نشاطی کا نام کیا تھا وہ کس کا فرزند ہے کب تولد ہوا کب انتقال ہوا یہ تمام امور پردۂ اخفا میں ہیں۔

اس کے تصنیف میں ایک تو پھول بن اور دوسری طوطی نامہ مشہور ہیں۔

طوطی نامہ کا وجود بالکل کم بلکہ نہیں ہے۔ اس لئے بعض اصحاب اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

یورپین مصنفین میں صرف ڈمی ٹاسی نے طوطی نامہ کا ذکر کیا ہے مگر اس کا جو سنہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے وہ غواصی کا ہی طوطی نامہ ہے۔ بہر حال جب تک اس کا کوئی نسخہ پایا نہ جائے اس کے متعلق کسی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔

پھول بن میں پہلے حمد ہے۔ پھر مناجات۔ اس کے بعد نعت۔ پھر منقبت خلفاء راشدین حضرت امام حسین کی مدح۔ پھر بادشاہ کی تعریف پھر سبب تالیف مثنوی۔ ان تمام کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہوتا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک شہر کنچن پٹن کا بادشاہ ایک درویش کو خواب میں دیکھکر اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو قصے سنایا کرتا ہے۔ ایک قصہ میں بیان کرتا ہے کشمیر کے بادشاہ کے باغ میں ایک پھول کا پودا تھا جس پر ایک بلبل شیدا تھا روزا گر چھیڑتا پھول کملا جاتا۔ اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ بلبل گرفتار ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ ختن کے سوداگر کا لڑکا ہے ایک زاہد کی دختر پر عاشق ہوا دونوں کی ملاقات ہوتی تھی جب

ہد اس سے مطلع ہوا تو اس نے بددعا کی جس کے باعث وہ پھول ہو گئی اور یہ بلبل بن گیا۔ بادشاہ ان پر اسم اعظم کی انگوٹھی کا پانی چھڑکتا ہے ، دونوا اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔ ور بادشاہ کے دربار یوں میں شامل ہوتے ہیں بادشاہ ان سے قصے کی فرمائش کرتا ہے وہ قصے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قصے در قصے ہیں۔ آخری قصہ ہمایوں شاہزادہ مصر اور سمنبر شاہزادی عجم کا ہے۔ اس کے بیان پر اصل قصہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد خاتمہ کا عنوان ہے اس پر مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں سمنبر کی شادی کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی صراحت آگے درج ہوگی۔

بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت منقبت کے اشعار :۔

اول میں حمد رب العالمین کا　　دل و جان سوں کہوں جان آفرینکا
خداوندا تجے ہے جم خدائی　　ہمیشہ تجکوں ساجی کبریائی

محمد پیشوا توں سروران کا　　اچھے سرخیل سب پیغمبران کا

زباں کو منقبت کے سات کھولوں　　نبی کے جانشیں کا مدح بولوں
ولیاں جسکے ستارے ہیں علی یہاں　　ولایت کے ولایت کا ہی سلطان

بادشاہ کی تعریف۔

کروں تعریف میں اس تاج ور کا　　سمجھتا ہے جنے قیمت گہر کا
شہاں کا شاہ عبداللہ غازی　　اچھو جم حق سوں اس کے پیش بازی
صلابت آج تیرا اسے سجانی　　کریا ہے دشمناں کی لہو کوں پانی

مثنوی کے فارسی سے ترجمہ کرنے کے متعلق لکھتا ہے۔

بساتیں جو حکایت فارسی سے — محبت دیکھنے کی آرسی سے
عبارت سب کسی دو نیں سمجھتا — کہاں مشکل عبارت کس سمجھتا
تجھے سے فارسی میں دستکہ آج — نکرسی ترجمہ بھی کوئی تجہ باج
اسے ہر کس کتیں سمجا کون توں بول — دکھن کے بات سوں سارا ہل کون کھول

پھول بن سے جنگ کا انداز ملاحظہ ہو۔

یکایک دو طرف فتنہ اٹھیا جاگ — اٹھی دو دھر تی جھکریکی سلگ آگ
ملی ھر حال آ کر ا جد ھا دو — ھوی دو دھر تے لٹ پٹ بلا دو
سلح پوشانکی یوں دستی تھی فوجان — کمر کیا قہر کے دریا پو موجان
دلیران کے دسی یوں تن پو جوشن — غضب کے اگ جیون کیتی ہیں روشن
ھوان چار آئینہ سون مل دسی یون — اکن پانی میں تے نکلی اھی جیون
کھڑا سو قایم اپنی پا نونکوں کر — دسیا صف ھو کہ جیوں سد سکندر
نکل آیکہ تا زاں دو طرف سون — ھوی آنکے پچھین کر اپنی صف کون
اول تندور پہ چھکریکی جیون آئی — اکن دین تیر کے لکر یانسوں سلکائی
دلیر سیون دلیران ھات میں ھات — ملائی گرز ھور شمشیر کے سات
لگے ستنی سراو پر دو اسر کان — کنکوریان پر سئیں جیون چور سر کان
ٹھنا ٹھن دیکہ ھور سنکر کھنا کھن — ٹئی داستان میں انگلی لر دھرت کھن
لکیا تیران سوں ھور بھالیان سون آکام — کئی چھاتیان کی سب پٹیان کون پیغام
بتی تیران سہی سینی کے سپران — جھجر ھو کر رھی سینی کے سپران
ھوا الیا شتفا شف ھور شا فش — زمانہ کھابہ ھو کر کیا غش

تماشا روبرو آنکھوں کر آنکہ / یکے کے یک سنی میں سوں دیکھیں جہانکہ
تکسکی ٹیک چھاتے میں خنجر مار / بلوکر کا سٹتی تھے دلاں بچار
سونہیں تیراں رہی سو لک دستی یوں / ھتباں کا ندی لٹی میں ہوں منی جیوں
دلیراں تنکوں لک تیراں پیری سے / نظر تل سا رسل ھوکر دسی دو
دھنک سوں تل دس آیا یوں ھر یک تیر / کمر کیا قوس میں آیا اھی تیر
تبر بٹھیا سو ھر یک سیس کوں پھوڑ / دسی یوں مغز کا جیوں ٹھوکھر یا موڑ
یتی رکری کئی جھکری تلین اس / یتی ھو چو کئی رکری تلین اُس
بھریا تھا سب ھوا ردھانسوں جاں تاں / وجودات تل زمین دستی نہ تھی کاں
دریا ھوکر ابلتی کوں لگیا خون / اجل کچھا کہ جا بیٹھی بھرا موں
ھوا استھار پر عالم تیا ٹھار / چلیا دیکھ ھوکہ عزرائیل بیزار
کیا چھپ کر دھلاریکی تل اسماں / ھوی غائب نظر میں سوں چندربھاں
ندیکہ سک کر یو فتنہ ھور یو جنگ / دنیا جینی سوں اپنی آئی تھی تنگ
بھیا جو مصریاں پر فتح کا باؤ / کناریکوں لگیا مقصود کا ناؤ
یکا یک مصر کے شہکی دلیراں / ڈٹا کر دلمیں جیوں بیٹھی دشیراں
پھرایا دین مک اس شہکا سر بل / سو پاہی مصریاں یکبار کی بل

خداتی فتح ایسا مصریاں پائے
جو انکی شاھکوں جیتا پکڑ لیائے

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے یورپ میں پہول بن کے تین نسخے ہیں ان میں جزوی اختلافات
اشعار کی کمی اور زیادتی تقدیم اور تاخیر بھی ہے۔ مثلاً جزوی اختلاف:—

نسخہ ع۱۰۳۳

ازل سمجھی نہ تیرا کچ ہدایت
ابد بوجھی نہ تیرا کچ نہایت

تیری تعریف کا انچا ہے پایا
خدا قرآن میں تجکوں سراہا

نہ تھا ثانی اسی ووئے زمیں پر
سب اسکے ضبط میں تھا بحر و بر

نسخہ ع۱۲۲۳

ازل کوں نیں سمج تیرا ہدایت
ابد کوں فہم نیں تیرا نہایت

تیرا تعریف کرنے سکو حد ہے
توں ہی ارواح آدم سو جد ہے

نہ تھا ثانی اسی روے زمیں پر
تھی اسکی ضبط میں سب بحر و بر

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ انڈیا آفس کے نسخہ ع۱۲۲۳ کے مطابق ہے۔ اشعار کی کمی بیشی ابتدا میں بہت کم ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خاتمۂ مثنوی پر نسخہ ع۱۲۲۳ میں صرف چار شعر ہیں اس کے برخلاف نسخہ ع۱۰۳۳ میں زیادہ اشعار ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

کیا یو ابتدا دیکھ ماہ رجب　　کمالیت کوں پونچیا عید کوں سب
یو پھلبن تین مہنی لگ لکایا　　پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سوں بھوت دل ہوہوی پر　　کتک دنکوں دسیا یو شک ہو تر
کنت میں آلی سو کیا بیتان　　ہی سترا سو پو دو بیس چار بیتان
اچھو شہ کوں مبارک پھولبن یو　　نظر میں جم اچھو شہ کی چمن یو
انو پر بھی اچھو دایم مبارک　　جو کو اسباب تکا دھرتا ہی پارک
کھناریکوں جم بخشو سعادت　　دیوی دایم پو نہاریکوں راحت

مسلمانان سوں یوں امیدھی ہچ   سخن دانان سوں یوں امیدھی ہچ

کرینگی تو میرا یو پھل لین سیر   کہو یکبار اچھو کر عاقبت خیر

کیا میں ختم خاتم کی اسم سوں

محمد مصطفےٰ مولی العجم سوں

اسکے برخلاف نسخہ نمبر (۱۲۲) میں حسب ذیل صرف چار شعر ہیں۔

کیا سو ابتدا دیک ماہ جب   کمالیت کوں انپریا عید کوں سب

یو پہل بن تین مہنی لک نکایا   ہم کا چاند ہو پورا تو آیا

مشقت سوں بہوت دل اہو ہوا پر   کتک دن کوں دسیا یو شک ہاتر

کیا میں ختم خاتم کی اسم سوں

محمد مصطفےٰ مولی العجم سوں

انڈیا آفس کے دونوں نسخوں میں جو سب سے بڑا اختلاف ہے اور جس سے دوسرے نسخے خالی ہیں وہ سمنبر کے شادی کے حالات کی زیادتی ہے۔

دیگر تمام نسخوں میں ذیل کے عنوان کا:—

جواب نامہ شاہن کا جو انیہ بالیک آرا کہیں   اسے عنوان تے دونو کوں کرے مغہرانیہ ہو رانے

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج   فراغت سوں سدا کرتا رہا راج

اس کے بعد مصنف اپنے متعلق بیان شروع کرتا ہے اپنی مثنوی کے خوبیوں کا اظہار کرتا۔ اپنی غزل کا نمونہ پیش کرتا ہے اس بیان کے (۱۶) اشعار کے بعد مثنوی ختم ہوجاتی ہے۔
مگر نسخہ ۱۲۲ میں عنوان بالا کے بعد اسی سلسلہ میں (۲۴۳) شعر کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ "عدالت کار کہ اپنی" الخ کے بعد ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا ابن نشاطی نہیں ہے بلکہ ایک

دوسرا شخص ابن جعفر (محمد حیدر) ہے۔

اس کے متعلق کسی قدر تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے:۔

جنوبی ہند میں کرپہ ایک شہر ہے جو کبھی سدھوٹ سے بھی موسوم تھا۔ یہاں کا قلعہ اور اس کے قلعہ دار جنوبی ہند کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں رحیم خاں یہاں کا جاگیردار مقرر ہوا۔ رحیم خاں کے آباء و اجداد بیجاپور کے اُمراء تھے۔ ان کا جد اعلیٰ بہلول خاں ایک نامور شخص تھا۔ علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے زمانہ میں رحیم خاں قطب شاہی اور اس کے دو بھائی اعظم خاں اور کریم خاں مغلیہ ملازمت میں داخل ہوئے۔ رحیم خاں کے بعد اس کا فرزند نیکنام خاں اس کی جگہ مقرر ہوا اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کرلیا۔ اس عرصہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں حکومت مغلیہ میں داخل ہوچکی تھیں۔ نیکنام خاں بھی فوت ہوگیا۔ عالمگیر کے بعد اس کے فرزندوں کی لڑائی میں کریم خاں اور اعظم خاں بھی مارے گئے۔ آخرش مغلیہ حکومت کی جانب سے عبدالنبی خاں ولد کریم خاں سدھوٹ کا جاگیردار بنا یا اور اس کے خاندان نے ۱۱۹۱ھ تک تقریباً خودمختارانہ حکومت کی۔ عبدالنبی کے فرزند عبدالحمید خان (متوفی ۱۱۵۹ھ) کے عہد میں اس کے رشتہ دار کریم خاں کے ایماء سے محمد حیدر جو ابن جعفر سے موسوم ہے سمنبر اور ہمایوں کی شادی کے متعلق پھول بن میں اضافہ کیا ہے۔

ابن نشاطی کی اصل تصنیف کے تقریباً ایک سو برس بعد اس کا تکملہ ہوا ہے چونکہ قلعہ داران سدھوٹ کے مخطوطات کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہاں مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس ہے کہ یورپ کے کتب خانوں سے فارسی کتاب موسومہ "بساتین" دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ پیش کیا جاسکتا۔

انڈیا آفس کا نسخہ (ع ۱۰۳۸) باتصویر ہے (۲۴) بہترین تصاویر ہیں جو آرٹ کے لحاظ

سے قابل تعریف کیے جا سکتے ہیں بعض کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مجلس نشاط گرم ہے اور سلطان ابن نشاطی سے مصروف کلام ہے۔

(۲) ابن نشاطی اپنے مکان میں مصروف کتابت ہے۔ مکان سے محق باغ اور تالاب ہے۔ ملازم دست بستہ استادہ ہیں۔

(۳) سلطان خانہ باغ میں رونق افروز ہے بہترین باغ ہے۔ حوض میں فوارے چل رہے ہیں سلطان مصاحبین سے ہم کلام ہے۔

(۴) مسجد میں چند زاہد مصروف عبادت ہیں۔

کسی تصویر میں جنگ کا سماں پیش کیا گیا ہے کسی میں برات کی روانگی کا کسی میں ضیافت کسی میں محفل عقد کسی میں محفل نشاط۔ کسی میں جنگل بیابان کسی میں دریا سمندر۔ غرض کہ یہ تصاویر بھی اپنے زمانہ کا تمدن اور معاشرت کا اچھا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

کلام پر ریویو ابن نشاطی کی ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے دوسری مثنوی طوطی نامہ کہی جاتی ہے ممکن ہے کوئی اور بھی تصنیف ہو مگر اب تک تو یہی دو معلوم ہیں۔ ان میں بھی ایک نایاب ہے۔

پھول بن میں صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا استعمال بہت ہوا ہے ساری مثنوی مرصع ہے۔ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کس قدر کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے علم معانی کے اصول کے موافق انتالیس قسم کی خوبیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ مختلف واقعات کے جو مناظر مثلاً چاندنی رات۔ نینہ کی خوبی۔ اور فن فنکار کی اصطلاحیں جنگ کے حالات۔ بزم کے واقعات وغیرہ جس خوبی اور شدگی سے نظم کئے گئے ہیں وہ ابن نشاطی کے قادر الکلامی پر کافی دال ہیں۔

مثنوی کی زبان اور اس کا انداز بیان اس کی سادگی بھی قابل ستائش ہے غرضکہ اپنی

گونہ گوں خوبیوں کے لحاظ سے دکھنی مثنویوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ابن نشاطی غزل گو شاعر نہیں تھا مگر اس نے اپنے قادر الکلامی کے لیے ایک غزل بھی کہی ہے جو پھول بن میں شامل ہے اس کو بھی پیش کر دیا جاتا ہے

اسے تازہ چمن پیوستہ میرا — شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا
لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو — ہر یک مصرع جو ہے برجستہ میرا
دیا ہے جگ کوں رونق یکطرف تے — ہے یو باز جو دو رستہ میرا
بہوت خوں جگر کھا کر ہوا گل — کلی نمنی جو تھا دلبستہ میرا
کرم سوں حق کی پایا آج راحت — فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

پھول بن کے متعدد نسخے یہاں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس نسخے موجود ہیں۔

"قصہ بہرام و گل اندام"

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے نمبر (۲۱۰۵۹) ایڈیشنل۔ ورق (۳۵) سطر (۱۷) سائز ۸ ½ × ۴ ½ خط نستعلیق کاتب سید منظور۔

بلوم هارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

" قصہ بہرام اور گل اندام ایک دکھنی مثنوی مصنف طبعی بمصنف کے
متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف سنہ تصنیف واضح ہوتا ہے
جو ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء ہے مثنوی سلطان ابوالحسن آخری بادشاہ قطب شاہی
کے نام پر معنون ہے"

اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"۶۴۳ع۔ ایک قصہ (۱۳۴۰) ابیات ہیں جس کے اختتام پر بیان کیا
گیا ہے کہ یہ قصہ چالیس دن میں ۱۰۸۱ھ میں منظوم کیا گیا۔ اور شاہ راجو
حسینی کے نام معنون کیا گیا ہے"

اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل ہے اس نے طبعی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تصنیف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو فارسی سے ترجمہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ڈی۔ تاسی نے طبعی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے طبعی نے خود اس کی صراحت کی ہے:۔

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب　　　بہوت فکر کر رات دن بے حساب
یو نامہ پڑیں گے تو بہر خدا　　　پڑھ فاتحہ نام لیکر مرا

گنا بیت بیتاں کو میں اک جو دل   ہزار اور ہے تین سو پر چہل
اتھا سال تاریخ کا خوب نیک   سنہ یکہزار اور ہشتاد یک
یو نامے کو طبعی کیا ہے تمام
بحق محمد علیہ السلام

طبعی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے۔ اپنے خاص دکھنی ہونے کا بھی اظہار کیا ہے یہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا اس کی مثنوی ہی اس کے سلیقہ مندی اور اعلیٰ قابلیت کی بین شاہد ہے وہ اپنے شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے اپنے معترضین پر سخت سے سخت چوٹیں کرتا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے پیش رو شعراء کی تعریف بھی کرتا ہے ان کے کمال کا قائل ہے۔

معلوم ہوتا ہے طبعی ابوالحسن تانا شاہ کا درباری شاعر تھا وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ وہ شاہ راجو حسینی کا بھی معتقد ہے بلکہ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد سے دلی عقیدت ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت حضرت علی کی مدح پھر حضرت شاہ راجو اس کے بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تعریف۔ پھر اپنے مثنوی کی تعریف اور خود ستائش کرنے کے بعد اصل قصہ شروع کرتا ہے۔

بہرام کی پیدائش سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا۔ بڑا ہونا۔ تعلیم پانا۔ گورخر کے پیچھے نکل پڑنا۔ جوان ہونا بادشاہت۔ حکمرانی۔ فتوحات تمام امور کا اظہار ہے۔ چونکہ بہرام کا قصہ عام طور پر مشہور ہے اس لئے قصہ کی پوری صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

نمونہ کلام

الہی یو طبعی تیرا داس ہے   دے ایمان اسکو ترا آس ہے

الہی پچکا منجی تاب دی | میری حبیب کی تیلکوں اب دی
الہی منجی میتی بات دی | طبیعت کی راتویکوں تابات دی

محمد نبی تو خدا کا رسول | یو پیغمبران باغ ہے توں سو پھول
خدانی کیا تجکوں اپنا حبیب | یو منصب نہیں ہر کسیکوں نصیب
سہاتا ہی مہر و نبوت تجھی | یو دولت ہوا ہے عنایت تجی
علی یا ولی توں ہے شیر خدا | کر تج پرتی ہے جیو میرا فدا
غلط نہیں سچا توں علی ولی | تیری شان میں ہے یو ناد علی

ولی توں یرا ہے گگر شاہ راجو | چلا آیا ہے شہ تیری کھر شاہ راجو
اچھیں کا قیا مکی دن رو سفید | تیراموں دیکھیا سو کھر شاہ راجو
فلک پر توں ارتا ہے شہباز تمن | کرامت کی لا شاہ اپر شاہ راجو

خدا پاس اچاحات کرتا ہے طبعی | دعا تجکوں شام و سحر شاہ راجو

کلیا میں جو یو سنوی بولتی | یو موتیاں نخیل وال یوں رولتی
یو وجہی میری خواب میں آیکر | مکہ اپنا سورج تا و دکھلا یکر
سراسر سنیا جون میری سنوی | کیا بات طبی ہے تیری نوی
موخوشحال سن کریو باتان بیری | اسکی لی حاتا نہیں حاتان میری
پری پیار سون اپنا یو مشل | سنیا سو پریا خواب تھی میں اچل

روایت کیا راوی نیک نام   بہوت فکر سون یو حکایت تمام
اتہا روم کی سنہر میں بادشاہ   کہ سردار ایسی بہوت تہی ہور سپاہ
اوشاہ بہوت مقبول عاقل اتہا   سخی ہور فاضل او کامل اتہا

سوالاک تہی اسکوں ترکی غلام   جو الماس تہا تنک انکا تمام
جو حبشی غلامان سوالاک تہی   او نیلم کی تیون حسن میں پاک تہی
اگرچہ اوشاہ جہان گیر تہا   نہیں ہے کہ فرزند دلگیر تہا
اسی غم سون دن رات روتا اچہی   جنم اپنا دکہیں کہوتا اچہی
قضا تی بکا ایک جبار نی   نظر کہول دیکہیا سو کرتار نی
حرم میں دیا حمل ایک تار کون   کیا شکر اوشاہ کرتار کون

حکایت سنو شوق تی دوستان   کہ ہے یو گلستان ہور بوستان
قراتی ہو بہرام جنگل پکر   لگیا بات چلنی کون شام و سحر
خبر کچ ندہر بہوک ہور پیاس کا   خبر کچ ندہر سال ہور ماس کا
او میرات اٹکر پیانی لگیا   کہ چو میں سشہی تلملانی لگیا
لگیا رونے شاہ نی زار زار   گلاندام یاد کر کر پکار

نول شاہ بہرام خوشحال ہو   کہ جون پہول لالی نتن لال ہو
پریا مانگی ہور باپ کے پاون جا   گل اندام کون لاکو قدماں پو با
دیکہی جو نکہ ماباپ فرزند کون   سنی سوں لگالی اچا چہو تیون
اٹہالی بدا ہور سپار باپ   اتہا تمنئی ہور اسی بہوت تاب

کیتک دیس بعد ازا وکشور ہوا
ہوا شاہ بہرام فی بادشاہ

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب
بہوت فکر کر رات دن بے حساب

یو نامہ پڑھیگی تو بہر خدا
پڑو فاتحہ نام لیکر میرا

کیا پیت بیتا نکوں میں ازک جو دل
ہزار اور سے تین سو پر چہل

اتہا سال تاریخ کا خوب نیک
سنہ یکہزار اور ہشاد ایک

یو نامیکوں طبعی کیا ہے تمام
بحق محمد علیہ السلام

بہرام کے متعلق بیجاپور میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں جو اس سے قدیم ہیں ایک کا مصنف امین اور دولت ہے دوسری کا ملک خوشنود طبعی کی مثنوی ان دونو سے فوقیت رکھتی ہے۔ طبعی کا قصہ شاید فارسی قصوں کی تقلید نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اصلی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اس سے شاعر کی اعلیٰ شخصیت کا بخوبی اظہار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ کی خوبی یہی ہے کہ ترجمہ ترجمہ معلوم نہ ہو بلکہ اصل تصنیف معلوم ہو۔ یہ خوبی امین اور ملک خوشنود کی مثنویوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی اس کو ان دونوں پر فوقیت دی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اس کا مقابلہ ان دونوں سے کیا جاتا ہے۔

امین	طبعی
کیا حمد اور نعت کون مختصر	الہی یو طبعی تیرا داس ہے
نیں میں کیا طول یو سبب	دے ایمان اسکوں تر آس ہے
یکایک میرے دل پہ آیا خیال	الہی بچن کا منجے تاب دے
تھا ایک کہل میں مقیمیں شال	میرے حبیب کی تیغ کوں تاب دے
زباں پر بچن خوب آتا چلا	الہی بچن کا پلا منجے شراب
یو مضمون خوشتر بنا تا چلا	کہ بولوں ہر ایک بات جوں آفتاب

گل اندام کی تعریف

اوزلفاں دلاں کو ہندو سلے اہیں
غلط میں کیا دو سپنو سلے اہیں
بہواں باگ ناک ہور انکھیاں ہرن
کہ او موہنی ہے عجب من ہرن
او گالاں کی سرخی سولالے میں نیں
او بالاں کی خوشبوی بالے میں نیں
دسے پہول دو سینو تی کے دو کان
چنبے کی کلی ناک ہے درمیان
عجائب او چاہ زنخدان ہے
کہ غرق اس میں دین ایمان ہے
دو جوبن سو چولی کے دوہات میں
جو امریت پہل چپ رہے پات میں
اتہا پیٹ جو آرسی ناد صاف
کہوں کیا جھلکتا اتہا جیوں شفاف

بانو حسن کی تعریف

عجب سیس پر اس بنے بال تھے
بھجنگ شاخ صندل پر رکہوال تھے
جبیں دیکھ اس کی چھپے آفتاب
لے مکھ پر اپس کے دین کا نقاب
بہواں پر اسی کے نظر کر ہلال
کیا تن کوں لاغر اپس کے کمال
نین دیکھ آہو پریشان ہو
چمن بیچ نرگس سو حیران ہو
عجب اسکی آنکھوں میں ڈورے تھے لال
کچن میں کارن بنائی جو چال
دو گالاں صفا کی ثنا کی نہ جائے
دیکہت آشنا اس کے رشک لیائے
یہ خال نادر تہا اس گال پر
بھنور ہو کے بیٹھا ہے گل لال پر
دو لب آب حیواں لبریز تھے
کہ با شہد شکر موں آمیز تھے
اتھے دانت کہ بیچ ہیرے جڑے
دہن کے صدف بیچ موتی جڑے

امین

یہاں وہ خوشی ساتھ ہنس بولتی
گلال اور موتیاں گئی رولتی
سینہ پر دو پستان اتارتے
یا دو برج مشکیں تاتار تھے
شکم موج دریائے سیماب ہے
اے ناف تس بیچ گرداب ہے
چرن دیکھ چنپا کھلا باغ باغ
وہ رخ دیکھ لالا ہوا داغ داغ

اس کے بعد طبعی کا مقابلہ ملک خوشنود کی ہشت بہشت سے بہی مناسب ہے مگر چونکہ ملک خوشنود کی مثنوی تمام تر خسرو کا ترجمہ ہے اس لئے صرف ایسا کلام پیش کیا جاتا ہے جو دونو کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔

ابوالحسن تانا شاہ کی مدح از طبعی	محمد عادل شاہ کی مدح از ملک خوشنود
شہ بوالحسن سچ توں شاہ دکھن	توں سلطاں محمد شاہ غازی
تجے شاہ راجو مدد بوالحسن	جہان کوں شاہ سوں ہے سرفرازی
دیا ہے خدا پادشاہی تجھے	سخی عادل بہادر نوجوان ہے
سہاتا ہے ظل الہی تجھے	قوی طالع ظکمیں (؟) ترکمان ہے
شہنشاہ توں آج دن سور ہے	نبی کے لطف کا دل ہے خزینا
ترے پرتے شاہان بلا دور ہے	انگوٹی تو فلک چندر نگینا

طبعی

ملاحت میں جیون سورچند رہی توں
صلابت منے جیون سکند رہی توں
ترا نام کا قطب تارا دسے
ترا پردہ مادہی پھرارا دسے
دل وجان تے اپنے لے بادشاہ
یو عالم سکتے تجکوں عالم پناہ
رتن ہے سخاوت کی تو کھان کا
بھکاری ہے حاتم تیری دان کا
عدالت میں فاضل ہے توں شہ جوان
برابر نہیں تیرے نوشیروان
تو مردی کے میدان کا باگ ہے
تیرے گھر میں دن رات رنگ راگ ہے
شہنشہ توں راجا ہے چھترپتی
گگن تیرے دربار کا ہے ہتی

ملک خوشنود

کہوی ثانی سکندر پاک جم ہے
میں شاہاں کی جس کے ذر سوں نم ہے
دیکھت شمشیر ہور سن شہ کی ہانکان
پہاڑاں پھوٹکر ہوتی ہیں پھانکان
گگن کا توپ نیزے سون کیا ہے
کرن سورج کا لے پرچم کیا ہے
کرے جب شاہ تیر اندازی ہنر کا
کلنگ تس بھال سوں موے چندر کا
فلک چندر ستارے ہے جہاں لگ
جہان میں بادشاہی کر تداں لگ
خضر کا دے الہی زندگانی
جتے دشمن ہیں توں کر آج فانی
کہیا یک روز منج شاہ جہانگیر
جو انگی کیمیا کا پاک اکسیر

....

دکھاکر قدم اپنے دل شاد کر
یو غم دل تے طبعی سکے برباد کر

ملک خوشنود موتی صاف رولیا
اپس کے تانو کا تاریخ بولیا

---

(۵) بہرام او رگل اندام نام ایک فارسی مثنوی برٹش میوزیم میں ہے جس کا مصنف کوئی امین ہے۔ طبعی کے کلام کا نمونہ گزر چکا مثنوی میں اس کا دور میاں واضح ہوگیا خوش قسمتی سے طبعی

(۵) ۱۴۳۳ اونٹیل۔

کی غزلیں بھی موجود ہیں جو اسی مثنوی میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:-

شہنشاہ کوں تسلیم کر کر اول　　کیا شاہ بہرام نی یو غزل

تیری حیات میں شاہم جام اچھو　　ہمیشہ بغل میں دلارام اچھو
جگت کی شہا نیں توں اچھ نیکنام　　کہ دشمن تیرا سے سو بدنام اچھو
چندر سور کی جام تی آسمان　　تجلی غسل کرنیکوں حمام اچھو
اچھو سب سلامت عزیزاں تیری　　جہاں تک عدو میں ہو کم نام اچھو

اچھی ملک تکن صورزمین پر قرار
تیری یک پو قربان بہرام اچھو

میری شہر تی یار خاطر کیا　　برہمن صورتار خاطر کیا
پیالی تی دل کا لہو کہوت کر　　میں او یار خون خوار خاطر کیا
یو دریا منی غم کی ای دوستان　　میں اس درِ شہوار خاطر کیا
کلا ندام بن کوئی غمخوار نہیں　　میں او یار غمخوار خاطر کیا

میری باپ کون بولای یاد توں
کہ بہرام دیدار خاطر کیا

طبعی کے کلام پر جب ہم تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ ایک کہنہ مشق اور بلند پایہ شاعر تھا اس کی تصنیف اس کی قابلیت کی اعلیٰ شاہد ہے۔

قصہ کی ترتیب اور تسلسل طرز بیان کی متبت اور خوبی قابل ستائش ہے۔ اس کی مثنوی نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک علمی اور سائنٹفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبیعت کا بڑا باضبط آدمی تھا اور باقاعدگی اس کی طبیعت میں داخل تھی جہاں تک مجھے معلوم ہے یہاں اسکے نسخے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

قصّہ ابو شحمہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (بلوم ھارٹ نمبر ۱۷) ورق ۹۲ سائز ۶ ½ × ۴ ½ سطر ۱۱ خط نسخ۔

اس کے متعلق بلوم ھارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابو شحمہ ابن عمر بن خطاب کا افسانہ آمیز قصہ دکھنی زبان میں مصنف امین یہ قصہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے جو مصنف نے اپنی سولہ سالہ عمر میں زمانہ ابوالحسن (آخری بادشاہ گولکنڈہ) لکھا تھا اس کی تصنیف رجب سنہ ۱۰۱ھ میں ہوئی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے ڈی ٹاسی نے بھی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ھارٹ کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ امین نے کیا ہے جس کو اول اس نے فارسی میں نظم کیا تھا۔

فارسی قصہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس وقت مصنف کی عمر سولہ سال کی تھی اس فارسی کے کئی برس بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو دکھنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔

جیسا کہ بلوم ھارٹ نے لکھا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف نے کر دی ہے۔

ہزار ایک برس اور نود سال میں   رجب کی دسویں دیس دین رات میں

کہ توفیق خدا نے مجھے جب دیا   تمام یو قصا میں مرتب کیا

امین کے نام والے گولکنڈہ او بیجاپور میں متعدد شعراء گزرے ہیں۔ اصل قصہ ابو شحمہ کا مصنف وہ مشہور اور معروف امین ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تھا اس کا ترجمہ ایک دوسرے امین نے سلطان ابوالحسن کے زمانہ میں کیا ہے۔ اس امین کے متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا مصنف خواجہ بندہ نواز کا بڑا معتقد تھا اور اس کو سلطان کا تقرب بھی حاصل تھا۔

حسب رواج اول حمد و نعت ہے اس کے بعد خلفاے راشدین کی منقبت اس کے بعد سید محمد حسینی گیسو دراز کی تعریف پھر سلطان عبداللہ کی مدح پھر سخن کی تعریف اسی کے ساتھ قصہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے :-

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ نہایت جمیل تھے اور اسی کے ساتھ خوش آواز بھی۔ ان وجوہ سے عمرؓ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بیمار ہوئے زندگی سے ناامیدی ہو گئی حضرت عمرؓ نے دعا کی اور منت مانی اگر ان کو صحت ہو جائے تو مرقد مقدس پاس ان سے قرآن خوانی کرائیں گے۔ اس منت کے بعد ان کو صحت ہو گئی حسب منت روضہ مبارک میں قرآن پڑھا۔ گرمی زیادہ تھی ابو شحمہ کو تکلیف ہوئی تبدیل ہوا کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ایک شہر میں گزر ہوا ان کی حالت خراب اور خستہ دیکھکر ایک شخص نے ان کو جبراً شراب پلادی۔ شراب کے نشہ میں یہ ایک باغ میں آئے جہاں سوائے ایک خاتون کے کوئی نہ تھا۔ یہ جبراً اس سے ہم بستر ہوئے جب نشہ اتری اپنے گناہوں پر سخت نادم ہوئے اور شب و روز اپنے جرم پر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد اس عورت کو لڑکا تولد ہوا۔ جب اس کے قبیلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو آگاہ کرنا ضروری خیال کیا اس عورت کو لڑکے سمیت ان کے پاس لائے اور دادخواہی کی۔ ابو شحمہ کو طلب کیا انھوں نے جرم کا اقبال کیا پورے حالات بیان کئے۔

اب حضرت عمرؓ نے بموجب شرع حد کا حکم جاری کیا۔ آپ کے مواجہے میں سزا شروع ہوئی آخر اثنائے تعزیر میں وہ رحلت کر گئے دفن کے دوسرے دن حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں دیکھا تو جنت میں پایا اس واقعہ کو آپ نے حضرت عمر سے بیان کیا وہ سن کر خوش ہوئے۔

تاریخی حیثیت سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ صرف افسانہ ہی ہے حمد میں (۲۲) شعر ہیں تیرہ شعر میں نعت بیان کیا ہے۔ منقبت میں سولہ شعر ہیں۔ حضرت گیسو درازؒ کی شان میں دس شعر اس کے بعد بادشاہ کی مدح ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الٰہی میرے دل میں یوں گیان دے　　ہمیشا توں منج میں تیرا دھیان دے
تجھ بن سنجے کوے ادھار ہے　　ہمیشہ تیرا ذکر منج یاد ہے
میں توفیق لکلتا ہوں تیر کنی　　ذکر ہور عبارت دی میرے منی
تیرا ذکر دایم میں کرتا اچھوں　　تیری ناؤں کا ورد پڑتا اچھوں
توں نصرت دی یو جگوں کفار پر　　کروں صفت تیرا میں اشغال پر
کھوں یک قصہ میں عجب بی نظیر　　توں ہوا اس قصے پر منجی دستگیر

اس کے بعد حمد کے مزید (۱۶) شعر ہیں اس کے بعد

محمد دو نو جگیں سلطان ہے　　توں ساری نبیاں کا سوا ایاں ہے
کہ جتی نبی ہور دنیا نہیں اول　　سوا ایا دیا نیں کسین فضل
خدائی بزرگی دیا ہی اوسے　　بھی ایسی بزرگی دیا نیں کسے

اس کے بعد مزید (۱۰) شعر ہیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی اور فاطمہ زہراؓ و امام حسنؓ و حسینؓ کی مدح ہے جس کے کل (۱۶) شعر ہیں۔ پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

محمد کی بعد از ابو بکر ہی　　سبھو نیں مشرف کے جوں شکر ہے

خدا نی اونکوں صیقا دیا   بھی بعد از نبی کی خلیفا کیا
عمرؓ ابن خطاب عادل اہی   کہ سب عادلان میں او فاضل اہے

حضرت گیسو درازؒ کی مدح۔

ہی ساری دنیا منیں توں بندی نواز   محمد حسینے ہی گیسو دراز
کہ ساری دنیا منیں توں ہی دستگر   تیری سب کو اتی صغیر و کبیر
کہ ساری دنیا منیں جو توں ہے امام   تو جی پیر کر مانتی ہیں تمام

اس کے بعد اور سات شعر ہیں اور اسی کے ساتھ ہی بلا کسی عنوان کے (کیونکہ مندرجہ صدر بیانات عنوانات کے ساتھ ہیں) مدح بادشاہ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

حسن شاہ عبد اللہ آفاق گیر   کہ ساری شہاں منیں سو توں ہے کبیر
توں ہیں گیان دیتا ہے عالی نول   خدا نی دیا تجہ معانی فضل
تیرا ناوں شاہاں منیں معمور ہے   تیرا لکرک سایا منیں مشہور ہے
تیری چھانو تل خلق آرام ہے   تیرا ملک تجکوں سرانجام ہے

....

سزاوار اس شاہ کوں یو صفت   تو ہی کفر موڑ دین کالی مدت
اگرچہ یو نامہ سنیکی جو شاہ   تو مقبول ہوی خلق میں یو قصا
امید ہی جو مجکوں کری سٹہ قبول   زبرکت محمد و آل رسول
ہوا کن فیکون تی یو روشن تمام   دنیا نکا یو میدان گلشن تمام

دربیان سخن لطافت گوید۔

دنیا منیں بزرگی سخن کوں اہے   سخن تی بزرگی لبشر کوں اہی
سخن تی ہوی او جو غافل بشر   سخن جس میں ہی سو او کامل بسر

مزید اشعار کے بعد کہتا ہے۔

کیا ہون جمع سب میں رمضان منی　　دیا ہون یو نامہ عاقلاں کی کنی
اگر کوی عاقل پڑی جب اوسی　　تو سر پوش ہو تم اگر عیب اچھی

امید ھی میرا اس خدا کی اوپر　　کہ جا کا ہوی تجکوں جنت بہتر

اس کے بعد بلا کسی عنوان وغیرہ کے قصہ شروع کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

سنیا ہوں کتابامیں نہایت خبر　　ھی احمد کی بعد از روایت دیگر
کہ ھی نام انکا دنیا نکون پناہ　　جو کوی ناؤن لیو تیو جاوی گناہ
اگر ہوی نبیکا کرم جس اوپر　　خدا کا پی رحمت ہوی اس اپر
ابابکر بعد از خلافت کیا　　او ساری خلق پر عدالت کیا
عمر ابن خطاب عادل ہوی　　کہ سب عادلاں میں او فاضل ہوی
ولیکن او نو تھی دینی بہتر　　اتھی چونکہ صاحب خبر نبی اوپر
ہوا دین ایسا کمالت منیں　　د جو تھی نبیکی عدالت منیں
کہ اسوقت صحاب ایسی اتھی　　سدا دلسوں اقرار کرتی اتھو
زبانسوں ذکر او سو کرتی اتھی　　عبادت میں سر ہوں دھرتی اتھی
عمر کون جو اسوقت فرزند یک　　خدانی دیا تھا او دلبند ایک
اتھا حسن میں جونک او آفتاب　　کہ روشن ہوا استی یو ماہتاب
عجب خوبصورت او دلدار تھا　　عمر کا جو اسپر بڑا پیار تھا
ابو شحمہ سر ناؤں اسکا رکھی　　دنیاں میں نہیں کوی ویسا رکھے

صحابی جتی تھی سو دلگیر ہو　　عمر کون کئی عرض تقصیر یو
کہ شحمہ کوں بخشو تمیں پیار کر　　وکر میں تو ھمنا ستو ا ر کر

کہ غمزہ بل سبکوں مارو تیں ۔۔۔ اس مشکل ستی بہار کا پروتیں
اصحابیاں کوں سمجا کو بولی عمر ۔۔۔ شریعت کی باتاں کوں کھولی عمر
اصحابی جتی تھی اپن ٹھار ٹھار ۔۔۔ بھی روتی لگی سب وھاں زار زار

خلق سب خدا سوں مناجات کر ۔۔۔ منگی سب دعا شمہ کی ذات پر
اتھی خلق عالم اسی شور میں ۔۔۔ لیجا کر رکھی شمہ کوں گور میں
اوہی رات دیکھی جو حیدر نی خواب ۔۔۔ بھی بولی او جا کی عمر سوں شتاب
دیکھا خواب میں آ جکے رات کوں ۔۔۔ اتھی شمہ حضرت کی سنگات یوں
اوپینی تھی کپڑے عجب خوب سی ۔۔۔ او دستی تھی خوبو نکی محبوب سے

اسی سلسلہ میں شروع کرتا ہے۔

نظم بہوت خوشتر عجب خوب ہی ۔۔۔ قصیا نیں یو قصا بہوت ایر و بہے
کہ یو بات سنکر جتی خاص و عام ۔۔۔ او آمین بولی سو نی تمام

اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے اور خدا کے خوف سے ڈراتا ہے اور پھر

کیا موں قصا میں عجب طور میں ۔۔۔ کیا یو قصا آ جکی دور میں
یو دل دھو توں اپنا خرابات سوں ۔۔۔ بھی چپ رہ توں بعضی خیالات سوں
اتھا واں مل یو قصا فارسی ۔۔۔ نظم خوش دعا دیکا ہی آرسی
سمایا اپسیں جو جینک کے سار ۔۔۔ نزاکت لطافت میں ہی خوش نگار
یو تصنیف نصیحت ہی اللہ کا ۔۔۔ کہی سو مدت پا ہی اللہ کا
تخلص انو کا جو نامی اسے ۔۔۔ یو تا میں تخلص کر آمین سے ہے
پروتی اتھی دور یو اسوقت پر ۔۔۔ اتھی انکی سولا برس کا عمر

یو دلکی صدق سون اپی هو خواص — نیکالی یو موتیان عجب نیک خاص
دیکھیا میں قصا یو لطافت بھریا — لطافت بھریا هو نزاکت بھریا
شکر جو میں کرتا هون اس بات تی — قصہ یو پورا هوی میری هات تے

خدا دت سنجہ هدایت هوا — بڑی فکر سوں میں مرتب کیا
وزنکا ترازو میری هات میں — رهی فکر دکّی میری ذات میں

اول میں فکر کون میرا یار کر — پرویا جواهر کون میں هار کر
هزار ایک برس هور نو سال میں — جب کی ستاویس ویں رات میں

کہ توفیق خدا نی منجی جب دیا — ندان یو قصا میں مرتب کیا
یو تیان جو چھی سوا ور سات کر — پرویا هوں موتی نمن دا نکر
اگر کوی پڑ نیگی اپس پیار کر — رکھینگی گلی میں اپس هار کر
الٰهی بیا مرزاین هر سہ مرا — مصنف او قاری نویسندہ را

تمت تمام شد قصہ ابو شحمہ
در مقام سنگ پٹن

اس صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کتاب امین نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی تھی اور کسی اور نے اس کو ١١٠٩ھ میں ترجمہ کیا ہے۔

یورپ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے اسلئے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اسلئے مقابلہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں ہے۔

قصہ حسینی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

(بلوم ہارٹ نمبر ([illegible]) ورق (۹۰) سطر (۱۶) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت:۔

"امام حسین کے حالات اور جنگ کا بیان ابتدا میں حمد و نعت خلفائے راشدین کی منقبت۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد حسین گیسو دراز کی مدح ہے۔ مصنف عزیز۔ تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۹۰ھ"

اسپرنگر۔ اسٹوارٹ۔ ڈی ٹاسی کسی نے بھی اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ کیونکہ ان کی فہرست میں یہ شریک نہیں ہے۔ اور پھر بلوم ہارٹ نے بھی صحیح حالات نہیں لکھے۔ مثنوی کا نام نہیں لکھا مصنف اور تاریخ تصنیف کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ بھی صحت طلب ہے۔

میری تحقیقات سے اس مثنوی کا نام قصہ حسینی ہے جیسا کہ خود مثنوی کے اشعار سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دھرو ان نام قصہ حسینی لکر　　　　بھی کہ کوئی ایسا نکتے بلشہ
(ص ۹۷ ب)

قصیاں میں قصایو اسے آبدار　　　　حسینے قصہ یو اسے آبدار
(ص ۹۰ ا)

بلوم ہارٹ نے جس شعر سے سنہ ۱۱۹۰ھ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس شعر سے صاف طور پر سنہ ۱۰۹۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

سنے ہجرت نو دو پر ہزار ایک سنہ　　　　گندکے نبی ما قنا صور رصنہ
(ص ۱۲۸ ب)

علاوہ ازیں زبان کے لحاظ سے بھی یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔
مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ نے جن اشعار سے عزیز خیال کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

سنو اے عزیزاں قصہ دلپذیر — قصے میں قصہ بھی کہوں بے نظیر
(ص٤ ب)

عزیزاں سنو کہاں سو کان دھر — حسن بشہ کا قصہ دھیان دھر
(ص٨ ب)

عزیزاں سنو بات دل و جان سو — کہوں بات سانچے میں ایمان سوں
(ص١٣١ ب)

نہ رہنا کفر میں اتا اے عزیز — لیا ایمان سگل یو چلو با تمیز
(ص١٣٢ ا)

میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے یہاں عزیز سے مصنف اپنی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ مخاطب کر رہا ہے اس کے برخلاف میں اس کو "خواص" کی تصنیف قرار دیتا ہوں بہت ممکن ہے خواص علی نام اور خواص تخلص ہو اس کے ثبوت میں حسب ذیل اشعار دیکھو۔

سنیا کان دھر جب بچن خواص یو — سرن کر کھیایوں نیت داس ہو
(ص١٢ ب)

ہووین خواص ہور عام کوں فام یو — رہیں بعد میرے میرا نام یو
(ص٨ ا)

اے یاراں سنو بھی علی خواص کے — کیا صفت حب میں ایسی ذات کے
(ص١٣٥ ا)

امید میں دھروں یوں خدا پاس یو — دیدار مجکوں کرین خواص او
(ص١٣٦ ا)

دکھیں بہی چرت پاس نبی خواص کے ۔۔۔ گل اندام نازک مشک باس کے
(ورق ۱۲۲ ب)

جگت خواص ہور عام کوں شاد کر ۔۔۔ او دیسے سب کا بر باد کر
(ورق ۱۴۴ ا)

اسپرنگر نے عیار الشعراء کے حوالہ سے ایک دکہنی شاعر خاص کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ یہی ہو جس طرح غواصی کو غواص لکہا ہے اسی طرح ممکن ہے خواص کو "خاص" ظاہر کیا ہو۔ گرچہ دکہنی تذکروں میں بہی ان کا نام نہیں ہے مگر یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ اسی عہد کے اور بیسیوں شعرا جن کا کلام موجود ہے تذکروں میں پتہ نہیں ہے بہرحال میری رائے یہ ہے کہ قصے حسینی کا مصنف خواص ہے جو قطب شاہی دربار کا شاعر تہا۔ زبان کے لحاظ سے بہی اس کو قطب شاہی تصنیف قرار دینا ضروری ہے۔

خواص کے کچہہ حالات خود اس کی تصنیف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ فقیر منش آدمی تہا صوفی شاہ قادری سے بیعت تہی اون سے خلافت بہی ملی تہی۔ اس کو شاہی دربار سے کچہہ تعلق نہیں تہا۔ اس کو اپنی شاعری پر دعویٰ نہیں ہے اور نہ اپنے آپ کو شاعر تصور کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کو ایک بشارت کی بنا پر لکہا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکہا کہ وہ آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے آپ کے آل و اصحاب جمع ہیں آنحضرت نے اس کو ارشاد فرمایا کہ امام حسین کا قصہ لکہے اِس حکم کی بنا پر اس نے قصہ لکہا پندرہ ذیحجہ ۱۰۹۰ھ کو عصر کے وقت اس سے فراغت ہوئی۔ قصہ اپنے مرشد کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے پان عنایت فرمایا۔ اور خلافت عطا کی۔

مثنوی میں پہلے حمد پہر نعت خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح پہر سید محمد گیسو دراز کی تعریف اس کے بعد قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ کسی

بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت امام حسینؓ کا قصہ ہے مگر صرف شہادت کے حالات نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایک افسانہ اور قصہ ہی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عبدالمناف کے دو لڑکے تھے جن میں سے ایک ہاشم تھے جن کے فرزند عبدالمطلب ہیں ان کے پوتے آنحضرت کے نواسے امام حسن اور حسین ہیں۔ ان کو آنحضرت نہایت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دن جبرئیل آئے اور خبر دی کہ ان کو قتل کیا جائے گا آپ نے دریافت کیا کون قتل کرے گا؟ کہا گیا یزید بن معاویہ آنحضرت کے انتقال کے بعد ابو بکرؓ پھر عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے علی علیہ السلام کے بعد معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر لی۔ اس زمانہ میں یزید مدینہ آیا مدینہ کی ایک حسین اور جمیل خاتون زینب نام عبداللہ ابن زبیر کی بی بی تھیں۔ یزید نے ان کو دیکھ پایا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا اپنا حال زار باپ سے بیان کیا معاویہ نے ابن زبیر کو مال و زر کا لالچ دلا کر زینب کو طلاق دلا دیا۔ عدت کے ختم ہونے پر موسیٰ انصاری کے ذریعہ یزید کا پیغام روانہ کیا گیا راستہ میں قاسم بن عباس سے ملاقات ہوئی قاسم نے موسیٰ سے کہا ان کا بھی خیال رکھا جائے اس کے بعد موسیٰ کی حسن ابن علی سے ملاقات ہوئی آپ نے بھی اپنے متعلق کہا موسیٰ زینب پاس پہونچے اور اس کو تینوں کے ارادے سے مطلع کیا۔ زینب نے ان ہی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر حکومت مال زر اور دولت کی خواہش ہے تو یزید کو ترجیح دے اگر حسن کی تمنا ہے تو قاسم کو قبول کر۔ اگر آخرت کی خواہش ہے تو حسنؓ کو پسند کر۔ اس نے امام حسن کو منظور کیا اور عقد ہو گیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو زہر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ اور امام حسینؓ سے جنگ کے لئے فوج روانہ کی۔ اس کے بعد کربلا کے حالات صراحت سے لکھے ہیں پھر بیان کرتا ہے کہ امام کی شہادت کی بعد ایک تاجر ہاشم نام نے محمد ابن حنیفہ کو خط لکھ کر یزید سے مقابلہ پر آمادہ کیا وہ بھیس بدل کر آئے اور یزید سے ملاقات کی اس کو قتل کیا امام زین العابدین کو طلب کر کے

بادشاہ بنایا گیا اس توضیح کے بعد آپ کے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

توں سبحان ہے پاک پروردگار ‏ ‏ سدا ایک ہے توں اسے برقرار
توں نرل نرنکار نردھار ہے ‏ ‏ توں اول ہور آخر صنمار ہے
نچ نیند غفلت نہ انکھیان تے توں ‏ ‏ سدا جیوتا ہے توں بن جیو سوں
نچ باپ مادر نہ عورت اسے ‏ ‏ نہ فرزند بیٹا نہ بیٹی اسے

نعت بلا کسی عنوان کے حمد کے ساتھ ہی شروع کی گئی ہے۔

محمد توں ہے نور دنتا کفنیر ‏ ‏ جگ آدھارے ہور جگ دستگیر
شرف یو جو تجکوں خدا نے دیا ‏ ‏ اپس نور تے تجکوں پیدا کیا
توں صاحب ہے لولاک تعریف کا ‏ ‏ توں سو زبیان میں ہے تعریف کا

منقبت توں ہے ای ابابکر صدیق تول ‏ ‏ سو ایمان حق پر توں لیا اول

ابوبکر بعد از عمر نہ ہے توں ‏ ‏ خلافت کیا توں بھلے طرح سوں

نبی کا جنوائے سو عثمان توں ‏ ‏ خلیفا عمر بعد ہے جان توں

توں عثمان بعد از خلیفا علی ‏ ‏ ہوا ہے دو جگ مین خدا کا ولی
توں ہے شیر حید خدا کا ولی ‏ ‏ شجاعت تیری سن جہان کھلبلے

حق غوث توں ای غوث اعظم سو ثقلین ہے ‏ ‏ توں اکمل مکمل سو کونین ہے
کہیا رب نے تجتے سو مجم کلام ‏ ‏ توں نوری نبی کا علیہ السلام

بھی تج بعداز حضرت ہیں بندی نواز　　محمد حسینی ہیں گیسو دراز
دیکھی تج سے رتبہ اپستے زیاد　　کئے نو نو نام تجپر سے شاد

معنف کتاب لکھنے کی وجہ اس ہج گیسو دراز کے تحت اسطرح لکھتا ہے۔

سنتا تہا سو یکرات میں خواب میں　　ولیکن دل اندر اتھا یاد میں
کرم لطف کر منج پہ عالم پناہ　　نبی یا محمد شفیع العناہ
بدر چودویں چاند کے برج کا　　سمندر حسن کا دبھلکے برج کا
آسئے دیدبی سون چندر سورہی　　نہ چندر سورج کون اتھا نور یو

....

حسن ہو حسین ہیں اتھی چہار یار　　انو رمیں علی شاہ دلدل سوار

....

کھرا ایک طرف میں تھا حیران ہو　　بھے تلتل نبی پہ قربان ہو
دیکھی بھر نظر منج بلائے نزدیک　　ہور رحمت خدا تج سے پیایا ادیک
بٹہائے سمو راپ پکر ہات منج　　توں ہے دوست میرا کھے سات منج
اسے پیار میرا اپر تج زیاد　　توں تلتل میری دلکوں کرتا ہے شاد
اھوں میں محمد نبی الختم　　ہوہی نور تے منج یو ساری عدم
کہوں بات میں ایک توں کان دھر　　سینے پر توں چلتا رہے کیان دھر
قصا ایک حسن شاہ حسین کا پنچل　　بناتوں دھرن سب قصے میں فضل
دکن سال ہوتے پنچل دھال کے　　لیاتوں سمندتے اپر خیال کے
کندوں ہارا سکے پون کانٹ سون　　شجاعت حسین شاہ بہوت بہا سون

ابتداً قصہ حسن کا عنوان لکھا گیا ہے۔ "در قصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ"

تھے عبدالمناف کون بچے دو پسر   یکس نام ہاشم امیہ دیگر
ولیکن دونو کے پتیان یک لگیان   ہوایک تخت اوال نیچ تھیان
کیا تھا پنج میچ انکون خدا   کتے چیر شمشیر سون او جدا

ابابکر عثمان عمر ہور علی   اچھینگے یا تہ فاطمہ ہور ولے
کہے جبرئیل ای حبیب خدا   مریضان کتیں توں طبیب سدا
سنو بوتا ہون بیان وار سون   تون او عار امت ترا و عار کون
معاویہ سے یک تج تز ذات کا   یزید اسکون بیٹا سے کذاب کا
کھڑی رہین عدو ہوکر جنگلے خبیث   ستاویں تیری آل ونڈی سخت
نہ سے پہر تون ہور فاطمہ یا چہار یار   کتے آل کون تج صدو تہا۔ تہار
اپین بھی عذا بانتے مرجا یگا   نکل تن کے کھڑدی لہو نبایگا

اگر چاہے دولت دنیا دار کون   سو کرنا یزید کون نکاح آج تون
وگر چاہے صورت حسندار تون   نکاح کر تون قاسم بن عباس کون
اگر چاہے تون حق نے رحمت کری   بجے دنیا ہور عقبی سینے مہر پری
سو کرنا نکاح تون جس جان کون   بولیا یو ہمارا سو سچ مان تون

اتھا تاون اس کا سو اکبر علی   ولیان میں خدا کے اتھا اکمل ولی
اتھا او چندر سے کیرا پیار کا   صورت میں اتھا او بنے سار کا
دیکھی شاہ اسے جب نبی یاد آویں   اسینے سون لگا کر تمے تلتل آئیں

....

اُٹھا غلغل تب او تکبیر کا | اٹھا شیر بالک حسین شیر کا
پڑیا جا غنیم پر سوا او قہر ہو | چلیا مارتا زہر پر زہر ہو
لگیا تورنے بی ضرب بیشمار | سندیان تیغ غنیم کیان پڑی ٹھار ٹھار
کیا سب دندیانکو نیزست تل اپر | ماریا چار صد سوار جنگلے بشر
ولیکن نہ پانی آسنے پایا | سو پھر باپ کے پاس دب لیا گیا

چلیا مارتا کچھ بہتر ہیت تا | اورن سو رہا شمر بری دہیت تا
لیا مار جا اس شمشیر کے سوتمین | کچھے یارسا ہی بیر پیا مار وین
پڑیا بید مرگ یو موئے لک مسکل | یزان بھیس بدلا چلیا او نکل

بھیجے سجنے پہ سجنے اوکسر نے لکیا | محمد حنیفہ کون نامہ لکھیا
لکھیا ای محمد تون ہے شیر نر | تون فرزند علی کا توں ہے زور ور
تون اچھتے تیری بھای پر جہد ہوا | کاتیا سر یزید نے حسین شہ ہوا

یزان شہ محمد حنیفہ نول | کئے پر قتا سب دندیانکون کچل
خلافت دیا شہ کنول پھول کون | او فرزند حسینا کے مقبول کون
کرایا شہ ان سب جکت خواص سون | دلا خلقتان پان اخلاص سون

بھیجے ہاشم تا جیر کنجبر کون | دیا تشریفان بہوت یکد ہیر سون
تجے تا پیری لک اسید ہات سون | کیا بخش شہنشہ نے کے نہابت سون

بعد دشمنے جگ میں اس تو رستے | ہوی معین سکت سورکے سور بھے
دنیاں میں برکت انو نپج سے | وکرنہ فنا ہو فدا ناپج رسے
ہور رحمت انوال اولیاد پر | بچتے تابعین ہور جفا ذات پر

قصہ کی انتہا یہاں ہو جاتی ہے اس کے بعد بلا کسی فصل کے اس کے ساتھ ہی اپنے پیر کی مدح مسفر درج کردی ہے بعض شعر جس سے نام وغیرہ کی صراحت ہوتی ہے اور خود اپنے متعلق اظہار کیا گیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

کروں بھے صفت میری پیر کی | اور روشن منورا سے سور کی
زرض تج اپڑے یو شہ کا رنے | ثنا کر بدل شہ اپڑ دار نے
پکر معات میرا چند۔ اوس رات | او حضرت صوفی شہ قادری قرأت
جکا کر شہ مجکوں کرم پیار سوں | رکھیا کر الپس مج زاد حار کوں
ہوا انور پر نور بہی نور کوں | کیا دل منور اوک سور کوں
پیرین ایک پر یک سیتے اسی کر | پھریں دیکھ چرن شاہ شرف پای کر
تہا مکشوف شہ کوں دنیا دین سب | او پوتا میرا کان سے معشوق رب
عرش فرش تے سری الک چھپا کچ نہ تھا | مرانع بینے شاہ رسے دیکتا

اس کے بعد اپنے پیر کی تعریف کی ہے مریضوں کو ان سے شفا ہوتی تہی راجا پرجا کوئی ان کی نظر میں نہ تہا۔ ان کو کچھ غصہ نہ آتا تہا اس کے بعد لکہا ہے۔

اُسے نور تے کچ رہیا پاس منج | جنم جگ جے لگ رہے پاس منج
اسے نور تے منج سدا نور سے | وسے شہ غم دل سدا چور سے

اس کے بعد لکہا ہے۔

نہ برکت چندر شہ کے ہر حال میں | لے آیا ہوں ایسے رتن لال میں

وکرنہ نظم کے سکت کان منے | یو توفیق ہوی منج چند رجب پتے
ولیکن بدن پیس پانی کیا | نزان یو قصہ مج نشانی ہوا

کیا میں سیج جب نبی کا تمام | بلا بھیجے مج علیہ السلام
دیکھا میں بھتر جا کر بنکھان سکل | تھے عریان نورانے سکل بے بدل

....

چیپ وراست یاران سکل نام دار | بیٹھی تہی کندوری اپر تام دار
بلائے نزدیک مج اوک پیار سوں | ملیا مج کہے آج ای یار توں
اپسکے نزدیک آونچ سلائے | نزان عادت بھتر شاہ آپ بہائے
ہوی فارغہ کھان کھا شہ نول | منگائے نزان پان کھاسے بدل
پنیان پان سکے دو نخچل لیائے | دے یک مج دوجی شہ اپی کھائے
نزان یک پینڈا سا زرو شال تہا | پیتے درپشان کا بھتر خیال تھا
دوجی یک صری شال کا جامہ نخچل | سفید پاک سالو کا نامیان سکل
منگائے سو در حال او لیا ہی کر | نیائے مجھے لیا بہوت چاؤ کر
نزان حت پکر منجہ سکنک بازگئے | رضا دی نزاں مج اپی دعاپنچ رہے
ہوا دل منور اسی وقت پہ | پھریا دوک جون شہ بیرا نجتور
ای یاران سنو بھی علی خواص کے | کیا صفت جب میں اسے ذات سے
ایا شیر بیکے بھتر گھر منے | لرزنے لگے سب پیری در منے

....

علی شیر میں ہون خدا جانتا | اتا مج ملاقات سے کے واسطا

....

ہوا یک نمائب استہار پہ
ای شاہ محمد نبی بہائے کر

ہوا میں انکے تے سکا سن بہت
تہی یاران سکل بہے انکے تہا چہتر

اہین شہ رسالت پناہ پیار کر
بہتر کہر حماری دسے تاج سر

....

یں تو کچ نہ شاعر ہون دعوا کرون
نہ شعرا اپر میں حد دہ کرون

فقیر ہو پیریا ہون سدا سوچتا
کریں عاقبت کیا نہ مج سوچتا

حکم پر نبی مج کون لاچار ہو
کیا ہوں بزبان نظم آ شعرا او

دعا بہئے کرو مج اپر ای عزیز
پہری پر قصہ یو عزیز با تمیز

مرتب ہوذی الحج کیری چاند میں
پہرپیا تب خلق سب کیری کان میں

بجے تاریخ پندرویں اثر نیم میں
پیری پر جو کوی اس دہر زمین میں

سبب یو شریع کے موافق اسے
نہ مانے اسے جو منافق اسے

نہ ہو سے تجاوز ورہ دین میں
بشارت نبی یوں کئے نین میں

سچنے دین ایمان پر قام ہے
لذت اس قصہ کا اسیچ نام ہے

کیا قدر یو او علا دل کلام
بلطف محمد علیہ السلام

ہزارن درود و ہزاران سلام
زبان پر محمد علیہ السلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور نہ یہ کسی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے اس لئے اس کی وضاحت بھی نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

قصہ پدماوت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (بلوم ہارٹ ۲/۱۳۴) ورق (۲۱) سطر ۱۷ سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۳/۴ خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت :۔

"قصہ پدماوت رتن سین راجہ چتوڑ اور پدم شہزادی سلون کی کہانی مصنفہ غلام علی۔ ان دونوں کی شادی کے بعد جہاز کے ذریعہ چتوڑ کو روانہ ہوتے ہیں۔ کتاب نامکمل ہے۔"

اسپرنگر اور ڈی ٹاسی نے غلام علی کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ یہ مثنوی ان کی فہرست میں شامل ہے۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل ہے مگر مصنف کے متعلق اس نے کچھ صراحت نہیں کی ہے۔

اس مثنوی کے متعلق صراحت کے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پدماوت کے قصے کے متعلق پوری صراحت کردی جائے۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری کے حکم سے ملک محمد جائسی نے ۹۲۷ھ میں پدماوت کے نام سے اس کو "بھاکا" میں قلمبند کیا تھا جس کا ایک نسخہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے (۵۵) ایک اور نسخہ پاریس کے کتب خانہ میں ہے ۸۲۸ اس کے (۱۶۷) ورق ہیں ہر صفحہ پر بیس سطر ہیں یعنی تقریباً (۳۳۴۰) شعر ہیں۔ یہ نسخہ ۱۱ رجب ۱۲۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے خط نستعلیق پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

سنوروں ایک کرتارو | جن چھو دہنہ کنیہ بہت رو

"بھاکا" کے بعد فارسی نظم و نثر میں مختلف اصحاب نے اس کو مرتب کیا ہے جن میں سے چار منظوم ہیں اردو نثر میں لکھی گئی ہیں۔

فارسی میں اولاً ۱۰۲۸ھ میں ملا عبدالشکور بزمی نے جہانگیر کے عہد میں اس کو "پدماوت" کے نام سے منظوم کیا۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں (۱۵۸۳ ع) پر موجود ہے۔ اس میں اول حمد و نعت اور منقبت کے بعد جہانگیر کی مدح بھی کی گئی ہے اور وجہ تصنیف کو بھی ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۴۴ء اور ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی ہے اسی کا اردو میں ترجمہ عزت اور عشرت نے مل "شمع و پروانہ" کے نام سے کیا ہے جس کا ایک نسخہ کیمبرج میں موجود ہے۔

بزمی کے بعد عاقل خاں[۵۹] رازی نے اس کو "شمع و پروانہ" کے نام سے منظوم کیا ہے جو ۱۰۶۹ھ میں یہ مثنوی مرتب ہوئی ہے۔ انڈیا آفس و برٹش میوزیم میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ رازی نے اپنی تصنیف میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شاہ برہان الدین کی مدح بھی کی ہے۔ قصہ کے لحاظ سے بزمی اور رازی کے تصانیف میں فرق بھی ہے۔

ان دونوں مثنویوں کے علاوہ دو اور مثنویوں کا پتہ چلتا ہے جو میری نظر سے نہیں گزریں ایک حسن غازانہ کی جو برلن میں ہے (۹۱۱ ص) اور دوسری حسام الدین نے ۱۰۷۱ھ بنام حسن و عشق مرتب کی ہے یہ بھی برلن میں ہے (۹۱۹ - ص)

فارسی نثر سے بھی اس قصہ کو زینت دی گئی ہے ایک لچھمی رام متوطن ابراہیم آباد نے فرخ بخش کے نام سے عاقل خاں کے شمع و پروانہ سے اخذ کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۲۱۰ھ میں لکھا گیا ہے نمبر (۹۱۸ ۸ اڈیشن) پر موجود ہے اس کا ایک نسخہ برلن میں بھی ہے (۹۹۸ - ۰۰ P) دوسرا فارسی نثر میں بطور خلاصہ نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنے قلم سے کیا ہے جو برٹش

---

[۵۹] عاقل خاں عالمگیر کے عہد کا جلیل القدر امیر ہے جس نے بڑی بڑی ذمہ دار خدمتوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ۱۰۹۱ھ میں گورنر دہلی بنایا گیا اور اپنے انتقال تک جو ۱۱۰۸ھ میں ہوئی اسی خدمت پر سرفراز تھا عمر بھی خاصی پائی کیونکہ (۸۲) سال کے سن میں دُنیا سے کوچ کیا۔ عاقل خاں جہاں تدبر و سیاست میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں وہ اپنے وقت کا بڑا شاعر ادیب اور مؤرخ بھی تھا جس کی تصنیفات سے مہر و ماہ، شمع و پروانہ، نغمات عشق، ظفر نامہ عالمگیر، ایک دیوان وغیرہ مشہور ہیں۔

میوزیم میں (۱۴۱ ۱۹ فیل) پر موجود ہے۔

ان کے سوا ایک پشتو زبان میں ابراہیم نے اور دوسرا نصف بہا کا اور نصف ہندی میں میر عبدالجلیل بلگرامی نے تصنیف کیا تھا۔

دکھنی زبان میں اولاً غلام علی نے پدماوت کے نام سے سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں اس کو منظوم کیا ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غلام علی قطب شاہی دور کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بیان سے تذکرے ساکت ہیں۔

مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا اس کا کوئی خاص تخلص نہیں تھا بلکہ اپنے نام ہی کو وہ تخلص کے بجائے لایا کرتا۔ بادشاہ (تانا شاہ) کی قربت حاصل تھی۔ وہ اس عہد کا بہترین شاعر تھا۔ غزل نما نظموں کی کافی مشق تھی۔

یہ مثنوی حسب رواج حمد و نعت و منقبت سے شروع ہوتی ہے مگر صرف ایک ایک شعر ہے۔ اس طرح تین شعروں کے بعد بادشاہ کی مدح میں پانچ شعر اور دعائیہ تین شعر ہیں۔ پھر عشق کی تعریف کرتے ہوئے قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔

قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔ سنگلدیپ کا راجہ گندرپ سین بڑا ذی عزت راجہ تھا اس کا لشکر اور خزانہ اپنا آپ نظیر تھا۔ اس کو ہر طرح کی راحت اور آسائش حاصل تھی مگر کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ مغموم رہا کرتا۔ اسی غم میں سلطنت سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا۔ وزراء نے اس کی وجہ دریافت کی راجہ نے غم کی وجہ بیان کی۔ وزرا نے نجومیوں سے فال کھلوائی۔ انہوں نے کہا چار ماہ کے بعد راجہ کو لڑکی تولد ہوگی مگر جب بارہ سال کی ہوگی تو ایک شہزادہ آکر اس کو لیجائے گا۔ لڑکی کے تولد ہونے کی خبر سے راجہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی نجومیوں کو مالا مال کر دیا۔ پیشین گوئی کے موافق لڑکی تولد ہوئی جو حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ پدماوت اس کا نام رکھا جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو اس نے ایک طوطا خریدا کیا جس کا نام "ہیرامن" تھا یہ طوطا

ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتا اور وہ بھی اس کو جان کرتی تھی۔ طوطا بھی اس کو محبت کرتا تھا۔ جب شہزادی پدماوت بارہ سال کی ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے ایک علیحدہ محل تیار کیا اور وہ اس میں رہنے لگی محل کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج متعین تھی باری باری سے ایک ایک وزیر بھی پہرہ دیا کرتا۔ محل کے اندر چند دائیوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

"ہیرامن" روز قصے اور کہانیاں شہزادی کو سنایا کرتا جو عشق و محبت سے بھری ہوتیں دائیوں نے دیکھا کہ یہاں سوائے عشق کے کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں تو راجہ کو اس کی خبر کی گئی راجہ نے اس طوطے کو مار ڈالنے کا حکم دیا مگر کسی کو اس کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ وہ ہر وقت شہزادی کے پاس رہا کرتا۔ آخر ایک دن عید کے روز راجہ نے شہزادی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ پدماوت باپ کے پاس جاتے ہوئے طوطے کو ایک لونڈی کے سپرد کیا اور احتیاط کی تاکید فرمائی۔ وہ خبرگیری سے غافل ہوگئی۔ ایک بلی آئی اور طوطا پکڑ لیا۔ اتفاقاً طوطا اس کی گرفت سے بچ نکلا اور اُڑ گیا۔ تین روز کے بعد شہزادی محل کو واپس ہوئی طوطا نہ پایا سخت غمگین ہوئی کھانا پینا چھوڑ دیا راجہ کو اس کی اطلاع ہوئی شہزادی کے محل کو آیا تسلی دی۔

طوطا کئی ملکوں کی سیر کرتا ہوا جنگل پہونچا۔ ایک خوبصورت باغ نظر آیا درخت میووں سے بھرے تھے اس نے یہاں چند روز قیام کیا چند روز بعد ایک غریب برہمن شکاری اس کو گرفتار کر کے فروخت کرنے کے لئے لے چلا۔ طوطے نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی جگہ لے چل تاکہ زیادہ قیمت ملے۔ برہمن اس کو لیکر چتوڑ آیا یہاں راجہ رتن سین حکمراں تھا راجہ کو طوطے کی خبر ہوئی برہمن کو طلب کیا اس کی قیمت پوچھی اس نے خود طوطے سے دریافت کرنے کے لئے کہا۔ ایک بڑی رقم برہمن کو ملی راجہ طوطے سے خوش ہوا اور ہر وقت اپنے پاس رکھنے لگا۔ اس نے اپنے گزشتہ حالات بیان کئے۔ پدماوت کے حسن و جمال کی تعریف کی رتن سین غائبانہ عاشق ہوگیا۔ ایک دن شکار کو جاتے ہوئے طوطے کو ایک خاص لونڈی کے تفویض کیا اور احتیاط کی تاکید کی راجہ کے غیاب میں لونڈی بن سنور کر طوطے کے پاس آئی اور اپنے حسن کی داد چاہی اس نے

اوپر کی زبان سے تعریف کی مگر جب اصرار سے دریافت کیا تو بیان کیا پدماوت کے پاسنگ کو نہیں پہونچی اس کو غصہ آیا دائی کو حکم دیا کہ طوطے کو قتل کر دے مگر اس نے راجہ کے خوف سے ایسا نہیں کیا چھپا رکھی۔ راجہ واپس ہو کر طوطے کا پنجرہ خالی پایا غصہ سے سب کو سزا دینی چاہی دائی نے طوطا حاضر کیا۔ اس نے کل حالات راجہ سے بیان کئے اب راجہ کو قرار نہ رہا سلطنت کو خیرباد کہہ کر تلاش میں روانہ ہوا۔

راستہ میں ایک خدا رسیدہ فقیر سے ملاقات ہوئی وہ اس کے حال سے واقف ہوا راجہ کو اپنا چیلا بنا کر لے چلا۔ جہاز پر سوار ہوئے چھہ دریا پار ہو کر سنگل دیپ پہونچے۔ طوطا راجہ سے اجازت لے کر شہزادی پدماوت کے محل کو گیا۔ شہزادی اس کو دیکھکر نہایت خوش ہوئی کل حال دریافت کیا۔ رتن سین کے حسن و جمال کی تعریف کی تلاش میں یہاں آنا بیان کیا۔ کچھ عرصہ بعد عید کا روز آیا طوطے نے راجہ سے کہا آج شہزادی باہر آتی ہے پدماوت اپنے رسوم سے فارغ ہو کر فقیروں سے ملنے آئی۔ رتن سین سے ملاقات ہوئی جب شہزادی واپس ہوئی تو رتن سین کو غش آگیا۔ ایک عرصہ کے بعد کمند کے ذریعہ شہزادی کے محل میں داخل ہونا چاہا۔ کوتوال شہر کو خبر ہو گئی گرفتار کئے گئے قتل کا حکم ہوا اس کے بعد معلوم ہوا یہ دراصل چتور کا راجہ ہے۔ شادی ہوئی۔ ایک مدت کے بعد چتور کو روانہ ہوئے مگر راستہ میں طوفان آگیا۔ جہاز راستہ بھولکر ایک دوسری طرف نکل گیا خشکی پر پہونچے جہاں رکاس رہا کرتے تھے جنھوں نے اسکو لقمہ بنانا چاہا۔

....

اس کے بعد مثنوی کے اوراق نہیں ہیں اس لئے پورے قصہ کی صراحت کا موقع نہیں ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بجا لیا اول میں خدا کا سپاس	کیا اوس کے الطاف کا میں سپاس
تحیت یو بعد از پیمبر اوپر	بیجا بعد از اولاد عزت اپر
علی کا چ دم ہی میری دم میں جسم	جو ہر دور اس دم سوں ہم ہور غم

بادشاہ کی تعریف :۔

یو بعد از کرون میں ثنا چہار یار کا   شہی بو الحسن اوبیا جاہ کا
کلک شاہ اوس کا عدالت دیکہت   ہوئے ظلم ست دیکہ عادل نیٹ
سخاوت میں مشہور جیوں آفتاب   کرحق او تارہ ہیا اوسیکا باب
ہر ایک علم میں ہو بلاغت منے   نہیں کوئی ہم تا شجاعت منی
سزاوار چہوا سکتیں یو راج   مبارک اچھو سلطنت تخت تاج

شاعر نے جہاں اپنا نام لایا ہے اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

غلام علی نا سبج کئی سو پند   پرتی نا کہانی سیتی آو بند

غلام علی جس سون دل لائی   بچہرنی سون بہتر جو چہو جائی

غلام علی جسکی تین ہی حیات   جنی حق کی توفیق سون کوی دات

غلام علی پیم کی جہو کنی   کہ جوں مج کی آس پرتی ہو کنی

اب مختلف مقامات سے نمونہ کے طور پر اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ابتدا قصہ۔ کہ ہی سب جگتر منی ساتہ دیب   سنگل دیب اسین کا ہی ایک دیب
کہ او دیب میں ساہی سنگل پدمنی   ز جنت نہ ہستن نہیں سنگنی
سنگل دیب کے نار کا بات ہے   سنو میں کہونکا او کس دہات ہے
اتہا ایک راجا سو ہو کن کنہیر   سنگل دیب کے ملک میں بی نظیر

نکا ناوں کندروپ سین اتھا جگت میں بہا راج اس بن نتھا
نتھا کوچ لشکر کون اسکی حساب کہ جون کہن پہ تارایان منی ماہ تاب
خزینہ بہری کو ٹہریان کئی ہزار جواہر کی صندوق تہی سو ہزار

چلیا اور کہ ساتہ دریا کذر تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹہار تہار
بنکالی میں یک خوشش باغ تہا جو جنت کی دل رشک سون داغ تہا
اتروان لکیا سیر کرنی کی تین جو میوی کی جہار انپہ پہرنی کی تین
وہانکی قدیمی جو رانوی اتہی ہیرامن کون دیک آی ملنی وتی
دیکہو جون یو ہی بہوت شیرین کلام ہوی بہوت خوشحال رانوی تمام

وزیران جو تہی جوان نوجی نول سولا سولیا سات اپنی سکل
فقیری کیا بہیس راجا کہنپر کہی کیروی کسوتان سب وزیر
چلی کوچہ پر کوچہ دن رات او تماشے دیکہت خوب ہر دہات او
ستیا کار دل سیتی آرام سب دیا چہوڑ پیرت سیتی فام سب
کبہی آئی بستی منی پائی کچ کبہی اور ہی بہوکی ہور کہای کچ

مشکا کر ہیرامن کون پوچھیا یو بات کہیا سب بسب مہاراج سات
کہیا میں یو مطلب کے تین پائیا نجومیان کہو سو بجا آئیا
ہوا اوکون تحقیق یو بات سب جو بولیا اتہا جیس وہای تب
اپکی کیا چہو کون تب قرار رتن سین کون دیک لیا یا پیار

غلام علی اپنے ہر بیان کے خاتمہ پر ایک اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے مثلاً

غلام علی جس سوں دل لائے | بچھڑنے سوں بہتر جو جیو جائے
کتے خون دل سوں سو دل لاؤ تا | تو یک تل منے توڑ کر جاؤ تا
جناور کے جانے سے دک پائے | تو انسان خاطر نہ غم کھائے

غلام علی نیں دنیاں میں وفا | کدہیں ہے خوشی ہور کدہیں ہے جفا
کہ جون کاندکا ہے چونا زندگی | تو ہرگز نہیں کس کون پابندگی
دنیا کا لیوے کام کوئی سر او پر | پھرے او کتے کے نمن دربدر
دو دن کا سو جینا نکر پائمال | تون ہٹ حرص کوں جو رہے خوش حال

مثنوی نامکمل ہے جہاں تک موجود ہے اس کا خاتمہ :-

جو ایسی بلا میں جو کوئی آئیا | ہمن کوں یہاں تا سیج بہا ئیا
کہیا سن او راکس تج گیان ہے | غرض دند دردوندسو نادان ہے
میں راکس تون انسان میرا خوراک | لے آیا ہوں یہاں تج کون کرنے ہلاک
دیوانا ہی تون جو منج لبائیا | میری بات سن سات تون آئیا

یورپ میں اس کا کوئی اور نسخہ نہیں اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔
اب اس امر کی صراحت کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ یہ دکھنی " پدماوت " کس زبان کی کتاب سے ترجمہ ہوئی ہے۔ غلام علی نے تو کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا وہ صرف اس قدر صراحت کرتا ہے یہ قصہ کسی اور زبان سے دکھنی میں منتقل کیا گیا ہے۔

یو قصہ اتھا بہوت شیرین سخن | ہوس کر کہ لایا ہوں دکھنی بچن

میرا خیال ہے غلام علی نے فارسی سے دکھنی میں نظم کیا ہوگا مگر غور طلب یہ امر ہے کس فارسی سے اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کی صراحت کے لئے نفس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بزمی کی پدماوت کے قصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

سنگلدیپ کے راجہ کو ایک حسین لڑکی تولد ہوئی جو طوطا پالتی تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا طوطا اس کو بد خلاقی کی تعلیم کرتا ہے۔ راجہ نے ایک بلی روانہ کی ایک دن پدم غسل کر رہی تھی بلی نے طوطے پر حملہ کیا مگر اتفاقاً بچ نکلا۔ بنگال پہونچا پھر برہمن کے ذریعہ چتور کے راجہ کے پاس پہونچا راجہ کی لونڈی نے طوطے سے ناراض ہو کر اس کو قتل کرنا چاہا مگر دائی نے اس کو پوشیدہ کر دیا۔ رائے چتور جس کا نام "رتن برن" تھا پدماوت کا دیوانہ ہو کر جوگی کا بھیس لیا اور سولہ ہزار فقیروں کے ساتھ۔ روانہ ہوا سنگلدیپ پہونچے طوطا پدم کو رتن برن کے حال سے آگاہ کرتا ہے وہ پوجے کے لئے بت خانہ آتی ہے یہاں دونوں کی آنکھیں چار ہوتی ہیں تیرِ نظر جگر کے پار ہوتی ہے۔ پدم کا باپ نامہ وپیغام سے واقف ہو کر ایک بڑی فوج کے ساتھ فقیروں کو گھیرتا اور گرفتار کر لیتا ہے ایک بوڑھا فقیر پدم کے باپ کو کل حال بیان کرتا ہے اب پدم کا باپ معافی طلب کر کے شادی کر دیتا ہے اور دونو چتور روانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں طوفان آتا اور جہاز ڈوب جاتا ہے ایک تختے کے ذریعہ دونو (رتن برن اور پدم) ایک جزیرہ میں پہونچتے ہیں اور یہاں سے اپنے ملک چتور میں داخل ہوتے ہیں۔ علاءالدین سے مخالفت ہوتی اور وہ حملہ کرتا مگر صلح ہو جاتی ہے مگر پھر حملہ ہوتا ہے رتن برن قتل ہو جاتا اور پدم ستی ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف بزمی کی شمع و پروانہ میں کسی قدر اختلاف ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پدم جو راجہ سنگلدیپ کی شہزادی تھی ایک طوطا پالتی تھی جو شہزادی کے ساتھ رہکر علوم سے واقف ہوا حاسدوں نے راجہ کو اس کے خلاف بہکایا راجہ نے ملازمین کو حکم دیا کہ پدم کے بلا اطلاع طوطے کو چھوڑ دیا جائے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی شہزادی کو سخت رنج ہوا۔ طوطا برہمن کے توسط سے چتور پہونچا۔ رتن سین نے شکار جاتے ہوئے اس کی حفاظت اپنی رانی

کے سپرد کی رانی طوطے سے اپنے حسن کی داد چاہی اور تعریف نہ سنکر قتل کا حکم دیا۔ دائی نے راجہ کے خوف سے اس کو پوشیدہ کرکے راجہ کے آسنے پیش کیا۔ راجہ پدم کے حال سے واقف ہوکر عاشق ہوگیا۔ وزیر نے نصیحت کی اور "کام سین" کا قصہ بیان کیا مگر با اثر نہ ہوا آخر جوگی بنکر روانہ ہوا چند رفقا نے ساتھ دیا سنگلدیپ پہونچے بت خانہ میں قیام ہوا وہاں پدم آئی رتن اس کو دیکھ کر دیوانہ ہوگیا طوطے نے ہمدردی کی اور سیف الملک کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ پدم کے پاس گیا حالات بیان کئے محل سے باہر لایا دونوں کی ملاقات ہوئی۔ جوگیوں کے آنے کی خبر پدم کے باپ کو معلوم ہوئی دونوں کی شادی ہوئی وطن کو لوٹے راستہ میں طوفان آیا جہاز غرق ہوا۔ رتن اور پدم ایک تختے کے ذریعہ کنارے پر پہونچے اور سطے مسافت کرتے ہوئے چتوڑ آگئے۔ علاءالدین اور دیو پال دونوں نے پدم کے حسن وجمال کی خبر سنکر حملہ کیا۔ دیو پال نے ایک دلالہ کے ذریعہ چال بازی شروع کی رتن اور دیو پال کا مقابلہ ہوا رتن مارا گیا اور پدم ستی ہوگئی۔

فارسی نثر جو فرخ بخش کے نام سے لچھمی رام نے لکھی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے۔ کیونکہ اسی مثنوی سے نثر میں لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ قصے کے لحاظ سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف ہے۔ اس کے لئے کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی کہ دکھنی پدماوت دراصل کس سے ماخوذ ہے۔ مگر قیاس غالب یہ ہے کہ اول الذکر سے ماخوذ ہو۔ ذیل میں پدماوت کا مقابلہ ہر سہ فارسی کتابوں سے کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی خود اندازہ قائم کرلیں۔

فرخ بخش	پدماوت دکھنی
ابتدائے قصہ۔ آوردہ اند کہ در ولایت سنگلدیپ	سنگل دیپ تا بکا بات ہے
فرمانروائی بود کہ او را گندرپ سین مے گفتند در	سنو میں کہونگا اوکس بات ہے
پیشہ عدل و انصاف از نوشیرواں گوی سبقت	اتہا ایک راجہ سو ہو گن گنیر
می بردو در سخاوت با حاتم پہلوی ہمسری میزد	سنگل دیپ کے ملک میں بی نظیر

فرخ بخش

و در شجاعت دستی داشت کہ بر رستم دستاں

ہمدست میشد ؎

فریدوں حشمتی جمشید جاہی
سکندر شوکتی دارا پناہی
ز عدلش چوں رخ خوباں مہوش
بیک جا جمع گشتہ آب و آتش

تمامی راجہای آں ممالک مطیع او بودند و بر آستاں عرش نشانش بعجز و نیاز سر می سودند و بجز ولایت او احدی نبود کہ گرسنہ می بود تعداد سپاہ او از احاطۂ بیان بیروں بل از مور و ملخ افزوں تشنہ لباں بادیہ آرزو را از چشمہ فیض خود محروم نمی ساخت۔

گویند کہ پدماوت طوطی داشت ہمدم و ہمساز محرم راز داں سخن نام آں طوطی ہیرامن نہادہ ساعتی او را از دست خود دور نمی نمود۔ از غایت الفت پیش او یکدم آرام نمی گرفت بلکہ از جان عزیز عزیز می انگاشت۔

پدماوت دکھنی

نلا ناوں کند سو پیپن اس اتہا
جگت میں میرا ماج اس بن نہ تہا
بسا سو سو راجی اتہی اسکی تل
کمر باند خدمت میں حاضر سکل
نہ تہا کچ لشکر کوں اوسکی حساب
کہ جوں کہن پہ تاپاں منی ماہ تاب
خزینہ بہتری کو ٹہریاں کئی ہزار
جواہر کی صندوق تہے سو ہزار
سوایسا و عالی جورا جا اتہا
ولی اوسکی تیں کوئی فرزند نہ تہا
اتہا ایک ماتوان اوسے پیار کا
نہ آدم میں تہا کیان اس سار کا
جو تہا عقل کامل و پنہکی کی تیں
ہرامن رکہی ناوں طوطی کی تیں
نہ ایک تل کریں پستی اوسکوں دور
ہمیشہ رکہو اوسکوں اپنے حضور
تہا کیان تہا اس پنکہی میں بہوت
سکیں بات ہر کچہ سنی سو ثروت
برس نو منی ہو کی، روشن ضمیر
پودہ نو ہوئے علم میں بی نظیر

فرخ بخش

القصہ چوں طوطیان بدام افتادند صیاد ہمہ
را در قفس حبس کردہ متوجہ خانہ شد و را شنار
راہ طوطی ہیرامن بصیاد گفت کہ اے صیاد
تو مرا فروبند طوطیاں بکشاد و مرادر قید
خود نگاہدار انشاء اللہ آنچہ بہائے ہمہ طوطیان
خواہی گرفت من ترا زیادہ ازاں خواہم رسانید
کہ تمام عمر بفراغ خاطر درعیال و اطفال
بگذرانی۔

پدماوت

قضا سوں جو آیا شکاری ادھر
پڑی سگلی رانوی سوا سکی نظر
سکٹ وال جہا، اکی او توڑ کر
تتی پاند سب یک کوں یک جوڑ

....

ہیرامن یو سن نین میں نیر لیا
کہیا شاد اپچ قرض کا غم نہ کہا
سجا منجہ کون تون کوہی راجی کے پاس
جو کچھ ہی سو براو یگی تیری آس
ہویگا سرافراز ہر بات تی
دلاون بہوت کوچہ ہر دو ہاتے
میرا مول پوچھے اگر کوئی تجی
کہ مول تون چپ دیکھلا ہی منجی

فرخ بخش

رای اقبال این معنی کردہ کہ ہمت بہ
پخت کرے عشق بہ بست و بوقت شب
از جا برجست و تنی چند را از رفیقان خود
ہمراہ گرفت اگرچہ کمند اندیشہ بگرد کنگرہ حصار
نمے گردید اما کمند بہ حصار انداخت مثل او
رفیقانش بر چہار طرف کمند انداز شدند و

پدماوت

رتن سین جون کہٹ کیا انسوں بات
کنڈ پچوسیتی اٹھ چلیا ایک رات
لکیا جاک کر کون جو محبوب تہی
رتن سین کی جیو کی اپروپ تہی
سیتی سب وزیران کندان اپر
جو مضبوط سارے کنگورپانکوں کر

فرخ بخش

از حیات ہمان باز کشید بہ حصار افتد ہنوز
رای از نخل وصال پدماوت بر نخوردہ بود کہ
از ہر چہار طرف شور و شر افزود و از پاسبانان
قلعہ غریو برخاست و جمیع سپاہ رای
سنگلدیپ بر در شاہ خود گرد آمدند تا آتش
فتنہ را بآب تیغ فرو نشانند رای کندرپ سین
بہ ندیمان خود گفت چون باشد کہ حکم در قتل
جوگیان کنم کہ مرتکب این چنین امور ناشائستہ
شدہ قدم از جادہ ادب بیرون نہادہ اند

مردہ با خرد بخش ہمراہ رای از وطن آمدہ بود
او را ازین معنی اطلاع پذیرفت صرفہ جان نکردہ
مانند شیر دلیر گشتہ پیش رای کندرپ سین
والی سنگلدیپ رفت و گفت اگر خواہی کہ مای
پادشاہی من پایدار ماند رای رتن سین کہ
والی ہند است ضرر مرسان ندانی کہ بشکل درویش
است بادشاہ ملک خویش است .

پدماوت

چڑی یک پچھی ایک جوان پاسے بل
مہاراج تہا سب سون اپنی اکل
گئی دور لگ چڑ کی اس کرا پر
ہوا اون کی کتوال کون جون خبر
لی لشکر اپسکا سو دور آگیا
اپر سیتی سب کون تلی لیا گیا
بندیا کھینچ مشکا جتنی تہی فقیر
پڑے بند میں بادشاہ ہوا وزیر

....

جو اتنی میں راجا کیا حکم تب
کرو قتل یکدھر فقیران کون سب

قضا سون بچا او جو کامل فقیر
اتہا کندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سون ہمدم اتہا
سنیا جون خبردار کر آیا
ترت کندرپ سین سون یون کہیا
تجھی لوک کہتی ہیں وہری اسے
ولی جلکی راجیان میں کہریا اسے

پدماوت

تیرا ایک جو دیکھ سو کنہکا ہوئے
تیرے نک میں آئے سو خوار ہوئے
نہ انصاف ہے تجہ میں نا پیار کچھ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار کچھ
مہاراج پوچھا کی یو تاج سر
کیا ہوں ستم میں کہو کس اپر
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سوں تقصیر کس دھات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا اسکی واقف مہاراج تب

نظم بزمی فارسی

در بحر جزیرہ است سنگل
با قلعہ و کنگرہ مکمل
پہنائے زمیں زی حسن نیک
در پلۂ او سپہر پاسنگ
ہر برج حصار او سپہری
ہر خشت جہاں فروز مہری
....
ہر کوچہ دفوج ماہ رویان

نظم دکھنی غلام علی دکھنی

سنگل دیپ کی نار کا بات ہے
سنو میں کہونگا اوکس دھات ہے
اتہا ایک راجہ سو بہو کن گنیر
سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر
نکا ناوں گندھرپ سین اس اتہا
جگت میں بڑا راج اس بن نہ تہا
بسا سو سو راجی اتہا اسکے تل
کمر باند خدمت میں حاضر سنگل

بزمی

با خود بہ ساتہ جنگ جونان

حیران برخ پدم ہمی دید
ہم ریختی اشک بازمی چند
چندان کہ پدم درو نگہ کرد
دل سوے شاہ عشق نہ رہ کرد
حیرت زدہ ماند اندریں حال
کین طوطی خستہ پر و بال
گستاخ بردی من چہ بیند
خون ابرو و اشک دانہ چند
چشم برخم چو تار مو است
از بہر چہ خبر کی نمود است
زان جا کہ شگفت داست در سر
ہمدوسن بسراے خلوت اندر

....

طوطی ز پس دعاے بسیار
گفت از شہ شکوہ پر آزار
امروز نیم اسیر دامت
عمریست کہ گشتہ ام غلامت

غلام علی

چلیا او کر شاہ کا لے پیام
گیا شاہ زادی کون جا کہ سلام
دیکھی اوس کون ماندا کی رونے لگی
چندر کہ انجو سات دہونے لگی
کہی کیون میرے سینے دل توڑ کر
گیا تہا کہاں تون منجے چھوڑ کر
گئیں دل کیا کہوں یکایک نپٹ
کیا عاقبت منجہ سینے دل کوں کہٹ
کتے پیار سوں تج کون پالی ہون میں
کتا تج دکہوں اپس میں جالی ہون میں

....

ہر امن دلاسا دیکر بہوت دہات
تن سیں کا سب کہیا کھول بات

اب رازی کی شمع و پروانہ کے ساتھ غلام علی کی دکھنی پدماوت کا مقابلہ ملاحظہ ہو۔

رازی

صبحدم گر ہوائے فصل بہار
لالہ بشگفت گشت گل زار
شہ زنن سیں بہر صید بجست
تاکند در شکار ملکش گشت
بانوی خانہ مثل فصل بہار
بستہ برخود ہزار گونہ نگار
شد در آئینہ جلوہ ساز نیاز
باخیال خود شش نیاز و ناز
اندر آئینہ دیدان زین
عاشق نفس خوداں خود بین

....

خود بخود شد جمال زیبائی
خود تماشا و خود تماشائی
زین سخن سر نہادہ بر زانو
سر بر ارم ز قصۂ بانو
کرد اندیشہ کین خجستہ نوا
گشتہ دمساز تا خدا یو سما

غلام علی

کیا ذوق یکدن شہی نامدار
نکل آئیا بہار کھلین شکار
سہلی کون اسون جو فرصت ہوا
یکیلا پکھی دیک غنیمت ہوا
اپسکون زینتی سیتی پھر سنکار
مکلل ہو کر آئیی راوین کے ٹہار
کہی تو کیا ہے جگت تل اوپر
جو آیا ہی تون سات دریا گذر
نظر تل عجائب پریا ہی بہوت
بشہ ہر رویش کا دیکہا ہی بہوت
کہون کیا تیری میں تیا کیان ہی
نہ تجھ کیاں کا کوئی انسان ہے

رازی

در تحیر حال رو زن مرد
کرده درویش اثر بهر درد
زین تحیر دل همه بگرفت
گفت با هم دگر ز روی شگفت
ماشاء الله این جوان نه گداست
فر دولت ز جبهه اش پیداست

....

این گدا نیست هست رای رتن
شد ز عشق پدم جلای وطن
شاه چتور رای رایان ست
گرچه در کسوت گدایان است
به که این پند بنده بپسندی
سر فرازش کنی بفرزندی
کز من یاوری نمی آید
طوطی این وصف بر تو بگشاید

غلام علی

قضا سون پڑا او جوگا مل فقیر
اتہا کندرپ سین کا او جو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سون ہمدم اتہا
سنیا جون خبر دور کر آ گیا
ترت کندرپ سین سون یو کہیا
تجے لوگ کہتے ہیں دہری اسے
دلی جلکی راجیان میں کہری اچھی
تیرا ایک جو دیکہی سو گنہکار ہوے
تیرے نک میں آے سو خوار ہوے
نہ انصاف ہے تج میں نا پیار کچ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار کچ
مہاراج پوچہا کی یو تاج سر
کیا ہون ستم میں کہول کس اپر
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سون تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا اسنکے واقف مہاراج تب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پدماوت کے دیگر دکھنی اور اُردو قصوں کی بھی مختصر صراحت کردی جائے۔

غلام علی کے تقریباً پچاس ساٹھ سال بعد ولی ویلوری نے پھر اس قصہ کو رتن و پدم کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ولی کے متعلق مزید وضاحت ۔ دور مغلیہ میں آگے درج کی گئی ہے۔ اسپرنگر کی فہرست میں یہ مثنوی شریک ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

سلہ مولف اُردوے قدیم مولانا حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق جو صراحت کی ہے (جو غالباً اسپرنگر ہی کی وضاحت ہے جس کو اُردو کا جامہ پہنایا گیا) وہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ رتن و پدم اسکو ولی نے سہو ش میں کہا ہے اس کا جو نسخہ توپ خانہ کے کتب خانہ میں موجود تھا (اسی کتب خانہ توپ خانہ اودھ کی کیٹلاگ کا مولف ڈاکٹر اسپرنگر ہے۔ ہاشمی) اس کے چار سو صفحے تھے اور جس میں کم و بیش چار ہزار ابیات تھے اس کی ابتدا حسب ذیل شعر سے ہوئی ہے۔

خدایا تو ہے پاک پروردگار
زنگار و آثار داچھی انار

کتاب میں مختلف مقامات پر مصنف نے اپنا تخلص بیان کیا ہے منجملہ ان کے دو مقامات یہ ہیں۔

ولی تیرے کرم کی ہے مجھے آس | ذکر اس اس سوں ہرگز تو نراس

ولی ہے یو سب خالی بہانا | اسی کا کام ہے دینا دلانا

(اُردوے قدیم طبع ثانی صلا)

شمع و پروانہ

کیا آئینہ ساں اوسکی طرف رو
کہا ہنسکر کہ ای مرغ سخنگو
نہایت تو پڑا ہےکا جہان میں
رہا اکثر ہی بزم گلرخان میں
بہار سبز کی اب نہ بھر جا
ہر ایک صورت کا کل ہی تو نے دیکھا
چترائی پدمنی کو جانتا ہے
ہر ایک کا حسن تو پہچانتا ہے
پدم کا تو نے ہیگا ناز دیکھا
ہے اسکے حسن کا انداز دیکھا

جو بید ردون نے وہ طوطا اوڑایا
پدم کی ہوش کو گویا اوڑایا
وہ طوطا تہا جو سرتاپا توکل
اوڑا کہنکر کہ اب تیرا توکل
خیال آسا چلا روے ہوا پر
وہی وحشت کی وسنی کہول شہپر
کبہو جون چشم کرتا سیر دریا
کبہو مجنوں کی صورت دشت پیما
نہتہا دل بستہ خشکی و تری کا
کہ وہ دسا یہ زادہ تہا یک پری کا

پدماوت

نظر تل عجائب پر پڑا ہی بہوت
بشر ہر اودیس کا دیکھا ہی بہوت
کہوں کیا تیری میں تیا کیان سے
نہ تجہ کیاں کا کوئی انساں سے
تون سیح بول منہہ روپ خوب کیں
دیکہا ہو یکا روپ اپر روپ کیں
منج ایسے چتور چہت کے ناری اہی
کہ جون کنونتی میں ہون پیاری اہی
نظر تل تیری آج کیسی ہون میں
نہ دو بول تون حق سون جیسے ہوں میں

ستارا دو سیاک کے سمندور میں
پڑیا بخت گرداب کی شور میں
جو طوفان اوتہیا تب پریشان کا
پڑیا فکر آکر اپس جان کا
بچہڑ کر گیا تہا ہیرامن نکل
شہر چہوڑ ہیبت سون کریا جنگل
کتی دن رہیا اس بیابان میں
کیا در فراری ہوا جان میں
لگیا شاہ زادی کہرا غم اوسی
جو آتا اتہا یاد ہر دم اوسی

مثال شمع و پروانہ

بسان رنگ عاشق درد و مساز
نہ تہا آرام وسکو غیر پروانہ
ہوا پر سبز طوطا فوج در فوج
نظر آئی اوسی جو نہنگ کی موج
جو سکی طرح سے گرم فغان تہا
برنگ نالہ روز و شب روان تہا
ستم کش نے جو اپنی جنس پائی
قیاس اوسکو کیا نفل خدائی

اودہر تو اوسکو تہی ہی انتظاری
کہ آپہنچی پدم کی وہاں سواری
اوٹہایا جوہی پردہ اونی یکبار
نگاہی دونو کی باہم ہوئیں چار
کہون کیا عشق نے جلوہ دیکہایا
ایدہر اسکو اودہر اوسکو غش آیا
ایدہر اودہر ہوئی دونو وہ بے ہوش
کمال نشہ میں جیسے قدح نوش
وہ کہا اوسطرف تیری مژہ سے
ایدہر بسمل ہیا اوس تیغ نگہ سے

....

پدماوت

ایدر ہوا رکنی ہوا کی اوپر
نکرکر پریکا کر اپنی نظر

....

چلیا اور کر ساتہ دریا گذر
تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹہار ٹہار
بنگالہ میں یک خوش باغ تہا
جو جنت کی دل رشک سوں داغ تہا
اتروان لگیا سیر کرنی کی تیں
جو میوی کی جہار انپہ پہرنی کی تیں

یکایک نظر تل نقیران وسی
دیکہی کوری نظران سیتی ہر کسی
چلی ان کی سب پہیر سیتی نکل
سوائی تُما سغق کنی جو چنچل
دیکہی سو رچہا ہو تا بات کا
جو روشن کرنہار اپس جان کا
ہوے بہت خوشحال اوسی دیکہ کر
جو تہی حسن میں او بہوت نیک کر
کہی دل میں لائق ہی میری یو جوان
دیوی منجہ کون پرمیس سودان

ملل شمع وپروانہ

حروف رمز چہاتی پر بنا کی
علی القصہ وہ صندل لگا کے
وہ حلقہ کان میں دیکھہ جو اوسکے
ہوئی حلقہ بگوشش اوسکی وہ دل سے
پہنا کر دلکو جوگی کی جٹا میں
ہوئی رونق فزا دولت سرا میں
زبس مضطر نہایت مثل سیماب
فغان و نالہ برلب چشم پر آب
طپش سے دلکی از حد تا گوارا
غرض جوں توں وہ گذرا روز سارا

پدماوت

کہی یا خدا منجہ دلاتوں اسیے
بغیر اسکی منجہ کون ندی بھر کسے

و صندل سوں چہاتی پہ پیکہی جواب
نہ تہا دیکہی مکھ کوں تیری مین تاب
تو کیا واسطہ یہاں تلک آئیا
میری تیں بہی دیکہنی پائیا
منجی بہی ستیا لیا کی اس فند میں
پنت میں پڑی عشق کی بند میں

مثنوی پدماوت کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ غلام علی ایک بہترین شاعر تہا اوس کو اپنے فن میں یدطولی حاصل تہا مثنوی میں جابجا ئے اپنی ذاتی راے اور خیالات ظاہر کئے ہیں جس سے اوس کی شاعرانہ قابلیت واضح ہو تی ہے ۔ اس کا اسلوب بیان بہی سادہ ہے ۔ اس مثنوی کو گولکنڈہ کی مثنویوں میں خاص اہمیت دی جاسکتی ہے اور اس کا مصنف اپنے زمانہ کا قابل شاعر تصور کیا جاسکتا ہے ۔

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ جہاں تک میری معلومات ہیں ہندوستان میں نہیں ہے ۔

جنگ نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (بلوم ہارٹ، نمبر ۱۰۵) ورق (۱۱۰) سائز ۹ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیف کی جنگوں کا بیان جو علیؓ کے تیسرے فرزند تھے یہ قصہ حسنؓ اور حسینؓ کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دکھنی مثنوی ہے جس کا مصنف سیوک ہے۔ مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف سے ترجمہ کیا گیا ہے تاریخ تصنیف سنہ ۱۰۹۲ھ ہے۔"

کسی دوسرے یورپین مصنف نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی۔ ہے اور نہ نفس مثنوی سے مصنف کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا تخلص "سیوک" جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے صحیح ہے کیونکہ متعدد جگہ صاف طور پر اس کی صراحت ہوئی ہے مثلاً

حکایت انگی پھر سیوک بولتا | براہیم اشترکا جگ بولتا
(ص ۲۷۶)

یو سیوک تو ہجری کرے سال تھی | ہزار ایک نود دو کی ابدال تھی

اے سیوک بنام رسول عجم | محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
(ص ۲۱۰)

سے سیوک غلام نبی کا سچا | شفا کر شفا کر شفا کر شفا

یو منگتا ہے سیوک منے اب تجکنے | مجہ آسان کرتا دیکھے سب سنی
(ص ۱۱)

یہ مثنوی قطب شاہی دور کے آخر فرمانروا کے عہد میں مرتب ہوئی ہے مگر بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوک کو دربار شاہی سے کوئی تعلق نہیں تھا مصنف نے اس امر کی بھی صراحت نہیں کی ہے کہ اس نے کس کے فارسی سے اس کو دکھنی میں ترجمہ کیا ہے۔

قیاس ہوتا ہے کہ اس عہد کے ایک دوسرے شاعر غلام علیخاں لطیف سے ان کی چشمک تھی۔ کیونکہ اسی مضمون پر صرف تین سال بعد لطیف کا اپنی مثنوی لکھنا اور اس میں اپنی فوقیت ظاہر کرنا اپنے شاعری کی تعریف کرنا اور اس کو سیوک کا جواب قرار دینا واضح کرتا ہے کہ اس جنگ نامہ کو وہ ہیچ تصور کرتا تھا اور اسی مضمون پر صرف تین سال بعد اپنی مثنوی مرتب کرنی ضروری تصور کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے سیوک ضرور ایک مذہبی شخص تھا بلکہ قیاس غالب ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکتے۔

اس وقت کے رواج کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ ابتدا ہی سے اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ مثنوی ناقص ہو مگر کوئی قطعی رائے نہیں دیجا سکتی۔ میرے پاس بھی اس کا ایک نسخہ ہے اس میں بھی ابتدا سے اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے حمد و نعت وغیرہ نہیں ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ایک فرضی داستان ہے اصلیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ چنانچہ قصہ کے خلاصہ سے اس کی حالت ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنے ایک فرزند علی اکبر کو ایک شہر کی طرف روانہ فرمایا تھا جہاں اُنہوں نے اپنی بادشاہت قایم کر لی آپ کے بھائی محمد حنیفہ تھے۔ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط محمد حنیفہ کے پاس روانہ کیا جس میں درج تھا کہ حسنؑ کو زہر دیا گیا اور کربلا میں انکو (حسین) کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تم اس کا بدلہ لو۔ قاصد آیا اور محمد حنیفہ کو دیا خط۔

ر کے خط پیش کیا۔ انہوں نے حال پڑھ کر افسوس کیا اور خطبہ دیا فوج فراہم کی چودہ ہزار لشکر کے ساتھ یزید سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں سنا یزید مدینہ پر حملہ آور ہوا ہے آپ ادہر روانہ ہوئے اپنے دو بھائیوں طالب علی اور عاقل علی کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا وہ آئے۔ بڑی جنگ کے بعد یزیدی لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد یزید کا لشکر مروان کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے آیا اب کے بھی محمد حنیفہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اب یزید نے ملک روم، زنگبار، فرنگ اور حبش کے بادشاہوں سے امداد طلب کی۔ ہاں سے عظیم الشان لشکر آیا۔ محمد حنیفہ کو ترکوں کے دو بادشاہ طغان اور موغان سے دو دن بڑی جنگ کے بعد محمد حنیفہ زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے جس کے باعث آپ کا لشکر منتشر ہو گیا۔ مگر پھر آپ کے سرداران فوج اور بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور آپ کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے۔

ادہر یزیدی فوج نے محمد حنیفہ کو گرفتاری کے بعد یزید کے پاس روانہ کر دیا یزید سے آپ کا مباحثہ ہوا آخر آپ قید کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ کی فوج آئی اور آپ کو رہا کر لے گئی۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کا پھر مقابلہ ہوا ایسی شدید جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی اثنا میں محمد حنیفہ نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ کیوں بندگان خدا کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس آواز کے ساتھ آپ گھوڑے سے نیچے آئے خدا کی درگاہ میں توبہ کی اور ایک غار میں چلے گئے غار پر بجلی گری اور وہ غائب ہو گیا۔ آپ کے غائب ہونے پر آپ کے لشکر کو شکست ہو گئی آپ کے بھائی علی اکبر کو آواز کے ذریعہ آپ کے غائب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ کے عزیز اقارب وطن کو واپس ہو گئے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے

کہوں یک جنگ شاہ شیر زمان
حسین شاہ ابن علی بعد زان

سو اس شاہ کا یک عرب بھائی تھا
ابا یک حور بھائی دو مائی تھا

سو اس نام تھا شاہ محمد حنیف
سو جس کوں سبنے سارے جد منیف

سو ایک ان نبی نی علی سون سکہے
تون شیر خدایون سو منجہ سون رہے

رہے تو تغنی سون کو خوشحال ہو
سو خوشحال رون رون ہر یک بال ہو

دئی بادشاہی کئے سر فراز
دیئی بخشش شاونی شہر با نیاز

علی کون بہے ہر یک فرزند انہی
علی اکبر اسنام تہا کر سکیتے

جو سنکات اسبہلئے کی رشتہ نجف
روانا ئے اسی شہر کے طرف

چلے شہر کے پاٹ دین نیت لے
سو اس بہائی کون آپنے پیٹ لے

کیتکہ دنکون جا تخت قابض کئے
جو اس بہائے کون وانڈری دیئے

لگے راج کرنے عدل لوج سون
رعیش ریت انصاف کی بوج سون

جو اس شہر سون کربلا دور تہا
سو دونو نے فاصلا دور تہا

مقابلہ دو شخص

یکایک کہو یکون دین وب کیا
زنگی دار فاق اوپر جب کیا

مشبب فافا کیا تذدوار
کیا معانکہ حیدر کا نعرہ پکار

زبک جا پہیر یا شاہ دانشمند
زنگی کی کمر کا پکڑ کمر بند

لیا دین وجا ترین میں لی او پار
پہرا اسکون کر کر زمیں پر پچہار

زنگی کون ضرب سو پچہاری دیا
سبیے استخوان اسکی سرمان کیا

جو قتبانے دیکہا زنگیکا ضرب
ولدکون لکیا پو چہنے حال تب

کہی یون ای ملعون جاتا کدہر
سنجی آج بہاتا ہون دوزخ بہتر

سو یون بول یکوار سارا کیا
سو جینے کون اسکی آوارا کیا

دکہیا مار کافر کون استہار کہٹ
دو ٹکری کیا اسکون بکتر سمت

دعمر علی شاہ روات کہیرا
دیکھیا سعد جیون نہات تا کہا بہرا

تو اتنے میں طوغان سو فان آئی
ترنگہ لاک پر دس ہزاران او جائی

یزیدا نکی دین پیٹ پر آ پری
یزو زیر بالا ہو سب کڑ بڑی

کہ نوح کا پھر کہ طوفان تھا
کتیک وقت لگ سخت گہسان تہا

زمیں پر لہو کے سو نالی بہے
دعدان اسمنے یون نشانی بہے

ہر یک وار مارین علی بولتے
زمیں کے کواران تمن کہولتے

ہر یک یک طرف یون سو میدان گیے
یزیدیاں کے اراں کاں رادیادہ گئے

لوست ہاتیانکی تنگی تلار
زمیں کا بھریا پیٹ دینے رکار

کھرک سخت اسد ہات باجن لگے
یزدی کہتو ہو کر رعا تن لگے

پوچھے شاہ اوسے کہ کسون آیا ہی تون
کہا شاہ آیا ہون میں روم سون

کہے پادشاہ روم کرتا ہی کیا
ملک ہور لشکر سو دہرتا ہی کیا

کہا یا پنجہ لک ہور چالیس ہزار
کمندان سٹن ہار رو میں سوار

روانا کیا ہی یزید کی کدن
امی شاہ مظفر میری سون جو جن

دو لشکر کا مقابلہ

حنف شاہ کہری باند لشکر کی صف
کہری باند کر شاہ فرزند نجف

ادہی دین یزیدی آ نیکے بادل
نیکے بادل بہار پر بہار ل

حنف شاہ او تہہائی ترنگاں سکل
سو بہایان عزیزان برادر سکل

سو لشکر میں لشکر ملائی کیا
بشر میں بشر کہل بلائی کیا

اوٹھیا ہانکہ ہنکار چور ہیب تی | اوٹھیا شور چودہرنی جوں آ ملتے
لگے اپیٹ واراں کبل | حنف شاہ کی موہن سواران سگل
سو اتنی میں طوغان موغان آئے | ترک لاک پردس ہزاراں اوچائے
پچے آ یزیدان کی دین پیٹ پر | لگے مارنے سب ہے جگر
سو طوغاں و موغاں دین مارتے | محمد حنف پاس انپڑی اہتی
حنف شاہ طوخاں کوں دیکھکر | سو خوشی دل ہوئے شاہ حنف شیر نر

لگے مارنے تیغ او تیغ زن | کھپنے لگے یون یزیدان کا دہن
یزیدان کوں سب زیر بالا کئے | لئے مار لشکر او جالا کئے
یزید دیکھ لشکر کے احوال کوں | چھپنے کانپنے تن پو ہر بال کون

خاتمہ مثنوی جس میں تاریخ تصنیف اور فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

یو جنگ عظیا کیا سر بسر | تھی تاریخ تدعان جان خیر البشر
یو سیوک تو ہجری کیرے سال تھی | ہزار یک نو دو کے اپرال تھی
اے سیوک بنام رسول عجم | محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
کریم الشکور و غفور الودود | بھیجا تھا نبی پر ہوا راز درود
ہے سیوک غلام نبی کا سچا | شفا کر شفا کر شفا کر شفا
یو منگتا سیوک نے اب تجھ کنے | مجھ آسان کرنا دیکھے سر منے
اہتا یو قصہ فارسی سون اول | کہا دکھنی میں ترجما منجے بدل
ختم کر تون سیوک دعا پر کلام | بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس سے مقابلہ کا موقع
ں مگر اسی مضمون کی ایک اور مثنوی (ظفر نامہ) ہے جس کا ذکر صفحات آیندہ میں آئے گا
ی ضمن مین اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔

بلوم ہارٹ نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ یہ جنگ نامہ محمد عاشق کے فارسی مثنوی
مہ محمد حنیف کا ترجمہ ہے۔ مگر نفس مضمون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے دراصل ایسا نہیں ہے
محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف[۱۵] میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کی ایک لڑکی نہایت

---

۱۵ اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں نمبر (۱۵۹۲) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق جو وضاحت مصنف کیٹیلاگ ایتھے نے کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اس کا مصنف محمد عاشق ہے جو عام طور سے شیخ نورالدین محمد عاشق سے مشہور تھا "چہرہ سو
میش طرب" جو ۱۰۵۴ھ میں لکھی گئی ہے اس کا بھی یہی مصنف ہے۔ کیٹیلاگ اسپرنگر میں اس کا
ذکر ہے ۹۳۶ ۔ م اور برلن میں بھی موجود ہے ۹۲۳ ۔ م محمد عاشق زین العابدین (جو عام
طور سے ملا صدرالدین محمد بن ابراہیم شیرازی سے مشہور ہیں) کا مرید تھا ان کا انتقال ۱۰۵۰ھ
میں ہوا ہے۔ اس کا ایک دکھنی ترجمہ ظفرنامہ یا جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ہوا ہے جس کا
مصنف مفتاح العاشق ہے" ۱۷۵ھ

بلوم ہارٹ نے جو وضاحت کی ہے غالباً اس کا ماخذ یہی ایتھے کا بیان ہے۔ ایتھے کو جہاں اس امر کا دھوکہ ہوا ہے
ہی مثنوی فارسی سے ترجمہ ہوئی ہے وہاں ایک دوسری سہو بھی ہوئی ہے وہ یہ کہ ظفرنامہ مصنفہ غلام علیخاں (جو عام
پر مفتاح العاشقاں سے موسوم تھا) اور جنگ نامہ محمد حنیف (مصنفہ سیوک) کو ایک ہی خیال کیا ہے حالانکہ
نوں جداگانہ ہے۔

ظفرنامہ کے بیان اور اس کے نفس مضمون کے ملاحظہ کے بعد اس امر کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونو
نویاں جداگانہ ہیں۔ اور اسی طرح یہ محمد عاشق کے مثنوی سے بھی جداگانہ ہے

حسین وجمیل تھی محمد حنیف اس سے مطلع ہو کر گئے اثنا رسفر میں دیووں اور پریوں سے مقابلہ ہوا آخر پر محمد حنیف کامیاب واپس ہوئے۔

ظاہر ہے سیوک کا جنگ نامہ اس مضمون کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مضمون بالکل جداگانہ ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے یہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

"قصۂ رضوان شاہ و روح افزا"

برٹش میوزیم لندن میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۲۷۱۶ اورنٹیل) ورق (۸۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ¾ سطر (۱۵) خط نستعلیق

یہ نسخہ ۱۴ صفر ۱۲۰۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"رضوان شاہ شہزادۂ چین اور روح افزا پری کا قصہ۔ یہ ایک دکھنی مثنوی ہے مصنفہ فائز۔ مصنف کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں جیسا خود مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ایک فارسی نثر سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے۔ سنہ تصنیف کو جو ۱۰۹۴ھ ہے خود مصنف نے بیان کر دیا ہے۔ ۱۸۷۰ء میں یہ مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ شامل ہے اس کی صراحت یہ ہے کہ

"رضوان شاہ بادشاہ چین کا قصہ فائز نے دکھنی اشعار میں ۱۰۹۴ھ میں لکھا ہے۔ ۲۸۰ صفحات فی صفحہ ۹ شعر۔"

اسٹوارٹ کی فہرست میں بھی یہ شریک ہے اس نے کوئی صراحت نہیں کی صرف ایک عشقیہ دکھنی نظم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۹۴ھ میں مرتب ہوئی ہے چنانچہ مصنف لکھتا ہے۔

اتہا جس وقت سال ہجرت ہزار
اوس اوپر نود اوسکے اوپر چار
ہوا قصہ رضوان شہ تمام
نبی ہور علی پہ ہزاراں سلام

فائز قطب شاہی عہد کے آخر زمانہ کا شاعر ہے امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ دوسرے شعرا کی طرح اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا بلکہ اپنے ادبی ذوق کے باعث نظم کہا کرتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کو مدت سے کوئی کتاب نظم کرنے کا خیال تھا جب ایک فارسی داستان رضوان شاہ دیکھی تو اسی کو نظم کے لئے انتخاب کیا۔ وہ اپنے اچھے شاعر نہ ہونے کا خود اعتراف کرتا ہے بعض دوستوں کی فرمائش پر اس نے مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد و نعت و منقبت ہے تالیف کتاب کی وجہ بیان کی ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ بادشاہ کی تعریف درج نہیں ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ چین کے شہزادہ رضوان شاہ نے ایک دن شکار میں ایک ہرنی کو دیکھ کر اس کا تعاقب کیا مگر وہ غائب ہوگئی۔ بادشاہ اس کا دیوانہ ہوگیا اسی چشمہ کے قریب جہاں وہ غائب ہوئی تھی مقیم ہوگیا یہاں ایک محل تعمیر کیا ایک دن ہرنی سے جو دراصل روح افزا پری تھی ملاقات ہوئی وصل سے شادکام ہوا مگر پھر جدائی ہوگئی آخر بڑی مصیبتوں اور پریشانیوں کے بعد کامیابی ہوئی بامراد چین کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ پیش ہے۔

اول نام حق کا لی بولوں سخن | بندہ ہوں اوسکی توحید کہولوں سخن
ہی اللہ معبود برحق قدیم | کہ رحمٰن ہی خلق پر ہور رحیم
وہی جملہ مخلوق کوں ہی خدا | نکر یاد اوسی کیوں کروں ابتدا

حمد و مناجات کے چار صفحہ ہیں اور پھر بلا عنوان ہی منقبت شروع کی گئی ہے۔

ہماری نبی کا ہی پایا رفیع | مقدم شفیعاں پو سب پو شفیع
شکر اوس خدا کوں جو خلقت کیا | ہمیں کون محمد کی امت کیا

نعت کے بعد بلا عنوان منقبت علیؓ شروع کی گئی ہے۔

جنی بہائی کی دین کا تہا وزیر | ہی موسیٰ کون ہارون تجہ کون امیر
نبوت کی رتبی میں تہا جی ولی | موہی بیکلہان شاہ مردان علی
امیر عرب شاہ دلدل سوار | شہ لافتا صاحب ذوالفقار

سبب تالیف کتاب کے متعلق کہتا ہے۔

شبی میں ہوا ہی کسی دلبری | جناور ہو بہونڈی ہی کسکون پری
ہریک بات کا ایک قصہ ہوا | ہریک نقل ہبی یو پنج پیدا ہوا
مزہ بہوت نقل و روایات میں | وقت بہوت گتا حکایات میں

....

بہوت ہی حکایات اسدعات کی | کتیک تو کتابان ہی اسبات کی
کتیک فارسی کون بہی دکہنی کری | دو لوکاں قیامت تلگ نا مری
کتیک نثر اوسیں کتیک میں نظم | کئی میں جمع کوئی عرب کوئی عجم

....

تو کرنی تریا مج کون اس آس سون | نہتی نیند مج کون یو وسواس سون
کر مج سون بہی کچ یادگاری رہی | جو مج بعد کوئی بہشت روزی کہی
ندیکہا اپسکی طبیعت میں تاب | جو کہنی سکون نظم کر کوئی کتاب
نظم میں رسالی کیتا ہوس | سکت ہی جتی کا دتا کام بس
کیا سیر اکثر حکایات کون | رکیا دلیں اپنی ہریک بات کون
پڑیا تہا میں جتی قصا نکی کتاب | سو قصی میں کیا بات تہی انتخاب

....

اتہا فارسی نثر میں یو نقل | اوسی نظم کوئی نہیں کئے تہا اول

تو میں بندہ فائز جو اس دہر کو تب
یو قصی کون دکھنی کیا نظم سب

دسیا فارسی مختصر بسط ہین
دیا شان و برگ اس حکایت کو مین

بڑہتیا فکر جان طول تھوڑا دیا
بہو نیک طبع آزمائی کیا

مجھی شاعری کی کدہی مشق نیں
کیا ہون بزرگان کی تقلید نین

....

نہ شہرت مجھی شاعری کی ہوس
نہ انعام ہو پانی کی دل میں امس

مہربان جب مجہ پور بی ہوا
میرا فکر مجہ کون مربی ہوا

طبیعت کی دریا کو آیا اوبال
تو موتیان نکل آئی ہر یک بی ڈہال

....

ابتدا داستان

جتی ہی حکایات کی راویان
یو قصہ او نو یون کہی ہیں بیان

کہ تہا چین میں یک بڑا بادشاہ
دو ہاتی پھری اوسکی یک سالہ راہ

اوس اطراف میں تہا جسے تخت و تاج
اطاعت کرین اوسکون دیوین خراج

ولایت ملک کچہ نتہا اوسکون کم
کسی کی طرف سو نتہا اوسکون غم

دلی یون کہی مجہ کو آئیندہ نین
کہ مجہ نسل میں ایک فرزند مین

جو مجہ بعد اچہی وارث تخت دو
جہانیں نکالی بڑی بخت دو

میرا تخت کہ اوس سون پاوی نظام
کری مجہ کون عالم منی نیک نام

خاتمہ ملاحظہ ہو

یو قصہ سنہار ہی شاد اچہو
جنم سکہ سون اچہ عمر بی آزاد اچہو

خدایا اس پادی اپن دعا
مجھی بہی کری مغفرت کی دعا

الہی توں فائز کو کر رستگار
دلا اوسکون جنت میں دار القرار

تن اوسکا پچھڑ جای جان سون
ملا روح کون اپنی رضوان سون

جدا تلک جان جگ تی موسوراچھی
یو قصہ جہان پچ مشہور اچھی

کرون کیون شکر اسکی اتمام پہ
ہزاران شکر ہی یو انعام پہ

اتہا جسوقت سال ہجرت ہزار
اوس اوپر تو اوسکی اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ کا تمام
نبی ہور علی پر ہزاران سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس مخطوطے کے متعلق وہ باتیں اور لکھی جا سکتی ہیں اس مثنوی میں قصہ کے عنوانات اردو نثر میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں چند عنوانات لکھے جاتے ہیں جس سے اس وقت کی نثر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) قصہ رضوان شاہ پادشاہ زادہ چین کا جو عاشق ہوا روح افزا پری بادشاہزادی شہر شہشفس کے اوپر یو لیا فائز شاعر نے غفر اللہ تعالیٰ۔

(۲) بیان نصیحت و پند و اظہار کلام و بیان اپنا۔

(۳) ابتداء داستان اس قصہ کا اور رضوان شاہ اور روح افزا کا۔

(۴) شاہزادیسوں وزیروں نے عرض کئے کہ عمارت جنگل میں تیار ہوئی۔

(۵) روح افزا نے اپنی حقیقت بودھی پاس بولنے لگی۔

اس مثنوی میں دو مطبوعہ ورق بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے میجر ڈبلیو کار نے سنہ ۱۸۶۰ء میں اس کے طباعت کا انتظام کیا تھا اس کا خیال تھا کہ دکھنی شعراء کے کلام کو ایک سلسلہ میں شائع کیا جاے اس سلسلہ میں گلشن عشق پھول بن اور قصہ بی بی مریم کا انتخاب ہوا تھا مگر افسوس سنہ ۱۸۶۱ء میں اس کے انتقال پر یہ کام موقوف ہوگیا۔ جو مطبوعہ ورق شامل ہیں

اور اس کی شرح بھی لکھی گئی ہے اس سے اس کی جانفشانی اور قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو دکھنی ادب کے جواہر پارے اس کے پہلے نمایاں ہو چکے ہو۔

اس مثنوی پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہو کہ فائز اس دور کا آخری بلند پایہ اور اعلی درجہ کا شاعر تھا اگرچہ اس نے اپنے متعلق انکسار سے کام لیا ہے مگر کلام کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معمولی شاعر نہیں تھا۔ دوسری دکھنی مثنویوں کے خلاف اس میں عربی اور فارسی کی آمیزش زیادہ ہے جس سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کی نظم کا رواج ہو چلا تھا بجائے ہندی کے عربی اور فارسی کی زیادہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں فائز کا طرز بیان بھی پسندیدہ اور دلچسپ ہے۔ کلام کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ قطب شاہی دور کی پیداوار نہیں بلکہ زمانہ مابعد سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاریخ تصنیف کے باعث کسی شبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔ ۱۲۱ قصص اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

"ظفر نامہ"

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۰۹ ورق (۱۰۵) سائز ۹ × ۵ سطر، ا خط نسخ سنہ کتابت سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہ

کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"محمود حنیف کے جنگوں کے حالات۔ دکھنی مثنوی ہے مصنف لطیف۔

جنگ نامہ سیوک بھی اسی بیان میں ہے ہر بیان کے پہلے سرخی سے

فارسی میں عنوان لکھا گیا ہے۔ مصنف کا نام غلام علیخاں اور تخلص لطیف

ہے اونہوں نے خود کو مفتاح عاشقاں سے بھی موسوم کیا ہے وہ قزلباش

قبیلہ سے تعلق رکھتا تہا۔ ظفر نامہ کی تصنیف ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء میں ہوئی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے البتہ ڈی ٹاسی نے اس کی صراحت کی ہے

مثنوی میں تاریخ تصنیف متعدد جگہ لکھی گئی ہے مثلاً

سنہ یکہزار و نود پانچ پر | بنا کر مرتب کیا یو اچہر

ہزار و نود پانچ نا ہور ٹیکر | نہ رسے لکیان لعن تیرے اوپر

ہزار و نود پانچ میں با صواب | سب یو مثنوی ہوئی بختم کتاب

غلام علیخاں لطیف عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا قزلباش امیر امامیہ مذہب کا پیرو تھا لطیف

تفنن الطبع شاعری کرتا۔ وہ اپنی شاعری کے سوا اپنی امارت اور شرافت پر بھی فخر اور ناز کرتا ہے وہ حیدرآبادی ہونے پر بھی اظہار تفخر کرتا ہے بڑا پرگو شاعر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار پانچ سو شعر کی مثنوی لکھ دی۔ ظفر نامہ کے مقابل وہ فردوسی کے شاہ نامہ کو ہیچ خیال کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ "ظفر نامہ شاہنامہ کا تاج ہے کیونکہ اس میں رستم اسفندار، سیمرغ کی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ظفر نامہ میں مردوں کی تعریف اور محمد حنیفہ کے حالات ہیں۔ ظفر نامہ میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ روشن دلوں پر ظاہر ہو سکتی ہیں"۔

مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے سات شعر ہیں اس کے بعد نعت میں پانچ شعر کہے ہیں پھر حضرت علیؓ اور حسینؓ کی منقبت میں (۱۸) شعر ہیں۔ اس میں یزید پر لعنت بھی کی گئی ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے ختم قصہ پر چند مرثیے خود کے طبع زاد لکھے ہیں اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان قرار دیکر اپنے متعلق اظہار خیال کیا ہے پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ظفر نامہ جنگ نامہ کے ہم مضمون ہے مگر دونوں کے قصوں میں اختلاف بھی ہے چنانچہ قصہ کی صراحت سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔ ظفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسینؓ نے اپنے بھائی محمد حنیف کو اپنا بدلہ لینے کے لئے لکھا وہ اپنے ملک سے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اول مدینہ پر عتبہ ابن ولید سے مقابلہ ہوا اس کے بعد یزید سے مختلف معرکہ آرائیاں ہوئیں یزید اپنی مدد کے لئے شاہ زنگ شاہ فرنگ وغیرہ کو طلب کیا محمد حنیفہ نے اپنے تین بھائیوں طالب علی۔ عاقل علی اور عقیل علی کو بلوایا اس کے سوا تین ترک سردار طوغان موغان اور عثمان بھی امداد کے لئے آئے متعدد جنگوں کے بعد جس میں بہادری اور شجاعت کے مختلف نمونے پیش ہوتے ہیں شہر دمشق کا محاصرہ ہوتا ہے اس کو فتح کر کے امام زین العابدین کو یہاں کا بادشاہ بنایا جاتا ہے جو وہاں پہلے سے مقید تھے۔ اس کے بعد محمد حنیفہ غائب

ہو جاتے ہیں جس پر امام کو سخت رنج ہوتا ہے وہ دمشق کے تخت پر اپنے بھائی علی اکبر کو حکمراں کر کے خود سلطنت سے کنارہ کش ہو کر سیاح ہو جاتے ہیں کہ میں ایک روشن دل فقیر آپ کا مرید ہوتا ہے اب آپ مدینہ آکر علم سنا وہ کرتے اور محرم کی بنا قایم ہوتی ہے۔

اس وضاحت سے جنگ نامہ اور ظفر نامہ کا اختلاف معلوم ہو سکتا ہے۔

ظفر نامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد

کروں ابتدا بسم اللہ ستے	مدد منگ ستے بسم اللہ ستے
کہ اول کروں وصف اللہ کا	جنے جیو دیا سوا لا اللہ کا
بڑا باغنی کل شی کا دھنی	مساکین ہووین تس کرم تے غنی

بادشاہ کی مدح

کہ فی الحال کر بوتا ہوں عیاں	مرتب کیا ہور کہاں سو بیان
تہا جب دور سلطان شہ بوالحسن	شہر حیدر آباد انکا وطن
کیا تب ظفر نامہ کا میں بنا	مرتب کئی لک سونا چپ رہنا
محرم کا جب بدر پورا ہوا	ظفر نامہ کا تب ظہورا ہوا
بنا یوں کیا دن کمر باندرات	مرتب سو عاشور کہ چاندرات
ظفر نامہ یکسال میں سب کیا	دہانتی ہر کتیں سو پرسنے دیا
سنہ یکہزار و نود پانچ پر	بنا کر مرتب کیا یو اچھر
قزلباش قرو نیلوانزاد ہوں	ولے زادہ حیدر آباد ہوں
ہی تاریخ مولود میرا غنی	سدا دہیان تیرا دی مج ای دہنی
ہوں سلطان عبداللہ کہ دور کا	سنجاع ہور سخا ہوں بری تور کا

لطیف ہون لطیف ہون لطیف ہون لطیف ۔۔ ضعیف ہون نحیف ہون ظریف ہون حریف
مطول نہ کر اب کیا مختصر ۔۔ سکل ابتدا انتہا سو یو بو لکر
ہی پورا یو سب مثنوی کا شمار ۔۔ سراپا سو بلکہ اوک پنجہزار
نہ ماندہ نہ سست ہو کو نا کر عتاب ۔۔ کیا خرمی سات ختم کتاب
ہزاران درود ہور ہزاران سلام ۔۔ نبی ہور ولی پر اچھو مدام
مناجات حروفات تجھی میں بند ۔۔ کتا ہون سو دل رکھ سنو دردمند
کسافت تے جون دور تون صادقان ۔۔ لطیف ہے کہ مفتاح دون عاشقان

معلوم ہوتا ہے کہ لطیف نے اس کو شاہ نامہ کے جواب پر لکھا ہے اور اپنے کتاب کو اس پر ترجیح دیتا ہے ۔ ذیل کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ظفرنامہ شہنامہ کا تاج ہے ۔۔ رعیت ہے وہ یو راج ہے
کہ شہنامہ وصف ارا ضعیف ہے ۔۔ ظفرنامہ مردان کہ تعریف ہے
کو رستم اتہا یک بلے سیستان ۔۔ فردوسی کیا رستم داستان
پدر اس کا سیچ کر دبرتر اتہا ۔۔ ولے کیا کہ سیمرغ پرور اتہا
محمد حنیفہ شہی انجمن ۔۔ تمن اول تے گردان کہ گردن شکن

ہمیشہ جی تس دیکھی تو ہور ہوی ۔۔ کہ شاعر زبردست پر زور ہوی
ظفرنامہ سالم ہے مثل غرور ۔۔ ہوی تس دکنی تے حفظ اوک روز نزد
نکو جانو یو اوچ پرداز کر ۔۔ بندیا ہون سو تس میانے کے راز دہر
ظفرنامہ مردان کا میدان ہے ۔۔ کہ شہنامہ کنبد ہور یو چوگاں ہے
کیا کام اِت کنکن کہ تین ارسی ۔۔ وک تسین عربی ہے ہور فارسی

بن داناہی تو دیک دانائی ستے | کبینا ہے تو دیک بینائی ستے
ظفرنامہ میں کام کیا کیا ہوا | ہے روشن دلانکا پور وشن دیوا

ا قصہ

خبر دیتی ہیں راویان اسو ضا | ہوا کیون امی سو یو قدر و قضا
لتی کربلا کی سو جیکری میان | حسین ایکنہ مدین لک سب بیان
دکا بدار کی رات دی بولی تب | میں استہار پرجو شہید ہیون جب
ون اسوقت نامہ سولی رات رات | محمد حنیفہ کی دی جا کو مات
بکا بدار اسد رات بعد از حسین | روانہ ہوا کر کونپر اشک نین
دو منزل سو یک کر کو چلنی لگیا | کر سیماب تیون بیک دمنی لگیا

س کا مقابلہ

اسے پلیس بد حال سنے مار کر | تجی بھیجتیا ہون دو زخ بہتر
یو سن بات دلمال مردار خوار | تو ہفصد منی گرز تیں نا بکار
اچا کر ستیا جکہ وانتا کرور | تب طالب علی چین لیے صت مدور
دہان تے سو نیزہ کہ تیں راست کر | چلایو ملعون وو شاہ پر
و نیزہ صدو بست گز تہا دراز | تسے لے لئے کار کرشا ہباز
کہ بعد از غضبناک ہو کر لعین | لگیا تیغ کی کرنے ضربان دہین
ہر یکضرب اسکی لگی کرنے رد | ہنر د ایسا دہو کر سرد
پہوا کر انکی ہیل تن پیل تا | نہ دہستا انکہ و چپ اپ کیتا
دیکھیا زنکی اکل نہ دہستا ہی فیل | نہیں نفع کی ضرب کرتا تو کیل

کہل دیک بازی دہمت کون ہار
ترنگ کیا پچی سنگر تا پکار

ہنی کے کئے چار یک سند قلم
لنبا ہونپر پا بہیں پوزنگی کلم

دہمک پیضرب تے چہلم سرپتی
نکل جا پریا دور دک نکبتی

نیکی سیس تے اٹ کو ملعون خر
پکپر کر لیا دک دوال کمر

توطالب علی بہی نکچ کر سوال
پکر جلد لیتی کمر کا دوال

زنگی کا وزوری بہوت کر تہکیا
ولی شیر کے تیں ہلا نیں سکیا

یوطالب علی حیدری زور کر
اچا کر پہرا ماری یوں یہیں اپر

کہ جون بجلی بادل ستے کپر کپرا
پڑی تیوں زمیں پر پڑیا کپر کپرا

جنگ کا سین

جب کفار کا صف نمودار ہوا
تب اسلام کا تیز تر وار ہوا

ادہرتے فرنگی دو زنگی کدہنک
خبردار ہو یک کرسا تہ جنک

سکل توپیان ہین ہو دا سری
بند اسب خران تیں سنری پاکہری

فرنگی سو باجا وسکے دہست کا
بجاتے جون دجال کمذات کا

دمامہ سو جون فیل کہ کو زیتون
نفیری سو جون جند کہ سوزیتون

نشانان سو جون دہوتران کہ مثال
کہری کہول صف بند ہو کالا اہیال

سیکتے انہیں دستے تہی جوت دہوتری
کتی اتین شیطان کہ تہی پوتری

دک ان تیں سو یوسب صف صفدری
علم اکری کہول کر حیدری

تو بانکا دمی حیدری تارتا
کمر کیا ہی طاد سس ہنکارتا

تب اسوقت کرنا سو یرن درپیری
کہ جون شیر میدان میں کرکری

طبل حیدری سنکو تب بیدرنگ
لرزنے لکیا صف ستے باسشاہ فرنگ

جب اس فتح دو دہر سوں کچ بہار ہوا | تو بہاتان نقیبان کا ہنکار ہوا
کہ کن پہلوان قصد میدان کر | بکت طفل دست اپس پیجان کر

قصہ کے خاتمہ پر جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام زین العابدین مدینہ منورہ داخل ہو کر لوگوں کو مرید کرتے اور شجرہ دینے لگے۔ اس کی پوری صراحت یعنی آپ کس طرح مرید کرتے وقت نصیحت وغیرہ کرتے تھے اس کا بیان کرنے کے بعد "بنا رمحرم" کا عنوان قایم کیا ہے۔ اس میں بیان کرتا ہے۔

سنک دن پچھی دیک ماہ عشور | کہ رسم عزا جکمین کینی ظہور
شدیان میں کری کر علاوا بندا | دہی دہول سنج بیانے غمکا ندا
لوہی دہاستے نقل کر ستعید | مقرر سو دیس کا کرد عید
کہیں کہیں چراغا جلانے لگے | شب و روز کنہچرا کہلانے لگے
کہ تا ریزہ تربت بنانے لگے | حسینا بدل دھن لٹانے لگے
کہ ہر شب اپے روضہ خوانے کریں | سہیلن اپنی لے سات علاوہ پہریں
کہ بعد از شدیان کہ سوا بیعت حضور | کریں ہادی ہو مرثیہ کا ظہور
پرین ذکر ذاکر ہو کر جب امام | ردادیان ہو تب بیجر بولیں تمام
دہانتی سو عباد شہ نامدار | اتہی یول رو رو ٹہیکر زار زار
ہمارا عزیزان سنو درد و دکھ | ہوا کہوں سو کاریو میں ہو کھو کر
بنا مرثیہ کا سنو ای عزیز | کتا ہوں سو سب کہول کر باتمیز

اب ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس میں نہ صرف واقعات مشترک ہیں بلکہ دونوں ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ظفرنامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

کھڑے کر کو جا معرکہ میں ترنگ
اٹھی اسو ضبح بول کر بیدرنگ

ارے کافران عادیان پچہ یاہ
بکی آدنا پہور داتول ھیا

بنی تیں کرون مار تیلا اتال
اڑموتی کو کر کر کرو شلی تہال

یو سنکر سہراب زنگی پلید
غضب سات آکر نبزد ولید

کہا آج مج شام کی شہرمیں
نئی ھیں برا پہلوان دھرمیں

میرا تیس پر پانچ گز قد اھی
بری عادیان منج اکی رداھی

....

یوچھورے تیرا نام کیا ھی سو بول
کی بی نام کی چکلی کرتا کلول

جنگ نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

طالب علی محمد حنیفہ سے اجازت لیکر میدان میں آئے اور یوں مبارز طلب ہوئے۔

کہایون یزید بان پو نعرہ یلین
جھنم میں اے قوم آتش قرن

چلے آؤ میری اوپر تیس بتیس
کہرک تل اوتارون ہر اتنک کا سیس

اتہا ئیکہ یذ بران میں زنگی کتا
خمر تپن ہاراگو دہنگی کتا

اتہا قد اونچا زنگی تیس گز
اپر پانچہ گز مل کو پنچہ تیس گز

بڑا اوچہ لشکر میں زنگی سکتے
او سے ناؤں سہراب زنگی کہتے

....

سو ورحال زنگی نی دیں جلد ہوا
سو طالب علی کا مقابل ہوا

کہایوں اے ناداں حیوان تمام
تیری ہور تیری بابکا کیا ہے نام

ظفر نامہ

تب ہنس کر کہی ای لعین فہم تمین
کتا ہوں سو سن دور کر وہم تمین
کہ شیران کتی مجکوں طالب علی
میرا باپ ازل تھی رکھا و لی
یو ملعون و کیا پوچھتا داستان
اتا چپر تا ہوں تجی راستان
یو سن بات سہراب زنگی لعین
غضب سات شمشیر والیا سنگین
کریون جلد اسکا سو کر ضرب رد
تب ایسا ستی حیدری ضرب نرد
سپر اس لعین کا اتر کر ترنگ
کہ گردن پری دھرت پر بید رنگ
دسہراب زنگی سو ہو پانول اتار
لکیا عجز کرنی کی تیں بیشمار
تب اسوقت شہزادہ دیتی امان
وہ دو جا منگا کر فرس بیگمان
چڑا سپر وبی شم پھر آئی کر
کہ واران لکیا مارنی سر بسر
یک ایسا پہرا ضرب سر میں دئی
اسی اسکے گہوری تل دو گئے

جنگ نامہ

دو لشکر طرف دو کہری دیکتے
مسلمان کا زجیتی نہی دستے
کہے سن ای زنگی کہاں تیغ کتے
میں طالب علی و ندمون ہون میں
ویکہ وار زنگی کہ دنبکی کیا
سواو وار غازی سر پر لیا
پکر ہات یکہ و اران عد کیا
یو سہراب کو وار ان رد کیا
نزان ہات دونون میں ہونے لگی
لگے وہات کون بہانن ہونے لگی
کہرک کون کہدک لک کہپاری ہوئے
کہپاری سون ماتن آری ہوئے
سو طالب علی ہات کر یاد او
اس سنور نے اوسکون سکلا سو
زنگی پر سواو ہات حیدر کیا
وسے ہور ملا اسکی تکبیر کیا
رکہیا مار زنگی کون دو و عد کیا
یزیدیان کے لشکر میں تہر کما دیا

ظفر نامہ

کہ جتنا لنبا تہا سو آتنا بطول
دو حصہ دھو کر پڑیا بہین تتول
جب اسو صنع سہراب زنگی ہوا
عقب سات تب ایک آکر نوا

طوغان ترک و موغان ترک امداد کو آتے ہیں۔

کتا ہوں سنو کہوں نقل عجب
کئی فتح سو تیر ہا ہی وجب
دو کیوں فتح کیتین ہیں سو بو تاؤن
چہپا راز اظہار کر کہو قداؤن
کتی ہیں کہ یکروز طوغان ترک
کہ عثمان ترک ہور موغان ترک
یو تینو برادر سو اپنی سرا
کہ تبریز میں بیٹ مجلس بہرا
ہو غمناک تب یون لگی بولنی
چہپا مدعا اپنا کہول نی
کہی یا ایاں کہ لی دن بی حسنین کا
نہ آیا خبر شاہ کی دو نین کا
خدا جانے انکا سو کیا حال ہے
کہ کیا غمزدہ ہیں کہ خوشحال ہے

جنگ نامہ

اس میں ذکر یہ ہے احمد اور ارقش دو بھائی تھے وہ محمد حنیف کی امداد کو آئے اور دشمن کے لشکر کی حالت دیکھکر ارقش طوغان ترک کو جاکر اس حال سے آگاہ کرتا ہے۔

چلیا وینچہ ارقش نی طوغان کرن
او طوغان کون ہور موغان کرن
ہوا جاکہ حاضر و طوغان کنے
لکیا حال یکدہرتی سب بولنے

یہ دونوں اشعار ایک سابقہ عنوان کے ختم پر آئے ہیں اس کے بعد نیا عنوان اس امر کا شروع ہوا ہے۔

"طوغان اور موغان مدد کو آئے"

بزان نزو دیکر او تہی کو بیچکر
چلے آئی طوغان موغان کر
فاما بزیدان اپس میں اپس
شتابان بہائی سو جاکر سپر کھپے

ظفر نامہ

مجالس پی یون بول پڑنے لگی
یو تینو یک انجوان تی دھونی لگی
قضارا سو تب ایک قاصد شتاب
محمد حنیفہ کا لا کر جواب
کہ غوغاں ترک ہاتیں آ دیا
لی دو نامہ تب کہولکر دیکہیا
تو تسمیں سراسر ہی حسنین کا
حقیقت علی کی سو دو تیں کا
و نامہ سراپا سو پڑ کر تمام
یو کر ملکو غم پا سپکل خاص و عام

حارث بن ابراہیم اشتر کے جنگ کا ذکر ملاحظہ ہو۔

یو جنگ حارث اشتر سی نو خیز کا
کتا ہون سنو ایسی خون ریز کا
کہتی ہیں کہ ابراہیم اشتر کی مین
تہا چودہ برس کا نہنگ پوت دین

....

جنگ نامہ

حارث بن ابراہیم اشتر کا جنگ

اتہا ایکہ اشتر کون فرزند نیکہ
او چودہ برس عمر دلبند نیکہ
اسے ناؤن حارث اتہا کر سکتے
جو او حارث این اشتر کتے

....

ظفرنامہ

و پولاد ہمراہ لی چالیس کپوت
نواسی سیکل عادی جون نسل بہوت
سب آئی ہیں پولاد میں غرق ہو
چلی آئی جینی ستی فرق ہو
سریاں پاکھراں باندھو یویاں کی تین
جہلم توب بند کر کنگیاں سر پو دین
غرورے منم ساست تو آئی چل
ولی دیکھ یو ضو ہو ہی چل بچل

....

منجی ایک فرزند شمشاد ہی
میرے عادیاں میں و آزاد ہی
اسس بہیجتا ہون کہ لہو منی
تسی بند کو اب لائی تیوں جالنی
یوں اسو ضع تی بول شمشاد تیں
پولا کر کہا تسکو پولاد دین
بکی جا یو کو دک پکڑ لیا کپوت
توں تس حق اپر جون اہی نس بہوت
کہ بعد از سو شمشاد مغرور نی
انگی آئیکر پہرنی رن سو رتی

جنگ نامہ

سسن ای بات مردان فولاد کون
لیا جاسے فولاد میدان تون
کہا وردکاں پہرکی لو وان سون
ہر یک یک کا لیاں تھی جان تون
میرا دیکہ لالق تون چہوری اد پو
تو سو عین منو لہچتا سے تکو
منگاتا ہون میں بہیج فرزند کون
بکر اسکوں جلتا پکس تندن سون
اتہا پہلوان کس قوہی باد کو
بکاریا او سے فرزند شمشاد کو
سو در حال شمشاد جا باپ کن
کہا باپ جا اسس بچی کون نرن
سو در حال شمشاد میدان منی
کیا وار حارث پو شیطان سنے
جو او وار حارث نی رد کو اسی
کیا وار حارث نی بد کر اسے
ابسے وار میں قتل شمشاد کون
منتلیا مار دوزخ میں دنیا میں سون
مو او دیکہ شمشاد اس حال سون
نہ طاقت رہیا دیکہ سو سال کون

ظفرنامه

جلد ڈالیا تیغ کر دست دراز
تو کیا اُسکی شیر کہ تین کراز
وعین حارث اشتر سو کر ضرب دو
تب ایسا ستیا حیدری ضرب فرو
اسی اسکے گہوری تی مثل غبار
کیا جلد فی الفور یک وار مار

....

دوال کمر حارث اشتر کا دین
دغاتی پکڑ کر لیا جب لعین
کہ تب حارث اشتر سو پیچ کر
اپی اسکے پکڑیا دوال کمر
دو دہرتی لگیا زور جب زور یون
کہ تب شیر نر کو پڑ زور دون
پہرسی یو فرہاد تین زین تی
معلق اچالیکو مرد جتی

....

یو بدحال فرہاد کا دیک کر
دغاار غسس آکر و دیجور خر
یکایک ہوا حارث اشتر اپر
ملعون مرتد سستیا بیک کر

جنگ نامه

سو سر سال ورحال حارث اپر
کیا وار حارث پو نیزا پکر
جو حارث نی نیزا اُسکو کہنچ کر
کیا وار نیزا یکو اسس اوپر
رکھیا مار سینے کی پیلا دکر
دیا بہیج سو سان شمشاد کر

....

دو فرہاد حارث سکے نزدیک آ
یکایک کمر بند میں ہات بہا
جو حارث نے دیکھا کیا وسس سو
.... بہی کمر اسس لیا پکر او
بران زور دو تو ہو نی لگیا
سو دونو منے زور ہونی لگیا
او فرہاد نی زور کرنی لگیا
کیا زور سنے بن نہ حارث دکیا
جو یک زور حارث نے حملا کیا
سو فرہاد کون کہیچ دو زانو لیا
اماق اوچا کر لیا سر اوپر
بچھاریا زمیں پر پھرا اسس بسر

....

ظفرنامہ

یونو خیزو ضرب رد کر کو دیک
اپی بی ستیا حیدری ضرب یک

....

دیکہت یو تماشا سکل قدسیان
کہ صد آفرین بولی براسے جو ان
یو ہوئی تیغ بازی سواس حدتلک
کہ خورشید آیا یہ قطب فلک

محمد حنیفہ کے غائب ہونے کے بیان میں کہتا ہے۔

جنگل کہات سب لہو ستی بہر کیا
اچنبا عجب کام سشہ کر کیا
حوارج کہ جب لہو کے ندی چلی
کہ پاتال لگ تسو دہرتے چلے
لہوتیں سو کہورا لکیا تیر سنے
چلی کر فرتما اچا سیر سنے
بیکا یک تو اسمان پرسے صدا
دیا غیب سیتی سو ہاتف ندا

جنگ نامہ

طویل صراحت ہے کئی لوگ رڑنے آتے ہیں۔

کیا وار حارث پو ترتا ترت
سواس وارکون ہکہ تالیا ہوت
کیا وار حارث سنے دیجور پر
سو دیجورتے ہات ٹالیا کمر
بزان وار پر وار ہونی لکے
یکس ٹیکہ کلہاری ہونی لکی

....

ادھارسف کون لشکر ہتا سب سکل
کہی مرحبا ای سپاہی ادل

لکیا لہو میں تیرنی ترنک سوار ل
اوشہد یکہ حیف شاہ اسوار ل
پہر اسکی اپر سخن جلتھل جو ہو
ارکہ سخن جلتھل جو بی داد ہو
ترکہ اس بہتے لہومیں پہوبہو کہس
لکیا کرنی بندی خدا ہنس نہیں
لکے کاٹنے سخن بندی خدا
کہ از غیب میتون شاہ کون آیا نزا

ظفرنامه

ای میری محمد حنیفہ دلیر
تیا کاٹ ہنوز تکر ہوی نیں میں سیر
میری آخیر یدہ یو ہیں کر سکل
تمن کاٹ کیتی ہیں یوں رن کندل
یو کر آفریدہ تیری وستے
تو یون بیجکر کاٹ کر ہودتے
محمد حنیفہ یو سنکر صدا
وہیں ہو کو تازی اپر تے جدا
کہ ترس خداویں اپن منمیں لا
یو دیان سیتی ہو ٹیکر دود لا

....

علی اکبر انپری جب آغاز کن
یکایک سنی غیب تے یو سخن
محمد حنیفہ نے تے ہمنا ہی کام
تمن جا کو پہریان تے اپنے مقام

جنگ نامه

کہ بندی تیری ہیں یا بندی میری
سمجو سچ تون تیری ہیں بندی میری
مگر کیا اونن کا توتہ کرتا رہے
انو کون تون پیدا کرنہا رہے
مگر تون انن کا خدا ذوالجلال
کہ اس ذات ماں تجی کیا مجال
پیا یون نداشاہ کے کوشش جا
مگرا کر شہنشاہ و ترنکر بان بہا
سنیا جون نداشانی اسمان کا
مہربان خداوند رحمان کا

....

علی اکبر اس غاری کن آئی کر
کیے قصد اپی یہی کہ جانی بہتر
علی اکبر شاہ سنے آوار یہی
ہوا غیب کا انکون آواز یہی
کہی پہر علی اکبر اندر ہنی
خبر یوں زین العابدین کو لی
محمد حنیف سون منجی کام ہے
منجے کام اس سو تجہ صبح شام ہے

جنگ نامہ اور ظفر نامہ قطب شاہی دور کے رزمیہ مثنویاں ہیں۔ عادل شاہی عہد کی رزمیہ مثنوی خاور نامہ ہے اس کے ساتھ بھی مقابلہ نامناسب نہیں ہے خصوصاً جبکہ بعض حالات قریب قریب یکساں ہو جاتے ہیں۔

خاور نامہ

مقابلہ علی طہماس

اویوں بولکر قصد جولان کیا
کمان زد کیا سو رمیدان بیا
کسی تیر باران دونو ملکر سخت
ہوا کالا خورشید کا روی بخت
بہت تیر بستی انو بر سپر
تون بولیکا سپر انکو دان آسی پر
خالی کتی ترکش ز تیر خدنگ
نیزی لیکر او کہولی بازو جنگ
کئی نیزی لیکر او چندان ستیز
ہوئی تیری ہانیں زیر زبر
وہاں بھی انو لتی کو پال و گرز
دکھا ی مردی اپنی بیاری ی زر
ہوی کو تنی تھی نرم پاہا
سنگین کسی حت میں کو پاہا

ظفر نامہ

مقابلہ عقیل علی و قیصر قیصراں

کہ قلجلہ ہشتاد تن مومنان
شہیدان کیا قیصر قیصران
عقیل علی دیک طاقت نہ لا
دتا رخش کا فر پو تیجی چلا

....

عقیل علی تب لسو اکاری
معلق ہوا کی اپر ڈال دی
و کبر اسو اپنی انکہی کھینچ کر
برہنہ سو خنجر لیو کر شیر نر
یون اسد ہات ماری سینہ کی بہتر
جھلکی لگی تیوں انی پیٹ پر
کر تب قیصر قیصران است منم
ہوا شیر کی ہات تی غنم

خاورنامہ

لیا تیغ طہماس کرنی کون جنگ
کیا شیر سون بہوت کوشش پلنگ
عجب کتی دیکہ حیدر نامدار
اچاتی اپنی سر کی اپر ذوالفقار
کری ایک اس تیغ کون مایہ وار
تون بولیکا خورشید کون سایہ دار
مو اودر تہی طہماس کا کہ جون رز
لیا باکہ اپر اوپی زرین سپر
ماری سر اپر تیغ اھن گذار
سپر سر اپر اس سر اجون خیار
جو اس شیر کی تیغ کاتی سپر
چرا یاہی طہماس بدخواہ سر
کہوریکی عنیس کون پہرا یا او تیز
چلیا تازی کون لیکر راہ گریز

ظفرنامہ

مقابلہ علی اکبر و زنگی

سپر گرز کاتب اتہایون طرات
سنے تو دو صف کہ خلایق براق
ولے گرز سنگیں دہمک کہ تلے
یوسفہ زادہ کہ ار بند بند ہلی
ولیکن شجاعت میں کچ شک نہ تھا
وہاں سے تہی و شیر بیشکے تہا
قضارا دویم ضرب الغا لعین
منکیا سٹتے سشہ پر سو باکبر وکیں
علی اکبر اسوقت لے نام رب
لیکر گرز تین کا رہتن سے تب
پہرا کر پہرا کر سو کس سس پہ
ملک تیون سواری لا ابلیس پر
و شیطان بچہ لاک حیلہ مشکلات
یو کر گرز دو آپنی دہال سات
نکاکر منکیا تیغ سٹتے بدل
اسے پے لیکر کار یوسفہ نول
اسے تیغ تیں کرکو سنید اعلم
کٹے چار یکر تس فرس کہ قلم

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

لیا ات اس وقت شمشیر شیر
بہت سر جوتن تہی انی لیا یا زیر
ہر یک حملہ میں ماریا دلدل سوار
وہاں تیں سو مرد پچہے نام دار
انی کنڈلی ات شیر نبرد
کو تیا بہوت اسپ تار سر اہی مرد
چلی سکلی یا ماں حیدر زجائے
پاری مار لشکر کون سکل زپائے
دو ملکا کا لشکروان ایا بہم
ہوا سب بہریا تا لڑ ریز و بم

ظفر نامہ

دیا حکم مروان کہ تین تب یزید
نکالو اتا بہار لشکر شدید
اسے حکم میں چار دہ لک سوار
ملا انہین کنجر متی کے ہزار
سکل تین ملا چار دہ فوج کر
پس و پیش وین بحر کا موج کر
چلا لوٹ کہ بہار مروان لعین
کہرا ہیر رہیا جا کو تب تر دہین
یو یزیدیان چار دہ فوج ہو
کہری باند صف بحر کہ موج ہو
دامی بجا لیتے سالم سپاہ
نشانان کہری کہول کر رو سیاہ
دک ایسا ہنگامہ تو یو سغیر زر
ترنکر تین دتا آکو میدان پر
محمد حنیفہ لے صف صفدری
نشانان کہری کہول کر حیدری
طبل حیدری یون تو بجنے لکیا
کہ جون چک پو بادل کرجنی لکیا
یو سنکر صدا تب حصار دمشق
لرزنے لکیا چہور چکر لیا عشق

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

اتہی گرد مردان جو گیتی شتاب
ہوا کالا اسپار کون آفتاب
ہوا وان جھکا جاک تیغ و تبر
جو نمیں ہوش رہی کانیں کیدکر
نیزہی کیان سنیان کیان خون تجاک
زرہ تن پہ مردان سب چاک چاک
نیزہی کیان سنان سینہ جہ تہان
بہانڈیان کیان خان پی کلو کر تہان
کہوبیان وان سنیان پی بند زرہ
وان پیکان کہوبیان پی بند گرہ
تہا لہو بہتا بہتا تہا زمیں کے اپر
سوار انکی پانو تہاری نیں یک دگر
بہی یکطرف تہی لشکر خاوران
برستی تہی شمشیر و گرز گران
بہی یکطرف تہی کوئی خبردار نہیں
سو لشکر کہی جہگرا کرنے وہیں
تہی وضع سوتا تہا تا شاہ زنگ
زمیں کیتا رومیان کی لشکر پر تنگ
علم شاہ مغرب کیا سرنگون
وپہا وان اجت جا کر در موج خون

ظفر نامہ جنگ مغلوبہ

جب اس وضع آراستہ صحن ہوا
یو دہشت سے دو فوج سب سین ہوا

....

یکیلا میں ان سجتے لرتا ہون جا
یو بکریان پو ہوشیر پرتا ہون جا
تمیں زود اپ تمہارستے نا ہلو
کرون جب اشارت تو تب آ ہلو

....

ترنگ تیں اسر گرم کا دہی میں لیا
سکل تیں سو رن باندی دادی میں کیا
کہ مغرب میں کہ فوج مشرق منی
سنگیں مارتے توڑتے لیا اسنے
جنوبے میں کا فوج ست در شمال
اشارت کئے بہائی نیں جگ جال
دیکت دو اشارت سکل نیں سنبھال
زنگ کہچ کر پہور ترنگ تمیں اچھال
صف اسلام کا لیکو ہشتاد ہزار
ستے پہ کو بر جا ردہ لک سوار
محبان لگی سب تو یون مارنے
کہ دعوی حسنین تمیں سارنے

خاورنامہ

فلک کا دامن سب شفق خون کیا
زمیں کی تلیں جون فریدوں کیا

ظفرنامہ

زمان کا تو سنگر بلند ہاتی ہو
لیر ہے نے لگے بجر و بر چار سو
کہ چونہ ہر یون قل اٹھا مار مار
پکر سو زنا سوت کا تھا ہنکار

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لطیف پُرگو شاعر تھا مگر اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا ایک سال کے قلیل عرصہ میں (۵۵۰۰) شعر کہنا کوئی معمولی بات نہیں مگر اس کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اسلوب بیان درست نہیں ہے زبان کے لحاظ سے اگرچہ فائز کی مثنوی کے بعد لکھی گئی ہے مگر اس طرز کی نہیں ہے بلکہ قطب شاہی عہد کے دیگر مثنویوں کے مقابل کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کی زیادہ آمیزش نہیں ہے۔

لطیف کے مرثیوں کا نمونہ بھی دیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے گو وہ کوئی ادبی حیثیت نہ رکھتے ہوں مگر پھر بھی مضمون کے لحاظ سے ضرور قابل قدر ہیں۔ اگرچہ لطیف نے اپنے مذہبی جذبات کے لحاظ سے اپنی مثنوی کا پایہ نہایت بلند قرار دیا ہے اور اس کے مقابل شاہ نامہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر یہ صرف شاعرانہ خیال ہی خیال ہے۔ شاہ نامہ تو کجا میرے راستے میں یہ خاورنامہ کے مقابل بھی نہیں پہونچی۔

تاہم وہ اپنے عہد کا ایک اچھا شاعر تھا۔ اور بیوک سے اس کا پایہ شاعری بلند تھا ہندوستان میں اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں ممکن ہے انجمن ترقی اردو میں کوئی نسخہ موجود ہو تو ہو۔

محی الدین نامہ

اس کے دو مخطوطے یورپ میں ہیں۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اورنٹیل) ورق (۱۲) سطر (۱۳) سائز ۸ × ۵ خط نسخ تاریخ کتابت ۱۴ر محرم ۱۱۲۴ھ

انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۳۲/۵) ورق ۱۹ سطر (۱۱) سائز ۸ ¼ × ۵ ½ خط نسخ۔

برٹش میوزیم میں یہ کتاب حال ہی میں داخل ہوئی ہے اس کے متعلق کوئی مفصل کیٹلاگ نہیں ہے انڈیا آفس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں ایک نظم لکھی گئی ہے جس کا مصنف افضل ہے جس کی وضاحت صفحہ ۳۲ پر ہوئی ہے۔"

یورپ کے دوسرے مصنفین اسپرنگر۔ اسٹوارٹ وغیرہ کے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے افضل کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس نام کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک مغلیہ عہد میں جو شمالی ہند میں گزرا ہے۔ دوسرا دکھنی افضل شمالی ہند کے افضل نے جو نارنولی تھا۔ بارہ ماسہ کی تصنیف کی ہے۔ اور دکھنی افضل محی الدین نامہ اور متعدد مرثیوں کا مصنف ہے۔

افضل کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور قطب شاہی عہد کے بعد بھی موجود تھا میراں شاہ معروف کا مرید اور ان سے خلافت حاصل کی تھی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مثنوی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات میں لکھی گئی ہے جس میں آپ کے کرامات بھی درج ہیں۔

کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ بغیر کسی مدح و منقبت کے مثنوی شروع ہوئی ہے۔

بتیں قطب عالم محی الدین قدیر ۔۔۔ دو جگ ہیں تیرے ہات تون دستگیر
نہیں چاند تجہ نور دو جگ منی ۔۔۔ تون سلطان روشن اور پے کنے
محمد کے اولاد میں تون ، تن ۔۔۔ علی فاطمہ کے تون دلکا چمن
پیار حسن کا تون دل بندھو ۔۔۔ حسن بن مثنی کا فرزند ہے
جینے اماموں میں تو ہے امام ۔۔۔ ولیان میں تو سرور سچا نیکنام

اپنے مرشد کی مدح

میران شاہ معروف او دستگیر ۔۔۔ کئی دل میرا پاک روشن ضمیر
ہے افضل خلیفہ معروف شاہ ۔۔۔ لیوین ناؤن اس کا تو جائے گناہ
میران شاہ معروف اکمل ولی ۔۔۔ سو جد انکے عبد القادر ولی
میران شاہ معروف مقبول ہے ۔۔۔ محی الدین کے باغ کا پہول ہے
محی الدین دریا او موتی ہے جان ۔۔۔ سچے شاہ معروف میران سو جان
محی الدین کا لاڑلا جائی کا ۔۔۔ او ثانی محی الدین ہوآئے کا

ذیل کے اشعار سے تخلص کی وضاحت ہوتی ہے۔

تصدق کیا چہو او نر دوئی پر ۔۔۔ کیا ختم افضل ثنا سربسر
اگر اس ثنا میں جکوئی شک لیائے ۔۔۔ گناہگار عاصی ہو دوزخ میں جائے

معلوم ہوتا ہے افضل کا نام محمد افضل قادری تہا کیونکہ بعض اشعار سے اس کی یہی صراحت ہوتی ہے۔ مثلاً

کیا مختصر یو جمع راۃ عسام | کر صلوۃ سلطان پہ سب بیجو تمام
محمد کیا قسادری باغستم | بیجو درود سلطان پہ دمبدم

نفس مضمون کے چند اشعار :-

کہ ایک دیس چلے شاہ بغداد کن | چلے جا کئے بہار . پنا وطن
خبر ہوئی اوسی سشہر میں ٹھار ٹھار | ایا قطب عالم ہوا یوں ھنکار
کیے تاکیدسی سشیخ ثانی پیر | تکو شہر میں دیوانے فقیر
بلا بھیج لوگان جمع سب کرے | کہ سلطان کیسا ہے دیکھیں بجے
چلے سشیخ شا محی الدین کن | کہرے آجماعت سوں سب انجمن

یو عاجزی دیکھی سو غوث اعظم | سشفقت منی ان پو کینی کرم
ایا حکم درگاہ تہرا سے میرے خاص | جو کچھ تجہ کون ہونا منگ میرے پاس
کہے شاہ میں عاشق ہوں تجہ ذات کا | مجھے کیا ہے پروا کسی بات کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مراثی عہد قطب شاہی

دکھنی مرثیوں کا ایک مجموعہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ایک دوسری بیاض کیمبرج یونیورسٹی میں ہے۔ ان دونوں میں بیسوں شعرا کے مرثیے موجود ہیں۔

غالباً اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مرثیوں کی ابتدا دکن سے ہوئی مگر زمانہ مابعد میں شاعری کی اس صنف نے جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل کی وہ دکھنی مرثیوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو بات مرثیہ پن کی دکھنی مرثیوں کو حاصل رہی وہ لکھنؤ کے مرثیوں میں نہیں پائی جاتی دکھنی مرثیوں کا خاص مقصد مجلس عزا کو رُلانا تھا وہ اپنے کلام میں سوز و گداز رنج و غم کے مضامین اس طرح بیان کرتے تھے کہ اصل شہادتوں کا سماں پیش ہو جاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں عام طور پر مرثیہ گوئی کا رواج تھا نہ صرف خاص مرثیہ گو شعرا تھے بلکہ اکثر و بیشتر دیگر شعرا بھی ضرور اس صنف میں طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے کہ جس طرح دکھنی شعرا نے کوئی نہ کوئی مثنوی ضرور لکھی اسی طرح مرثیہ بھی کہا کرتے۔

قطب شاہی عہد کے جن شعرا کے مرثیوں کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ سلطان قلی۔ وجہی[1]۔ غواصی۔ عبداللہ قطب شاہ۔ لطیف۔ افضل۔ شاہی۔ کاظم۔ مرزا۔

مگر یورپ کے کتب خانوں میں صرف غواصی۔ لطیف۔ شاہی افضل۔ کاظم اور مرزا کے مرثیے پائے گئے اس لئے ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے مثلاً غواصی اور لطیف ان کے مرثیے بلا کسی صراحت کے اور جنکا حال مذکور نہیں ہوا ہے انکو کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔

---

[1] وجہی کے مرثیہ کے متعلق ہمارا خاص مضمون رسالہ مکتب حیدرآباد میں شائع ہوا ہے۔

مرثیہ غواصی

اس کا ایک مرثیہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے بیاض میں موجود ہے جس کے دس شعر ہیں۔

مرثیہ حضرت امام حسین

وستا نہیں کروں کیا او بیان کربلا کا
پھرتا ہوں زار ہوں میں حیران کربلا کا

آسمان تے خدایا جبرئیل اوتر کو آیا
روتا اوپرتے لایا فرمان کربلا کا

کہر بانا کربلا میں کر شکر ہر بلا میں
کیوں ہو کہ کربلا میں کہ سلطان کربلا کا

ہے دکھ بڑا یو سب تے نیں کس قرار تب تے
پکڑیا حسین جب تک میدان کربلا کا

دکھ سب ملک سنے ہیں ماتم زدے ہوئے ہیں
رو رو دریا کئے ہیں آسمان کربلا کا

چندا سک سوں سوتا اس دکھ سوں عمر کھوتا
تاریاں سوں روز روتا فرمان کربلا کا

جلتا ہے سورج تی دنیا کہری سہے روتی
کان تے ہوا یو کوفی مہمان کربلا کا

منج سک میں ہے دکھ بن ہوں میں نہال چمن
لاگیا ہے رات ہور دن منجہ دھیان کربلا کا

کرو ، رو رو کر بارا منجہ شاد کرنے ہارا
سو ہے حسین پیارا سر جان کربلا کا

غواصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیہ ہے ریحان کربلا کا

یہ مرثیہ اور اس کے علاوہ ایک اور مرثیہ مولوی صفی الدین صاحب مرحوم کے کتب خانہ والی بیاض میں بھی موجود ہے نیز چند مرثیے مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو کے پاس بھی پائے جاتے ہیں۔

مرثیہ لطیف

غلام علیخاں لطیف کے چند مرثیے ان کی مثنوی ظفر نامہ کے آخر میں موجود ہیں جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک مرثیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں[1]۔

یو آہ و فغاں سنکر عباس علی	چلے سکر تے نیر نیں سبلے
کہے تب حسینا کہ اے میرے بہائی	کر بیگی تیں کر تے ہم تے جدائی

---

[1] مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں بہی اس کا ایک مرثیہ ہے جس کے پچیس شعر ہیں یہاں ان کا اندراج نابالغ نامناسب نہیں ہے۔

اے اہل درد اشک سوں انکہیاں کو تر کرو	نکلیا ہے پہر یو ماہ محرم نظر کرو
نازل زمیں پو سر تے ہوا غم حسین کا	ماتم زدیاں کو انیک طرف تے خبر کرو
پہر تن کے عود سوز میں غم کی انگار آج	جیو ان کوں عود ہور دلاں کوں اگر کرو
سلطان کربلا کی غریبی کوں یاد کر	ٹکرے جگر کوں ہور دلاں کوں خنجر کرو
ہے درد اگر تمن کوں قیامت کی دہوپ کا	سایہ کوں اہل بیت کے سر کا چہتر کرو
جہاں لگ خوشی دنیا کی ہے سب ناخوشی سے	خود اس ناخوشی تے بات ایری سن حذر کرو
سشیر خدا کی بات میں یکرنگ خاک ہو	آسماں ہور زمیں کے اوپر فخر کرو
سینا کے گہرن کوں بقا نہیں فنا ہے یو	تکیہ تم اس گہران پو نکو یون بسر کرو
خلقت میں یو وجود ہے پتلا جو خاک کا	چندانہ اعتبار تم اس کے اوپر کرو
گر دینداد ہے تو دیو دین کوں رواج	یعنی بشر ہو خدمت خیر البشر کرو
بکتے ہے سرخ رو تمیں دو جہان میں تو	امرت کنکون ہور زبان کوں شکر کرو

میری فوج میانے کر تم تھے نشان   علم سٹ چلے سوی اب کہکشاں
علمدار تم کے قیامت اپر   ہوسی یا نتیں تحقیق مج خوب تر
علم تین سو جا بس دہرت اپر   کہ دین کر کو قائم اپہی بول کر

نوٹ بقیہ صفحہ ۸۰

امت کی چنگی ہونہ پیو باندیو پاپ   دوزخ میں سب ستم نہ اپس پر غدر کرو
خلق محمد کرم مرتضیٰ علی   انسان ہور عین یو اپنا سپر کرو
دل میں بقا کے گہر کا اگر ہے ہو شمن   نیکی کے دام خرچ کر جنت میں گہر کرو
بیدرد ہے جکوئی خوشش اس تے خدا نہیں   مردہو کلمیں درد کے یکدم گذر کرو
ایمان جوں چراغ ہے عافیت کے دار کا   بار لگے نہ تیوں جتن اس دل بہتر کرو
شیکنہ ہے چوکے سار جو سب کوں عزیز اچھے   امرت کلکوں ہور زبان کون شکر کرو
بے دین ہو یزید کیا دین میں خلل   لعنت مدام اس کے اوپر سپیہ کرو
گر سنہ علی ہے بات میں ثابت قدم تمیں   آیات ہور حدیث ہور سیں اثر کرو
جکوئی تمکون جیو دے پیدا کیا اول   دگر چلو نیت نہ اپسکون نذر کرو
دولت اوپر ابد کی نظر ہے تو دل کوں آج   گنجینۂ محبت اثنا عشر کرو
سینے اوپر تے کار ستو بغض کا کلنگ   دل دل سکو صاف دل کوں نیم کا چندر کرو
اور نے فلک کے بام پو اشتیاق تو   پیدا ہی کے سار سعادت کے پر کرو
اہل عبا کے غم سوں جنم آج صرف کر   محشر کے دبس ذوق خوشیاں میں اثر کرو
غواص کے زمانہ اچھے لطیف قول   اے عارفاں ہو جاؤ تمیں یو اچہر کرو

مرثیہ افضل

افضل کے دو مرثیے (اڈنبرا) کی بیاض میں ہیں ایک مرثیہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

حسین کا دلبر و دلدار قاسم | حسین کا مونس و غمخوار قاسم
کشیدہ رنج و غم بسیار قاسم | جہاں سوں دیدۂ خون بار قاسم
گیا از بدعت کفار قاسم

زمیں اس غم سوں ہے در جوش افضل | فلک کردید نیلی پوش افضل
ملائک سب ہوئی بیہوش افضل | کنوں زیں داستان خاموش افضل
گیا از بدعت کفار قاسم

مرثیہ شاہی

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں اس کے دو مرثیے ہیں جن کے تقریباً تیس شعر ہیں۔

شاہی کا نام شاہ قلی خاں ہے علمی قابلیت مسلمہ تھی تانا شاہ کی مصاحبت حاصل تھی مرثیہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ وہ امامیہ مذہب کا پیرو اور سختی کے ساتھ اپنے مذہب کا پابند تھا۔

حیدرآباد میں اس کے مرثیے عام طور پر مشہور تھے چنانچہ ان کو عالمگیر کے سپاہیوں نے بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح وہ شمالی ہند میں بھی پہونچ گئے۔

قایم نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"شاہ قلی خاں شاہی بھاگ نگر (حیدرآباد) کے رہنے والے طبع رسا اور فکر سخن اچھی رکھتے تھے۔ تانا شاہ کے ملازم تھے ان کے اشعار ہندوستان میں مشہور ہیں"

(صفحہ ۱۳۱۔ مخطوطہ انڈیا آفس)

علی ابراہیم خاں نے بھی اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا نمونہ پیش ہے۔

اے غریب یتیم سنا ہے عابد تیری زاری ہے
باپ کا مرنا دکھ کا بھرنا تس پہ یو بیماری ہے

تیغ کھڑی لے دشمن سر پر داویلا دکھ بھاری ہے
دہ مصیبت عابد تم پر آج کے دن بسیاری ہے

جبرئیل کہیں نیاؤ مجہ کون نام ہی کیا اس وادی کا
سنا جب کربل ہی مقتل حسین علی ہادی کا

کہا بہشت سیں پیام لیا یا عابد تیری دادی کا
کہن گھڑی ہو پوتے میرے تجھ پہ کیا سنگ ساری ہے

کلثوم زینب اور سکینہ بندی ہو تجھ بند دے سات
سر پدر کا نیزے اوپر کہاتے جاوین ہکی لات
کریں محل سنتے ایسی کہہ نا سکیں دل کی بات
چمکی بجلی گرجے بادل مینہ کے رات اندھاری سے

ہند سے تپ اور تن پر بنا سند ہوں سند سب اکڑے ہیں
ننگے پاؤں باکر بیڑی طوق گلے میں جکڑے ہیں
بے گنہ نبی کے فرزند بن تقصیروں فریادی پکڑے ہیں
بھوکے پیاسے کئی کئی دن کے مدت بیماری سے

....

وحدت بیعت اور ولایت یہ ہیں وصی کے رتبے سب
دوست دوست اور دشمن دشمن بوجھے ہوسے مومن سب
یا محمد محشر اندر شاہی جب تجھ بخشے رب
تب شفاعت کریو مجھ پر سب کے واں لاچاری سے

مرثیہ کاظم

اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دس مرثیے ہیں کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے۔ کاظم کے متعلق کوئی معلومات اس کے سوا نہیں ہیں کہ وہ عہد قطب شاہی سے تعلق رکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہو کہ یہ صرف مرثیہ گو ہی تھا۔ اس کے مرثئے خاص طور پر اس لئے قابل لحاظ ہیں کہ ان میں زیادہ تر مرثیہ پن پایا جاتا ہے۔ کاظم کا ذکر میں نے اپنی تالیف دکن اُردو میں بھی کیا ہے جبکہ مجھے صرف ایک شعر دستیاب ہوا تھا۔

اے نابکاران دین کا چھٹ گرانا کہاں روا
سرور نبی کی آل کو یو دو دکھ میں بنانا کہاں روا

دس مرثیوں میں یہ بھی شامل ہے۔ ذیل میں ان کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

رکھنا امام دین کے تمین جنگل منے بی آب و نان
طفلاں کوں اونکے بے گنہ غم میں سولانا کہاں روا
جنکو بٹھاتے تھے نبی دوش مبارک پر مدام
نیزہ پر اونکے سر کتئیں رکھ کر پھرانا کہاں روا

....

اے ظالمان دل خراب اے گمراہان ناصواب
اس طرح باقہر و عذاب شاہاں پر آنا کہاں روا
یہ رسم دامادی کہاں یہ صورت شادی کہاں
سہرا بندھا کفنی گلے جلوہ دلانا کہاں روا

اے سید عالی نسب شاہنشہ ملک عرب
شہر مدینہ چھوڑ کر جنگل بسانا کہان روا
کاظم نہین تاب و توان یو غم کا سب کہنا بیان
سقہ کے محبان کون رولانا دشمن ہنسانا کہان روا

دیگر

کیون رن میں چلا ہے وہ عالی جناب آج
کرتے ہیں اہل بیت نبی اضطراب آج
طوفان نوح برسے یزیدان کے حال پر
کرتے ہیں غم سون آل نبی آب آب آج

....

کاظم کیا ہے جنے ستم شاہ دین اوپر
لازم ہے اوس پہ لعنت حق بے حساب آج

دیگر

کیون یزیدان نے ستم بر سر سلطان کیا ۔۔۔ اوس رخ پاک کے تین خون سیں گل افشان کیا
زلف جمعیت ایمان کون پریشان کیا ۔۔۔ دین کون ہات سیں دے کفر پہ طغیان کیا

دیگر

تم اپنے دلبران کی خبر لو علی ولی ۔۔۔ بے تاج سروران کی خبر لو علی ولی
نیزون اوپر سران کی خبر لو علی ولی ۔۔۔ ظلم و ستم گران کی خبر لو علی ولی

آرام دل سکینہ بے تاب کون ہمنن
انکھیاں میں پادس کے لادیکھو خواب کون بہنن
کہیں نہ تھا یو درد کے اسباب کون نہین
غم ہے بیکران کی خبر لو علی ولی

جن کو سو لاگ گود میں رکھتے تہو دوش پر
دریا سے خون کے سر میں چلا اون کے جوش کر
کیا صبر کر رہے ہیں دو لب کون خموش کر
اوس نا امیدوان کی خبر لو علی ولی

ہے سر پہ اون کے تیغ کہستان کے روش
دل خون ہوا ہی غم سوں بدخشان کے روش
برسے انجھو نیں سیں نیسان کے روش
اوس پاک جوہران کی خبر لو علی ولی

گلزار احمدی پہ چلی صرصر خزان
کانٹوں پہ سو گوار ہو بیٹھے ہیں بلبلان
ہر سرو راستی پہ کریں نوحہ قربان
بیدل صنوبران کی خبر لو علی ولی

مرثیہ مرزا

یہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ اسی بیاض میں شامل ہیں۔
اس تخلص کے دکن میں دو شخص گذرے ہیں ایک قطب شاہی دوسرے عادل شاہی یہاں ہم کو قطب شاہی مرزا سے بحث ہے۔
مرزا کے متعلق اسپرنگر نے صراحت کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔
"مرزا ابوالقاسم سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے درباری تھے۔ جب
ان کے آقا قید کرئے گئے تو وہ عبداللہ گنج کے قریب حیدرآباد میں
فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے" (بحوالہ تذکرہ قایم) ۶۶۰
ان کے زندگی کے متعلق اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ ان کی کوئی مثنوی یا کوئی مستقل تصنیف دستیاب نہیں ہوئی جس سے ان کے متعلق کچھ معلومات ہوسکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں وہ مرثیہ گو تھے اور ہمیشہ مرثیہ کہا کرتے۔ اڈنبرا میں ان کے متعدد مرثئے ہیں۔
اس نے متعدد عنوان کے تحت اپنے مرثئے لکھے ہیں اور اکثر طویل مرثئے ہیں۔ مثلاً قصہ امام حسینؑ کے عنوان سے ایک مرثیہ ہے جس کے (۲۰۷) شعر ہیں قصہ امام قاسمؑ کے (۲۱۶) قصہ حر کے (۱۶۷) شعر۔ ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔
قصہ حسینؑ والے مرثئے میں اصغرؑ کی شہادت کا حال:۔

کہوں دکھ درد اصغر کا اور نور چشم سروَر کا
سنو غازی کے جوہر کا کرو زاری مسلمانان

عزیزان دل ہوا پر خون یو سن اصغر کے ماتم کون
کئے معصوم شہادت سون کرو زاری مسلمانان

حسین اصغر کوں منگاسے ان کے تیر تو بسلا ئے
نزان لشکر کئے لا ئے کروزاری مسلمانان
جتیاں پر اہنک تب مارے کہے لئے سکینہ ملان ستار
براکی میں نہ تم ہارے کروزاری مسلمانان

رات کا سما :—

محنت قبل کی رات ہے حرم پر گھات ہے
دل چورا اس غم ساتھے ہے تیرے فراقو یا حسین
یو رات جگ غمناک ہے عالم پو سب دنیاک ہے
پر خون جگر دل چاک ہے تیرے فراقون یا حسین

جنگ کی تاریخ فوج کی تعداد :—

ستہ پر یوں جس دن گھرایا تم رہیا جگ میں یو سوز
تب محرم کی دہم تاریخ تھا ہور جمعہ روز
سٹھ کنے چالیس پیارے تیس ہور دو تھے سوار
ظالماں کے دل منے تب تھے سواراں بیس ہزار

ایک دوسرا مرثیہ :—

بہی نہ تھا لباس نیلا ہے سب محبان کے تن میں غم تہیں
سیاہ پھیرا ہے پتلیوں سے ناتل سوں جگ کے نین میں غم تہیں

ہنوز زاری کا حق نہ ہوتا ادا ہمارے گلے سوں بیشک
بسان ندیاں ہو لو ہو کی بہتی اگر چہ سب کے بدن میں غم تہیں

ملا تہا بلبل سوں میں سحر گہ سنا ہوں احوال گلستاں کا
نہیں ہے کوئی بغیر نرگس رلے ہو گریاں چمن میں غم تہیں

ختا کا احوال مشک کہتا ہے جب سوں پہونچی ہے یہ خبر دیا ان
ہوا ہے سودا سوں جل کے کالا لو ہو غزال ختن میں غم تہیں

حسن کا احوال عشق کتیں خدا نہ دکھلائے اس دنوں میں
نین ڈوبے ہیں لو ہو میں رو رو زلف پڑی ہے شکن میں غم تہیں

یہ مرثیہ بوتراب سے قبول پاوے تو کچھ عجب نہیں
کہ روح قادر کی زار رووے پڑے جو مرزا دکن میں غم تہیں

(راؤبنرا)

شہادت امام حسین کا ذکر:۔

زخم تن اوپر جب لگے بے حساب
پڑے سر دراس رن میں جوں آفتاب

اٹھیا شور ہر شے سوں اس وقت پر
گیا ہانک یو عرش کے تخت پر

دھواں آہ کا اس گگن لگ گیا
سورج غم سوں شعلہ ہو سب جل گیا

نہ کلثوم زینب کوں طاقت رہیا
نہ کچھ شہر بانو کوں راحت رہیا

جتی اہل معصوم ہور بے یتیم
کہریا سب اوپر یو جفا ہور عظیم

بعد از او عمر سعد سراں رن تے لیا ہے
سب سر دو سوار انکی حوالے سو کیا ہے

تب شام کی جانب لے چلا اہل حرم کوں
بدبخت یزید پاس کئے ظلم و جفا سوں

یوں سب و سراں ہور حرم سات لیا سے
منزل او مقاماں کتے اس رہ میں کیا ہے

جس نہار مقام اس حق تی لشکر سون ہوا ہے   یک نور ظلمت سر ور سون ہوا ہے

دیگر

ہوئی جب تشنگی غالب امام انس و جان اوپر
خبر یوسنکو پانی نے آپس میں بیچ کہایا ہے

شہیدان کا لوہو ین پر پڑیا جب کربلا میا نے
فلک تعظیم سون اسکون شفق کرنے اچایا ہے

ہوا تن تے جدا جب سر شہنشاہ دو عالم کا
گگن سر کاٹ سورج کا شفق کے لہو میں نہایا ہے

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر:—

دیکھو چاند غم کا بہی آیا خدایا   خلائق کون پہر کر رولایا خدایا
محرم کے مہینے میں ظالم نے کیا   عزا کا بچھونا بچھایا خدایا

سب عالم کون مرزا نے رو رو کے غم سون
تھا جور کا پہر سونا یا خدایا

دیگر

انبیا کے دلبر حسینا نبی کے پیارے حسینا   اولیا کے سرور حسینا نبی کے پیارے حسینا
ند غم سون رونا مرزا نجھوان سیں کہہ دیونا مرا   سکھ سون ہرگز نہ سو مرزا ہیں نبی کے پیارے حسینا

دیگر

الوداع اے الوداع شاہ شہیدان الوداع | الوداع ابن علی دو جگ کے سلطان الوداع
شاہ دو عالم ہوئے مظلوم میران الوداع | یون چلے دنیائی فانی سون عزیزان الوداع

ہر محرم میں حسین کے درد کے تازے ہزار
دل اوپر مرزا کوں ہوتے ہیں یو داغان الوداع

مرزا کے سلام کا نمونہ :-

اے شاہ عالی مقام شاہ سلام علیک | ہر دو جہان کے امام شاہ سلام علیک
مومن کے من تمام شاہ پہ بھیجو سلام | صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

اے شہ دین شیر نر دہر توں کرم کے نظر
لطف سون مرزا اوپر شاہ سلام علیک

مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں مرزا کے (۳۴) مرثئے ہیں جن میں بعض کافی طویل ہیں۔

عادل شاہی مخطوطات

یوسف عادل شاہ بیجاپور کا صوبہ دار تھا بہمنی سلطنت کے زوال پر دیگر صوبہ داروں کی طرح ۸۹۵ھ میں اس نے بھی خودمختار حکومت قائم کر لی۔اس خاندان کے حسب ذیل افراد یکے بعد دیگرے سند حکمرانی پر جلوس فرما ہوئے۔

(۱) یوسف عادل شاہ	۸۹۵ھ تا ۹۱۶ھ
(۲) اسمٰعیل عادل شاہ	۹۱۶ھ تا ۹۴۱ھ
(۳) ملو عادل شاہ	۹۴۱ھ تا ۹۴۱ھ
(۴) ابراہیم عادل شاہ اول	۹۴۱ھ تا ۹۶۵ھ
(۵) علی عادل شاہ اول	۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ
(۶) ابراہیم عادل شاہ ثانی	۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ
(۷) محمد عادل شاہ	۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۷ھ
(۸) علی عادل شاہ ثانی	۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ
(۹) سکندر عادل شاہ	۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ

یوسف عادل شاہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے سرآمد روزگار تھا بادشاہ کی مصاحبت سے ترقی کرتے ہوئے صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اس کے بعد اپنی خودمختار حکومت قائم کر لی جو کچھ کم دو سو سال تک شان و شوکت کے ساتھ فرماں روائی کرتی رہی۔

یوسف عادل شاہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا اور فن موسیقی سے واقف علما و فضلا اور اہل فن کا بڑا قدر دان تھا۔

دور دور سے علما و شعرا کو اپنے دربار آنے کی دعوت دیتا اور بیش بہا تحفوں سے ان کی

ہمت افزائی کرتا تھا۔ موسیقی کے جلسوں میں بھی البیلی نظمیں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس نے شیعیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا تھا اس لئے تمام سیاسی اختیارات اور حکومت کے شعبے باہر سے آئے ہوئے ایرانی اور عراقی اصحاب کے تفویض تھے جن کی زبان فارسی تھی اس طرح اُردو کی ترقی پر ایک حد تک بڑا اثر ہوا۔ اس عہد کا کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس سے اُردو کی ترقی کا اندازہ لگا سکیں مگر اس میں کوئی شک نہیں عام طور سے اُردو بولی جاتی تھی چنانچہ تواریخ سے بعض تاریخی شعر اور قطعے دستیاب ہوتے ہیں اور ایک مصنف شاہ میراں جی کا پتہ چلتا ہے جن کی طرف [۵۱] چار کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔

یوسف عادل شاہ نے سنہ ۹۱۶ھ میں وفات پائی اس کا فرزند اسمٰعیل عادل شاہ تخت و تاج کا مالک بنا۔

یہ بھی اپنے باپ کی طرح ذی علم تھا علماء و فضلا کی صحبت کا شایق شعر و سخن کا دلدادہ اور خود بھی شاعر تھا وفائی تخلص کرتا تھا۔ مورخین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ بیجاپور کا مشہور مؤرخ فرشتہ لکھتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ حلیم و کریم و سخی بود۔ ہرگز فحش بر زبان جاری نساختے و پیوستہ با علماء و فضلاء و شعراء صحبت داشتے و مرعات ایشاں واجب شناختے۔ در علم موسیقی و شعر علم مہارت بر افراشتے وفائی تخلص نمودے ہیچ یک از سلاطین دکن بتانت و لطافت او سخن نگفتہ۔"

اسی طرح مؤلف بستاتین السلاطین کہتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ طبع موزونی داشت و در سخاوت و شجاعت کہ لازمۂ

---

[۵۱] یعنی خوش نامہ۔ خوش نغز۔ شہادت الحقیقت۔ شرح مرغوب۔

[۵۲] اس کتاب کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ (جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد وغیرہ میں موجود ہیں) لندن میں مخطوطات

ملزوم ہم آمد نظیر نداشت۔ و در فن موسیقی موشگافی بسرود ہندی
کمتر دل دادے۔ و شعر کی و فارسی بفصاحت تمام گفتے و ہرگز زبان خود را
بدون ضرورت بزبان ہندی آشنائی ساخت"

(ص ۱۷ ل) برٹش میوزیم

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا اسمٰعیل کو بھی اردو سے شغف نہیں تھا اس کی پرورش اس کے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ: ۔ یہی موجود ہیں برٹش میوزیم میں ۱۲۳۲ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے نمبر ۲۶۰۶۹ ایڈیشن بقول "ریو" مصنف کیٹلاگ اس کا مصنف غلام مرتضیٰ المعروف صاحب حضرت ہے۔ مگر ایتھے نے اپنی کیٹلاگ میں (انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات) ابراہیم زبیری کو اس کا مصنف لکھا ہے یہ آخرالذکر بیان ہی صحیح تر ہے۔

مصنف مذکور (زبیری) نے اپنے دیباچہ میں ان تاریخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو عادل شاہی عہد میں تصنیف ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہوں کی پہلی تاریخ محمد بن قاسم بن ہندو شاہ استرآبادی المتخلص فرشتہ کی تصنیف ہے جو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں (۱۰۱۵ھ) مرتب ہوئی اس کا نام "نورس نامہ" (جو اب تاریخ فرشتہ سے موسوم ہے) تھا۔ اس کے بعد ملا ظہور ولد ملا ظہوری نے محمد عادل شاہ کے عہد میں محمد نامہ کے نام سے نظم میں تاریخ لکھی۔ اس کے بعد علی عادل شاہ کے زمانہ میں سید نور اللہ ولد قاضی سید علی محمد نے نثر فارسی میں ایک تاریخ (جو "تاریخ عادل شاہیہ کے" نام سے مشہور ہے) ترتیب دی اور نیز ملک الشعرا میاں نصرتی نے فتوحات علی عادل شاہ کو بزبان دکھنی نظم کر کے علی نامہ سے موسوم کیا۔ اس کے بعد فضیلت مآب شیخ ابوالحسن ولد قاضی عبدالعزیز ابن قاضی تاج محمد قاضی بندر چیول نے شرح و بسط کے ساتھ سکندر عادل شاہ کے وقت تک حالات لکھے جو "طبقہ عادل شاہیہ" سے موسوم ہے اور ابوالحسن کی تاریخ "محمد نامہ" سے ماخوذ تھی۔ جس کے پراگندہ کاغذات سے مولف ہذا (بساتین السلاطین) نے تاریخ مرتب کی ہے۔ خاتمہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

چچی کے گود میں ہوئی تھی جو خود ایک ایرانی خاتون تھی اس وجہ سے بھی اسمٰعیل کو فارسی سے زیادہ محبت تھی۔ زبان ہندی سے رغبت نہ ہونے کی وجہ خود بادشاہ کی زبانی سنو۔

"چونکہ پدرم لبقارفت رتق و فتق مہمات من بدست محمد آقائے ذوالقدر
بود کہ زبان ہندی را نیکو میدانست انچہ ہندی می شنود و بلفظ ترکی بمن
مے گفت بدیں سبب طبع مرا بصحبت اہل ہند رغبتے نیست۔"

(ص٤٩ فتوحات عادل شاہی[5])

غرض ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کی ترقی ناممکن تھی اس لئے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

---

[5] اس کتاب کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں (٢٧٢٥١) پر موجود ہے اس کا مصنف قزوینی استرآبادی ہے ١٠٨٥ھ میں مرتب ہوئی ہے اور ١٠٩٥ھ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ والاجاہ نواب ارکاٹ کے کتب خانہ کا ہے۔

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔

"اگرچہ قرطاس پارچہائے مسودات نگاشتہ شیخ ابوالحسن بدست ایں ضعیف افتادہ بود متفرقہ
منتشرہ غیر مربوط۔۔۔۔۔۔ درایں ایام بعضی از دوستاں باعث شدند ہر آئینہ رغبت
خاطر عزیز نعمت پناہ۔۔۔۔۔۔ قدردان اہل علم و ہنر ضابطہ ممالک رسیڈنٹ کراٹ صاحب
بہادر بجانب دریافت و اطلاع احوال سلاطین بیجاپور بیش از بیش است آں مسودات متفرقہ را
فراہم آوردہ باہم ربط دادہ یک رسالہ مختصر ترتیب دادہ شد۔"

ملو عادل شاہ کے چند ماہی حکومت کے بعد ابراہیم عادل ثانی بیجاپور کی حکومت پر حکمراں ہوا یہ ارباب کمال کا قدرداں اور علم و ہنر کا سرپرست تھا۔ امین الملک۔ خواجہ معین الدین۔ آقا شہاب الدین شیروانی وغیرہ مشہور علما ہیں۔ مذہب اور خیالات کے لحاظ سے یہ اپنے باپ دادا کا ضد تھا شعیت کو ترک کر کے سنی مذہب اختیار کیا جس کے باعث ایرانی اثر کم ہو گیا۔ اس کے بجائے دکھنیوں کو عروج ہوا۔ شاہی دفتر اردو میں آگیا۔ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کو فروغ ہوا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو گئیں کہ اس کے جانشین علی کے انتہائی کوششوں کے باوجود بھی فارسی کا رواج نہ ہو سکا۔ مگر یہ اردو کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی اردو تصنیف یا اردو گو شعرا کا کارنامہ نہیں ملتا۔ البتہ شاہ برہان الدین جانم کے چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ وصیت الہادی منفعت الایمان۔ وغیرہ یہ سب انجمن ترقی اردو میں موجود ہیں۔

۹۵۷ھ میں علی عادل شاہ اول بیجاپور میں حکمراں ہوا یہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح اہل فضل و کمال کا سرپرست اور علم کا معاون و مددگار تھا۔ اس کے علمی ذوق کا پتہ اس سے چل سکتا ہے کہ جب کبھی سفر کرتا تو چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ساتھ رہتے تھے علمی شوق کے باعث ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا کئی کاتب خوش نویس اور محدث و مجدول و نقاش کتب خانہ میں مامور تھے۔ شیعہ مذہب کا پیرو تھا ایرانی علما در بار میں باریاب تھے۔

ملا فتح اللہ شیرازی جن کو اہل عراق "عقل ہادی عشر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں ترک شیر دیکر طلب کیا۔ سلطان کا وزیر افضل خاں شیرازی بھی زبردست عالم تھا۔ ان دونو کے مکانات پر روزانہ علمی جلسے ہوا کرتے تھے۔ محمد علی استاد کار۔ سید مصطفیٰ خاں۔ شاہ عبدالحسن شاہ ابوالقاسم انجو۔ مرتضیٰ خاں انجو۔ میر شمس الدین محمد صدر جہاں اصفہانی وغیرہ اس کے درباری علما تھے۔ ملا محمد رضا مشہدی رضائی درباری شاعر تھا۔

دربار اکبری سے ایک مرتبہ حکیم علی گیلانی اور دوسری دفعہ عین الملک شیرازی علی عادل شاہ

کے دربار میں سفیر کی حیثیت سے آئے تھے۔

سلطان کی علمی قدردانی کے متعلق مصنف تاریخ حاکمان ہند لکھتا ہے :۔

"مردم خوب در درگاہش جمع شدند درایندک فرصتے از ایران و توران و سائر
اقالیم سبعہ مردم خوب تشریف آوردند پس بیجاپور رشک ربع مسکون گردید"[۱]

اس کے زمانہ میں اردو کی زیادہ ترقی تو نا ممکن تھی مگر ابراہیم کی سرپرستی کے باعث اس کو زوال بھی نہیں ہوا۔

علی عادل شاہ اول کے بعد ۹۸۸ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت و تاج کا مالک بنا۔ اس کا دور حکومت ترقی علم و ہنر کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے سلطان نے علم کی ترویج میں جو جو کوششیں کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہیں گی۔ علمی ترقی کے لحاظ سے ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔ بیجاپور کے مورخین اس کے علم و فضل اور علم پروری کے معترف اور مداح ہیں۔

مصنف بساتین السلاطین لکھتا ہے۔

"پادشاہے بود موصوف بجمال صورت وآراستگی سیرت جامع نکوئی ہا و
مجموعہ خوبیہا عادل بود و دادگر بلند ہمت .... علماء بلاغت
شعار و شیوخ کاملین و صلحائے مشترین و شعرائے نامدار و بلغائی فصاحت
آثار .... درعہد امنیت ایشان عالم پناہ در دارالسلطنت بیجاپور
تشریف ارزانی فرمودہ .... ملا ظہوری کہ شعر و نثرش
در دقت ولطافت و فصاحت و بلاغت مشہور آفاق است از شاعران
پایہ تخت او بود .... گلزار ابراہیم و نورس نامہ از او ہویدا است

---

[۱] اس کتاب کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں نمبر (۳۰۰۶) پر موجود ہے۔

ودیگر شاعران بلند اقبال وسخنوراند که ذکر ہر یک دریں مختصر گنجائش ندارد
.... درآں وقت ہمایوں در پائے تخت آں شاہ جوہر شناس
جمع آمدہ بودند ہمچنیں خوشنویساں سحر نگار و نثر نین قلم و دیگر اوستادان
ہر فن و کاملان ہر علم مجتمع گشتہ بودند محمد قاسم فرشتہ استرآبادی کہ تصنیف
او تاریخ فرشتہ مشہور عالم است تصنیف کرد۔“

(ص ۲۷۰ ب مخطوطہ انڈیا آفس)

اسی طرح اس کی قابلیت کے متعلق مصنف فتوحات عادل شاہیہ لکھتا ہے :۔

”قابلیت ایں پادشاہ مغفرت دستگاہ باعلیٰ درجہ کمال رسیدہ بود ہنرمندان
آفاق بدرگاہ او بعیت نمودند قریب بدوسہ ہزار تن از ارباب ساز و غنی کہ
ہر یک سرآمد روزگار زماں بود بخدمت رسیدہ“

(ص ۲۹۹ ب)

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور بھی اس بیان میں متفق ہے چنانچہ وہ بیان کرتا ہے :۔

”ابراہیم عادل شاہ پادشاہ بود داد گر و سخا پرور مجمع اہل کمال و مرجع ارباب
فضل و بلاغت بود۔ اکثر او بسیار کبار و علمار بلاغت آثار و شیوخ کاملین و
صلحا و شترین و سپاہیان نامور بل سائر اہل ہنر در عہد امنیت عہد الشان
عالم پناہ دراین خطہ پاک تشریف ارزانی فرمود۔“

(ص ۱۸ ا ب[۱۵])

---

[۱۵] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے (۲۶۲۷۰ اڈیشنل) پر موجود ہے ۱۲۱۳ھ میں اس کی
تالیف ہوئی ہے۔ دیباچہ میں ذکر کرتا ہے۔

”تاریخ مختصر و سنہ جلوس و وفات و قدر احوال پادشاہان بیجاپور میر ابراہیم ابن حسن

ابراہیم کے درباری علما کی طویل فہرست ہے جو اپنے وقت کے جید اور شہرۂ آفاق مشاہیر تھے۔ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اور ان کے فرزند خواجہ سعد اللہ۔ خواجہ معین الدین۔ علامہ عنایت اللہ اروستانی جو فضل و دانش اور حسن سلوک میں مشہور تھے۔ شاہ فتح اللہ شیرازی جو علم حکمت اور ریاضی میں سرآمد روزگار تھے۔ مولانا غیاث الدین جہجہری۔ رفیع الدین ابراہیم شیرازی مولانا محمد لاری۔ ملا حیدر۔ مولانا باقر۔ آقا رضا شیرازی وغیرہم مشہور تھے۔[۵۱]

ان علماء کے علاوہ بیسوں شعراء سلطان کے دربار میں تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

ظہوری۔ ملک قمی۔ حکیم آتشی۔ مرزا محمد مقیم۔ ملا شکیبی۔ عبدالقادر نورسی وغیرہم۔

سلطان کے زمانہ میں صدہا تصانیف ہوئے جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ابوالقاسم فرشتہ نے ۱۰۱۵ھ میں تاریخ فرشتہ مرتب کی۔ نورالدین ظہوری نے اپنے تصنیفات کیں۔ ملا ملک قمی نے مخزن اسرار نظامی کا جواب لکھا۔ عبدالرشید التستگی نے علاء الدین محمد بن ذکریا قزوینی کی عجائب المخلوقات کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ملا رفیع الدین شیرازی نے روضۃ الصفا کا خلاصہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک تصانیف مشہور ہیں۔

تاریخ فرشتہ مرتب ہونے کی وجہ ابوالقاسم کے الفاظ میں سنو۔

---

[۵۱] تاریخ فرشتہ و فتوحات عادل شاہیہ۔

گزشتہ سے پیوستہ .... ونیز اسد خان لاری در عہد سلطنت علی عادل شاہ ثانی تالیف نمودند دراں تاریخ بادشاہان و ارکان و اعیان و اعمال و اشغال و متعدمات کہ بیاں زماں واقع گشتہ بزبان فارسی و ہندی گفتہ معہ سنہا آن بآن تواریخ ضم کردہ .... ونیز فضیلت کمال دستگاہ شیخ ابوالحسن عبد حقیقی دشریعت پناہ ابراہیم صاحب نائب قاضی شہر بیجاپور و قاضی محمد نعمت اللہ واقعات سلاطین بیجاپور بتحقیق تمام نوشتہ بودند ایں ہردو در ۱۱۲۱ھ در مطالعہ ایں فقیر در آمدہ" (ص ۱ ب)

"درآں ایام مولف ایں کتاب فصاحت انتساب راکہ بغلت بضاعت
معترف است وبجز تحفۂ اخلاص و دولتخواہی حضرت سلیمان دست آویزے
ندارد بمحض عنایت و ذرہ پروری بمجلس اقدس عالم پناہ بردہ چنداں دست
نوازی فرمود کہ حضرت ایں کمترین بندگان رابکالمہ شریف نوختہ بخلعت
وزیادتی منصب واقطاع نوازش فرمودہ و درہماں مجلس کتاب
روضۃ الصفا کہ غایت نفاست داشت بدست خود بمولف بخشیدہ فرمان داد
کہ چوں واقعات پادشاہان ممالک ہندوستان علیحدہ دریک جلد بعبارت
واضح شافی تا ایں زماں سعادت نشان ہیچکس نوشتہ است مگر
نظام الدین احمد بدخشی وآں نیز درکمال اختصار است وتحقیق حالات و
کیفیات سلاطین دکن وغیرہ کما حقہ بجائے نیاوردہ است باید کہ تو
قلم وار کمرخدمت برمیان جان بستہ درتالیف کتاب موصوف بصفات
کذا و کذا خود را معاف نداری وسوانح وقضایای عہد ہمایوں ما را برنہجی
کہ از تکلفات منشیان وکذب وبہتان سخنوراں عاری وبری باشد تحریر نمائی"
(فرشتہ)

سلطان کو خوشنویسی کا بھی بہت شوق تہا خود بھی بڑا خوشنویس تہا خلیل اللہ خوش نویس
سب میں ممتاز تہا۔

اس کو موسیقی کا بھی بڑا شوق تہا۔ خاصکر ہندی سرود میں سرآمد روزگار تہا۔ مؤلف
اردوے قدیم نے "جگت گرو" کے لقب کی وجہ اسی موسیقی دانی کو قرار دی ہے۔ چنانچہ
انہوں نے ذکر کیا ہے۔

"ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی میں بے حد مہارت حاصل تہی خاصکر
سرود ہندی میں ایسا کمال پیدا کیا تہا کہ اس عہد کے تمام گویے اُسے

جگت گرو کہا کرتے تھے۔"

(ص ۷۰ و ۷۱)

مگر بساتین السلاطین سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی پائی جاتی ہے چنانچہ

"درمیان عالم بجگت گرو مشہور گردید این لفظ در اصل دکہنی است مردم بصورت و
سیرت آں بادشاہ حمیدہ خصال پسندیدہ افعال بجان راضی و خوش حال بودہ در باب او
ایں لفظ باستعمال آوردند و معنی آں شاہ جہاں است (ص ۲۸ ل)

لفظ "نورس" سے سلطان کو بڑی محبت تھی سنہ ۱۰۰۸ھ میں ایک قلعہ بنام نورس تعمیر کیا۔
سنہ ۱۰۱۸ھ میں نورس پورا ایک شہر آباد کیا۔[۵۱]

اس شہر کی دلکشی کی مصنف فتوحات عادل شاہی نے بڑی تعریف کی ہے اور عدیم المثال قرار دیا ہے۔

"شہرے ترتیب یافت کہ سیاح جہاں گرد اندیشہ از قصور دلکش و جدبان منقش
اگر احسن البلاد ش خواند روا است و اگر فلک ارم ذات العماد ش داند"

(ص ۲۱۴ ا)

استعمال کی ہر شئے نورس کے نام سے موسوم تھی شاہی مُہر پہ بھی نورس کندہ تھا محل کا نام نورس کتاب کا نام نورس عبدالقادر شاعر کو نورسی کا خطاب دیا تھا۔[۵۲]

سلطان کو اردو سے خاص انس تھا شاہی دفتر جو علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں فارسی ہو گیا تھا پھر سے اردو کیا گیا۔ .... اس نے سرود ہندی کے قواعد و ضوابط میں ایک کتاب نورس نام لکھی تھی جو نایاب[۵۳] تھی ۔جو شعرا اس عہد میں زبان اردو میں نظم کہا کرتے تھے وہ یہ ہیں، آتشی، مقیمی، نوری، امین وغیرہ

---

[۵۱] تاریخ احوال سلاطین (ص ۱۹ اب) [۵۲] بساطین السلاطین [۵۳] صفحہ ۲۰۸ ملاحظہ ہو۔

مقیمی کی مثنوی چندر بدن و مہیار اور امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نوری مرثیہ گو تھا جس نے اس کی ابتداکی تھی مگر افسوس کہ اب اس کے مرثیے ناپید ہیں
۱۰۳۵ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی انتقال پر محمد عادل شاہ سریر آرائے حکومت ہوا۔
اس کو علمی قدردانی گویا ورثہ ودیعت ہوئی تھی۔ علم و فضل کا حامی اور علماء کا سرپرست تھا۔ مرزا محمد امین مصطفیٰ خاں۔ ایاز الملک۔ دولت خاں۔ شاہ ابوالحسن۔ ملک سمندر۔ حکیم آتشی ملا ظہور۔ ملا محمد علی۔ وغیرہم اس کے درباری تھے۔

اس نے ہر مضمون اور ہر زبان کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے طلبہ کے روزینے مقرر تھے اس کے علاوہ ہر سال محرم میں نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو انعامات ملا کرتے تھے سلطان ہر روز صبح کئی گھنٹے تک علماء اور شعراء کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو تحفے دیا کرتا۔ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی تصانیف ہوئے۔ آتشی نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا۔ ظہوری کے فرزند ملا ظہور نے محمد نامہ کے نام سے نظم میں سلطان کے حالات لکھے[1] تھے۔ خان بابا (ملا محمد حسین) نے رفیع الدین حسین شیرازی کی کتاب احوال سلاطین دکن کا تکملہ کیا[2]۔

اس کے دربار کے کئی ایک شعرا مشہور ہیں

ابراہیم خاں قصاید اور غزلیات میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ حکیم آتشی مثنوی لکھنے میں مشہور تھا۔ سید نوراللہ۔ مرزا مقیم۔ مرزا دولت شاہ۔ محمد امین۔ صنعتی۔ کمال خاں رستمی ملک خوشنود وغیرہ دوسرے مشہور شعراء تھے۔ ان میں سے ابراہیم خاں۔ نوراللہ صرف فارسی میں شعر کہا کرتے مگر دوسرے شعرا فارسی اور دکھنی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس عہد میں امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کو دولت نے مکمل کیا۔ رستمی نے خاورنامہ کی تصنیف

---

[1] بساتین السلاطین۔ [2] بساتین

کی صنعتی نے قصہ میتم انصاری لکھا۔ ملک خوشنود نے مثنوی ہشت بہشت مرتب کی۔ ان میں سے سوائے قصہ میتم انصاری کے دیگر مثنویوں کے مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

سلطان کی ملکہ خدیجہ سلطان کا نام بھی اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے گا جس کی توجہ سے رستمی کا کارنامہ مثنوی خاورنامہ کا ظہور ہوا۔ محمد عادل شاہ کے بعد اس کا قابل فرزند علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کے تخت وتاج کا مالک بنا (۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء) اس کی ماں خدیجہ سلطان تھی اس لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میں اس کی پرورش ہوئی جس کے باعث کم عمری ہی سے علم ادب کی طرف اس کا میلان تھا شعر وسخن کا کافی مذاق رکھنے کے سوا خود بھی شاعر تھا۔ شاہی تخلص تھا اکثر اپنے مصاحبین کے نظموں کی اصلاح کیا کرتا جس کے باعث استاد عالم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کا دور حکومت ترقی علم وفن خاصکر اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور ہے اس کا دربار باکمالوں کا منبع تھا۔ دور دور سے اہل علم وفضل آکر اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو جاتے تھے اس زمانہ میں بیجاپور علم وہنر کی قدردانی کے لحاظ سے رشک بغداد وقرطبہ بنا ہوا تھا۔ سلطان کی علمی قدردانی اور لیاقت وقابلیت کا ذکر ہر ایک مورخ نے کیا ہے۔

قاضی نور اللہ لکھتا ہے۔

"ایں بادشاہ ظل اللہ را کہ در روز ازل از استاد وعلمناہ من لدنا علماً کسب کمالات کونی والہی وفضائل ظاہری وباطنی در مدرسہ خلق الانسان علمہ البیان کردہ کرسی نشین قرب خالق ذوالجلال وصورکزیں جوار قادر متعال بود وگنج لیاقت واستحقاق سببیت وعلیت ظہور مذکور خداوند علی الاطلاق در ذات عظیم المرتبت رفیع المنزلیت آں نور سراپا سرور ودیعت نہادہ۔"

(تاریخ علی عادل شاہ ص ۵۶ ب و ۶۶ ا)

---

۵ بساتین السلاطین۔

مصنف تاریخ احوال سلاطین لکھتا ہے۔

"معلوم باد کہ سلطان علی عادل شاہ ثانی بادشاہے بود رنگین مزاج طبع او ...

..... (؟) شعر دوست شاعر پرور" (صـ۲۹ ب)

اسی طرح مصنف فتوحات عادل شاہی لکھتا ہے:۔

"پادشاہے بود سلیم نفس کریم طبع صوفی وضع بے تقلید بے تکلف در کمال مہربانی و شفقت با خلق اللہ در کرم و بخشش نظیر خود نداشت۔ چو آوازہ جود و سخا او در عرصہ ربع مسکون شہرت کرد از اقطار عالم ارباب استعداد برو آوردند"

(صـ۱۲۱ و ب)

مصنف بساتین السلاطین نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے اس کے علم و فضل جود و سخا کی خوب مدح سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب سلطان کے زمانہ کی تصنیف نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"علی عادل شاہ پادشاہ بود با ادہوش پند پذیر و نصیحت نیوش سپاہ دوست رعیت پرور قدر شناس اہل فضل و ہنر در سخاوت و شجاعت و عدالت کہ ہر سہ خصائل سنیہ و شیم مرضیہ اند موصوف و مشہور رنگین مزاج"

(صـ۹۱ ا)

سلطان کی علمی قدر دانی کی وجہ سے بڑے بڑے علما ر وقت بیجاپور میں جمع ہو گئے تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

قاضی نور اللہ جنہوں نے اس کے دور حکومت کی بہترین تاریخ لکھی۔ شاہ کمال الدین۔ علامہ فتح اللہ شیرازی۔ میر ابراہیم ابن علا رحسین۔ سید ابوالحسن کونہ۔ عبد المحمود خاں۔ ارسطو زماں ملا احمد۔ افضل خاں۔ میر نعمت اللہ۔ قاضی ضیف اللہ۔ شاہ نور اللہ۔ شاہ ابوالمعالی[۵۱]۔ شاہ میران جی۔ مصطفیٰ خاں کیانی۔ شاہ ابو تراب[۵۲]۔

---

[۵۱] احوال سلاطین بیجاپور (صـ۱۳ ب) [۵۲] تاریخ ہفت کرسی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے علی عادل شاہ کو شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا ہر وقت شعراء اس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ سلطان کی قدردانی اور شوق کا نتیجہ تھا کہ بیجاپور میں گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا ہو گیا تھا ہر طرف شعر و سخن کے تذکرے اور شاعرے کی مجلسیں ہوتی تھیں۔ چونکہ سلطان کو خاصکر اردو شاعری سے ذوق تھا اس لئے عام طور پر ہر طرف اسی کا شوق تھا۔

ابراہیم زبیری لکھتا ہے:۔

"چوں خاطر ہمایوں را بطرف طبع آزمائی فرو د آورد ے اشعار رنگین مشحون بر مضامین شیریں از طبعش سرزدے۔ نکتہ گویاں لطیفہ آور را در بزم رنگینش قدر تمام بود چوں خاطر مبارکش بشعر ہندی میل بیش داشت بر فحوائے الناس علی دین ملوکہم بسیار شعرائے ہندی گو از بیجاپور برخاستہ خانہ بخانہ ہنگامہ شعر تازہ گوئی گرم داشتند"[1]

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے:۔

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آں شاہ نکتہ سنج پایۂ شعر رنگین را بدرجۂ (؟) اعلیٰ رسانیدند"

(ص ۹۲ ب)

خافی خاں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باہوش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت و وسعت خلق مشہور فضلا و علما را دوست داشتی و شاعران را حرمت نمودے خصوص در حق شاعران ہندی زیادہ مراعات می فرمود"[2]

---

[1] بساتین السلاطین (ص ۱۱۹)   [2] اردوئے قدیم بحوالہ منتخب اللباب جلد سوم (ص ۲۴۹)

اس زمانہ کے شعراء کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض تو وہی ہیں جو محمد عادل شاہ کے زمانہ میں مشہور تھے اور بعض ایسے ہیں جو خاص اس عہد میں شہرت پذیر ہوئے ان میں سے کچھ تو صرف فارسی گو تھے بعض فارسی اور دکھنی دونوں میں طبع آزمائی کرتے اور بعض صرف دکھنی میں مشق سخن کرتے۔ چند شعراء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

ملک الشعراء نصرتی جس کے قصائد اور مثنویاں مشہور ہیں مورخین بیجاپور نے اس کے کمال کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے جس کی مزید صراحت آگے درج ہوگی۔ دوسرا مشہور شاعر سید نور اللہ ہے جس کے متعلق مصنف احوال السلاطین لکھتا ہے۔

"عمدۃ اکابران دہر استاد سید نور اللہ خلف استاد العلماء حضرت سید علی محمد کہ باوجود تحقیقات علمی از حقیقت اہل سخن کما حقہ آگاہی دارند" (ص ۳۰ ل)

تیسرا حکیم آتشی۔ ان کے علاوہ عبد اللطیف۔ عبد القادر نورسی۔ عبد النبی فارسی گو شعراء[٥١] تھے۔ نصرتی مقیمی کے سوا۔ شاہ ملک۔ دولت۔ ہاشمی۔ ایاغی۔ مرزا۔ اردو گوئی میں مشہور[٥٢] ہیں۔

اس عہد کی کئی ایک اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) نصرتی نے اپنی مشہور مثنویاں گلشن عشق اور علی نامہ مرتب کیں۔

(۲) شاہ ملک نے احکام الصلوٰۃ تصنیف کی۔

(۳) شاہ امین الدین نے محبت نامہ۔ گفتار شاہ امین۔ گنج مخفی وغیرہ نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھیں۔

(۴) ہاشمی نے یوسف زلیخا۔ کے علاوہ مرثیے لکھے تھے۔

(۵) ایاغی نے نجات نامہ تصنیف کیا۔

---

[٥١] احوال سلاطین ص ۳۰ [٥٢] بساتین السلاطین ص ۹۳

علی کے انتقال پر سکندر جانشین ہوا۔ شروع سے آخر تک اس کا زمانہ مصیبتوں میں بسر ہوا پہلے تو نظم و نسق پر اپنا اثر قائم نہ کرسکا۔ پھر مغلوں نے حملے شروع کر دیئے۔ اور ١٠٩٧ھ میں عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کرلیا۔

ایسے مصائب کے زمانہ میں بھی بیجاپور ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں رہا۔ سیوا اور مومن اس زمانہ کے شعرا ہیں۔ نہیں معلوم اور کون کون شعرا اس زمانہ میں شہرت رکھتے تھے۔

عادل شاہی عہد کے جو مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
(١)	مثنوی چندر بدن و مہیار	مقیمی	؟
(٢)	قصہ بہرام و حسن بانو	امین و دولت	١٠٥٠ھ
(٣)	ہشت بہشت	ملک خوشنود	١٠٥٦ھ
(٤)	خاور نامہ	رستمی	١٠٥٩ھ
(٥)	گلشن عشق	نصرتی	١٠٦٨ھ
(٦)	علی نامہ	؍؍	١٠٧٦ھ
(٧)	احکام الصلوٰۃ	شاہ ملک	١٠٧٧ھ
(٨)	مرثیہ	ہاشمی	
(٩)	مرثیہ	مرزا	

حاشیہ صفحہ ٢٠٢ ۔ نورس کے تین نسخے یہاں موجود ہیں (الف) کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر۔ (ب) عجائب خانہ حیدرآباد۔ (ج) کتبخانہ مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفاتر دیوانی و مال وغیرہ۔ یہ آخرالذکر نسخہ خود سلطان کے کتب خانہ کا ہے جس پر اس کی دستخط و مہر ہے۔

"مثنوی چندر بدن و مہیار"

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں۔ ایک مخطوطہ انڈیا آفس میں ہے۔ اور دوسرا اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۰) ورق (۴۷) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۲) اڈنبرا نمبر (۲۷۸) ورق ۱۶ سطر (۱۰) ناقص اول سائز ۶ × ۵ خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو مہیار اور شہزادی چندر بدن کی عشقیہ داستان ہے مصنف عزیز۔ مصنف نے اپنے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف غواصی کے دوست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔ گارسی۔ ڈی۔ تاسی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے راجہ چندو لعل کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہونا بیان کیا ہے۔ ایک دوسرا نسخہ خود اس کے پاس بھی تھا۔ ایک اور نسخہ کتب خانہ توپ خانہ لکھنؤ میں تھا جس کا مصنف محمد مقیم تھا۔"

مصنف کیٹلاگ اڈنبرا یونیورسٹی نے کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ دیوان ولی کے ساتھ یہ ملی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"قصہ چندر بدن و مہیار تصنیف مقیمی۔ زبان متروک ہے اور مصنف کی کم علمی کو ظاہر کرتی ہے۔ صفحات (۵۰) ۱۱ بیت فی صفحہ ص ۶۲۵"

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت غلط ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں ہے جس طرح

"قصہ حسینی" کے مصنف کے متعلق دھوکہ ہوا ہے اسی طرح اس کی حالت ہے۔ بلوم ہارٹ نے عزیز کا نام جس شعر سے اخذ کیا ہے اور اس کا کیٹلاگ میں حوالہ بھی دیا ہے وہ شعر حسب ذیل ہے۔

بنا اس قصہ کا کہوا ہے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

گر واقعہ یہ ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں بلکہ مقیمی کی تصنیف ہے مثنوی میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف طور پر مقیمی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے چنانچہ کہتا ہے:۔

دنیا تو فنا ہے مقیمی سہی — رہیگی بچن کی نشانی سہی

مہر و مہر مقیمی بچن پر صفا — ز نعت محمد نبی مصطفےٰ

مقیمی بچن کا تر نگ سار تون — لسہ کر چلیا کان تون ہیار کون

شنج ست مقیمی پرت پیار کا — قصہ کرتون پورا ہیار کا

اس مثنوی کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہ ہو سکی کیونکہ مصنف نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے مگر بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۳۷ھ اور ۱۰۵۰ھ کے درمیان ہوئی ہے۔

مرزا محمد مقیم تخلص مقیمی ایران کا باشندہ تھا استر آباد میں تولد ہوا۔ شیراز میں تعلیم پائی باپ کے انتقال پر روزگار کی تلاش ہندوستان لائی۔ بیجاپور کے دربار میں رسائی ہوئی نوجوانی ہی میں شہرت پیدا کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ کے درباری شعراء میں منسلک ہوگیا۔

مقیمی فارسی کا زبردست شاعر تھا جس کا ثبوت اس کے دیوان سے ملتا ہے اُردو شعر گو کی
کی حیثیت سے دیگر شعرا کی طرح اس نے شہرت حاصل نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر
مورخین بیجاپور نے اس کے اُردو شاعری کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس نے طویل عمر پائی بیجاپور کے تین بادشاہوں کے عہد میں درباری شاعر کی
حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔

اس قصہ کی تصنیف لیلیٰ مجنوں [۵۱] کے قصہ کو سنکر کی گئی ہے۔

---

[۵۱] مقیمی نے اس امر کی صراحت صاف طور پر نہیں کی ہے کہ لیلیٰ مجنوں کا قصہ جس کو دیکھ کر اس نے اپنی تصنیف کی ہے کس کا طبع زاد تھا۔ میرا خیال ہے وہ غواصی کی تصنیف تھی اگرچہ آج تک غواصی کی لیلیٰ مجنوں کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے مگر بوجوہ ذیل میں غواصی کی ایک تصنیف لیلیٰ مجنوں ہی خیال کرتا ہوں۔

(۱ لف) مقیمی نے جہاں لیلیٰ مجنوں کے قصہ سنکر اس مثنوی کو لکھنے کا ذکر کیا ہے وہاں غواصی سے بنا کرنے کی بھی صراحت کی ہے چنانچہ لکھا ہے۔

قصہ مجہ پرت کا کہا یک اُن	جو لیسے ہی تو لیلیٰ مجنوں کون سن
ہوا دل پیون کر تفکر قریب	کہوں شعر موزون حکایت عجیب
بچن درد ہو دل مین اُبلنے لگیا	نوی طرز خوش تر نکلنے لگیا
زبان کا اتہا او سچا جوہری	کرون مت سخن سون گہر مشتری
قصہ ایک کہون میں گہر بار کا	سون چند ربدن ہور ہیار کا
سنتے کوئی مجکون دعا یاد کر	رہے ہور تعجب سون دل شاد کر
بنا تو غواصی کا باندہا ہون میں	سخن مختصر طا کے سانڈیا ہون میں
ونے میں اپسکون سراپا نہیں	سخن میں کسی کا پہرایا نہیں
سراپا پہرانا نتہا کام سے	کرے یو عمل او کہ جو خام سے

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف اس کے بعد اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ملک سندر پٹن کا راجہ نہایت پر شوکت و عظمت تھا اس کی دختر شہزادی چندر بدن حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی۔ سالانہ وہاں ایک میلہ ہوا کرتا۔ جس میں دور دور سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے قسم قسم کے اشیار کی تجارت ہوتی۔ ایک دوسرے شہر میں ایک تاجر کا لڑکا مہیار نام حسن و جمال کے ساتھ علم و فن فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھا۔ یہ تجارت کے لئے سندر پٹن آیا۔ شہزادی کے جلوہ سے بے خود ہو گیا۔ دامان صبر ہاتھ سے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔

سرانا طبیعت کون لاچار ہے شعر کا طلازم گہر بار ہے

بنا اس قصہ کا کہو اے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

(ب) وجہی نے اپنی مثنوی میں جہاں غواصی پر چوٹ کی ہے وہاں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ غواصی نے کوئی تصنیف کر دی تھی اور غالباً وہ کسی اور زبان سے ترجمہ کی گئی تھی۔ قطب مشتری کی تصنیف ۱۰۱۸ھ میں ہوئی ہے اور غواصی کی دو معلوم شدہ مثنویاں یعنی سیف الملوک اور طوطی نامہ اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں۔ پس یہ ضروری ہے غواصی کی کوئی تصنیف ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہو۔ تو قیاس ہوتا ہے کہ لیلیٰ مجنوں ہی غواصی کی تصنیف ہوگی جو ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اب تک نہ تو اصل مثنوی دیکھی گئی اور نہ کسی اور نے اس کے متعلق صراحت کی۔ یہ اعتراض اس لئے صحیح نہیں ہو سکتا کہ آئے دن کئی تصنیفات کا پتہ چلتا جاتا ہے جن کا کسی کو علم تھا اور نہ کسی نے اب تک اس کی صراحت کی ہے مثلاً اب تک غواصی کے مرثیوں کا کسی کو علم نہ تھا اب متعدد مرثیے ملے ہیں۔

جا تا رہا۔ مگر گل مقصود حاصل نہ ہوا۔ دیوانگی میں جنگل کا راستہ لیا۔

انجم نگر کا بادشاہ شکار کو نکلا۔ جنگل میں ہیار سے ملاقات ہوئی اس پر رحم آیا معشوقہ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ روم۔ شام۔ سنجام۔ عرب وعجم۔ بخارا۔ بلخ۔ ملتان۔ لاہور دلی۔ بیجاپور۔ احمد نگر۔ ستارا۔ برہان پور۔ گولکنڈہ۔ بیجا نگر ہوتے ہوئے منزل مقصود پر پہونچے۔ دیوانگی کو سکون ہوا مسرت سے مسرور ہوا۔ اسی عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آیا چندر بدن سے ملاقات ہوئی اب اس کے دل میں بھی عشق اثر کر چکا تھا محبت سے پیش آئی۔ بادشاہ انجم نگر نے راجہ کے پاس سفارت روانہ کر کے ہیار کی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ نے انکار کیا۔ بادشاہ متفکر ہو غور کرنے لگا ارکان دولت نے واپس چلنے کی ضد کی اس عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آ گیا۔ شہزادی محل سے باہر آئی ہیار سے ملاقات ہوئی اور وہ چندر بدن کے قدموں پر سر رکھ کر جان بحق ہوا۔

ہیار کا جنازہ دفن کے لئے روانہ ہوا مگر جب راجہ کے محل کے پاس پہونچا تو وہاں سے آگے بڑھ نہ سکا۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر نہ ہلتا تھا نہ ہلا۔ آخر مجبور ہو کر راجہ کو اطلاع دی گئی اور چندر بدن سے امداد چاہی گئی۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی تاکہ کسی تدبیر سے جنازہ کو روانہ کرے۔ باپ کی اجازت سے چندر بدن نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کسی عالم کو روانہ کرے بادشاہ نے ایک فاضل کو روانہ کیا۔ شہزادی نے اسلام کے متعلق چند استفسار کئے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ سہیلیوں سے وداع ہوئی راجہ کو آخری سلام بھیجا۔ اور خود جنازہ کے پہلو میں لیٹی اور جان شیریں کو وداع کیا۔ اب جنازہ روانہ ہو گیا راجہ اور رانی کو خبر ہوئی وہ ماتم کرتے ہوئے آئے دفن کے وقت جب جنازہ کو کھولا گیا تو دونو باہم پیوست تھے۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر جدا نہ ہو سکے۔ آخر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

حمد وغیرہ خدا کون سزاوار کبر و منی ... و قادر ہی قدرت کا صاحب دہنی
جو یون کیا آدم یک ارواح کون ... سا لیا ہی طوفان تے تو نوح کون
کیا تا رگلزار رب الجلیل ... کی نمرود کے ہات بانچیا خلیل

جے سب سوارا ہے جنت بہتر ... محمد کا سایہ ہے امت اپر
محمد کے بعد از علی پادشاہ ... علی اس زمانے ولی بادشاہ

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول ... ہوا دین جس کا بقا پر قبول
سما ہور عرض ہی جو پیلا اچہ ... ز صفتے محمد ز سیدا اچہ

قصہ کی تصنیف کرنے کی وجہ حاشیہ گذشتہ میں ہوچکی ہے۔ قصہ کی ابتدا کرتا ہے۔

سنا ہون کہ یک شہر سندر پٹن ... اتہا راج وہان ایک ہند وبرن
اتہا بہوت کبران میں یک دس ہٹا ... بہس دس کون ہان لشکر سیر لیتا
کرے راج پوجا سو اس دیو کا ... تماشا عجائب دسے سیو کا
کہ راجوں میں اوراج جگ راج تہا ... کہ کو ہر دہرن ہارا پنسا اتہا

کیا جا ادسے اى دیوانی بشر ... کہانسون تون آیا چلیا ھی کدہر
اوتی جاب پہر کر دئیا شاہ کون ... تون چپ چل پکر اپنی بات کون
تون عاشق ہوا ھی سو کس حور کا ... ہوا مبتلا کہہ تون کس نور کا
تیرا من لگیا ہے سو کہہ تون منجے ... جو معشوق تیرا میلاؤں تجے

نزدیک جا کر بولیا کہ سن اے پری
منجے تجہ لطافت دیوانہ کری

دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کین
اپس تے نکو دور جانے کین

سو تجہ بن منجے کوئی ہوتا نہیں
کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں

کتا ہوں تجھے میں کہ اے گن بہری
توں کرنا اتیا کچ مری دلبری

سوں یوں کہ ادب سوں نو کر ادنے
دہریا سیس اس کے قدم پر ادنے

گلا اس سنا کر اٹہی بول یوں
سمجہ کچ اپس کوں لے بیڈول توں

ہندو میں کہاں اور ترک تو کہاں
کہاں رام سیتا موک توں کہاں

ہر یک شہر میں جوں او جانی لیکا
وہاں کیاں جو جو بیاں دیکہا نی لکیا

دیکہا روم ہور شام سنجام ہم
دیکہا غزنوی ہور دکہن و میدم

عرب ہور عجم با بخارا بلخ
کہ ملتان لاہور حبش و ہند بدخ

دلی ہور بنگالا دیکہا یا اسی
بدرکان دلاریس پایا اسی

بیجاپور ستارا و احمد نگر
برہان پور کول کندا بیجا نگر

دیکہا یا دیوانی کنیں پہر کہ سب
نزاکت شہر کے جو نیا ون سب

نکوں او بولی ندیکہی کدہر
اکر جو رتی کوئی اچہی خوب تر

روانہ ہوا شاہ جنازہ کوں لے
سو منزل کوں لے آ اتاری تہی

ملی لوک ساری سو یکبار کی
سنوار خوب تربت سو میہار کی

ہوا جوں محل قبر کا سب تمام
اوٹہیا دفن کرنیکوں شہ نیک نام

مینکا جوں قبر میں اوتاروں اوسے
دفن کردیناں تی بسار وہاں اوسے

جو دیکہی جنازہ میں مہیار کوں
اوہی جفت ملکر اوسے ناد سوں

کفن پنچ اکر او چندر بدن | کلی لک سوتی ہمی سو جون ایک تن
نی لوک ساری سو یکبار کی | سنوار خوب تر..........
کلی او سس لکی لک پرت پیار سون | پرت ہور محبت کی بہیار سون
جدا اونکوں ہر چند کرنی منکی | کہ دونوں کوں دو تہار دہرنے منکی

ایس میں تھتی جدا ای پذیر | اتہی عاشقان میں رو دو تی نظر
تو یون لک ایسیں او سوتے اتھی | جدائی کیے تو نہوتی اتہتی
دیکہت شاہ حیران ہو اس حال کوں | کیا دفن کرنا اسی حال سون
کیا جوں دفن سب جسم اوس جسم کا تمام | ختم کر مرتب سون تم کلام

سو کرنا چلیا یاد سبحان کا | عجائب تماشا دیکہ اوس جان کا
مرتب ہوا یان قصہ کا کلام
درود بر محمد علیہ السلام

اس کے نسخے ہندوستان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

مثنوی بہرام وحسن بانو

اس مثنوی کے دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۴ ورق (۹۴) سطر (۱۵) خط نستعلیق۔

نمبر (۴۴) کیٹلاگ گجراتی ناقص اول

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے

"دکھنی مثنوی مصنف دولت، حمد و نعت، خلفار راشدین کی منقبت اور اپنے پیر شاہ عالم کی مدح کی گئی ہے۔ پریوں کی اس داستان کا ہیرو بہرام ہے۔ جو بہرام گور کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ لقب گورخر کے شکار کے باعث ہوا ہے۔ یہ قصہ فارسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی مضمون میں ایک اردو قصہ مصنف فرخندہ علی ۱۲۶۵ھ میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ دو پنجابی ترجموں کا پتہ چلتا ہے ایک گوپال سنگھ کا دوسرا امین بخش کا۔

ایک اور دکھنی شاعر طبعی نے بھی ۱۰۸۱ھ میں اس کو مرتب کیا ہے جو قصہ بہرام وگل اندام سے موسوم ہے۔ مصنف کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے تاریخ تصنیف کو جو ۱۰۵۰ھ ہے مصنف نے منظوم کیا ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے اونہوں نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل میں اس کے مصنف کے متعلق کسی قدر غلطی ہوئی ہے اس کا مصنف تنہا دولت نہیں ہے۔ دولت نے صرف اس کو مکمل کیا ہے اصل مصنف امین ہے۔

اس کی صراحت خود مخطوطے سے ہو جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ہوئے بیت صد چار اور اک ہزار | بیان اس کا دولت کیا آشکار
امین نے ناقص رکھا تھا اوسے | کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

امین کے مصنف ہونے کی وضاحت اشعار ذیل سے بھی ہو سکتی ہے۔

امین حمد حق کون نہایت کہاں | ز نعت محمد قلم کر روان

امین کر ثنا بیچ آخر کلام | محمد پہ بھیجو درود و سلام

امین شاہ عالم ہمارے ہیا پیر | ہیں روز حشر میا میرے دستگیر

امین آستانہ کا تون خاک ہو | حشر کے گنہ سے تون بے باک ہو

امین داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی تاریخ تصنیف ربیع الاول ۱۰۵۰ھ ہے۔

سنہ ایک ہزار اور پنجاہ میں | جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضل الٰہی کیا میں نظم | بتاریخ چہارم کیتا ختم

امین تخلص کے دکن میں متعدد شخص ہوئے ہیں جن کا زمانہ مختلف ہے قطب شاہی عہد کے امین کا ذکر ہو چکا جس نے قصہ ابو شحمہ کو منظوم کیا ہے۔ یہ امین عادل شاہی زمانہ سے

تعلق رکھتا ہے۔ بیجاپور میں ایک اور امین گزرے ہیں جن کا زمانہ اس سے ابعد ہے۔ وہ امین الدین اعلیٰ کے نام سے موسوم ہیں۔

اس امین کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوسئے مثنوی کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں موجود تھا مگر اس کو دربار شاہی سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ وہ فقیر منش صوفی بزرگ تھا۔ شاعری کا اچھا ملکہ رکھتا تھا۔

برٹش میوزیم میں ایک فارسی قصہ بہی امین کا مصنفہ موجود ہے بہت ممکن ہے یہ دکہنی قصہ اسی سے ماخوذ ہو۔

امین جیسا کہ خود صراحت کرتا ہے وہ شاہ عالم کا مرید تھا۔ افسوس ہے ان کے حالات سے بہی امین کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

اس مثنوی کا تکملہ کرنے والا دولت شاہ متخلص دولت عادل شاہی عہد کا مشہور شاعر ہے جس کی قابلیت کا مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے ساتھ یہ اردو میں بہی طبع آزمائی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ مثنوی کے مطالعہ سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ امین نے کہاں تک مرتب کی تھی اور دولت نے اس کا کتنا تکملہ کیا۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے پہر نعت اس کے بعد خلفاے راشدین کی مدح اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

قصہ کی ابتدا بہرام کی بیس سال کی عمر سے ہوتی ہے بہرام کے متعلق مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں اثنار داستان میں وہ حسن بانو پری سے شادی کرتا ہے اور ایران کے تخت پر واپس آتا ہے۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:۔

حمد میں کہتا ہے :۔

الہی جگت کا کرنہار توں
غریبان منیاں کا ادھار توں

کیا حمد اور نعت کون مختصر | نین میں کیا طول یو سر بسر
یکایک میرے دل پر آیا خیال | قصا یک کہون میں نقیں مثال
زبان پر بچن خوب آتا چلا | یو مضمون خوشتر بناتا چلا
زبان پر ہے جس کے موتی آبدار | اسی کے بچن کا ہے اکثر وقار

....

قصا میں کیا ہے جو گل نام کا | سو بانو حسن شاہ بہرام کا
جو کوئی پڑے سو کرے مجکون یاد | تعجب سے دل کون کرے اپنی شاد
ایسی داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو
قصا فارسی سن کے پائی خبر | خدا کے جو قدرت میں یک تہا شہر
کہ فارس اوسی شہر کا نام تہا | وہان بادشاہ شاہ بہرام تھا
اسم شاہ بہرام اس کا اصل | اس گور کے صید کا تہا شغل
ملقب تب ہوا شاہ بہرام گور | نتھا اسکے ثانی کوئی جگ میں اور
اتہا خوب صورت وہی بے مثال | نزاکت میں تہا وہ نہایت کمال

صبح کا سما وغیرہ ملاحظہ ہو—

ہوا صبح کا وقت یکایک تمام | لگیان بولنے طوطیان خوش کلام
صبح پن ایس مکہ سون کہیا نقاب | ہو شرق سین نکلا تو آفتاب
تد ان شاہ نیں اضطراب سٹی | کہا دیو کون یون شتابی سٹی
طرف یار کے مجہ روانہ کرو | میرے دیوانے کون سیانا کرو

زلیخا کے خواہش مین پوری کیا | یوسف کہ دل کس یا شرف اس کا

ملاقات لیلی کی مجنون سے کر	مرادیا انکو عقبیٰ بہتر
بدیع الجمال کا کیا کار تون	ملایا سو سیف الملک پیار سون

ذیل میں اس مثنوی کا مقابلہ فارسی مثنوی بہرام و گل اندام سے کیا جاتا ہے :-

فارسی	دکھنی
که بنشین پیش من اے دیو بهتر	دیا شاہ نے دیو کون تب یہ جواب
زاستادن نشستن از تو بهتر	کہ آو ہم مل کے پیوین شراب
چرا هستی تو استاده به پیشم	گیا شہ کے نزدیک تسلیم کر
بیا بنشین بخور ساغر ز دستم	بٹھایا شہنشاہ نے تعظیم کر
تو پیش من بخور مے من به پیشت	دونوں مل کے بیٹھے ہوے ہم کلام
وگرنه من همی ترسم ز نیشت	گئی شاہ کے دل کی دہشت تمام
نشست آن دیو پیش شاه وے را	کیا شاہ اور دیو نین مے کشی
بخورد و گوش کرد آواز نے را	ہوے آپ میں آپ دونو خوشی

ز چشمه خویشتن را بیرون کشیدند	نہ دیکھیا اپس رخت کون ٹھار پر
نظر کردند درخت خود ندیدند	اوٹھیاں وہ ترت سینہ پر مار کر
بهر سو جست و جو کردند بسیار	ہور رونے لگیاں وہاں نپٹ زار زار
ندیدند هیچ کس را جز پے یار	پھر گر گریبان کتیں پھار پھار
که هر کس بر درخت ما ازین جا	دہاں ڈھونڈیاں بہوت بیزار ہو
بباید خود شتابان بر در ما	اپس میں وہ سب آپ لاچار ہو

فارسی

هر آن کارے کہ دارد ما بر آریم
برائے خاطر او جان بسپاریم
برآورد از کمر قمچی وزد شاہ
بجست و خیز آمد گور ناگاہ
بسوئے آسمان پرید از جا
بسان بازگشت او باد پیما

دکھنی

گھڑیاں ہوا سی ٹھار کیتا او راز
کہ وزد و چھندی و حیلہ دراز
تو ہو آدمی یا فرشتا مگر
کہ ہے جن پری دیو بید ادگر
تو ہوئے اپس کی سکئے آمراد
قسم ہے خدا کی کریں اس کو شاد

ماری قمچی سشہ نے اسی آن پر
اڑا اسشہ کون لیکر وہ آسمان پر

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی ہشت بہشت

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۱۰۵۹۰ - اڈیشنل) ورق (۲۰۴) سطر (۱۴ تا ۱۷) خط نستعلیق
بلوم ہارٹ کی صراحت :-
"بہرام کی عشقیہ داستان ایک نظم ہے جو امیر خسرو کی ہشت بہشت سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس کا مصنف محمد شاہ ہے اپنے تخلص کا ذکر مثنوی کے آخر پر کیا ہے۔ مثنوی میں تین ہزار دو سو پچاس اشعار ہونے کا ذکر بھی ہے محمد عادل شاہ بیجاپور کی مدح کی گئی ہے جس کا عہد حکومت ۱۰۳۶ھ سے ۱۰۶۷ھ تک ہے"
اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔
بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کے متعلق بھی دھوکا کھایا ہے۔ اور کاتب کے نام کو مصنف تصور کر لیا ہے۔ اس کا مصنف بیجاپور کا مشہور شاعر ملک خوشنود ہے اشعار ذیل سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

ولا تیغ لطف کا دار و بھی پاک   بندے خوشنود کا جیو ہے دردناک

بندے خوشنود پر شہ کا نظر ہے | مرا جنت نگر کے بیچ گھر ہے

ملک خوشنود موتی صاف رولیا | اپس کے ناؤ کا تاریخ بولیا

بندے خوشنود کا نادرچن ہے   مجکوی سمجھا دے سب نورتن ہے

اتنکے جیو کے طوطی کا ہے چارا   کیا خوشنود نے اتمام سارا

مصنف نے صاف طور پہ تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں کی ہے مگر شعر نمبر ۴۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نام ہی کو اس نے تاریخ قرار دی ہے جس سے ۱۰۶۵ھ ظاہر ہوتا ہے یہ اس لئے بہی قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان محمد عادل شاہ کے عہد حکومت میں شامل ہے۔ اور مصنف نے صاف طور پر اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس کی تصنیف سلطان مذکور کے عہد میں ہوئی ہے۔

ملک خوشنود دراصل گولکنڈہ کا سپاہی غلام تھا خدیجہ سلطانہ کے ساتھ (جو مرزا محمد امین ابن قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل شاہ کی ملکہ تہی) بیجاپور آیا تھا۔ چونکہ اچھی قابلیت رکھتا تھا اس لئے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ بیجاپور کی سفیر کی حیثیت سے ۱۰۴۵ھ میں گولکنڈہ گیا جہاں اس کی بڑی آؤبھگت ہوئی سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خلعت اور انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ اپنے مفوضہ[۹] کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے کر کامیاب واپس آیا۔

---

۹ خواص خاں محمد عادل شاہ کا وزیر اعظم تہا۔ مگر اپنی چالبازی سے تمام امور ملکی ومالی پر قابض ہوگیا تہا۔ بادشاہ کی کوئی حیثیت نہ تہی۔ اس خودسری سے نجات پانے کے لئے عبداللہ قطب شاہ سے مدد طلب کی گئی تہی ملک خوشنود کے ساتھ گولکنڈہ کا مشہور شاعر غواصی بیجاپور آیا تہا۔

(حدیقۃ السلاطین)

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا اس نے بیسیوں قصیدے کہے تھے جو افسوس ہے اب ناپید ہیں۔ دو مثنویوں کا پتہ چلتا ہے (۱) ہشت بہشت (۲) یوسف زلیخا۔ یوسف زلیخا اس کی پہلی تصنیف تھی جو ناپید ہے ہشت بہشت دوسری تصنیف ہے اس میں اپنی پہلی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی ہشت بہشت کو سلطان محمد عادل شاہ کے حسب ایما لکھا گیا ہے۔ یہ امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے جس میں بہرام گور کے حالات درج ہیں۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر معراج کا بیان پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت :۔

سرادن تجھ جو توں ہے پاک معبود	ہوا سب خلق و عالم تجھ سوں موجود
سنواریا گگن اوپر توں چاند تارے	کیا پیدا عرش کرسی چاری
زمیں پیدا کیا معمور کوہ الوند	فلک سب چہند سوں کیتا توں پوند

اس کے بعد نعت۔

محمد مصطفےٰ محبوب رب کا	کہی ساری نبی توں تاج سبکا
نبی کے نور کا نقطہ ہی سینار	تره حکب دایره او نور پرکار
کہ احمد احد میں باندیا کمر بند	جو یو بندا ہی او صاحب خداوند

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے۔

محمد سب نبیاں کے سیس کا تاج	محمد باج ہی کس نہیں ہی معراج
مبارک رات او جس رات میں شاہ	گئی میں عرش پر جون کہکشاں اپر یاہ

اس کے بعد حضرت علی کی مدح ہے۔

کہتا ہوں منقبت میں شیر نر کا | بہادر شاہ مردان بختور کا
کہا جس کوں خدا مظہر عجائب | کیا جگ میں جنے کامان غرائب

اس کے بعد محمد عادل شاہ کی مدح ہے۔

تون سلطان محمد شاہ غازی | جہان کون شاہ سون ہی سرفرازی
سخی عادل بہادر نوجوان سے | توہی طالع سکلہن ترکمان ہی
نبی کے لطف کا دل ہی خزینا | انگوٹی نو فلک چندر نگینا
کھون ثانی سکندر پاک جم سے | نہیں شاہا کی جسکے درسون تم سے

.... | ....

کہیا یک روز منج شاہ جہانگیر | جو انگی کیمیا کا پاک اکسیر
اموالک تج دھرتا ہی صباقی | قلم ہی تیز کرتا ہو شکافی
ھنر نادر جو کرنا جیو کون تازہ | سیتا سب ملکیں یو کرم آواز

.... | ....

کئے جب حکم عادل شاہ منجکون | اپنے خسروی کا ماہ منجکون
خزینا کر رکھیا ہون دھیان میں سب | کہ جیوں موتی ہی جیو کی کان میں سب
لکے دریا ابلنے شوق کی تو | دھی اکثر جواہر ذوق کی تو

.... | ....

کھانی آٹھہ بولیا سن سخن در | کہ چون ہی آٹ جنت آٹ کوثر
بھشت یتون ھر یک کا انک نام سے | ملک حور حور کوثر سب تمام ہی

اس کے بعد آغاز قصہ۔

اتھا یک بادشاہ سنیسار میانے | سورنگی پھول جوں گلزار میانے
کیا تھا عدل سون جہانگوں | کہ جون روشن کیا ھور آسمان کون

تہا او خوش خرام ہور نیک فرجام | اچپا نانو اسکا شاہ بہرام
کری مجلس شراب ارغوانی | پیوی نس دن کری زر فشانی
فلاطون بوعلی سی تہی حکیمان | چتور شاعر کنی نادر ندیمان
ترن دھن مال لشکر کچہ کم تہا | نہیں اس کے شہر میں قتا سو غم تہا
پٹلی معمور اپیں شاہ غازی | رعیت شاہ سارا خلق رازی

.... | ....

چہبیلے بید ل نازک گل اندام | عجب نانون اس دھنکا دلارام
پکر مالی جند ر کا چنک جنک میں | ہوی تہی غرق عنبر کی صافے تنگ میں

اتہا او روز شنبہ کا نورانی | آپین مشکین کیا عنبر فشانی
دکہایا طالع اپنی شاہ یکروز | کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکیں عمارتیں کول شاہ | کہ جون نادر اچہیا برج میں ماہ
آپین سورج کیا کسوت زین کا | دیا ترتیب سب ساقی سین کا
بیکے صندلی نہیں رومی پریکا | کمر جون بال نازک استر بیکا

شکار اپر ہو سکر شاہ بہرام | چلیا یکدن سواری شاہ بہرام
اتہا او صبح کا پارا نورانی | لیا سوں دل چلیا صاحب قرانی
پوں یک کی لکیا کہوری پہرانی | دھتور تیوں کر وسب کمن پرانی
ہر یک کہورا اتہا جلدی میں خون سوار | ہر نکی پانون کرتی سم تلی چور

خاتمہ پر اپنی شاعری کی تعریف بہی کی ہے۔

خدا منج خام کون ات بل دیا | قلم تو عنبر افشانی کیا ہے

بقا کا ست دیک بنیاد کم زور　　بندیا میں یو عمارت بہوت وزور
جکوئی نادر عمارت کون تجما کا　　بہت کچ شادمانی دل میں پاییگا

لکہیا ہون عقل سون نادر بہت خوب　　ہواسے تو کتاب یو آج محبوب
اگر چستی کی انگی ہے کچ یک خام　　اچھو جون تبون دل چتا ہے یو کام
پریکا کر قبول یو بات ہر ٹہار　　منجی سکی نمن محبت سے گفتار

کیا میں تو کتاب یو جگمیں مشہور　　رہیا دنیان میں یو جوں کہن اپر سور
لکہیا کاتب عجب خوش خط زیبا　　محمد شاہ ابن حاجی بابا

خاتمہ :-

یو ہے گلزار اس امرت پلا تون　　ہر یک تل عشق کا جلوا دلا تون
پشانی عرض کا یعیں پر دھریا ہون　　کتاب یو ختم کر سجدا کریا ہون
کردمیں شکر حق کا کیا میا ہے　　جو اعمر یا تکی منجکون دیا ہے
کیا ہوں بیت کا نادر شمار یو　　چو ہے دوسو پچیس ہور تین ہزار یو
بچن نادر ورق سب زرنگاری　　ملک خوشنود کا ہے یادگاری

چونکہ اس کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں البتہ خسرو کی ہشت بہشت سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ ہو سکے۔

ہشت بہشت خسرو

"آغاز حکایت"

گنج پیمائے این خزانہ پر
از خزانہ چین کشاید در
کافتاب جمال بہرامی
چوں شد از نور در جہاں نامی
پدرش رخت زندگانی بست
او بجائے پدر بتخت نشست
خسروے راچنان کار گرفت
کار عالم بدو قرار گرفت
مخلصان را ز مہربانی خویش
کرد سرمست دوستگان خویش
مشرق غرب جہاں نماید کسے
کز خلاف رضاش زد نفسے
وانکہ بود در خلاف رائش کرد
سر خود را نثار پائش کرد
بہ رعیت فگند سایہ جود
گز جہان کس نماند ناخشنود

روز شنبہ کہ بار شک انگیز

ملک خوشنود

اتھا ایک بادشاہ سنیسار سیانے
سورن کے بہول چوں گلزار سیانے
کیا تھا عدل سوں جہان کون
کہ جوں روشن کیا ہور آسمان کون
اتہا او خوشخرام ہور نیک فرجام
اچھا تانو اس کا شاہ بہرام
کرے مجلس شراب ارغوانی
پیوی نِت دن کرے زرفشانی
فلاطون بوعلی سے تھے حکیمان
چتور شاعر کنی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر نہ کچھ کم تہا
نہیں اسکے شہر میں تنا سو غم تہا
پنلی معمور اپین شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق راضی

اتھا روز درشنبہ کا نورانی

هشت بهشت خسرو

شد بدامان صبح غالیه بیز
شد گنبد سرای مشکیں شد
خانه ز دهم چو نافهٔ چین شد
جامه مرا هم برنگ کیوانے
ز ترتیب عنبر افشانے
ماه هندی نژاد رومی چهر
خاست از خوابگاه ناز بمهر
خدمت خاص را میان بربست
کمر بندگی بجان در بست
کرد چوں ساقیاں برعنائی
نقل ریزی و مجلس آرائی
نازنین گشت همنشیں بادشاه
تازه کرده قران زهره و ماه
ز اول بامداد تا گهه شام
عشرت و عیش بود باده و جام

ملک خوشنود

آپین مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ پیروز
کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکیں عمارتیں نول شاہ
کہ جون نادر اچنبا برج میں ماہ
اپس سورج کیا کسوت زرین کا
دیا ترتیب ساقی سین کا
سکے ہندی ہنس رومی پر لگا
کمر جون بال نازک استری کا

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا گیا ہے اس مثنوی کے (۳۲۵۰) شعر ہونے چاہیئے مگر اس یورپ کے مخطوطے میں تقریباً (۱۰۰۰) شعر ہیں نہیں معلوم باقی شعر کیوں متروک ہوئے اور وہ کہاں تھے۔
معلوم ہوتا ہے ملک خوشنود کا خاص کاتب تھا جو اس کے تصانیف کو صاف کیا کرتا۔ اس کا نام محمد شاہ ابن حاجی بابا تھا۔ مثنوی کے آخر میں خوشنود نے اس کی تعریف کی ہے چنانچہ کہتا ہے

کیا میں تو کتاب یو جگ میں مشہور	رہیا دنیا میں یوں جو بعکمن او پر سود
لکھیا کاتب عجب خوش خط زیبا	محمد شاہ ابن حاجی بابا
بزرگان کے بچن میں کان دہرنا	کسی پر عیب دہر غیبت نہ کرنا

مرتب کیٹلاگ کو ان ہی اشعار سے دہوکہ ہوا ہے اور وہ محمد شاہ ہی کو اس مثنوی کا مصنف خیال کرتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیان ضرور پیچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری مثنویوں خاور نامہ۔ بہرام و حسن بانو سے دقیق ہے مگر پھر بھی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

خوشنود کی پرورش گولکنڈہ کے شاہی دربار میں ہوئی اور پھر بیجاپور کی سلطنت میں ملکہ اور سلطان کا مقرب خاص تہا اس وجہ سے ہر وقت اس کو قصائد کی ضرورت ہوتی تہی اگر اس کے قصائد مل جائے تو واقعی ایک بیش بہا شے ہوگی۔

میری معلومات کی حد تک اس مثنوی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

خاور نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ارٹ (۳۵) ورق (۵۴۳) سائز (۱۴ × ۱۰) سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابن حسام کے فارسی کا دکھنی ترجمہ جس میں حضرت علی اور آپ کے رفقا ابوالمعجن اور مالک کے جنگوں کا بیان ہے۔ مصنف کمال خاں رستمی آخر پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مصنف اسمٰعیل خطاطا خاں کا لڑکا ہے جو سلطان بیجاپور کے دربار میں ذی عزت امیر تھا جس کے سات پشت بیجاپور کے متوسل تھے اور خطاطا خاں کا خطاب سرفراز تھا۔ کمال خاں متعدد فارسی اور دکھنی قصائد اور غزل لکھ چکا تھا اس کا تخلص رستمی تھا۔ خاور نامہ کی تصنیف خدیجہ کے حکم سے ہوئی جو محمد امین قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل بیجاپور (۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء تا ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء) کی ملکہ تھی۔ اس مثنوی کی تصنیف ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے جس کو مصنف نے آخر پر منظوم کیا ہے جہاں اس کو "نامہ شاہ" سے بھی موسوم کیا ہے کتاب میں رنگین تصاویر بھی ہیں جن میں بعض پورے صفحہ پر ہیں"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ڈی ٹاسی نے اس کا ذکر کیا ہے جس میں وہ مصنف کے تخلص کو بجائے رستمی کے "رسمی" بیان کیا ہے۔

ڈی ٹاسی کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف اشعار میں رستمی لکھا گیا ہے بلکہ کتاب کے آخر

جو فارسی عبارت ہے اس میں بھی صاف طور پر رستمی لکھا گیا ہے۔ جن اشعار میں تخلص لایا گیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر	بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہے مجھ کمال خان دبیر	تخلص سو ہے رستمی بے نظیر

کیا رستمی اس وقت یو کتاب	بندیا بات کی گوہراں بے حساب

دے اوسے جو ستی اپچ مدام	کرے رستمی کون او عالی مقام

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کی صراحت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

نبی کی جو ہجرت تھی کیتا خیال	ہزار پر پچاس اور نو کی تھی سال
کہا رستمی بس وقت یو کتاب	بندیا بات کے گوہراں بے حساب

کمال خاں رستمی اسمٰعیل خاں کا لڑکا ہے سات پشت سے اس کا خاندان سلطنت عادل شاہی کے دامن دولت سے وابستہ تھا خوش نویسی کی خدمت سپرد تھی اور خطاط خاں خطاب ملا کرتا تھا۔

رستمی نامور ادیب با کمال شاعر تھا فارسی اور دکھنی نظم میں ید طولیٰ رکھتا۔ غزلیات اور قصائد منظوم کئے تھے مگر بد قسمتی سے سب ناپید ہیں۔ صرف ایک مثنوی اس کی یادگار ہے۔ جو اس کے قابلیت کی بین دلیل ہے۔ چوبیس ہزار شعر کی طویل مثنوی کا صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں قلمبند کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

تھا نہ صرف زبردست شاعر تھا بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تھا۔ اس کی نثر بھی نظم کی طرح خوبیوں سے مالا مال ہوتی تھی۔ شاہی دربار میں اس کی عزت تھی اسی طرح ملکہ کے پاس بھی بارسوخ تھا۔ غرضکہ رستمی بیجاپور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔

نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علی ہیں۔ اس کا قصہ تقریباً داستان امیر حمزہ کے مماثل ہے ممکن ہے ابن حسام نے اپنی تصنیف داستان امیر حمزہ کے دیکھنے کے بعد کی ہو جو سلطان ناصرالدین محمود کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

(داستان امیر حمزہ اردو نہیں بلکہ فارسی سے یہاں بحث ہے)

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس میں سبع سیارہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس کے بعد آدم اور فرشتوں کی تعلیم کا بیان ہوا ہے۔ پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اس کے بعد نعت پھر صفت مدینہ کا عنوان اس کے بعد "صفت شب" بیان ہوئی ہے جس میں فردوسی کی مدح کی گئی اور اس کے شاعری کی داد دی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہوگا اگرچہ اس کی تصنیف ملکہ کے حکم سے ہوئی اور شاعر شاہی دربار سے وابستہ تھا مگر بادشاہ اور ملکہ کی مدح سرائی نہیں کی گئی حالانکہ یہ دکھنی مثنویوں کا تقریباً عام قاعدہ رہا۔

قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں صحابہ کے بہادری کا ذکر ہو رہا تھا کوئی کسی کا نام لیتا تھا کوئی کسی کا۔ کسی نے سعد وقاص کو ترجیح دی۔ جس پر ابوالمعجن کو ناگوار ہوا۔ مجلس کے برخاست پر دونوں میں رنجش کی صورت پیدا ہوگئی۔ ابوالمعجن نوجوان تھا اور حضرت علی سے فنون جنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ رات کے وقت سعد بن وقاص نے ابوالمعجن سے لڑنے کے لئے جنگل کی راہ لی جہاں ابوالمعجن بھی آیا مگر سعد سے لڑائی کے بجائے بیان کیا وہ ملک مغرب کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر وہاں مارا جائے تو خیر ورنہ کامیابی کا سہرا رہے گا۔ سعد نے بھی اس کی تائید کی دونوں روانہ ہوئے۔ کچھ سفر کے بعد ایک ملک میں پہنچے

سلہ ایضاً

جہاں کے بادشاہ کا نام ہلال بن علقمہ تہا وہ اور اس کے تمام اہل شہر مسلمان تھے بادشاہ نے تین دن دونوں کی مہمانی کی اور رخصت کے وقت ایک لشکر ساتھ کرنے کا ارادہ کیا مگر اونہوں نے انکار کیا اسی طرح تنہا روانہ ہوئے۔ نو روز کی مسافت کے بعد دسویں دن ایک دوسرے شہر میں پہونچے جس کا نام کوشہ نور تھا یہاں کے بادشاہ کا نام نواور تہا۔ اول تو اس نے خاطر تواضع کی اور ان کے ارادہ سے واقف ہوگیا بعد ازیں مخالفت ہوگئی اور ان سے جنگ ہوئی جب نواور مجبور ہوگیا تو ایک دوسرے بادشاہ قنطار شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلعم کو سعد اور ابو المعجن کا ملک مغرب کو جانا معلوم ہوا۔ حضرت علی فوج کے ساتھ ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اثنا راہ میں بادشاہ زنگیان سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ قنطار شاہ کے مقابلہ کو پہونچے یہاں آپ سے سعد کی ملاقات ہوئی مگر ابو المعجن شرم سے دوسری جانب روانہ ہوگیا۔ قنطار شاہ سے جنگ ہوئی وہ گرفتار ہوا۔

ابو المعجن یہاں سے روانہ ہوکر پولادکوشہ گیا جہاں رعد اور عمار سے مقابلہ ہوا قنطار شاہ کے تصفیہ کے بعد حضرت علی ملک خاور کو روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں کئی بادشاہوں سے مقابلہ ہوا کئی جنگیں ہوئیں۔ پولادکوشہ میں حضرت علی اور ابو المعجن میں نادانستہ مقابلہ ہوا مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اس عرصہ میں حضرت علی پر غنودگی طاری ہوئی اور خواب میں معلوم ہوا وہ ابو المعجن تہا اس کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی اور اب سعد اور ابو المعجن آپ کی رفاقت میں رہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت نے عمر بن امیہ کو حضرت علی کی مدد کے لئے روانہ کیا جنہوں نے اپنی عیاری سے ہر جگہ بڑی مدد دی اور ان کی عیاری سے بڑا کام نکلا۔

ان ہی جنگوں میں کئی دفعہ طلسم کشائی اور دیؤں پریوں وغیرہ سے لڑائی ہوتی رہتی جن میں حضرت علی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس طرح مختلف جنگوں جو بری اور بحری دونوں ہیں۔ اور مختلف طلسم کشائی کے بعد کئی بادشاہوں کو مسلمان کر کے حضرت علی معہ رفقا و فتح و فیروزی

مدینہ منورہ کو تشریف لاتے ہیں آنحضرتؐ امام حسنؑ و حسینؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔

یہ ہے مختصر سا خلاصہ اس مضمون کا جو بڑی تقطیع کے (۱۰۸۶) صفحوں میں ہے۔

نمونہ کلام کے پیشتر بعض اندراجات کی صراحت کی جاتی ہے جس سے اس کے نفسِ مضمون کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں حسب ذیل بزرگوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے تصاویر موجود ہیں حضرت آدم علیہ السلام ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یوسف۔ خضر۔ آنحضرت صلعم حضرت علی۔ امام حسن و امام حسینؑ جبریل وغیرہ۔

جن جن بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اور جن سے مقابلہ ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

ہلال شاہ۔ نوادر شاہ۔ قنطار شاہ۔ بادشاہ زنگیان۔ قباد شاہ خاوراں۔ سلیمان شاہ جمشید شاہ۔ بادشاہ فیل گوشاں۔ خار شاہ۔ فیروز شاہ۔ ناہید شاہ۔ طہماسپ شاہ۔ قبط شاہ شاہ سمک۔ صلصال شاہ۔ ہرمز شاہ۔ فیروز شاہ۔ رائکض شاہ۔

ان میں سے نوادر اور رائکض کو ابوالمعجن نے قتل کیا ہے۔ قبط شاہ اور صلصال شاہ کو حضرت علی نے قتل کیا ہے۔ جمشید شاہ۔ شاہ سمک اور طہماس شاہ مسلمان ہوتے ہیں۔

ان بادشاہوں کی طرف سے جو سپہ سالار مقرر ہو کر میدان جنگ میں آئے اور مقابلہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

ہلال قنطار شاہ کی جانب سے آیا تھا۔ رعد۔ میر سیاف۔ قباد۔ ایلاق ترک (اس کو سعد نے قتل کیا) میرزر تہار خوار (یہ مسلمان ہوا) شاہ پور (مالک نے قتل کیا) فرہاد۔ عمار (شاہ خاوران کی جانب سے آئے تھے) کشیب۔ ہوما۔ نوشاد جو جمشید کی جانب سے حضرت علی کے مقابلہ کو آیا تھا۔ اردشیر یہ بھی جمشید کی جانب سے آیا تھا۔ آدم۔ کوتوال شہر ربیع۔ اسفندار بہمن (مالک کے ہاتھ قتل ہوا) شداد۔ کاموس۔ شیبان۔ شہپال (جادوگر) گلباد (ابوالمعجن سے مقابلہ ہوا) فغجان۔ قرطاس۔ اس کو ابوالمعجن نے قتل کیا۔ اذہان کو بھی سمراق

پیل زور۔ اس کو بھی ابوالمحجن نے قتل کیا۔ سرہال صلصال شاہ کا سپہ سالار تھا۔ گوراب۔ گوزر نوزداد۔ کیو۔ عاد۔ نوزادین۔ شام۔ یہ سب صلصال شاہ کے فوجی افسر تھے۔ اور اکثر قتل ہوئے۔

داستان میں عورتوں کا ذکر ہوتا اور ان کا بحیثیت ہیروین آنا ناگزیر ہے چنانچہ اس مثنوی میں جن جن عورتوں نے حصہ لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

دل افروز۔ دختر نوار جس سے سعد نے بیاہ کیا۔ گل چہرہ دختر جمشید شاہ پری رُخ۔ زن جمشید خواہر جمشید۔ گلنار۔ گل اندام۔ شمامہ۔ صلصال شاہ کی ملکہ جو اس کے قتل کے بعد مسلمان ہوتی ہے۔ قرطاس شاہ کے حرم۔ طہماس شاہ کی بہن۔ ناہید شاہ کی دختر۔ پری کوہ بلور۔

حضرت علی کے جن جن رفقا اور ان کے کارناموں کا ذکر آیا ہے اور جن کا داستان میں بڑا حصہ ہے وہ یہ ہیں۔

ابوالمحجن۔ سعد۔ مالک۔ عمر امیہ۔ قنبر۔ خالد۔ فتاح۔ عمر معدی کرب۔ سلیم حضرت علی کی جانب سے عیاری میں عمر اور طرف ثانی کی جانب سے ہیار اور طرب قابل ذکر ہیں مگر عیاری میں بلکہ داستان میں سب سے بڑا حصہ عمر امیہ کا ہے۔ جیسا کہ داستان امیر حمزہ میں ہے۔

مثنوی میں جن جن شہروں اور مقاموں کا ذکر آیا ہے اور جہاں لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی صراحت بھی مناسب ہے۔

کوٹھ نور۔ ریاض کوٹھ۔ ضماد کوٹھ۔ صباح کوٹھ۔ پولاد کوٹھ۔ بندرگاہ سلیمان۔ شہر جم شہر خاوراں۔ قلعہ حول۔ قلعہ صور۔ حصن ربیع۔ بت خانہ آہن باغ۔ حماد کوٹھ۔ بت خانہ دیوازمید قلعہ آہن۔ شہر سمت۔ کوہ بلور۔ قلعہ آدمی خوار۔ شہر عرض۔ کوہ طلسمات۔ حصار برنج۔ حصار ظلمات۔ طلسم بلور۔ شہر مرصع۔ ویران حصار۔ شہر فام۔ شہر زر۔ میل گوہر نگار۔ شہر زرین رباط اول۔ دوم۔ سوم۔ باغ زرین حصن شیطان۔

صدر الذکر بادشاہوں کے لشکروں کے سوا بعض اور لشکروں کا ذکر اور ان سے مقابلہ ہوا ہے جن میں سے چند کے نام بیان کئے جاتے ہیں۔

لشکر آدمی خوار۔ لشکر دیوان۔ لشکر پریاں۔ لشکر جادوگران۔ لشکر کلاہان۔ لشکر فیل کوشاں۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ فرضی داستان ہے جس میں صدہا امور غلط اور ناممکنات سے ہیں۔ دیوں۔ پریوں۔ بھوتوں سے جنگ کرنا خلاف قیاس اژدہوں اور شیروں سے مقابلہ طلسم کشائی وغیرہ۔

اس صراحت کے بعد کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

اول جب کیا یو کتاب ابتدا — بندیا بات میں نقش نام خدا
جو صاحب ہے اد عقل ہور جان کا — کیا دین بخشش اد ایمان کا
ادہی ایک صاحب اپر ہور تلن — جو ہستی پر اسکی گواہیں سمن

ہر یک نقش تقدیر نی جو کیا — تیری تائیں سب نقش پیدا کیا
تجے سر ہی حق کا سو تجہیں دسی — دیسی تجہیں ہور تجہیں بسی
دو جگ کا سو مقصود تجکوں کئیں — فرشتی سو تج کو تج سجدہ کرین
صفا مروہ دایم ہی اس سی تہے — یو حج عمرہ ہی رسم اسکا سبہی
دہری تا شرع سر تاج شاہا تہین — سندا وار یسین و طٰہ تہیں
فلک ہی سو منذب تری قدر کا — زمیں تخت ہور فرش ہی صدر کا
تری گہر کا پرہ دار روح الامین — کیا پس اسیکا جان افرین
توں لولاک کے تاج کا تاجدار — تری باس تہی خوش نسیم بہار

علم تو ترا فتح عجم بر کیا | تجہ انا تحفا جدان تھی دیا
تجی فتح دشمن پرے دن کا | دعا کر عطا ہی تجہ آمین کا
تون ہی سرو قامت تر فستقم | ہمن ہات دامن پر تجہ معتصم

صفت شب :-

آیا تہا زمیں پر پی جون شاہ زنگ | زمیں حورزان کون لیا پا تہا پی شنگ
سفیدی پیا کہچی تہی کہ پر نقاب | پرند سپید پنیا تہا آفتاب
زمیں پر عنبر کا سندپ تہا تمام | سوا کون سپرا پردہ تہا شکفام
زمیں پر تو سنبل تہانیں تہا سمن | کیا تہا پی سب پن کا کسوت چمن
کیا تہا محل کی بہتر شاہ چین | صباحی کا تہا مرغ بہی خواب میں
زمیں حورزاں میں پی کا جل بہریا | انکار جاکر جگہیں دھوان بہر رھیا
جتی مرغ ماہی کون تہا بہوت خواب | زمیں کوں دزنک آسمان با شتاب
فلک نو طبق کو ہران سون سنوار | حورکون پی زیور کیا صد ہزار

جو شاعر تہا فردوسی پاکزاد | اجو حق کی رحمت سون او بہوت شاد
دنیا میں ہوئی بات استی پسند | ہوا شعر تہی بہی انی بہر مشد
ہوا شعر اسی خوب آبی روان | کیا از پہوانان کیا از خسروان
کیا نامراد خلق میں نامدار | رھیا جگہیں اپس تہج یو یادگار
بلند مرتبہ اپس تہی ہی بات کون | کیا شعر جگ میں او اپس ہات سون
ہوا ختم اپس مثنوی یو نا | موتی با نکی را اپس کر رونا
بولیا جگہیں توحید او ھو پند | جو یک بیت اُنی خدا کون پسند
جو ریا جو نکی او قالب خاک کون | خدا بخشیا فردوسی پاک کون

جو فردوس میں اس کا جا کا کیا / اپس کی پی رحمت سون جنت دیا
جو موتی بندیا ہی صفت میں میری / او پہولان گندیا ہی صفت میں سری
دنیا کون بلندی و پستی تو ئی / سبہی نیست ہیں انچہ ہستی تو ئی
اس ایک بیت پر بہشت اسکو دیا / ملک بانکا اسکون بخشش کیا
صفت بہوت توحید میں اس کرون / کرمیں بہی یک نکتہ ایسا کہون
جو اپس نکتی تہی ہوئی دولت منجی / بلندی دیوی ہور رحمت منجی

آغاز داستان خاور نامہ

جو مسجد میں اقصای بیت الحرام / رسول قریشی علیہ سلام
مبارک وقت کون جو یک نامدار / جو بیٹھی تہی مسجد میں اسوقت شاد
زبان کہول یاران اپس میں اپن / ہتورا بہوت ہر یک کی بولنی
بولیا ایک جون مالک نامدار / نہو سپی دنیا میں بہی دسرا اسوار
بولیا سعد وقاص مجہ سارکا / نہیں کوئی مجلس میں مجہ کارکا
جوان ایک ابو المعجن اپس ناو تہا / جو مردی میں اس ناو سب تہا تو تہا
ھنر کا دوادلیں روشن اتہا / ھنر سب او حیدر تہی سکیا اتہا
اونچی ہور نیچی بات ای درمیان / عمر جا بکی لیکر ایا دہان
ماریا او ابو المعجن اور سعد کون / ہوئی دو نو جانان بہی رنجیدہ جون
غصی آی دونو دیکہی کہور کر / لگی جانگی جوں کی دروزہ کر
یمن بہی جو مردی میں باندیں کمر / دیکہیں کی جتی سب یو اصل نظر
جو حرمت تری نان رکیں کی یہان / کرینگی تجہ آوارہ اندر جہان
بولی یو نچ مجلس تہی او بہار کئی / نظر تان کرے کام اس تہار کئی

هور سچنده خاطر او دونو سلے | خصی هوکر مجلس تی دونو چلے
جو مالک دیکھیا کام ایسا هوا | جو یو فتنہ یا را ہین بالا هوا
شتابی سون آکر نزد عمر | پکر ہات اسس کا کیا لی بدر
جلی لوک اپنی پی آرام گاہ | هوال اور پریشان ازان جایگاہ

پہمبر آئے شہر میں چھوڑ دشت | خوشی سون بولی اکر یو سر گذشت
کیا ترجمہ دکہنی هور دلپذیر | بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی ہیں مجہ کمال خان دبیر | تخلص سو هی رستمی بی نظیر
پلا ساقی ادمی جو هی خوشگوار | جو دہرتا ہون میں بی پلا سی خمار
خمار تی جو میں دردسر کہنچتا ہون | فراق تہی اسس آہ جگر کہنچتا ہون
دی ادمی جو مستی اچہا مجہ مدام | کری رستمی کون او عالیمقام
دی ادمی جو بوزی مراسب خمار | پرسی هور بہلی تہی کرے رستگار

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

خمار اسکا پکڑیا ہے پیوند وپے | خمار تو ردی پیالہ یک بہر کر می
کہلایا سوں پہولان بباغ سخن | معطر ہئی سپتی دماغ سخن
کرے جب گزر پر گلستاں من | دکہکا یو پہولان ہر بستان من
حضوری کی فردوس میانی درالی | جو دکہیکا جنت نمن دلکشا ہی
بہار تہی جون باغ ارم تازہ روے | جو دہرتا هی فردوس کا رنگ بوے
جون فردوس ایا می دربوستان | بہشت ایسا ایا هی بدوستان
هوا تہا اندیشہ منجی رہنماے | کہوں یا دکا ایک میں پی بچاے

سنوار یا ہوں سن نامہ سون خامہ کون
نہایت کون ابزایا ہون نامہ کون

نہایت سوا نامۂ نامدار
سولتا مداران اپر یادکار

اگر ماتی ہو دیکا تن زیر خاک
میرا نا جتیای مجہ کیا ہی پاک

نبی کی جو ہجرت تہی کیتا خیال
ہزار پر پچاس اور نو کی تہی سال

کیا رستمی اسوقت یو کتاب
جندیا بات کی کوہران بحساب

خاورنامہ دکہنی کیتا یوں نام
ہوا خاوران پر قصہ سب تمام

اپس اوپر بہت گذریکا روزگار
اچہیکا یو دنیا میں ہور یادکار

توں اس نامی کون نامہ شاہ جان
دوجی نامیان پر شاہ دلخواہ جان

جنگ کا سین

چلیا جنگ تی شاہ دلدل سوار
اُچایا او دلدل نشان غبار

کیا ایک حملہ او لشکر اپر
سواران چلی ای اپس کرد کر

کہوریاں کی نعل تی زمیں چاک ہوئی
اسپتی پی لرزی میں سب خاک ہوئی

نفیریاں کی نالی کی آسمان میں
اُٹھی گرد لشکر تی میدان میں

سوارانکی پانوکی پی اوار تھے
زمیں میں کی مردی اُٹھتی واز بہی

گرد میں جوں بجلی چمکتی تہی تیغ
جون بجلی دیسی ابر میں بیدریغ

بہت سر جو پاری تی درزیر نعل
سماں تز یاں کی ہوئنی تہی پی نعل

موئی ہور زخمی پری تہی تہی
جو چلنی کوں وان بات نہیں تہی کتی

علی مار پاری تہی وان سوار
جو افلاک اس کر سکیا نہیں شمار

اپس ردزبا زو تہی او نامدار
ایارت سو ہور بہی یکہزار

امن منگین باقی لکی سب سپاہ
سران تی رکہی سب اپس کا کلاہ

زباں سوں صفت اسکی کرنے لگی | اپس سر کوں زنہار ٹکنیں لگے
علی کی ایمان لیا و نو ہی امان | نیجا کا تمن کون تارا ایمان
اوکوہی موکا مج تیغ تہی رسپنگار | چار سپی تہی دلکی دھور یکا غبار
جون ار سپی تن دلکوں روشن کری | علم پر پیمبر کی گردن دھرے

شب زفاف عروس کے متعلق کس قدر پردے میں بیان ہوا ہے۔

دل افروز مور سعد کون وان لیجا | کئی عقد دونو کا سب لوک جا
زن و مرد کا کام جون سب ہوا | اتہی رات ساری محل میں او جا
ستاری اتہی جشمی سب راتکوں | پاہیں دیکہ کر ادا جت کالی سوں
عروس صبح کی جونکہ جلوا کری | فلک کی پی حجری تہی بہار آ پہری
علی ہی بولا ہی دل افروز کون | کی اچہ نون پان یو بیخ ہی دون سوں

جنگ میں مقابلہ کا سین

ایا رعد اپس پر جا زنیل مست | چلکتی لیا رعد سپی تیغ دست
دو باکان پر ہی لیکر شمشیر تیز | زمیں پر کئی اپس وقت ستیز
ماری اسس اپر ہر طرف تہی پی تیر | سپر سوں رکھیا دل خیبا اپنا او سپر
سپر کی بن بجلی دستی تہی تیغ | دسپی بجلی جون ابر میں بیدریغ
غصے سوں ماری زخم مور یون لری | بوسر تہی سپر کری موکر اتری
جو اماں کی بازو تہی شمشیر یون | ہوی تہی جو جو کان اسپر کند جون
سوار رعد کی اپس تہی میدان میں | ہوئی دیکہ حیران وان سب جنین
آخر کون ابو المعجن تا مدار | کیا سر اپر رعد کی تیغ بار
سپر لیا یا سر پر او جنگی سوار | دوٹکری ہوا او سر جوں خیار

سپر کاٹ کر تیغ اتری ملار | کاتی ترک پولاد سر ایکبار
جلیا رعد کی سر تی ہی لعل خون | ہوا ترک پولاد سون سرنگون
ماریا کرم ہو غصی سون پہلوان | کاتیا زین ہور سب تمام کستوان
اسی سپر تہی بہی پانو لک دو کیا | اس تیغ زین سون باندیا

ہوا اس تہی معمور سکا جنگل | جاتوا یا ہی کاروان وان نکل
زمیں وان کی حبشی سپنواری کئی | بلشت ایک خالی کہیں نہیں رہے
ہوی جون جنگل بیانی اوہچ رات | ہوا پیدا ایک سار ہی انکی سات

نہیں جانتا ہی میرا ناون تون | لجانی کون ایا ہی اس تہانوتوں
میرا ناؤ بہی میر سیاف ہی | جو مج تیغ تہی چرخ پر لاف ہی
میری تیغ تہی تون نہیں ہیں پلنگ | جو مناتی ہیں باکان مرادیکہ جنگ
ترا ناؤ مجہ بول کیا ہی اتال | وگر نہیں تو تجہ سون کرونگا قتال

اتی گردن اور ران اسکی سطبر | ہتی کا دہری روز پنجہ مر یہ
دونوں ہات اسکی درخت چنار | دونوں پانو ہور ران مانند دار
لب اس کا جانو کردہ کا دتہا | او ہشتاد کا دان تہی پتا دتہا
لیا جو ب سنگین ان ہات میں | کری جو ہتی کون یک سات میں
کشادہ اتہا سینہ اور سفت او | تون بولیکا تہا دیو جون حفت او

تمام شہر خاور مسلماں ہوئے | تمام یکبیک از بن خوان ہوئے

آئی سشہ کی صورت لی صورتاں سنگات　　اوجیدرکنیں اسی بولنی کون بات
اتہی سیتن صور او نوش لب　　رخ وزلف وصرلی تتی جوں روز و شب
اوتہی خوبردیان کے دل کا بہار　　اوخاور زمیں کی اتہی لالہ زار
پری سرو قد تہی پری زاد نام　　جواپس کہ تہی خوبان کون خوبی تمام
سلمان ہوے جو یسون جاکر زن　　اسیتی صوئی خوش تمام انجمن

لہوساتی شمشیر رخشان کرون　　پانی بیانی لعل بدخشان کردن
انو بولی نوبت بجاو از فراز　　جو جہکرکی نوبت بجی بان پی باز
بہی کشتی میں تہی ایرای نفیر　　بہری دریا اوپر تمام آکر تیر
دو کشتی پو تیران تہی آپڑے　　نشکان پی اودکہ جہکر اور سے
سپہ کون دیا اونج کوراب دل　　جگرکی لہو سون تہی سیراب دل

ہرکیطرف کشتی سون کشتی لگی　　نہیں کوئی رنی تہی اسمین پہکے
سرنیزہ سینیان سون کشناخ صو　　موئی بہوت سنی میں سوراخ ہو
ہو مردیاں تہے دریا سارا سیاہ　　جو کشتی کون جانی نہیں ابری راہ
تن مردیان سون جاگا سارا بہریا　　لہوکی جانو دستی تہی سب دریا

تون دین نبی سات پر نور صو　　اپس دلکی توں دلوتی دور صو
گواہی دی ای مرد دانش تمامی　　محمدصی جکہیں رسول خدائے
زبان سات توں دلکوں ہی یاد کر　　پیمبر کی بول پرسے اقرار کر

شاہ سمک کے خواب کا سنا اور اس کا مسلمان ہونا۔

زمین حبشی ہو مرتا تہا شہ زیر پائے / چھپی ہور آتش ابرای نہ جائے
اسپی اک تہی بہار آئی شرار / ہہی یکبار آتش لگی سب حصار
جوان ایک ظاہر ہوا خوش خرام / اتہا نکہ اسیکا جوں ماہ تمام
سنبل سون گلی تازہ کون دنیا آب / بندیا سایہ بان شب کا بر آفتاب
اتہا خم میں حم حلقہ تا پشت پاسے / صبا زلف تہی اپس جو دی عطر سلے
تبسم کیا با ہزاران نمک / ایا او نزدیک شاہ سمک
انی بکریا اس بات فرزانہ کون / کیا خویش اس وقت بیگانہ کون
ایسی اک تہی اس کناری کیا / پدر ہو کر اسکون گلی لائیا
جون شاہ سمک دیکہا دیدار او / ہوا جیو سون اس خریدار او
اسپی بولیا ای مائہ مردمے / تجی دیکہ حاصل ہوئی خرمی
کیا ہی ناؤ کہ میں غلامی توام / کروں بندگی کہ بنام توام
انو بولی میں ہون رسول خدائے / ہوتا کہ ان کو بنج میں رہنما سے
مسلمان ہو تون دین مرا پڑ یہ / کفر چھوڑ دی اور اسلام کر
کنا ہان کون تری شفاعت کروں / شفاعت تجی میں نہایت کرون
تو سن شردہ شاہ سمک سنا وہوا / مسلمان ہو دوزخ تہی آزاد ہوا

شاہ سمک کا صلصال پر ماتم کرنا۔

بزان رونا ہہی اپس پو آغاز کے / ماتم کا ابی شیوہ بہی باز کے
ادیان بولی ای بادشاہ جہان / دولت سون اتہا تون پناہ جہان
دنیا تجہ پناہ میں آسودہ ہتی / تری دور میں ظلم تو کچہ نتہی

تری داد تہی ظلم کوتاہ تہا
ترا تاج پی افسر ماہ تہا

توں بیدار کر فتنۂ درخواب تہا
زمیں تیغ تل تیری سیراب تہا

اتال آئی خرابی بیکار جہان
اپرایا شب روزگار جہان

اتال شاہی کا تخت بی شہ ہوا
توں روشن جب تہا سو جوں مہ ہوا

اتال میں ہوریو سو ضع کا پی درد
انکیاں تر ہوٹہاں خشک ہور آہ سرد

زمانہ جو یوں دیکہلا یا منجے
انجو کی جاگی لہور لایا منجے

شب کا سماں ۔۔

سپہداری تہی شب ردی تابندہ ماہ
ر د مسکین گیسو سات خال سیاہ

خم طرہ چہوریا تہا مہ نی ر دوش
زلف زانگی سونہی تہی عنبر روش

لکہنہار شب کا قلم کہنچیا
اپس دائرہ پر رقم کہنچیا

دنیا ہوئی سپی خط تہی عنبر مثال
جوں خوباں کا کہ زلف ومرتا د خال

چہوری رات نی زلف مشکین رسن
جانو عاشقاں کی دلاں پر شکن

رین کی سیاہی تہی گیسوی شام
زرہ کوں کرہ گیتی بردی بام

کہولی مشک کا او پرند سیاہ
بندی اسمیں قندیل زرین ماہ

اچان ہارا یو سقف نیلی طراز
بچہایا یونہ فرش گلزیر یاز

رین جعد مشکیں رسن یافتہ
عنبر تہی خط بند کی یافتہ

عروس رات کی بہی ہو ریں صفت باغ
کنی جلوہ او بام ازاں چراغ

زمانہ زبان باندکر تہا خموش
زمیں پر مٹا کچہ پی بانگ خروش

تمام مرغ وماہی کتی تہی نی خواب
فلک نے کیا تاب از آفتاب

نہیں خواب تہا مجہ نہ دلکوں قرار
نہ ہشیاری تہی سرمیں نہیں تہا خمار

پریشاں اندیشی تہی تما دل کسل ۔ جوں گیسوی خوباں پراگندہ دل

پری زاد تہی اوپی بر چشمہ سار ۔ خبر نہیں اسس ار جبدرتہ مدار
پرلیکا تو جا کا امی چشمہ سار ۔ چمن میانی اجنی امی گلعذار

وہی دیو جو سعد کون لی گیا ۔ ہوا تہی دہواں ہو تلمن آیا
کمرگاہ پکریا انی آ کر ۔ لیا ہات میں تیغ او شیر نر
ماریا تیغ او دیو کی سر اپر ۔ کاٹیا سر تہی پاواں تلک سر بسر
کیا نعرہ اسپتار ہی یک بلند ۔ موا دیو نعری تی ہو کر نژند

روایت کیا مالک نیک نام ۔ محمد کی انگی علیہ السلام
دیکہا میں جو صلصال کو بالای او ۔ تہا ہشتاد گز قد و بالای او
جو اس سات میدان میں آئی علی ۔ سر اولیا دہرتی سوں پردے
جکیج قد و بالا صلصال تہا ۔ علی اسکی قد تی زیادہ دسیا
دیکہا قد ہور بالا صلصال باز ۔ زیادت دسی اسی جوں سرفراز
انی بولیا ای مرد افسوں نمائے ۔ توں جادو گر تہیں اب پہرائے
توں دستا تہا انکہی میری زبون ۔ دو ہی وضع دستا امی توں تو کیوں
میری اپس درازی وپہنا سنگات ۔ زیادہ دسیا قد و بالا اسنکان
تری ہور مری میانی ہی داورے ۔ کیا کرتا ہی جادو و افسوں گری

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں

البتہ فارسی کے ساتھ اس کا مقابلہ ضروری ہے۔

خاورنامہ فارسی ابن حسام کی تصنیف ہے جو ۸۳۰ھ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ جو باتصویر ہے برٹش میوزیم میں اور دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ۹ رمضان ۸۹۲ھ میں لکھا گیا ہے اس کا ذکر فارسی قلمی نسخوں کے کیٹلاگ کے صفحہ ۱۶۴۰ نمبر ۶ (۱۹۷۶ ایڈیشن) پر درج ہے۔ انڈیا آفس کا ایک نسخہ باتصویر ہے جس کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ بلا تصویر ہے یہ جمادی الاول ۹۶۵ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب محمود بن عبدالرحمٰن ہے۔

ابن حسام کو بعض اصحاب حسام الدین اور بقول بعض محمد حسام کہا جاتا ہے یہ قہستان کا باشندہ اپنے زمانہ کا نامور باکمال عربی اور فارسی کا شاعر تھا خاورنامہ کے علاوہ اس کی دیگر تصانیف بھی ہیں بعہد عمر مرزا ابن تیمور گورگان ۸۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا "خوسف میں" مدفون ہے۔

اس نے خاورنامہ کو شاہنامہ فردوسی کی تقلید میں لکھا ہے اس لئے اس کو فردوسی ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابن حسام نے فردوسی کی تعریف بھی کی ہے۔

اس کتاب میں کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے اور مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ صرف ایک روٹی پر گزر ہوتی تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

بیک قرص تا شب از بام گاہ	قناعت کنم چو خورشید و ماہ
شکم چوں بیک نان توان کرد سیر	کشم منت سفرۂ اردشیر

تاریخ تصنیف بھی مصنف نے نظم کی ہے

چو بر سال ہشتصد بیفردوسی	شد ایں نامہ تازیان پارسی
مرا ایں نامہ را خاوراں نامہ نام	بنادم بدانکہ کردم تمام

رستمی نے خدیجہ سلطان کے حکم سے اس کا ترجمہ دکھنی میں کیا ہے۔ ترجمہ میں بعض جگہ تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے بعض جگہ اختصار کو بھی کام میں لایا گیا ہے۔ کہیں جدید عنوان قایم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت مختلف امور کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں فارسی اور دکھنی ترجمہ مقابلہ کے لئے ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی	دکھنی
گرو ہے بگفتند جادوگرست	کتک بولے اس کون کہ جادوگرست
کہ شمشیر او اژدہا پیکرست	جو شمشیر اس اژدہا پیکرست
چنیں داد پاسخ ہماں گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یو نج شاہ
کہ از تاج داراں خاور سپاہ	کہ ہیں تاج داران منجے با سپاہ
مرا نیز جادو بسے لشکرست	منجے بھی تو جادو کا لشکر ہے
کرا یدوں کہ ایں مرد جادوگرست	جو او مرد جادوگر کرا ہے
زجادو بدیں کشور آرم سپاہ	میں جادوگر نکا منگا لوگان سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کون جادو سون ہون کینہ خواہ
بدیں جادو وآرم بجادو شکست	میں جادو سون جادو کون دیونگا شکست
کہ آہن بآہن تواں کرد پست	لہو سے سون لہو سے کون کرسے پست

اس کے بعد فارسی میں "نامہ نوشتن جمشید" الخ۔ اور اُردو میں "طلب کردن جمشید" الخ کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے۔ چنانچہ:-

فارسی	دکھنی
ہمانگہ یکے نامہ فرمود شاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
شہبال جادو بخاور سپاہ	بھی شہبال جادو کون خاور سپاہ
نویسندہ از عنبر تر بمشک ،	لکھن ہارا لے کر قلم چھپر کیا مشک

فارسی

قلم ماند بر روے کافور خشک
چو خوانیده نامه تا مه بخواند
ز جادو یکے نامہ در بر ستاند
بدو گفت ایدر به پیماے راه
سوے حصن پیل از در بارگاه
شدم ہم کنون بر سر داستان
بپردازم این نامۂ راستان
بخطے معنبر بمشک و عنبر
نوشتہ چنین یافتم بر حریر
کہ چوں فرمان بر علی گشت راست
ازاں پس دراں مرز بودن نخواست
بیاراست بر بازگشتن سپاه
سوے مرز خاور بہ پیمود راه

یکے کاروان آمد آراستہ
ہمہ دشت ازیشان پر از خواستہ
رونده ہیونان پر از بار ہا
مرصع کفل پوشش و افسار ہا
ہمہ دم پر از گوہر شاہوار
ہمہ طوق بازو و خلخال دار

دکھنی

جو کاغذ تھا اپس کا جون کافور خشک
پر نہارا اس نامے کون جون پریا
او جادو تھے یک نامو کن دیا
اسی بولیا اس بات تھے جا تون راه
حصن پیل کون جا ازین بارگاه
اتال اتا سون بر سر داستان
یو بولتا سون جون بولے تھی راستان
معنبر کے خط سون بمشک و عنبر
لکھے تھے سو ہن دیکھا بولیا بر حریر
علی جون لئے قیروان سب تمام
کئے تھے استیار برادار ام
اوپر جانے خاطر سنواری سپاه
انو پکڑے خاور ملک کی راه

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان
بھریا ہے تمام دشت سب ساروان
دور پہاڑا تو پان بھری بار سب
مرصع کفل ہیں اسی تار سب
پروی ہیں موتی دنب کے بالیں
جری ہیں چرت سب دو خلخال پنن

فارسی

صبا از ہیونان ہامون نورا
ز ہامون بگردون سارینده کرد
ز ابریشم و مشک و عود و عنبر
ز دیباے رومی و حبشی حریر
زمین را تو گوئی بگنج اندر است
ز بار ہیونان برنج اندر است
کنوں گر بود شاد ما را ے گنج
بدست آیدش گر کشد پاے رنج
نوادر فرستاد مردے ہزار
کہ بسپارند از کاروان رخت و بار
ابوالمعجن کرد با شاہ گفت
کہ خورشید تابان نشاید نہفت

اردو

زمین تہی اپر ایا جون کیج رہے ،
اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اچھے
بھی اونپان کی کیونکر دکرہی شور تھے
زمین شور کرتی تہی در روز سے
اگر شاہ کون گنج درکار ہے
تو بھیجو کسی گنج پر بار ہے
سواران دیا بیج کر ایکہزار
جو لیاؤ کاروان کا تیں رخت و بار
ابوالمعجن کرد شہ سون کہیا
جو خورشید کون کوئی رکھے نہیں چھپا

دکھنی خاور نامہ میں مثنوی کے اختتام پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے اس لئے وہ ذیل میں بجنسہ درج کی جاتی ہے۔

"سبب منظوم کردن خاور نامہ دکھنی ان بود کہ علیا جناب خورشید نقاب قدر افزاے دہم عفت مسند آرای کشور عصمت۔ زینت بخش محلہاے مخدرات مجلس آرا حجرات طاہرات والا مراتب سمو مناقب خدیجہ سلطان شہر بانو القلب بڑے صاحب دامت عفتہا و عصمتہا کہ بصدق یقین و یقین و صدق خود را کنیزک پنج تن پاک وحضرت بہترین انام

پیشوائے عظام مقتدائے اکرام حضرت دوازدہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت فاطمۂ زہرہ وخدیجۃ الکبریٰ وچہاردہ معصوم پاک .... (؟)د نیّرِ اعظم برج افلاک اندخوانده وصبیہ علیہ شاہ گردون بارگاہ قطب فلک عز وجاہ سلطان محمد امین[۵۱] قطب شاہ ابن قطب شاہ[۵۲] است وخواہر نیکو سیر شاہ گیتی پناہ کسریٰ کلاہ سلطان عبداللہ قطب شاہ ابن قطب شاہ است وزوجہ شاہ سلیمان بارگاہ جم قدر سکندر سپاہ خاقان فریدون فر تیمور والا منظر سلطان دین پناہ ابوالمنصور سلطان محمد غازی عادل شاہ ابن ابراہیم عادل شاہ است ووالدہ صاحبہ ارشد ارجمند کامگار مؤید منصور بختیار قرہ ناصرہ دولت واقبال عزہ ناصیہ حشمت وجلال سعادت مند ابدی وازلی شاہ زادہ عالم وعالمیان شاہ علی مد عمرہ راچنین بخاطر رسید کہ خاور نامہ فارسی اگر بزبان دکھنی منظوم شود بہتر است پس فرمودند ہر کہ این کتاب خاور نامہ رابزبان دکھنی منظوم کند اورا بمراحم گوناگون شاہانہ وعواطف بوقلمون خسروانہ ممتاز فرمودہ از ابنائے زمان وسخنوران دوران سرفراز گردانیم۔ بنابران محرمان سراپردۂ عظمت تفحص بسیار وتردد بیشمار این

---

۵۱ شہزادہ مرزا محمد امین سلطان ابراہیم قطب شاہ کا فرزند اور سلطان محمد قطب شاہ کا باپ ہے نوجوانی میں انتقال ہوا۔ اس کا چھوٹا گنبد اسی چبوترہ پر واقع ہے جس پر ابراہیم قطب شاہ کا گنبد ہے محمد امین ذی استعداد اور علم دوست شخص تھا۔ صرف پچیس سال کے سن میں سنہ ۱۰۰۴ھ (۵ اپریل ۱۵۹۶ء) میں انتقال ہوا۔ ص۹۸ ماثر دکن مولفہ سید علی اصغر بلگرامی

۵۲ کاتب سے یہاں سہو کتابت ہوئی ہے محمد امین کی دختر عبداللہ کی بہن نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدیجہ سلطان محمد ابن محمد امین کی دختر تھی۔

مژدہ بہجت افزا و بشارت دلکشا بہ کمال خاں ابن اسمٰعیل خطاط خاں دبیر
کہ دبیر قدیم ششش کرسی درگاہ عدالت پناہ است و بزرگانش بخطاب
خطاط خاں نوازش یافتہ اند و طبع نقادش در فن شاعری مہارتے تمام دارد و
در سلک نظم و نثر در ناسفتہ را سفتہ آورد و در اشعار تخلص خود رستمی کردہ در قصائد
و غزلیات فارسی و دکھنی بلاغت از حد براہ رسانیدند (؟) رستمی
حسب الفرمودہ بلقیس زماں و ضوف اعطاف بیکراں قبول منیفی گشتہ
رستانہ رخش فصاحت فارسی را بمیدان بلاغت دکھنی جولاں دادہ ہر بیت
بیت فارسی را بیت بیت دکھنی انتظام دادہ نامش خاورنامہ دکھنی کردہ
از تائید ربانی و از فیض فضل سبحانی بست و چہار ہزار بیت در یک سال
و نیم تسوید نمودہ ترقیم و ترتیب کتاب نمود از توفیق رشید باتمام رسید
امید واز درگاہ مجیب الدعوات اند کہ کار فرمائی ایں کتاب را از نخل بخت
و عمر برخوردار کرد امید براد دل برساند۔ و مولف و نویسندہ و سامعہ و خوانندہ را
نیز از فضل خویش بے بہرہ نگذارد"

رستمی کے کلام کے متعلق صراحت کے پہلے خاورنامہ کی چند اور خصوصیتیں قابل اظہار ہیں۔ مثلاً
(الف) یہ اُردو زبان کی سب سے پہلی ضخیم مثنوی ہے نہ تو اس سے پہلے اور نہ آج
تک ایسی ضخیم مثنوی اُردو میں لکھی گئی۔

(ب) یہ سب سے پہلی رزمیہ مثنوی ہے اور پھر پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی کیونکہ آج
تک ایسی ضخیم رزمیہ مثنوی اُردو میں نہیں لکھی گئی ہے۔

(ج) ضخیم ہونے کے سوا اس کا تسلسل بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(د) اس مثنوی سے سلاطین عادل شاہی کے رزم و بزم کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ
ترجمہ میں ان امور کا داخل ہونا ناگزیر تھا جو اس وقت کی معاشرت اور تمدن کے لوازمات

تھے۔

(۵) زبان کے لحاظ سے نہایت سادہ اور صاف ہے اکثر اشعار نثر معلوم ہوتے ہیں۔

(۶) انکی سو تصاویر ہیں جن میں سے بعض تو پورے صفحہ پر ہیں بعض نصف اور ربع صفحہ صفحہ پر کل تصاویر کی تعداد (۸۲۷) ہے ان میں مختلف رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔ رنگوں میں بھی خصوصیت رکھی گئی ہے مثلاً شب خون حملہ کی تصویریں زمین سیاہ دی گئی ہے۔ دریا سمندر کا سا نیلا گوں رنگ میں پیش کیا ہے۔

ان تصویروں سے بھی عادل شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت کے مسلمان مرد اور عورتوں کا لباس کیا تھا۔ ہندو مرد اور مستورات کس قسم کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی بعض ڈاڑھی صاف کراتے تھے کسی کی مونچھ زیادہ لمبی ہوتی تھی ہندو مرد دھوتی کا استعمال کرتے تھے۔ ہندو عورتیں ساڑی کو پیچھے ٹوپ دیا کرتی تھیں مسلمان مرد لمبی قبا تنگ آستین کی استعمال کرتے اور بعض اوقات ایک نیم آستین قبا بھی اس کے اوپر ہوتی تھی پائجامہ کبھی تنگ کبھی گھیر دار ہوتا تھا۔ عام طور پر پگڑی باندھی جاتی تھی اس کو کبھی پہنے بھی ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے وقت خود استعمال ہوتا تھا۔ عورتوں کے لباس میں لہنگا دامنی اور چولی کا استعمال ہوا کرتا۔ پیٹ صاف طور پر نظر آتا تھا۔ غالباً یہی لباس اس وقت مسلمان عورتوں کا ہوگا۔ کیونکہ آج تک علاقہ مدراس میں مسلمان عورتوں کا یہی لباس ہے عورتیں بعض دفعہ سینہ کے اوپر کا حصہ کھلا رکھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر عبادت اور نماز کا دستور تھا مذہب کو زندگی کا جز لاینفک تصور کرتے تھے دعا مانگی جاتی تھی اور اس کو اثر پذیر خیال کیا جاتا تھا۔ امرا کے کھانے کے وقت ملازم قوال سے کبھی اڑایا کرتے۔ مختلف کھانے ایک ساتھ دسترخوان پر چن دیئے جاتے صراحی بردار پیچھے استادہ رہا کرتے۔ دوست ملاقات کے وقت بغل گیر ہوا کرتے۔ بادشاہ موسیقی سے بہرہ اندوز ہوتے۔ نجوم پر اعتقاد تھا بلا نجوم کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ماتم کرنے کا دستور تھا اور بوقت ماتم

سر کے بال کھول دیا کرتے تھے۔ سوتے وقت اکثر لباس تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کے سوتے وقت لونڈیاں پہرہ دیا کرتیں ان سے کسی قسم کا پردہ یا حجاب نہیں ہوتا تھا ان کی موجودگی میں ملکہ پہلو میں سویا کرتی ہیں غرضکہ اسی طرح اس زمانہ کے تمدن کی ہر شے اس میں نظر آتی ہو گو کئی ایک چیزیں اب بھی ہمارے تمدن میں داخل ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نئی نہیں مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی ان کا رواج تھا۔

جہاں ان تصویروں سے اس وقت کے بزم کے حالات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح رزم کے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ آلات حرب۔ طریقۂ جنگ وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جنگ کے آلات میں تلوار۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ ڈھال وغیرہ کا استعمال تھا۔ "علم" مختلف رنگ کے ہوتے تھے جنگی جہاز۔ بحری جنگ کا سماں نظر آتا ہے۔ فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دیو کے سر پر سینگ بنائے گئے ہیں۔ جہاں جہاں آنحضرت صلعم اور حضرت علی کی تصویر دی گئی ہے وہاں چہرہ کو نقاب سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک مختصر صراحت ہے جس سے اس کی تصویروں کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

خاور نامہ کے اقتباسات سے واضح ہوسکتا ہے کہ رستمی کا پایۂ شاعری کے لحاظ سے کس قدر بلند تھا ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں چوبیس ہزار شعر کا لکھ دینا اس کے قادر الکلامی کا پورا شاہد ہے۔

زبان کے لحاظ سے خاور نامہ نہایت صاف سادہ اور سلیس ہے بعض مقامات پر نظم نہیں بلکہ نثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تسلسل اس کا اسلوب بیان بھی پسندیدہ ہے۔ اس خصوص میں وہ زمانہ مابعد کی مثنویوں میں بڑی سبقت رکھتی ہے۔ غرض کہ خاور نامہ کے باعث رستمی کا نام اردو کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

میری معلومات کی حد تک اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

گلشن عشق

اس مثنوی کے سات نسخے انگلستان میں ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔
انڈیا آفس میں چار نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ اکسفرڈ میں ایک نسخہ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ایک نسخہ۔

الف۔ انڈیا آفس بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۴) ورق (۱۵۵) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق کاتب غلام قادر تاریخ کتابت ۱۳ شوال ۱۱۹۹ھ

ب۔ نمبر (۱۰۵) ورق (۱۵۴) سائز ۸ × ۴ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔ کاتب غلام صفدر تاریخ کتابت ۳ شعبان ۱۲۱۰ھ

ج۔ نمبر (۱۰۶) ورق (۲۰۱) سائز ۸ ¼ × ۵ ¾ سطر ۱۱ تا ۱۷۔ خط نسخ

د۔ نمبر (۱۰۷) ورق (۱۵۴) سائز ۸ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ

برٹش میوزیم نمبر (۱۰۵۹۔ اورنٹیل) ورق (۱۹۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

اکسفرڈ نمبر (۴۳) ورق ۸۳ سائز ۶ ½ × ۴ ¼ سطر (۱۳) خط نستعلیق۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۸) ورق (۲۰۱) سطر (۱۱) خط نسخ: تاریخ کتابت، ربیع الاول ۱۱۹۴ھ

بلوم ہارٹ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس و برٹش میوزیم کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی شہزادے منوہر اور مدمالت کی عشقیہ داستان، مصنف نصرتی۔
مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک برہمن شاعر تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کے دربار سے اس کا

تعلق تھا۔ مثنوی کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے نظم کی ہے جو ۱۰۶۵ھ (۱۶۵۵ء) ہے۔ مثنوی میں طویل دیباچہ ہے جس میں حمد، نعت، منقبت علی، علی عادل شاہ کی مدح کی گئی ہے۔ مصنف نے مثنوی لکھنے کی صراحت بھی کی ہے۔ کہ ایک دن دوستوں نے فارسی نظم کو دکھنی مثنوی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی جس طرح غواصی نے بدیع الجمال کو کیا تھا ابن عبدالصمد جو نصرتی کا دوست تھا اسے بھی مجبور کیا۔ ایک فارسی مثنوی منوہر اور مدمالتی کے حال میں میر عسکری رضا نے بھی ۱۰۶۵ھ میں مہروماہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔

نصرتی نے اس امر کی صراحت نہیں کی ہے کہ اس کا ماخذ کون سی کتاب ہے ممکن ہے فارسی یا ہندی سے ماخوذ ہو۔ یہ علی نامہ کا بھی مصنف ہے۔"

گلشن عشق اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں بھی شامل ہے ان کی وضاحت کا خلاصہ بھی ضروری ہے۔

اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "راجہ منوہر اور شہزادی مدمالت کا قصہ دکھنی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ باتصویر ہے جس میں مصنف کی تصویر بھی ہے جو لمبی ڈاڑھی کا شخص ہے۔"

اسپرنگر کا بیان ہے کہ "دکھنی بولی میں ایک مثنوی۔ ہندو عشقیہ کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ مولفہ نصرتی۔ تاریخ تصنیف بھی بیان کی گئی ہے۔ ۱۰۶۳ھ"

مولف کیٹلاگ بوڈلن لائبریری آکسفرڈ نے کسی قدر تفصیل سے صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے:-

"ایک قدیم عشقیہ داستان دکھنی زبان میں ہے میاں نصرتی جو علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں بیجاپور میں تھا جو علی نامہ کا بھی مصنف ہے اس کو نظم کیا ہے یہ پہلے ہندی میں لکھی گئی تھی جس کا مصنف شیخ منجن یا جمن تھا۔ دکھنی ترجمہ کے پہلے فارسی میں عاقل خاں رازی نے مہروماہ کے نام

سے ۱۰۵۹ھ میں نظم کیا ہے۔"

گلشن عشق کی تاریخ تصنیف کے متعلق کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خود مصنف نے اس کو نظم کر دیا ہے۔

کہا اس کی تاریخ یو ہجرتی　　　　مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی

جس سے ۱۰۶۸ھ برآمد ہوتا ہے۔

نصرتی کے مذہب اور اس کے اصلی ماخذ کے متعلق تفصیل کی ضرورت ہے۔ اصلی ماخذ کے متعلق آگے چل کر وضاحت کی جائے گی۔ یہاں نصرتی کے حالات کے ضمن میں اس کے مذہب پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرتی کا نام محمد نصرت تھا۔ اس کے آبا و اجداد سپاہی پیشہ تھے اس کا باپ شاہی سلح دار تھا خود نصرتی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت آب　　　　قدیم یک سلحدار جمع رکاب

نصرتی کے مذہب کے متعلق بلوم ہارٹ نے ڈی ٹاسی کے صراحت کے بموجب اس کو برہمن ظاہر کیا ہے حالانکہ خود اس کی تصنیف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے قدیم مورخین نے اس کو برہمن ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے بیان سے اس کے آبائی مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

خافی خاں اس کو ملا نصرتی کے نام سے ذکر کرتا ہے چنانچہ علی عادل شاہ ثانی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت وسعت خلق مشہور .... در عہد او ترجمہ روضۃ الشہداء و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمود۔"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"شعرگویان تازہ خیال با ہتمام آن شاہ نکتہ سنج پایہ شعر رنگین را بذروہ (؟)
اعلیٰ رسانیدند چنانچہ ازیں زمرۂ شریفہ یکے میان نصرتی است کہ بنصرت
طبع دیاوری مزاج شمشیر زبان موشکاف را سر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ
است۔" (ص۲۹ ب)

بساطین السلاطین میں زبیری لکھتا ہے۔

"از آن طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان
را بکشیدہ۔" (ص۱۹ ا)

انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں کاتب نے اس کو خواجہ نصرتی سے موسوم کیا ہے۔ ان اصحاب کا نصرتی کو ملا۔ میان۔ خواجہ سے مخاطب کرنا اس امر پر دال ہے کہ وہ برہمن نہیں تہا۔ ان مورخین نے نصرتی کے کلام کی بے حد تعریف کی ہے اگر نصرتی برہمن ہوتا تو اس کی بہی صراحت ضرور ہی کی جاتی۔

علاوہ ازیں نصرتی کے کلام سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل سے تہا۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح میں بیان کرتا ہے۔

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی میری — چلی آئی ہے بندگی میں تری

جو ہون مین بہی بندہ اسیر ہوا — جو آیا ہون تجہ بندگی میں سدا

اس سے صاف ظاہر ہے نصرتی برہمن نہیں تہا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نصرتی کا باپ فوجی افسر تہا وہ سلطنت کا خیر خواہ اور جان نثار تہا۔ اعلیٰ سوسائٹی میں اس کی کافی عزت تہی نصرتی کی تعلیم اور تربیت شاہی محل میں ولی عہد سلطنت سلطان علی عادل شاہ کے ساتہ ہوئی۔

نصرتی عربی اور فارسی میں کافی لیاقت رکہتا تہا سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ سے

اس نے شاعری کی ابتدا کر دی تھی۔ علی عادل شاہ کے حکمراں ہونے پر وہ اول تو شاہی مصاحب پھر ملک الشعرا کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ وہ ہر وقت رزم و بزم میں سلطان کے ہمرکاب رہا کرتا اور قصائد پیش کیا کرتا۔ نصرتی صوفیانہ عقائد کا پیرو اور مذہبی عقائد کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس کے دوست بیجاپور کے مشاہیر علما اور فضلا مثلاً قاضی کریم اللہ۔ شاہ ابوالمعالی۔ شاہ نور اللہ۔ ابن عبدالصمد وغیرہم تھے۔

اگرچہ نصرتی صاحب دولت اور روزگار سے بےفکر تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس کو خانگی آرام اور راحت نصیب نہیں تھی مکان اور ہمسایہ سے نالاں تھا۔ وہ شاعری کو اپنے شہرت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔

یہ تمام حالات اس کی تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ سے بخوبی واضح ہوتے ہیں ان کا مطالعہ ان امور کو ثابت کرسکتا ہے۔

بیجاپور کے مورخین نصرتی کے اعلیٰ شاعرانہ قابلیت کے معترف اور مداح ہیں۔ چنانچہ مصنف احوال السلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"ازیں زمرۂ شریفہ یکی میان نصرتی است کہ بہ نصرت طبع ویاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف را سرداوہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است وخیالات رنگین واشعار تازہ مضامین او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے زمان بہ ملک الشعراے وے انگشت قبول بر دیدہ رضا گذاشتند بل سخن بہان کامل عیار پایۂ شعرش را در ہند مقابل اشعار خاقانی نسبت بفرس داشتہ اند بریں مدعاے صدق شاہدیں عادلین دو نتیجہ طبع انورش یعنی گلشن عشق و علی نامہ تصنیف نمودہ"

(از انڈیا آفس ص ۲۹ ب)

زبیری مصنف بساتین کی رائے بھی نصرتی کے متعلق یہی ہے جو مصنف احوال کی۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ازاں طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بنصرت طبع رسا وری مزاج شمشیر زباں را برکشیدہ فتح اقلیم سخنوری کردہ اشعار تازہ مضامین وخیالات دقیقہ او مقبول ومطبوع خاص وعام گشتہ بشعرائے زماں وسخنوراں عصر الملک الشعراے او انگشت قبول بردیدہ رضا گشتند۔ برصدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع دقاوسش یکے قصہ عشق بازی مہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم علی نامہ است .... در مدح وصفش مبالغہ کردہ اند و پایۂ شعرا ورا درہندی عدیل پایۂ شعر خاقانی در پادشہ داشتہ اند۔......... قصائد عزا و دیوان غزلیات دیگر طبع زادش کہ مملو از تازہ مضامین و خیالات رنگین اند مشہور اند"

(انڈیا آفس ص ۱۹۱)

مندرجہ بالا بیانات سے نصرتی کی قابلیت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ تاریخوں سے نصرتی کے فی البدیہہ کلام کی بھی صراحت ہوتی ہے جو اکثر اوقات اس نے نظم کئے ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر علی عادل شاہ باغ میں تشریف فرما تھا۔ حوض میں پانی کا فوارہ چل رہا تھا بادشاہ کی زبان سے یہ مصرع نکلا ؎

اڑتا سو یو فوارہ پانی بی کیا چپل ہے

نصرتی نے فوراً مصرع موزوں کیا ؎

تجہ شاہ پر اتاتی موتیاں کا مورچل ہے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قدیم مورخین نے نصرتی کے دو مستقل تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے اس سے اسی امر کی تصدیق

ہوتی ہے مگر مولف گل رعنا نے نصرتی کی ایک تصنیف گلدستۂ عشق کا ذکر بھی کیا ہے لیکن تعجب ہے کسی بیجاپوری مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہاں نصرتی کے غزلیات وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے اسی کو گلدستۂ عشق سے موسوم کیا گیا ہو۔

بقول مولف اردو شہ پارے ۱۰۸۵ھ میں نصرتی نے انتقال کیا۔ گلشن عشق میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت۔ پھر سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح پھر وجہ تالیف پھر بادشاہ کی مدح۔ پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ خاتمہ پر پھر بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔

قدیم زمانہ میں ایک راجہ بکرم نام تھا۔ اس کا پایۂ تخت کنک گیر تھا۔ راجہ جواں بخت جوالمرد تھا۔ اس کی سخاوت شجاعت مشہور تھی اس کے ملک میں دور دور سے حاجتمند آتے کامیاب اور نہال ہوکر جاتے۔ بڑے بڑے راجہ اس کی فوج کے سردار تھے جو ہر وقت کمربستہ حاضر رہتے تھے ملک اور خزانہ کی کمی نہ تھی غرض کہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسی غم میں رہا کرتا۔

راجہ کا معمول تھا کہ صبح رانی کے ساتھ بستر سے بیدار ہوتا۔ موتھ ہاتھ دھوکر پوجا کرتا اور خاصہ کھا کر باہر برآمد ہوتا فوج کا سلام لیتا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا صاحب فن کی قدر کرتا۔

ایک روز جب وہ خاصہ کھا رہا تھا ایک فقیر نے صدا دی راجہ فقیر کی صدا سنکر فوراً کھانے کا تھال فقیر کے پاس لے گیا اور کہا جو دل چاہے لے لے مگر فقیر نے کوئی شے نہیں لی یوں ہی واپس ہوگیا۔ راجہ کو اس پر تعجب ہوا کہ اول تو سوال کیا اور پھر کیوں واپس ہوگیا۔ آخر اس میں کیا بھید ہے۔

راجہ نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں جالیا وجہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب دیا مجھے "بانجھ" کے گھر کا کھانا روا نہیں ہے۔ فقیر سے یہ سن کر راجہ بہت دلگیر شرمندہ اور خجل ہوکر

واپس ہوا۔ رنج و غم سے بدحال ہو گیا صبر کا یارا نہ رہا۔ آنسو کی دریا آنکھوں میں جوش مارنے لگی۔ غم و الم کے سمندر میں غرق ہوا۔ رانی نے اس کی وجہ دریافت کی پند و نصیحت سے دلدہی کی مشورہ دیا کہ اسی فقیر کو تلاش کر کے اس سے درخواست کرے۔ بادشاہ کے غائبانہ میں سلطنت کی حفاظت اور ملک رانی کی ذمہ داری رانی نے اپنے ذمہ لی۔

راجہ اس مشورہ کو قبول اور منظور کیا جوگی کے بھیس میں پردیس کی راہ لی۔ بھوک پیاس کی مصیبتیں جھیلتا تکلیفیں برداشت کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ ریاضتیں کیں کئی ملک طے کئے جنگل و بیابان ڈھونڈے مگر گوہرِ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ ظلمات میں آب حیات نہ پایا۔ آخر ایک دن ایک حوض نظر آیا جس کے چاروں طرف چمن بندی تھی گل و گلزار تھا۔ پھولوں کی مہک سے تمام فضا معطر تھی۔ راجہ نے یہاں قیام کیا۔ اس حوض میں پریاں غسل کر رہی تھیں راجہ نے ان کے کپڑے چھپا لئے۔ جب وہ غسل سے فارغ ہو کر نکلیں اپنے کپڑے نہ پائے متعجب اور پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں وہ کون ہے جس نے ہمارے کپڑے پوشیدہ کئے ہیں اگر وہ دنیا کے کسی امر کا متمنی ہے تو ہم اس کے حصول کی کوشش کریں گے راجہ یہ سن کر باہر آیا اور بیان کیا اگرچہ اس وقت فقیر نظر آرہا ہوں مگر بڑے ملک کا راجہ ہے۔ بے اولادی کا داغ ہے ایک فقیر آیا اور داغ پر داغ دے گیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پریوں نے خیالات کے گھوڑے دوڑائے اور کہا فلاں مقام پر فقیر رہتا ہے۔ اس سے تیری حاجت پوری ہو سکتی ہے ہم وہاں تجکو پہونچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پریوں نے اپنے چند بال دیئے جب کوئی ضرورت ہو تو اس کو جلائے تاکہ وہ امداد کریں۔ پھر راجہ کو فقیر کے پاس پہونچا یا گیا۔ راجہ نے دیکھا جنگل کے تمام چرند پرند فقیر کے پاس جمع ہیں فقیر اپنی حالت میں مست ہے۔ راجہ یہاں مقیم ہوا فقیر کی خدمت انجام دینے لگا مدت دراز کی خدمت کے بعد فقیر خوش اور مہربان ہوا اور کہا اے مست فقیر تیرے سر پر جو پھل ہے اس کو لے اور اپنے ملک کو سدہار اور اس پھل کو رانی کے ساتھ کہا۔ پھل لے کر راجہ روانہ ہوا پریوں کے بالوں کو جلایا وہ آئیں اور راجہ کو اس کے ملک

پہونچا دیا۔

وطن پہونچکر فقیر کا دیا ہوا پھل کہایا نو ماہ کے بعد اولاد ہوئی۔ایک خوبصورت شہزادہ تولد ہوا نجومیوں نے زائچہ دیکہا اور حکم لگایا کہ چودہ سال کے بعد آوارہ ہوگا اور جوگی بنکر شہر بشہر ملک ملک پہرے گا۔

کنور منوہر کی تعلیم وتربیت ہوئی جب چودہ سال کا ہوا تو ایک رات بالاخانہ پر آرام کر رہا تہا۔پریوں نے دیکھ پایا اور لے آڑیں۔ مدمالت کے پہلو میں سلادیا وہ بیدار ہوئی اور متعجب ہوئی۔اس کے بعد دونو کو جدائی نصیب ہوئی منوہر جوگی بنکر تلاش میں روانہ ہوا صدہا مصیبتیں برداشت کرتا ہوا آخر منزل مقصود کو پہونچا گوہر مقصود ہاتھ آیا۔کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔اور راج کرنے لگا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا

صفت اوسکے قدرت کی اول سراوں　　　　دہریا جس نے یو گلشن عشق ناؤ

منقبت ملاحظہ ہو۔

ابابکر صدیق او یار غار　|　دھریا ستقف دین رکن جستی اد بار
عمر ابن خطاب او نیک راسے　|　جوات عدل سوں دین کا گہر بسائے
بوعثمان دہنی شرم ایمان کے　|　اوجامع اہیں جملہ قرآن کے
وصی نبی ذی شرفات بلی　|　سواو شاہ مردان علی ولی

مختلف مقامات سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

زہے مجلس آراے فن دلفریب　|　دیا نیہ کی یوں مجالس کوں زیب
سمند سخن وش داستان کے سوار　|　کہلایا ہے کر تازگی نو بہار

ہسیں ہر ورق پچہ کی خوش چمن　　ہر یک بیت میں سیں پہول بن
ہر یک گرچہ مصرع اچہے یک نہال　　ولی عارفاں کرے طوبیٰ مثال
نہیں شاخ اچہے گرچہ ہر یک بچن　　جمی ہیں معانیکی میویاں سون تن
اگر عاشقاں کا جکچہ مٹکے من کے　　دکہاوی تلنگ کہا توں میوی چکے
دیکہو یو نول نخل بندی ہنر　　خوش اس منی نظارہ کر یک نظر

سکہئے کون ہے توں سو اظہار کر　　پرا ہے کہ یا دیو یا ہے بشر
گیت روپ لیا یا ہے ہی کچہ بلا　　منترنے منج آیا ہے کر مبتلا
میرا باپ درشن ہے اس دہات کا　　کہ کاریا ہے جو جگ سوں آفات کا
کر جیان جیو تحکون قا ضل اتہا　　یو سکہ زندگانی کا مشکل اتہا
توں کہوے بدل چہونا کام میں　　اپستی اپن آپر یا دام میں
کہا بات یو سن کہ منہر کنور　　کہ توں کون اپن دیکہاتی سو ڈر
کہنا اس روش کیا ہو انداز ہ تج　　کہ ہے یو کتک کیر کر شہر منج
میرا باپ بکرم کرے راج یان　　کو آتا ہے راجیان کا سرتاج یان

کہی بے ہوش کیا توں کہایا اسے　　ہو دیوانہ جیپ میں گنوایا اسے
بہار اس نگر اسی گھر کا ہے تا نو　　اسے اس محل میں سو میراج تہا نو
دہر مراج منج باپ سے جگ پتی　　اسے ناؤں میرا ہی مدہ مالتی

تب ان پاکے فرصت یو کرنے کی بات .　　لگے بولنے یوں کہ اے دہن سجات
جو بٹہیا کا درشن ہوا سو ہمن　　یو سب فیض بخشش ہے تیرے چرن .

نہ ہوتا تو تج لگ تھے یو فیض اگر   دو کان پھر کے پڑتی ہمارے نظر

ہمن سوں تراں یوں ہے اپکار آج   جو ہوئی تجہ انگے باعث کرنے کی لاج

یو سن بات دمالتی دو عجب   کہی عذر خواہی تیں کیا سبب

کہ میرے سوالاں کوں دے پیچ و تاب   اجوں لگ بہی دیتی ہے ہو کچ جواب

مگر بات کا منج میں نیں کر سمجھ   حکایت دو کہنے تج آتی ہے رنج

لگی پھر یو کہنے کوں اے دہن سجی   سمج بات نچتی ہے کے ہوے کچی

کہتی ہوں جو یو بات اچھے جھوٹ کر   تو سوگند کہاتی ہوں تج حسن پر

سنی اس دلکھنی نے یو بات جب   اوک تعبیہ سوں برا مان تب

کہی یوں تو اس دہات واجب نہ تہا   تجے پن کا تیرے مناسب نہ تہا

کہ لے حیلہ منج پر جب اس دہات سوں   نہنے جیو پکڑنے لگی گہات توں

یج ایسی تجے جائے بالی اہے   ہور اتنے یہ توں بدخیالی اہے

کہ پھر توں ایسی بچن آج تے   کہ میں پل میں جیو دیوانگی لاج تے

یو سن بات خالا کہی پھر بچن   کہ اے پاک دامن سجاتی سو دھن

او تم پن میں یک دھال ہوتی ہے توں   نچھل حال میں چاند جوتی ہے توں

مگر منج دو تن کر توں جانی اہے   منج اخلاص جھوٹا پچھاتی اہے

توں سمجی شاید منجے یوں یقین   کلنک لا جو تج سر کوں ہوؤں عیب چین

کہ ہیں اصل گوہر سوں نا ہوے خطا   نکو ہو سٹوں اصل پن کا وفا

سچی بات کوں جب سکر جھوٹ توں   خدا واسطے منج مت توڑ توں

یو خالا نے سب بات کہیچ میں   اوک آ کے دمالتی پیچ میں

چھپا اس سوں دل گرچہ راضی دہری   دلی موں یہ کئی اعتراضی دہری

مثنوی کی وجہ تصنیف وغیرہ کی صراحت۔

یک یک علیق کی بات کئے سو نقل — لینے پر زہی کس کے جاگا پہ عقل
ولیکن دِہن یو رہیا کھن — نہ کوئی خوب قصہ کہا نیک فن
بری کچہ خواصی چتی کر خیال — کیا تازہ باغ بدیع الجمال
غرض اکی منج تیں چہاتی پہ تہی — چتا چونپ دی ہم میں لیاتے پہ تہی
تب اس سیں یک مرد صاحب خرد — مسمیٰ جیسے ابن عبد الصمد
جو اولذت ہو سخن سجن تہا — او کعقل کی راز کا گنج تھا

رکھیگا تون جس ٹہار پر آ قدم — سکت کس جو دن آسکے مار دم
جتے جگ کے قصیاں میں قصہ نول — جو مدمالتی کا چ ہے بے بدل
کند رکر کئی کرچہ سب سو سس رنج — ولی تج بدل ہور ہیا باغ گنج
تون بسم اللہ کر یو قصہ شروع — جو اب فیض فیاض تج ہور جو ع

سو محبوب یو قصہ دلفریب — تو ہوے جلوہ پانی میں جب منج تے زیب
یکس روپ کے ایک عاشق اتہی — جو خوبی میں سب جفت برحق اتہی
جو ہنو کنور عاشقاں کا پتی — اتہی جسکی معشوق مدمالتی
کروں عشق عشاق کا اس بیان — دہروں نیہ معشوق کا اس عیان
سنواروں پہر اس پہیم کی بزم کون — کروں تازہ دل جگ کے خوش حزم سون
پہر اس دور میں مست ساقی اوٹہو — او مدہیم کا لیکہ باقی اوٹہی

خاتمہ کے اشعار۔

کہا ہوں یو قصہ جو خوشش عادل سلطان	علی شاہ عادل گیری نادن سون
تمک جگ میں مقبول اچھو مدام	بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یورپ میں گلشن عشق کے سات نسخے ہیں۔ ان میں باہم اختلافات ہیں بعض میں اشعار کی کمی و بیشی ہے بعض جگہ خود اشعار میں اختلاف ہے۔

مثلاً لفظی اختلاف ملاحظہ ہو۔

برٹش میوزیم والا نسخہ	رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا نسخہ
الہی تیں جگ کون داتار ہے	الہی توں ہی جگ کون داتار ہے
کرم محض تجہ پر سزاوار ہے	کرم محض تجہ پر سزاوار ہے
عنایت کا تج ہے یو عالم نواز	عنایت کا تجہ ہت تے عالم نواز
کرین ذرہ خورشید تی سرفراز	کرین ذرہ خورشید تی سرفراز
غریبان پہ بخشش میں پیارا توچ	غریبان پو بخشش میں تیارا سو توچ
منگی تی بی لئی دینے ہارا توچ	منگی تی بی لئی دینی ہارا سو توچ
زہی نام ور سید المرسلین	زہی نام ور سید المرسلین
جو آخر کون او شافع المذنبین	کہ آخر ہے وہی شافع المذنبین

بعض نسخے ناقص ہیں جن میں آخری اشعار نہیں ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں آخری مداحیہ اشعار نہیں ہیں۔ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں آخری اشعار جن میں تاریخ لکھی

گئی ہے درج نہیں ہیں۔

اسی طرح ہر عنوان میں کمی و بیشی پائی جاتی ہے مثلاً

رائل ایشیاٹک والا نسخہ		اکسفرڈ والا نسخہ	
حمد	(۹۰) شعر	حمد	۹۲
مناجات	(۹۰) شعر	مناجات	۹۳
نعت	(۵۶) شعر	نعت	۶۶
معراج	(۷۸) شعر	معراج	۷۸
منقبت	(۴۶) شعر	منقبت	۴۶
مدح گیسو دراز	(۴۱) شعر	مدح گیسو دراز	۴۱
مدح بادشاہ	(۱۴۹) شعر	مدح بادشاہ	۱۵۳
اپنے متعلق	(۵۲) شعر	اپنے متعلق	۵۱
عقل کی تعریف	(۳۵) شعر	عقل	۳۵
عشق	(۵۴) شعر	عشق	۹۱
قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)	قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ رائل ایشیاٹک والے نسخے میں بعض آخری اشعار بھی درج نہیں ہیں مگر اس کے برخلاف حسب ذیل شعر زیادہ ہیں جو یورپ کے کسی اور نسخے میں اور ہندوستان میں بھی دیکھے نہیں گئے۔ معلوم ہوتا ہے یہ کتاب کے مالک نے اضافہ کئے ہیں ؎

ختم خام تہا سو دکہن کا کلام — ہوا بخت تج ترتیب سوں تمام
تیرے شاعران شعر نازک بنائے — صفت تس کی جو ہان کی لب میں نہ پائے
کہ اس باغ کا باغبان نصرتی — اتہا اسکوں بخشش عطا قدرتی
جہان میں جہاں تلک ہوے شعر گو — سخن سنج صاحب ادب نیک خو

الہی ان کوں تو دارین میں | عفو کر فرح بخش کونین میں
ہے مالک قصہ کا محمد شفیع | توں کر اسکو دو جگ میں گردن رفیع
کیا بت کیا ہوں یو قصہ نول | تو کر لطف سوں میرے مشکل کوں حل
برہ کی نبت کا دے ہنر | چکور ہو کو حاصل کروں میں قمر
منجے عشق کا جگ میں کر یک پتی | ہوے جو نکہ منہر و مدمالتی
نکو مار نعرا یو مخلص غریب | تجے وصل کا دن ہوا ہے قریب
اگر آہ تیرا سنے بو علی | بسر جائے سب حکمت کا میلی
سنے گر چہ تجہ آتشے آہ سور | پڑے جا کو ظلمات میں چہور نور

برہ کی چمن کوں دے محنت کا آب
توں پاوے گا خوش رنگ کا گل شتاب

مندرجہ بالا اشعار اس طرح گلشن عشق کے اصلی مضمون کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ بادی النظر میں دہوکہ ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بہی در اصل نصرتی کا کلام ہے مگر مطالعہ پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ محمد شفیع کے لکھے ہوئے ہیں جن کا زمانہ سنہ ۱۱۶۲ھ کا قرار دینا چاہیئے کیونکہ اسی سنہ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب میں اس امر کی صراحت کروں گا کہ گلشن عشق دراصل کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

اس کے متعلق عالمگیری مؤرخ خافی خاں نے جو صراحت کی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"در عہد او (علی عادل شاہ) ترجمہ یوسف زلیخا تالیف ملا جامی و ترجمہ روضۃ الشہدا و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکہنی تالیف نمودہ"

اسی خصوص میں مولف بساتین ابراہیم زبیری نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ طلب ہے۔

"از آن طبقہ یکے میاں نصرتی است نصرت طبع یاوری مزاج شمشیر زباں را بر کشیدہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بر صدق ایں مطلب و نتیجہ طبع وفاوش یکے قصہ عشق بازی منوہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم بہ علی نامہ است۔"

(برٹش میوزیم ص۱۹۱ ل)

مولف اردوئے قدیم حکیم شمس اللہ قادری نے جو خیال اس کی نسبت ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے۔

عاقل خاں رازی نے بھی منوہر و مدمالتی کے فسانہ کو فارسی میں منظوم کیا ہے اور شمع و پروانہ اس کا نام رکھا ہے۔ خوافی خاں نے گلشن عشق کو عاقل خاں کی مثنوی کا ترجمہ سمجھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ گلشن عشق سنہ ۱۰۶۸ھ میں تمام ہوئی ہے اور اس کے ایک سال بعد عاقل خاں نے شمع و پروانہ لکھی چنانچہ شمع و پروانہ کا وہ بیت جس میں تاریخ تصنیف کا ذکر آیا ہے یہ ہے۔ ۵

ہست اکنوں ز دور نہ طارم | سال ہجرت ہزار و شصت و نہم

(اردوئے قدیم ص۶۷ طبع اول)

مولف اردوئے قدیم خوافی خاں کی رائے سے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ وہ شمع و پروانہ کو گلشن عشق کی اصل قرار دے کر بعد کی تصنیف ظاہر کرتے ہیں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خوافی نے شمع و پروانہ کا نام نہیں لکھا بلکہ قصہ منوہر و مدمالت تصنیف عاقل خاں بیان کیا ہے۔ مولف اردوئے قدیم کو اس امر کا دھوکہ ہوا ہے کہ وہ صرف شمع و پروانہ کو رازی کی تصنیف خیال کرتے ہیں حالانکہ رازی کی دوسری تصنیف مہر و ماہ بھی ہے اور اس کی تصنیف گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی سنہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے اس کی تصنیف کا شعر ملاحظہ ہو۔

ز ہجرت یکہزار و شصت و پنج است   کزیں غم خانہ غم نامہ طلسم کرد نکہست

(میوزم ص۲۵ ب)

شمع اور پروانہ عاقل خاں کی دوسری تصنیف ہے جس میں پدماوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

میں اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس مضمون کی دیگر فارسی کتابوں کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

کنور منوہر اور مدمالت کے قصہ کو اولاً شیخ منجن یا منجن نے ہندی میں لکھا تھا اس کے متعلق ہماری کچھ معلومات نہیں ہیں ہم یہ نہیں بیان کر سکتے کہ یہ کون تھے اور انہوں نے کب اس کو لکھا تھا۔ اور اس میں قصہ کی صراحت کس طرح تھی۔

اس کے بعد فارسی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

(۱) سب سے پہلے کسی نامعلوم شخص نے ۱۰۵۹ھ میں کنور منوہر و مدمالت کے نام سے اس کو منظوم کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے موجود ہیں۔

اس کتاب کے مصنف کے متعلق ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ ایتھے نے بھی کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اصل مخطوطے سے بھی کچھ واضح نہیں ہوتا۔ البتہ تاریخ تصنیف نظم کی گئی ہے ۔

ہزار و پنج و نہ سال بودہ   کہ ایں نو یادہ نظم وانمودہ

مصنف نے ابتدا[۵۲] میں صراحت کی ہے کہ یہ شیخ منجھن کا ترجمہ ہے۔

۵۱۔ ۳۵۳ اورنیٹل اور (۲۲۳۲) اڈیشنل۔

۵۲۔ ملاحظہ ہو۔

طفیل حضرت اولاد آدم   بہ یمن و ہمت اصحاب اکرم

چناں اندیشہ بر من گشت روشن   کہ مدمالت زبان ہندی ز منجھن

بگویم فارسی در شعر ابیات   ورونغ در است او واندر ابیات

ہزاراں آفریں بر شیخ منجھن   ز شعر ہندوی بود است پر فن

(۲) اس مضمون کی دوسری کتاب عاقل خاں رازی کی مہر و ماہ ہے جس کی تصنیف سنہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے۔ انڈیا آفس[1] اور برٹش میوزیم[2] میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بوڈلین لائبریری آکسفرڈ[3] اور پیرس[4] میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اس کتاب کے متعلق ایتھے کا نوٹ حسب ذیل ہے۔

"مہر و ماہ یعنی سورج چاند۔ ہندوستانی عشقیہ داستان کنور منوہر اور رانی مدھومالت۔ سنہ ۱۰۶۵ھ میں مرتب ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ قدیم ہندی داستان سے اخذ کی گئی ہے جس کو شیخ جمن یا منجھن نے سب سے پہلے ہندی میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اس کے دوسرے ترجمے (جس کو عاقل خاں رازی نے کیا تھا) کے بعد نصرتی نے سنہ ۱۰۶۸ھ میں دکھنی نظم میں منتقل کیا۔"

---

(۳) اس مضمون کی تیسری فارسی کتاب میکا و منوہر ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس[5] میں موجود ہے اس کا مصنف مادھوداس گجراتی ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۹۸ھ میں ہوئی ہے۔

(۴) انڈیا آفس میں ایک اور کتاب قصہ مدھمالت[6] کے نام سے موجود ہے۔ اس کے متعلق ایتھے نے صراحت کی ہے یہ مہر و ماہ یا منوہر و مدھومالت (جو سنہ ۱۰۵۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ نثر فارسی میں ہے مصنف وغیرہ کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

برٹش میوزیم میں ایک اور فارسی قصہ مہر و ماہ[7] کے نام سے موجود ہے مگر چونکہ اس میں منوہر و

---

[1] ۱۶۳۴ [2] ۳۴۷ اورنٹیل [3] ۱۲۴۱ ما [4] ذی ۲/۱ اسی P ۵۵۰
[5] ۸۲۴ [6] ۸۰۳ [7] ۱۵۰۹۹

حالت کا افسانہ نہیں ہے اس لئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔
ان کتابوں کے منجملہ ۳ گلشن عشق کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور ۴ غیر معروف ہے
اب صرف ۱ و ۲ زیر بحث ہوتے ہیں۔

خوانی خاں اس کو رازی کی تصنیف (مہر و ماہ) کا ترجمہ بتاتا ہے اور زبیری صرف منوہر اور مدمالتی کا قصہ بیان کرتا ہے رازی یا اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ ایتھے گلشن عشق کو مہر و ماہ پر مبنی خیال کرتا ہے مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی۔

میری رائے میں گلشن عشق صدر الذکر دونوں فارسی کتابوں میں سے کسی کا بھی واقعی ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے نصرتی کے صرف پیش نظر یہ کتابیں رہی ہوں اور اسی کے ساتھ شیخ منجھن کی ہندی بھی۔ میں اپنی رائے کے ثبوت میں امور ذیل کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) اگر ہم نصرتی کے قصہ کو مہر و ماہ اور مدہالت سے ملائیں تو ابتدائی حالت ہر ایک کے جداگانہ ہیں۔ گو آخر پر نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے مگر ابتدائی قصہ کے مدنظر یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ گلشن عشق ان کا ترجمہ ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے بالکل علیحدہ افسانہ ہے۔ چنانچہ مہر و ماہ کے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کا ایک راجہ دہرس نام عدل و انصاف میں مشہور تہا اس کے زمانہ میں ہر شخص خوش و خرم تہا سوائے عاشق ناشاد کے کسی کا دل رنجیدہ نہیں تہا۔ راجہ کا ایک لڑکا منوہر نام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر تہا۔ چونکہ یہ راجہ کا اکلوتا لڑکا تہا اس لئے اس کو کبھی جدا نہ کرتے ماں باپ دونوں فدا تھے۔ دور دور سے نجومیوں کو طلب کرکے زائچہ دیکھا گیا ان لوگوں نے سعد و نحس دونو علامتیں دیکھ کر کہنے لگے یہ راجہ نہایت نامور اقبال مند بلند مرتبہ ہوگا لیکن جب چودہ سال کا ہوگا تو شوریدگی پیدا ہوگی جوگی بنکر جنگل کی راہ لیگا ایک عرصہ کے بعد یہ حالت ختم ہوگی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی ہر ایک فن کے جداگانہ استاد رکھے ہر فن کی تعلیم ہونے لگی جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو خوبصورتی

میں اور اضافہ ہوا اس کا چہرہ چاند کی طرح منور تہا۔ آنکھ غمزہ کے گہر میں سازش کرنے والی تہیں ہونٹ یاقوت کو شرماتے تھے غرضکہ وہ خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکہتا تہا۔ اس طرح چودہ سال کی عمر کو پہونچا۔ دن رات عیش و کامرانی میں بسر ہوتی تہی دن عید رات شب برات تہی ایک رات وہ اپنے بالاخانہ پر سو رہا تہا قضارا چند پریاں سیر و تفریح کے لئے نکلی تہیں اور ہر دلکش و پرفضا مقام پر قیام کرتی دنیا کے عجائبات دیکہتی تہیں اونہوں نے دیکہا تمام اسباب شادی و طرب جمع ہے اور ایک حسین و خوبصورت جوان محو خواب ہے۔ ہر ایک متحیر ہوکر دیکہنے لگی اور ہر ایک نے اپنی دانش کے موافق اس کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ مگر کسی نے "مدمالت" کے حسن کو ترجیح دی۔ آخر تصفیہ ہوا ان دونوں کو مقابل کر کے فیصلہ کیا جائے۔ پریاں منوہر کو سوتے میں لے اڑیں اور مدمالت کے پہلو میں سُلا دیا۔ پہر اونہوں نے ان دونوں کو اٹہا کر تماشا دیکہنا چاہا "ماہ" (مدمالت) کو اول بیدار کیا گیا وہ اپنے پہلو میں جوان کو پاکر متحیر ہوئی اس کے محل میں داخل ہونے پر جہاں پرندہ بہی بے اجازت پر نہیں مار سکتا تہا تعجب کرنے لگی اپنے ننگ و ناموس کا خیال ہوا غیرت سے غصہ آیا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی اور پریوں نے سُلا دیا۔ اس کے بعد منوہر کو بیدار کیا گیا وہ بہی متحیر ہوا۔ (اس کے متعلق طویل تفصیل ہے) پہر ماہ بہی بیدار ہوئی۔ دونوں کا آپس میں سوال و جواب ہوا اپنے اپنے حالات بیان کئے لطف صحبت سے مسرور ہوئے اسی حال میں سحر کی سپیدی ظاہر ہوئی دونوں محو خواب ہو گئے پریوں نے منوہر کو اس کے محل میں واپس لایا۔ صبح منوہر بیدار ہوا معشوق کو نہ پایا۔ حالت دگرگوں ہوئی۔ عشق نے مجنوں بنایا۔ راجہ کا وزیر سورج بہان آیا نصیحت اور پند کی کچہہ اثر نہ ہوا۔ اور ادہر مدمالت کی بہی حالت ہوئی۔ کنیزوں نے جب مجنوں کی سی حالت دیکہی تو اس کی ماں کو خبر کی۔

منوہر کا جوش جنوں زیادہ ہوا آوارگی اختیار کی دشت نوردی شروع ہوئی اسی حالت میں ایک مدت کے بعد مدمالت سے ملاقات ہوئی شاہد مقصود سے ہم کنار ہوا گل مقصود حاصل ہوا کامیابی سے وطن آیا۔

یہ ہے مختصر خلاصہ مہر و ماہ کا اس کے برخلاف "مدھو مالت" کے قصہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔
شہر کنگر کا راجہ سورج بہان نام بڑا مشہور راج تھا۔ اس کی رانی کنولا نام ہو۔ صورت تھی
ان کو لڑکے کی تمنا تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار مدت دراز کے بعد لڑکا تولد ہوا۔
جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھا نجومیوں نے زائچہ دیکھا کنو۔ منوہر نام تجویز ہوا اور حکم لگایا
گیا کہ جب پندرہ سال کا ہوگا تو جوگی بنکر شہر بہ شہر گردش کرے گا ایک سال میں یہ زمانہ ختم
ہوگا اس کے بعد واپس آکر کامیابی سے راج کرے گا۔

ماں باپ نے ناز و نعمت سے منوہر کی پرورش کی پانچ سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی
کچھ عرصہ کے بعد جب اس نے اپنی تعلیم ختم کر لی تو راجہ نے رانی کے مشورہ سے منوہر کو راج
سپرد کر دیا تاج سر پر رکھا گیا۔ تین سال تک اس نے راج کیا جب پندرہ سال کی عمر ہوئی
ایک رات مجلس طرب قایم کی منوہر کا باپ سورج بہان اور تمام ارکان دولت حاضر تھے۔
ہر قسم کے موسیقی کا سامان فراہم تہا۔ آدہی رات کو مجلس برخاست ہوئی منوہر اپنے محل کو واپس
آیا بالاخانہ پر استراحت کیا۔ پریوں کا تخت آیا۔ اس کے بعد یہ داستان مہر و ماہ کے ہم مضمون
ہوگئی ہے۔

ان دونوں کے قصوں کو گلشن عشق کے قصہ سے ملایا جائے جس کی قبل ازیں صراحت
ہو چکی ہے تو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ داستان اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک حد تک
جداگانہ ہے۔

(ب) نصرتی نے اپنے کلام میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اس نے کسی خاص فارسی
قصہ سے اس کو ترجمہ کیا ہے اس خصوص میں جو اشعار گلشن عشق میں آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

میری طبع کی تیز تازی کی تین   یوں سون کر نہار بازی کی تین
ہر اک داستان بوستان   ہر یک بیت ہر یک محل جانشین
معانی کی صورت کی ہے آرسی   کہیا شعر دکھن کون جوں فارسی

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام | دہر سے فخر ہندی بچن پر مدام
دگر شعر ہندی کی بازی ہنر | تسکتین ہیں یا فارسی میں سنو
میں اس دو ہنر کے خلاصہ کوں پا | کہیا شعر ایسا دونو فن ملا
دیوین داد سن فارسی شعر دان | جو ہندی سنی بے کہیں ٹل سون تان
آدیکھا گر ہو حسد سون کباب | رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب

(ص ۱۵۲ ل ۱ از انڈیا آفس)

اگر چہ شعر نمبر ۱ و ۲ سے ضرور شبہ ہوتا ہے کہ نصرتی نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے مگر شعر نمبر ۴ و ۵ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہندی اور فارسی دونو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے خصوصاً شعر ۵ سے صاف طور پر واضح ہے کہ دو ہنر (فارسی اور ہندی) کے خلاصہ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

(ج) نصرتی کے ہم عصر ماقبل اور مابعد جن شعراء نے اپنی تصنیف فارسی سے ترجمہ کی ہیں ان کو اصل فارسی سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اسی فارسی کا ترجمہ ہے مثلاً خاور نامہ طوطی نامہ سیف الملوک و بدیع الجمال منطق الطیر روضۃ الشہدا وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان میں بھی بہت کچھ کمی و بیشی ہوئی ہے بریں ہم اگر فارسی سے ان کا مقابلہ کریں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ اس کے برخلاف گلشن عشق کی یہ حالت نہیں ہے۔ میری رائے کی تائید مولانا باقر آگاہ کے خیال سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو مہر و ماہ کا ترجمہ خیال نہیں کرتے بلکہ مستقل تصنیف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"تعصب کو ایک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور ملاحظہ کر کے انتخاب کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے اس کی اور اس کی بواقعی واقف ہوئے۔

سوداکو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ
مثنوی میں اسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہر و ماہ یکتائے فن
طرازی عاقل خاں رازی کے تین قصہ منوہر و مدمالتی کا گلشن عشق
سے مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا
کا خوب سمجھے"۔

یہاں اب خود فارسی کتابوں سے گلشن عشق کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے
بیان کی مزید توثیق ہو سکتی ہے۔

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
سو ویسی سعادت بھری وقت پر	چو کیتا دید در خوبی و جوہر	حکیم و ہم منجم گشت حاضر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور	پدر نہاد نام او منوہر	شدند ہر یک بروخورشید خاطر
سمجھنے منجم کوں ہو سرس	بلفظ ہندوی کو بتی منوہر	بدیدند طالع مسعود بودش
سہیلیاں جو سب تیاں تھاں ہر ہر کس	بود در فارسی معنیش دلبر	برآمد اختر دولت ز نورش
بجایاں جرس جلد اسی وقت جب	جمالش سپہ آن ناز میں بود	نہادند نام او کنور منوہر
لئی تک منجم دھی پلکوں تب	بلی سرمایۂ عمرش ہمین بود	ستودند جہان از حشمتش اظہر
سکیاں دیکھتے اس نول سورج کوں	نمیکردی ز خود یکدم جدائش	خبر دادند کارش را ز انجام
انکھیاں سب کیاں موچ کیاں کوں	پدر چون مادران بود فدائش	چہ از دولت چہ از ملکت چہ از نام
کیا نور ترجک میں ایسا جھلک	بہر جا بود از ارباب تنجیم	شود چون پانزدہ سالہ منوہر
دیا ہو کہ ظلمات چوتھا فلک	فراہم امد از اطراف اقلیم	غلطش شخصی بود در سینہ اظہر
کتے وقت کوں جب دیکھیاں ہوش پا	ہمہ عقل و نظر بوند کردند	شود جوگی بہر جانب بگردد
سئیاں کر کہ چوکی رتن رہنما	نظر بر طالع فرزند کردند	کہ تا یک سال ہمراہ بگردد
....	یکی کردہ نظر بر اختر او	چو بعد از سی آید سوی خانہ

گلشن عشق

پچھیں شاہ پہر آکہ مجلس طرف
بلایا انکے سب نجومیان کے صف
جو تس میں تہا نانون جس کن گیان
بجے حل تہا زیج پستک پران
کہا خوب تو دھرا پس منکون تہا نو
کمون شاہزادیکوں یک نیک نام
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر
لکھونا نچہ دھر جنم کا پتر
دھیں بات سن شہکی اوکن ندہان
کتاباں پریاں اپنی فنکے آن
دکھ پستہ عرفانکے دھر نظر
رکھیا نانون اس کا سو منہر کنور
پچھیں اسکے طالع دیکھیا کر خیال
ہوا خوش سبھ بخت میں بیشال
قوی بخت کا تس ستارا دسیا
شہی چتر کا ہون عارا دسیا
جیسے مان تو کھند کی راج سب
دیو نیکی جیت من باج سب
کرنگا جہان زیر شمشیر سون
پھرادی فلک تین جیچ پہیر سون

مهر و ماه

ز گردون تاچه آید بر سر او
یکی در طالع او دوربین بود
که با طالع فراسس خو نفریب بود
یکی بگرفته از اسمش حسابے
یکی در فال بکشوده کتابے
یکی نشسته اصطرلاب در دست
یکی تا ساعت مولود پیوست
بچشم دوربین و ذهن چالاک
نظر کرده بگردشهای افلاک
علامتهای سعد و نحس دیدند
رقم بر صفحه طالع کشیدند
همه پیش اندس معلوم کردند
باسمش زائچه مرقوم کردند
کاین فرزند گردد رای رایان
بود در طالعش شاهی نمایان
بود در عرصه گیتی بسا سال
بتخت خویشتن با تخت و اقبال
دلی چون با هند در چارده سال
کند شوریدگی پیدا در احوال

منوهر و مدمالت

بدست آرو سمان مطلب زمانه

گلشن عشق	مهر و ماه	منوہر مدمالت
خوشش اسکے حالت کیری ہور میں	بماہ یازدہ از سال مذکور	
اورہی نہ حال یک رتی جور میں	بتاریخ نہم از ماہ مسطور	
....	شود جوکی و خاکستر بمالد	
اتہاکر چہ بمثل یوں بجتور	بدشت محنت و غربت بکمالد	
پاس سر دس آیا اُل یک خطر	ولیکن ختم کارش خسپر گردد	
کہ چو داہرس دیس یکاس ہوئی	چو سیر از محنت و از سیر گردد	
خطر ہو نہار تب اس پاس ہوئی	چو طالع نامہ او را پدر خواند	
او چادی خطرات بلا کی جو دھول	غبار راہ او از کرنہ چشاند	
چلے اڑکر یو باغشاہی تہی پھول		
بہر یکا سو نہچان سون کئی ملک پر		
بہولینکے نوشش اس روپ پرکئی بتہو		
بری کی پت کی کہنیری زوال		
بہرا دنیکی اس کال کون کملاکہ جال		
سلامت نل بیسکے ماتان تہی پھر		
پہر آدی سو پرورده اس ڈنکے وضمیر		
ولیکن سو ہی لا دوا یو بلا		
کریکی سو ہر حال ایسے مبتلا		
سنو ریچن بجر کا دید بات	کہن رہبان ایں دیر بلا خیز	چو بشنید این نصیحت را منوہر
کری یون حکایت کی کشتی روان	چو شد افسانہ ملا فسون نیز	بخاک آلودہ روی تن منوہر

گلشن عشق

ہماشاہ فرزند تھی جب نراس
تردد جو نہین چل سکی بے قیاس
کدر نکل کر تہی تب بہارا آ
کہایوں اپس پیشوا کون بلا
کہ سنگر ہمن یا ہتی منہر کنور
منکیا ہے سمندر پرسون جانے سفر
اول مستعد کر جہازان اپار
شہا پنچہ سامان بہر تس منہار
کہ کرچہ سبب کاج پر کم نہو ہی
نہیں سن میں پردیس کا غم نہو ہی
وہین پیشوا شہ کون تسلیم کر
کہا حکم تیرا ہی منجہ سر اوپر

....

سپاہی بی نامی ولاور جوان
سخن دان صاحب سخن ورفشان
کہنری سو ملاح مور تا خدا
نکالی جو لاکہا نسون یک یک جدا
جہان دید سوداگران اٹ کنہیر
سو پیر و جوان رای زن بی نظیر

مہر و ماہ

بصورت دنشین در کوس عالم
زند بیکو نہ دم زین قصہ غم
کہ چون سوز منوہر شعلہ زن شد
دلش سرد از حیا و از وطن شد
بگفتا چارہ جز بیچارگی نیست
علاج من بجز آوارگی نیست
غم این شہر و اینجا پر نشاند
بجز صحرا و دریا ر تتابد

....

پدر را زین مصیبت چون خبر شد
بجوشش از پسر ہم بیشتر شد
دلش خون گشت ازان درد جگر زد
قدم زد و سوی فرزند دل افروز

....

رضا ناچار نا سوا نفصا داد
سرانجام مہ شش کرد و رضا داد
سپہ شد ہمراہ او فوج در فوج
علم زنشت فیلان اوج در اوج
زنا کولات و ملبوسات شاہی
تفاف سا بہا و اوس کماہی

منوہر و مدمالت

لوازم جوگیان از چوب کہپر
گرفتہ شد روان چو مہر انور

....

اگر بر تو جنونی گشت غالب
ز بہر جستن مخفی مطالب
بگیر این لشکر و گنجینہ ہمراہ
ز مدمالت شوی تحقیق آگاہ
چو بشنید این سخن کنور منوہر
روان شد در طلب ان مہر انور
بدو دادند لشکر ہم خزانہ
با و کردند ہر یک را روانہ
بگردیدند زانجا چشم گریان
بآہ و نالہ و با جان گریان
روان گشتند کنور با ہمہ کس
بہ پرسان جانب شہر مہارس
چو بعد از مدتی بر ساحل یم
رسیدند ہمہ با محنت و غم
بکشتی ہا سواری می نمودند
بدریا اندرون کشتی براندند

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
سفینی ورقا میں کن کیان کی	....	درین اثنا قضای آسمانی
انجہیں روح پرور خوش الحان کے	کہن راوی چنین کردہ روایت	مخالفت بادی شد ناگہانی
	کہ چون در سپہر افراخت رایت	
	کشتیہائے معمور از ذخیرہ	
	شدہ دریا جزیرہ در جزیرہ	
طوفان سے کشتی کا غرق ہونا۔	ایضاً	ایضاً
سخن دان صبا خرد باستان	چنین رفت تقدیر الہی	ہمہ کشتی میان موج افتاد
کہے کہول یون غم بہری داستان	کہ کردد کشتی عاشق تباہی	ہمہ لشکر دران گرداب افتاد
جو عاشق کے لشکر و جہازان کا صفت	بتفند در محیط آشنا سبنے	فرو رفتند در گرداب ان موج
چلیا تہا جو انکی سمجھیں یکطرف	خورد صد موج خون از بوقا سے	منوہر ہم بغلطان رفت در موج
قضا اللہ یک ناگہان کہین سون آ	کہی در آب حسرت میشود غرق	خدا را یاد میکرد و ہمی رفت
جہازان کون سب مار پہچی بلا	کہی غیرت ابر کشش برق	بجز نام خدا دیگر نمی گفت
سمندر کیری انت تہی تا اس	بدریا جاششن در کام نہنگ است	کہ ناگہ درمیان موج انجا
بلند سد باندی کیا اس پاس	بصحرا ہر سشن قبل و پلنگ است	منوہر یافت چوبی محکم انجا
کند لیں حکم اسکے پانی ادیج	....	بآخر چند مدت در کنارہ
رہیا سو نہیں جا سکیا یک بج	بہر سوی جہازی شد تباہی	رسیدہ با دل جان پارہ پارہ
بندی سبکے چارو طرف تہی نظر	قضا را غرق شد کسی تباہی	نہ انجا دید یار و آشنائی
جیا ینن بجز دیکہتا تل اوپر	بہر جا موجہ طوفان عشق است	نہ مردم دید نہ آباد جائی
	سرا و بجا نثاران عشق است	

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
دیکھت ڈنک حوبولی کے یو اوٹ سا	منوہر ماند بر یک تختہ تنہا	
حسن کیا جو پیرا پیر یا کوٹ سا	صدف شد تختہ او لولوی لالا	
....	باخر کرد عشق دلبندش	
چار صفحہ اشعار آنے کے بعد	دران بحر حوادث بخت بندش	
یو دسی میں لٹ پٹ ھو تختہ پکر	....	
بہتا چپ چلیا موج سون تسپہ چر	چند شعر کے بعد	
ترن کاں میں کین دو تبا نیرتا	زموج آن تختہ چون آمد بساحل	
کمین نبٹ چلتا کمیں پیرتا	بساحل کرد منزل مہر سدل	
کتے دن تلک جیو پہ لی رنج سوں	بصد سرگشتگی مہر جہان تاب	
سو کرتا الپس بخت پر آب روس	بوقت شام آمد بر لب آب	
سلامت سون دریا کناری لگیا	بہر سو رو نہادی مست و شیدا	
پھر امید کی رہ منجہاری لگیا	بگمشتی راہ کوی دوست پیدا	
ھوا جون دو دریا کی آفت تھی پار	——	
ھزاران کیا شکر پروردگار		
——		
بعد کامیابی واپسی کا ذکر	"	" بلا عنوان
——	——	——
پراگندہ خوبیاں کی در خوشاب	حدیث آغاز این افسانہ راز	چو چندی بعد شادی در گذشتہ
ملا یا کی کئی سو سب انتخاب	چنیں کرد در انجامش سخن ساز	وطن در خاطر ہر دو گذشتہ

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
دونوں شاہزادی دونوں ماہ رو	کہ مہر و ماہ چون گشتند ہمدوش	بپیش رای چتر سین رفتند
خوشی سون رضا لی چلی ملک تو	ز مہر و مشتری رسید ہم آغوش	وطن رفتن یاد اظہار کردند
مرتب کر نہار مالا رتن	ہم کہ مہ چو ماہ عیش کرد	چو دل رخصت یافتند آں ہردو کنور
کیا ہے دو یون نظم تیری کھن	دین انکہ یاد ملک و جنس کرد	روان گشتند بملک خویش با فر
جو منوہر کنور عاشق بختور	درآنجا ہم معہ نو د بعیش	———
چندرسین حیا رفا خوش سیر	سوی حب الوطن امرست دلکش	یہاں عنوان ختم ہوتا ہے
....	....	....
دونوں شاہزادیاں کی دل دہرا و چاٹ	اجازت داد کرم رائے بهہ را	
دیکھن درس ماباپ ہور راج پاٹ	کہ تا سازد سوار (؟) دست دوراں (؟)	
چونچن کریں دہر مراج نز	نمودہ ہریکی تو دلع دا ماد	منوہر با استقبال رفتہ
کیا تہا چندرسین کا کاج کر	کہ تا سازند ملک خویش آباد	قدم بوسی پدر مادر گرفتہ
جو منہر کنور صاحب اشتیاق	سرانجام سفر شاہانہ کردہ	پدر مادر بپیشش بگرفتند
اول سوں بل سات کر اتفاق	مقیا را زغم دیوانہ کردہ	بعد ہرش کنارہ در گرفتند
رضا لنکہ دہر اپنی جانی ملکے	منوہر بعد از چند ماہے	....
بنیاں کون سنکاتی سجانی مکے	بملک خویش پسر درہاہے	بحمد اللہ مرادش گشت حاصل
اتہار اج کوی دن جو خوش باغ باغ	....	ز مادر و پدر گردید واصل
یہاں بات ہو کر نپٹ داغ داغ	پدر شد حال ہلی و ہوائے	———
قبیلے سون کئی دیس و گیر ہو	باستقبال ان اقبال عالی	
پہر اس بات پر یاج تدبیر ہو	رسید ار آہ مہر عالم افروز	
	بنائے والدین افتاد از سوز	

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
جہازاں کراستعد بے شمار دہراسارو سامان دریا کنار	....	
....	بچشم دل رخ دلخواہ دیدند رخ مہ ہم منور ماہ دیدند	
تلک راج رانی بڑی شوق سوں کنور سات ملنے چلے شوق سوں		
....		
محبت سوں چھاتی لگا تیں چنچل بچھڑ نیں کی جہال دسوں او بل		

اس اقتباس وغیرہ کے مدنظر میری رائے ہے کہ گلشن عشق نہ تو مہر و ماہ کا کامل ترجمہ ہے اور نہ مدمالت کا ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ یہ دونوں نصرتی کے پیش نظر رہی ہوں۔

گلشن عشق کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد، کتب خانہ سالارجنگ، انجمن ترقی اُردو، کتب خانۂ آقا حیدر حسن صاحب وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک باتصویر نسخہ بمبئی میوزیم میں بھی ہے۔

علی نامہ

یورپ میں اس کے دو نسخے ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (۲۶۷) ورق (۲۱۹) سطر (۱۳) سائز ۱۰ × ۶ ۳/۴ خط نسخ

(۲) برٹش میوزیم (ایڈیشنل ۲۶۵۲۶) ورق (۲۲۰) سطر ۱۴ سائز ۹ × ۵ ۳/۴ خط نسخ

بلوم ہارٹ کی توضیح کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یہ ایک مثنوی ہے جس کے درمیان قصائد بھی مذکور ہیں اس مثنوی میں علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ اسٹوارٹ نے غلطی سے علی عادل شاہ اول لکھا ہے۔ اس کی تصنیف سنہ ۱۰۷۰ھ میں ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جس کی ایک دوسری تصنیف گلشن عشق ہے۔"

جیسا کہ مذکور ہوا ہے یہ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں موجود ہے اس کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"علی عادل شاہ بیجاپور کے جنگی اور تاریخی حالات۔ جو تقریباً ۱۶۵۶ء میں تخت بیجاپور پر بیٹھا تھا۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جو ایک دکھنی شاعر تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں علی نامہ شریک نہیں ہے اس لئے اس نے کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

اس کی سنہ تصنیف کے متعلق بلوم ہارٹ نے غلطی کی ہے کیونکہ اس کی تصنیف سنہ ۱۰۷۰ھ میں نہیں ہوئی ہے بلکہ سنہ ۱۰۷۶ھ میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو امر قابل ذکر ہیں۔

(الف) اس میں ملناڑ کی فتح کا قصیدہ شامل ہے یہ فتح سنہ ۱۰۷۵ھ میں ہوئی ہے اس

سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۶۵ھ میں نہیں قرار دی جا سکتی۔

(ب) برٹش میوزیم کے نسخے سے جو علی نامہ کے موجودہ مخطوطات سے صحیح تر کہا جا سکتا ہے سنہ تصنیف ۱۰۷۶ھ واضح ہوتا ہے۔

کلماتِ شہ کا میں جیس جو کیا اوس | ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھ برس

(ص ۲۱۶ ب)

علی نامہ سے ہی نصرتی کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اس کے دوست و احباب کا پتہ چلتا ہے جو سب کے سب بیجاپور کے مشاہیر علماء و فضلا تھے۔

علی نامہ بھی ایک مثنوی ہے مگر درمیان میں قصائد بھی آ گئے ہیں۔ اس میں حسب رواج اول حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت پھر معراج کا ذکر اس کے بعد منقبت پھر بادشاہ کی م ح۔ اس کے بعد وجہ تالیف اس کے بعد بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کے حالات شروع ہوتے ہیں۔

اس مثنوی کے عنوانات بھی شعر میں ہیں حمد کی سرخی۔

حمد اول ہے خدا کا جنے روز اول | دیا ہے ہمتِ مردان کون جو توفیق سویل
رکھیا اس نامہ نامی کا علی نامہ نانون | تا جنم جنگ یو زبانی کی کلی ہوے ہیکل

حمد و نعت کے ابتدائی اور آخری :-

سرانا سری اوس سکت دار کون | کہ آدھار ہی ان نرادھار کون

تیری الک صفت تے ہنو کیر تی | کرے تون مناجات انا نصرتی

تمہیں اے شہنشاہ دنیا و دین | شجاعت کی ہی صفت کا کرسی نشیں

کہوں کہوں گفتار او سس راج کی | اتھی بات اجنک جو معراج کی

بادشاہ کی مدح کا اول اور آخر شعر ـ

دیکھا توں اتا مدح شاہ زمان | کہ ثانی سکندر ہے صاحبقران
سنو نہیں پڑیا ایک یو نامہ عجب | سخن نظم کرنے کا اول سبب

مثنوی علی نامہ سے جنگ کے حالات درج کئے جاتے ہیں :-

چلیا دہم پہ دہم ات معرکہ ہور حشم | ہوی آسمان ہور زمیں پیش دکم
لگیا آب دسنی کہنسی جا زمیں | ہوا کون ہوا جسم پیدا نقیں
بڑی تول رنگس تسکی ہوئی فوج پس | اوک لوٹ میں جوں ہوی خار و خس
سپہدار بیزار ہیں گز کون کہال | کہا تسکی لشکر پہ چوندہر تی ہال
مقابل میں پیلچ یون مار کوٹ | سٹی پار ہر تن کی اعضا میں پھوٹ
جدہرتی منکیں ساند آنی تمام | اپڑ داپنچ جایو کریں قتل عام
زمیں ہوتی جہگڑیاں تی سیراب ہوئی | اگت بہر ندیاں بحر خوں نا ہوئی
دی خوص یون لہو کی کنتیاں پہ بہوز | گلیاں کی مکل آئی کنکریا تی موثر
کہرک کی جیسی آب و تاب آ لگی | لگی اک پانی دیکہت تہپکی
کیا تہا جو جس سر پرس تیغ آب | ڈوبی غوط جیو دیکہت سر آب

اوک دہنکراں دہم سوں چاندی چلے | کنشان رچکہ بر کی دہانڈی چلی
سلح خول کیبی و بہالا ہتیار | شرک رنگ وکج کہا و لوڈر کی تار
ملی واری پیادی چلی دل بہچن | بگٹر ہات گردی سو تازی و دن

تفنگی فرنگی ہور انگریزیان | کتی ارمنی کئی و لندیزیان
کتارہی کریان کی کیتی دل چلی | بلم ہات لیلیکہ ماندل سے چلے
چلی بیل کمٹیان کی دہر دہر کمان | چلی کوندتا و کولیا تے جہاتیان کون تان

ہر یک فوج کون اپنی بازو قوی | ولی ہر نندتی پر بلا یک نوی
دست کون توکئی یار مل یک وسین | یکیک تن جدا صف پہ پیٹک دسین
برستی تھی یو فوج یک جس پہ وار | ہر یک جلبتی تنتی تہی تازی ہزار
جوانا کی تن پر جہوما جہوم میں | لگی زخم کاری سوما سوم میں
سلحپوش تس دل کا کالا ابہال | برسنی لگیا لہو کا برسات لال
اندیشی تی انگیز اوک سخت کام | دیا تہا اپس خوب چہرتی تمام

قیامت غنمان پہ قائم دسے | علامت قیامت کے سالم دسے
تہی ہت پکڑ تا شور کا سلسلہ | اوچایا سرب دل میں یک زلزلہ
اندوسون چلیا فوج کرتا تلف | سنیستان سون بہانے لگیا صف بصف
چشم پاؤن تل کیچ کی تہا تل کے راس | سستپر نی تہی ہر ڈک میں آنقیاس

خندق بحر و بر جان منازے دسیں | سکندر کے تپلی پہاری دسین
مخالف کے کشتی جو برگشتہ بخت | پری اس طرف آتیا ہی ہو سخت
دسی بر پہاڑا جہتیکیا سو ہات | کہ ادریچ ہو یہان تو ہی جیو یہ کہات
کہی دیکہ ریتوی کون جس برنج ہی | جو یو پنجر سی سدیا جو رح ہی

نشانان و چھتریان پنکھی سون اپار
کئی فوج کون قلعہ نو نہار

شہنشہ نظر میں بولیا سب حشم
لڑائی کی جا کی سمج پیش کم

اینو میں بی تجویز سون چھانٹ چھانٹ
رکھی کوٹ در بیونی بھانجان بہ بانٹ

وسی پائی دل بہر کر بجا نہیں یون
بڑی ہٹ میں چھٹیا دلبتیان بھی جون

لڑائی و لڑنی انکی ہو سکہ بد
پیادیان کون دیتی وزیران مدد

نقاری ہر یک ٹھار بجنی لگے
جتی بہیرو کرنی گرجنی لگی

لی آئی لڑائی پہ ہر دہنک کون
تراتی نفیری درن سنک کون

پیادی دبی مارساندن لگے
سواران پہری دل کی باندن لگے

کئی کوٹ دارو سون موت آگ کی
رکھی مار جا کا کپڑ لاک سے

جو تہی پنیت اوس کوٹ کے ونیت میں
جو ٹپالوک سب کوٹ ہور پیت میں

سرافراز خان اتہا سو ہوا استوار
کہڑ انیت انکی آپس جگہ بہار

ہمی ہم کہڑی اپنتا تان کہری
جوری برج سون پہ چھوٹ ہو بکتری

تیرانداز سون ساتمک ایان کا ہم
نہ دیون ساتمک تیران تی کم

سشتران وہتیال دی سون پہ آن
جبی لیا انکی تیر سور ام بان

تلک یک غلولا ہو شرزی کی فوج
غنیمان پہ ومین مارنی آئی فوج

دیکہیں لک دو نو دل میانی کہین
سلکنی پہ ہوئی یک بلا کے اگن

اوتہیات شر انکر بانان تی شور
تڑیان ہوئی پہ بجلیا یک ہو سون زور

جمیا سخت پہر مارتی یون دہوان
کنوانا کیا کو ئی کہتر ی کا آسمان

بہتی یک کی ہو فرنگیان ہزار
کیان کو لسی کون فلک کی انکار

سورج کرم ہوے لیکہ کنجی کا روپ
ڈہل ڈہلد لا رس کے جا کا بہ دہوپ

نکالک چلی یوں غلول کہین | کہ باری میں پیسی گئی سب اگن
دہوان گرد دہان اوس کا تہا دہوت | ہوئی بوند شبنم کی کو بیان سکت
گئی یک پہ یک تیر توں جلد ریز | سی نوک سوفار پیکان تیز

علی نامہ جب مثنوی کے ساتھ نصرتی کے سات قصیدے بہی ہیں ان میں پہلا قصیدہ پنالہ کی فتح کا ہے جو ۱۰۶۹ھ میں ہوئی تہی۔

پنالہ ایک پہاڑی قلعہ کا نام ہے۔ جو پونہ اور بیجاپور کی سرحد پر واقع تہا بیجاپور کے سپہ سالار افضل خاں کو جب سیواجی نے مکاری اور دہوکے سے قتل کر دیا تو علی عادل شاہ نے اس کے قلع قمع کے لئے ایک زبردست لشکر کی روانگی ضروری تصور کی اور اس کی سرکردگی جوہر کے سپرد ہوئی یہ حال میں اپنی بغاوت سے باز آکر عفو تقصیر کا ملتجی تہا۔ علی عادل شاہ نے اپنے حلم سے اس کی خطا کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سیواجی سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔

سیواجی ایسے بڑے لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ایک مستحکم پہاڑی قلعہ میں جو پنالہ سے موسوم تہا محصور ہو گیا۔ مگر صلابت خاں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نرم کر کے ملا لیا اس طرح دو نوں شیر و شکر ہو گئے۔

بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوا خود بہ نفس نفیس اس مہم کے لئے روانہ ہوا جب سیواجی نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ پنالہ کو چہوڑ کر بہاگ گیا اس طرح علی عادل شاہ کا بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

سیواجی کسی طرف پہاڑوں میں چلا گیا چونکہ فوج کو اس کا کچھ سراغ نہ چلا اس لئے بادشاہ بیجاپور کو واپس ہوا۔

پنالہ کا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس پر قبضہ ہونا ایک بڑی بہاری فتح تہی۔ اگرچہ جنگ کی نوبت

نہیں آئی مگر پھر بھی ایک دشوار گزار اور سنگلاخ قلعہ کا دشمن کے قبضہ سے نکل جانا اور پھر دشمن کا روپوش ہو جانا فتح سے کم نہیں تھا۔

نصرتی کا پہلا قصیدہ اسی فتح کی مبارک باد اور اس کے پورے حالات تاریخی پر مشتمل ہو اس کے (۱۵۵) شعر ہیں۔

قصیدہ کو وہ بادشاہ کی مدح سے شروع کرتا ہے۔ پھر سیواجی کے نالائقی کا اظہار کر کے اس کے حملہ کرنے اور سلطان کے متوجہ ہونے کا بیان ہے۔ صلابت خاں کے جنگ کے حالات بیان کرتا۔ فوج کی بہادری اور جانبازی کی داد دیتا ہے اس کے بعد خود نفس نفیس بادشاہ کا روانہ ہونا۔ سیواجی کا فرار ہو جانا مذکور ہے۔ پھر وہ بادشاہ کو مبارک باد دیتا ہے آخر پر مدح سرائی کے بعد دعا پہ اپنے قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدے میں دو مطلع ہیں۔ تمہید ملاحظہ ہو۔

جب تے جھلک دیکھا اوک سورج تیری تروار کا ۔۔۔ تب تے لگیا تھر کانپنی ہو پر عرق یکبار کا
کوئی بند جو تیری کہرک کی پانی تے دریا میں چھٹے ۔۔۔ کہا جوش اوک یک نہر ہوے تختہ اکھنڈ یک دھار کا
کس میں تو طالع کے قوی جم تے اوک جم جم دسے ۔۔۔ جس میں تو عالم گیر ہوا یا سکندر سار کا

نو شعر کے بعد دوسرا مطلع آتا ہے۔

اے شاہ عادل تون علی صاحب ہے سینسار کا ۔۔۔ کفار ہجن جگ تھیں نے سور کوئی تج سار کا

اسی کے ساتھ گریز کر کے سیواجی کے متعلق اظہار خیال کرتا ہے۔

یک سال او باغی سیوا جگ میں شرارت پیدا کیا ۔۔۔ ہے طفل مکتب مکر میں شیطان جس مکار کا
چپ موہ پڑے شیطان کون فنکی سکا آپن کرو ۔۔۔ ابلیس کون تس حکم میں جوں چل تری کی کار کا
کوئی کھیل اس کھباز نے کھیلیا تھے بازی کے بن ۔۔۔ گویا فلک کچکول ہے سا دیا اسی عیار کا
مدہ تی کم بن شیر نر کھاویں دغا تس مکر میں ۔۔۔ دلکا تو کیڈ تے کچا پن نس مے کفار کا

قلعہ کی کے متعلق وضاحت :۔

تھا یک جو جگ میں سب اوگڑ نپالی کا بلند
تھمنی دہرت لنگر ہے ہوا نیر کون تہا تب آب دھار کا

دوری کی بس پہیری میں ہوئی منگل نعل کا کہ ننگ
سٹتا ہے تیزی نعل ڈھان چندر سبک رفتار کا

بیت الشرف سون سور کی دہرتا ہے نت ہمسایگی
برج سون اوس مادہنی دعوئی دہرے حقدار کا

کمتر یری تس نعل منگتا ہے روشن نا یکے
چندر ہلالی جون سدا ہر نس ہے تس دربار کا

جس تکے حشم کا شب نویس اکثر عطارد کا سگا
جس کا انگے نت دہری زہرا سون ناتا یار کا

صلابت خاں کا سپہ سالار مقرر کیا جانا۔

درج عقیدت کا اوک سشہ پاک جوہر جان اوسے
کینے صلابت خان خطاب اوس نامور صفدار کا

جون سٹ ٹرے معتاد سون کیتے عطا سرلشکری
ہر یک وزیرا تس ملیا نامی جو تہا تروار کا

فوج کا لڑنے کے لئے جانا اور سیواجی سے لڑائی کا ہونا۔

جب دل علی کا لے چلیا دہسون سپہ لا ر او
دُبن تس صلابت تے قدم کہتا چلیا مردار کا

مردانگی میدان پر تو اونے رہ سکیا باغی ولی
لشکر تلین سنگر چڑیا جن لوگ بے پرکار کا

میدان خالی جان تلک دیکھی سو وہاں لگ دہم گئے
سارے وزیران جو رہتا لشکر سپہ لار کا

رگڑے میں جگر بیچ یو تپ چو دہرتی آیون کربا
سنپڑی تو جگ میانی اجل پاوی سبب آزار کا

گویاں نلنگان آ پرین پہوریلن ہر بار میں
بہاری تلنگ کے بہار تے تہا تیز تیراں بار کا

ہوئی زمیں پاتال لگ برجان فلک کی دندتی
مار از نگیاں تیں ہوا گولیاں کے عجب سنگسار کا

پاتال تے پانی ابل نکلیا زمیں سب گرم ہو
وار دکی بات بہارتے جون ہتون پر سیانار کا

چوندہی وزیران نے ایک جون گرما پر کوندٹی اسی
کیتی تلیں کی فوج پر دمیں دہان تے دہم ملغار کا

گزان سون مہرے یہاں یوں کیتے پراگندہ وِسش
گوپن کا چون لکتیں پہتر ہیٹا ہو حقہ نار کا

لاگے تیر کا ضرب سو تفراغ اجل کے ہات کی
بجلی کہی تے کم نہ تھا دہکا گرز کی مار کا

سنگسار لاتی کوں سٹے تیراں سوں تیراں نیازکر | بوکے جھیاں پر چپاں لٹے جسکوں سنز تھا وارکا

مرتیاں کے لہو کی بھرنے دہرتے پو جب بہرتی دہریا | جیتیں پونٹ پڑتی لگیا ڈونگر یو ڈو نگر لہار کا
پہر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج لو | ہردم کنکن پڑوی پر کرتا پنکھا اوزار کا
لوٹا نکے مچھلیاں پر زرہ جالے وسین ہٹردوہ میں | تہاکل کی ڈوری کے منن ناگا سو ہرزنار کا
چلنیاں سراں کیاں تیر تے وستیاں کوں کیے پہول یاں | پنج چڑیا سو ڈنڈ تھا ہر س ڈنڈ لگے سار کا
دیدی بکھرے جا جنگل میرے سلیمانی دہریا | سنگ بیودی ہو ولاں دامن بہریا کہسار کا

سیوا جی جب عاجز ہوگیا تو قلعہ پنالہ میں قلعہ بند ہوگیا اور اپنے مشہور کرسے صلابت خاں کو بھی ملالیا اور دونوں شیر وشکر ہوگئے۔ بادشاہ کو جب اطلاع ہوئی تو خود لشکر لے کر روانہ ہوتا ہے۔

لشکر کی جم تے کم نہیں شہ کے وزیراں کا کٹک | آصف کی منقبت ہے ادک حملہ ہریک سردار کا
بنیں پو شہ کی فوج کی جس کی ملائک پیشرو | ومدار پشتی یاں ہے جم جم ادک کردار کا
اس فوج طالع دار کوں دیکھے فلک جیب ملک | بولے کی عالم گیر ہوئی بیشک یو بہار اتیار کا
نکلے جدھر شہ کی پیشرو ہے عقل کی بی دوڑتی | ناجہانک سکے دم جیاں موی شہ دہنی ہنکار کا
انپڑیا جو شہ عادل علی جب مرتضی آباد کون | زیروزبر جگ کوں کیا آواز شن ہنکار کا

شہ کی غضب کی آگ لے نے کشتی پر آئی لگ | شرو میں دل جا پڑیا ہر مایہ اشرار کا
تحقیق سب جانے کہ اب آخر نٹی پڑ آسمان | ہرگز تعضبا سکے نکوہی بل ہمت کی ادی آد عار کا
یوں الامان کی عانک سب چوندہرتی گر پڑتے اہی | عاجز ہو کاڑی مک پکڑ دہر نالہ دل افگار کا

سیوا جی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل شاہ کا قبضہ ہوگیا فتح کے بعد بادشاہ واپس دارالخلافت کو روانہ ہوا۔

جب اس علی کی حات تے آئی فتح خیبری | دارالخلافت کی طرف کیتی ہوس رفتار کا

سشہ کوچ پر پیچ اپنی ثابت قدم رکھتے چلے
آتی چلے جب دن کتب ہوے شہ کی اس منزل منا
جان جان سٹی تھی پاؤ لا جانے جو پیار کا
جس ٹھانوں کون سو حد گیا مے شہر کی سینوار کا

ہر ہر قدم چلنا گیس چندر ہو شہ کی پاؤن تل
چندر کون چندر جوت دہان نشریف دیوی نور کی
خوبی سوں چند کی لی کی دئی تہی انکھیاں کون شک
بہس پر بچھایا تھا اپن اجلا نکٹ جھکار کا
چار بجا تھا تس پو دل اس سوز نہ چو سار کا
اب ناز کی زری سوں سر کیا گال تہا دلدار کا

بادشاہ کی تعریف اور آخری دعا۔

الحق کہ حق میں جگ کی جو توفیق تج تی آئی ہو
تیرے توی طالع کی اب سوگند ہوی عالم منی
تج حکم مانیا سو اہی مقبول ہوو دارین میں
فہم و شجاعت عقل و دل شہ تج خدا بخشش کیا
عالم لبر سی ناکد میں یو شکر تج اب کار کا
حاکم تج ہر دم مدد ہو حیدر کرار کا
مردود عالم ہے رکھیا جن تج سوں رخ انکار کا
بخت و جوانی کا اول دی بل اپسکے پایہ کا

مزید دس شعر کے بعد آخری دعائیہ دو شعر جن پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا کی ورد میں
مے آسمان یا رب جلک ہرتے کے سر پر سایہ بان
کافی ہو دو جگ میں تجے تل فیض تس آثار کا
قائم تلک یو چھترا چھو عالم کی پالن ہار کا

دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہے جو اس کی بغاوت اور ناکامی اور پھر اس کے مرنے پر ختم ہوتے ہیں۔

سدی جوہر ایک غلام تھا جس کی دربار عادل شاہی نے پرورش کی اور ترقی دیتے ہوے اعلیٰ مدارج پر فائض کیا تھا۔ مگر نمک حرامی پر کمر باندھی باغی ہوکر محمد نگر عرف کرنول میں جا بیٹھا لیکن پھر عاجزی سے اپنے جرموں کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس کے جرموں کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سر بلند کیا اور سیواجی کی مہم پر روانہ کیا۔ یہاں جا کر اول تو اکثر

قلعہ سیواجی سے فتح کئے مگر آخر پر خود اس سے مل گیا۔ جب عادل شاہ خود بنفس نفیس سیواجی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو یہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجاپور کو واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں صلابت خاں نے پانچ ہزار سوار کے ساتھ ان کو گھیرنا چاہا تھا۔ ابراہیم خاں مقابلہ کر کے کامیاب ہو جاتا مگر چونکہ بادشاہ کی اجازت نہ تھی اس لئے ایک دوسرے راستے سے وہ دونوں بیجاپور آ گئے اور سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دی اگرچہ سلطان اس وقت اس کے قلع قمع ... تھا مگر ابراہیم خاں ملا احمد اور شاہ ابوالحسن نے بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کہ صلابت خاں دوبارہ عفو تقصیر چاہے چنانچہ مسعود خاں اور شرزہ خاں کی استدعا صلابت خاں کی جان بخشی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اب پھر چند روز تک ... حضور سلطانی میں حاضر رہا چند روز کے بعد جب عبدالرحیم خاں بہلول کرناٹک کی مہم پر روانہ کیا گیا تو صلابت خاں کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔

اس کے بعد سلطان قلعہ تورکل کی جانب متوجہ ہوا۔ صلابت خاں یہاں کے قلعہ دار کو بادشاہ کے خلاف مدد دینے لگا۔

علی عادل شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر صلابت خاں کی طرف متوجہ ہوا (۱۰۷۲ھ) جو قلعہ بہنو[۵] میں قیام پذیر تھا۔

ایک بڑی فوج بادشاہ کے ساتھ تھی بہلول خاں سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں متعین تھے قلب لشکر میں خود بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں کے سپرد تھا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی ہزاروں آدمی مارے گئے خون کی ندیاں بہہ گئیں سپاہیوں نے جانبازی کے جوہر دکھائے۔ بہادروں نے بہادری کے کارنامے پیش کئے۔ آخر بادشاہ کی فتح ہوئی اور صلابت خاں جان بچا کر بھاگ گیا۔

۵؎ یہ مقام رائچور سے ۲۲ میل جانب مغرب واقع ہے اور مانوی سے موسوم ہے۔

ہنور کے بعد رائچور فتح ہوا اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا پر جوہر کے داماد سدی مسعود نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا۔ اسی عرصہ میں صلابت خاں فوت ہوگیا عبدالحمید خاں اور بہلول خاں کی سفارش سے جوہر کے بیٹے عبدالعزیز خاں اور اس کے داماد مسعود خاں کی تقصیر معاف کی گئی دونوں دربار سلطانی میں حاضر ہوئے اور جوہر کی جاگیر اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔

دوسرا قصیدہ اسی صلابت خاں کی شکست اور عادل شاہ کی فتح پر لکھا گیا ہے تیسرا قصیدہ اس جنگ کے بعد بیجاپور واپس آنے کے متعلق ہے اور چوتھا قصیدہ جو گویا تیسرے کا ضمیمہ ہے جو موسم سرما کی تعریف میں ہے اور پانچواں قصیدہ بیجاپور کو آکر جشن منانے پر پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے قصیدے کے (۵۵) شعر ہیں اس میں اول بادشاہ کی تعریف سے ابتدا کرتا ہے اس کے بعد صلابت خاں کی گستاخی اور نمک حرامی کا بیان کرکے اس کے باغی ہونے کا ذکر کرتا ہے پھر سلطان اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے جنگ کا حال بیان کرکے صلابت خاں کی شکست پر ختم کرتا ہے آخر پر فتح کی تاریخ بھی نکالی ہے۔

تمہید

علی عادل شہ غازی شہنشہ بوالمظفر کون | دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کون
لیا کوئی داورگیر اپنا سکیا نے سر کی مہری تین | بندیا جس صنعت کے تختے پر جو بیدار شش رکن
نہی بوالفتح غازی یو ھمایون جسکے تازی سر | فرشتے جسکے جوڑی میں ھما کر اپنی شہپر کون

گریز اور نفس مضمون کا اظہار

عجب بے حوصلہ تھا او کیا اظہار بدمستی | پکڑ ہٹ لیا اپین جوڑیا بڑی دولت کی افسر کون
او بے دولت کون دولت جو قشانی بھلے ہوئی آخر | کہ پر چٹی کون نکلے پر دیکھی اوز در بدتر کون
ہوا سوروروز آخر رکھیا بنیاد فتنہ یون | دھیانے باج فوتی کوئی محل ہرگز کسی گہر کون

جنگ کے حالات اور جوہر کی شکست۔

مخالف اوکہ جس کن تہا ترنگ معوریا پدمانکمن
سب اس ڈل سون عرابہ ریچ کہپر اتہا مونہہ پیدرکون

وہیان یون ایک میدان میں دو نو دہرکیان صفان بہاری
وو دیا آتشین ابلے ہیرا سنے لہو کی سمندر کون

کہڑک کا آب ایسا ہی جو نا لیا تاب جس آنگی
پڑیں جلنے لگیں جا انکا تیں سو بکڑ ڈر کون

دفیسا سوندیں یون دسیی رگ تاشاہ باجیان سون
گرشت گزشت کا نو سو چلیا ہیز خوشش نچی گہر کون

رتن شو پرتے داریں سو ہر یک گولی کون سمجہا تہا
ہوی تہی بان سو ہر یک ہوائی تس دلاور کون

کہڑک کی شمع روشن یون ہوئی چربیان کی رغن تے
گیا کا جل کی ڈو نگر سا دہوان خورشید انور کون

کیا تہا سیس سرکش کا ہر یک تیزی کون بوتا ٹی
ثریا کہ کی نس کہا سے سو ہر یک سینہ خنجر کون

ہوی حاتیان کی مستک سب کنڈالی لہو کی پیستان کو
بنی ہیر نگ سندان چرکنی رنگ لشکر کون

گہڑی یک لہو کی چھلکیا نتی ہوا ہوئی چھینٹ کے نمتی
دیا یو تی قلمکاری سو ج کی پہر مشجر کون

کنول پہول آسمان تہا سو ہوا پر نکی گل جیا
دکہائی لالہ زار آخر اوتس گلزار اختر کون

علایا لہو سون سمندر بہر گلگن کون بر بڑی نمتی
بچہ تحت الثری لک جا لگیا پایا کری تہر کون

سیاد شانکی جہکری تیں پرایان تمن ان کا کلا
اکت نک لقم نتی کیا جیون ہر یک پسر کون

انی پرکار پرنی میں کیا جون شہ کمک آپن
شکست یکبار گی انہہ پاسپاس باغی کہالشکر کون

تاریخ اور دعا اور قصیدہ کا خاتمہ:—

سلگتی تہی جو گہر گہر سب ٹہنڈی ہوئی آگ فتنے کی
بجایا کہڑک کا جل سٹ نوبت فتح کی انگر کون

منگیا تاریخ کہنی میں تو تب نصرتیؔ ہاتف نے
کہیا دل سون کہ قندل ماریا علی یک پل میں جو ہر کون

الہی سو ہو نت انکو عالم گیر ہے جگ میں
تلک ہم فتح و نصرت دی یو شاہ بوالمظفر کون

تیسرا قصیدہ اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے یعنی جب بادشاہ صلابت خاں کی شکست کے بعد

بیجاپور واپس ہوتا ہے تو اس وقت پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کے (۴٢) شعر میں یہ بھی بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتا ہے۔ صلابت کی گستاخی جنگ کی حالت اور فتح کے بعد دارالخلافت کو واپسی کا اظہار ہے۔

اے شہ توں ہمنام علی شاہاں پو تیری سروری — دلدل فلک کا رام تج کرتا زمانہ تنبری
سب دہرت کی تختی پو توں جب شش جہت کوں بند کیا — دندی معطل ہو پڑیا یکیک ہو مہراسشدری

اس شعر کے بعد گریز کرتا ہے:۔

جو ہر کہ جس اے شاہ توں دہر سرفرازی کی نظر — کہکر صلابت خان اپن کیتا عطا سر لشکری
بختوں کے می کا اثر بے مغز کی جب سر چڑیا — سرکش ہو دکھلانے لگیا مستی میں آبد گوہری
یو ملک رانی کا کتاب اس بے سمجھ کی ہات پر — دیکھی کر شہ ہونے پو ہی یکیک ورق کی ابتری

جنگ میں شاہی فوج نے خون کی ندیاں بہادیں۔

برسیا کھڑک کی ابرتی یوں تس پو پانی قہر کا — خشکی پو ساری بجز ایل چو ندہر چلے لہو کی تری
دریا لہو سوں جوش کہا لنکا کوں کیتا عرق جب — موجاں تے پانی سیت کا دھل جا پڑلی رامیسری
کہایا شگشت یوں پسپت ہوا اس کمی تی فوج سوں — تاریاں سوں ہوی جوں نس ہوا دیکھ آفتاب خاوری

جنگ کے بعد بادشاہ دارالخلافت کو واپس ہوتے ہیں:۔

جب سفہ کھڑک کے آب سوں جوں آگ فتنے کی بجھا کی — دارالخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری
جوں اوچھے یکبار گی باجیا دماماں کوچ کا — جگ کی خوشی کی عالمنے گوش فلک کوں کر کری

خاتمہ:۔

یوں دم محبت آگ سوں عالم جہا پایا برمنی — خورشید ہمن کیں ایک انکار اکثر نہ کیا آزری
اوس شہنشہ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھا — یو شعر اک کردں پری پڑتا ہوں جیوں تیں سری

چوتھا قصیدہ موسم سرما کی تعریف میں ہے اس کے (۲۳) شعر ہیں۔
اس میں ٹھنڈ کے واقعات جاڑے کی تعریف شبنم کی حالت باغوں کی کیفیت گل و گلشن کی پژمردگی کے سین کو پیش کیا ہے۔

ابتدا

دی ہے زمستان نوازی دو لنگا اچا دھر کار آج
سردار ہو یو خزان ٹھنڈ کا رچیا ہی بہار آج

اپٹیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گویان چہان ٹھنا
ڈر سون اگن موج چپا تپلے در ہی ہی ٹھار آج

شبنم جو اُجلا چہاچ سا آشیر سی جگ میں پڑیا
ہر باغ میں ہوی ہی وہیں ہنڈی ہم تر سب کیبار آج

چلتیچ ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے
اے چاند بگی دیکھ لی تس بیچ اپس دیدار آج

ہر یک کون بارا ماتیں پیلے ہوے ہیں پاٹ سب
ہر یک گمر باغ جہان ہے ٹھنڈ تی بیمار آج

تا سرفرازی پاسکے دولت تی ٹھنڈ کی کونسلی
نا بل اپنی گو دنے لیتا کرے ہٹ بہار آج

گلشن کے آئین اُپر پڑتا چلیا سردی سون زنگ
ہر خار و خس شبنم ستے ہوتا ہی جو ہردار آج

بستہ رحم ہو کر کلی ہر شاخ گل کبڑی چھوڑ
کہا باغ کا ڑا باغ سب لیا تاسکی پہلبار آج

دیکھے نہ جوں جوں ٹھنڈ تی کس یک کلی کون خندہ
نغمے بسرجا بلبلان ہر تن میں ہیں بیکار آج

آخری خاتمہ کے اشعار۔

شبنم نہ ہوئی سو بدل دستے مرصع صدر مین
چلنے گنگن کی ہات تے تس کے ہی موتی جہاڑ آج

تس زرفشان کے ہت تی نت پڑ ہیں نظر کی گود یون
پامال سون پیلے باغ کا دامن ہو جون زردار آج

سورج جنم کا تن ننگا سٹ ہٹ تی خلعت پای تو
کاشانہ آتش تن اپر کا پنی ہنسر کیا بر آج

میں اس قصیدے میں صفت کہتا ہوا کئی دل
تس ٹھنڈ سون کمک میں تی پٹ لکی نجک گفتار آج

اے نصرتی بہتر ہے تج پیلچ دل گرمی سبن
کہہ مطلع تازہ سون پڑھی شعر شکر بار آج

پانچواں قصیدہ اس واقع کی تیسری اور آخری کڑی ہے صلابت خاں کے شکست کے بعد جب بیجاپور کو واپسی ہوئی ہے اور اس کے بعد اس فتح کا جشن ترتیب دیا جاتا ہے تو نصرتی بھلا کب ایسے موقع سے خاموش رہ سکتا تھا اس نے بھی اس جشن میں قصیدہ پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کے (۵۶) شعر ہیں۔

اس قصیدہ میں شہر کی آراستگی آئینہ بندی کا ذکر ہے بادشاہ کے گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔ دوکانوں کی آراستگی کا بیان ہے۔ گھر گھر خوشی کے جلسے ہوتے دن عید اور رات شب برات تھی چراغوں کی کثرت سے رات شب مہتاب بن گئی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خوشی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ہزاروں آدمی بادشاہ کے منتظر تھے جدھر دیکھو آدمیوں کا سمندر تھا ان میں حسینانِ جہاں بھی جلوہ گر تھیں غرضکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

آخر پر اپنا تحفہ (قصیدہ) پیش کرنے کا ذکر ہے۔ بادشاہ کی مدح سرائی کے بعد اپنی بے سروسامانی کا ذکر اپنے گھر اور ہمسایہ کی تکلیف کا بیان ہے اور دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :-

اے تریتی ہوگی سکھ تیج ہو دینا ہوا استری
بلبل سنواری تج اکین ہر دم دکھانے دلبری

بیت الشرف کے پاس جب آئے سو زرآتی میں تون
رونق سون گلشن ہو رہی یکدم کنکس ہو دھرتری

چندر تو لک لکتا کمٹ اس جہت کون مر لیا
تاریان سون نہ منظر کون تس آئینہ بندی سب کرے

اول سورج کی آگ پو عنبر اندھارا جل کیا
طبلہ ہوا کا فور کا بعد از فلک سٹ جھری

چندنی تی ہین سب صاف ہو یون عکس تاریاں کا دسی
چونی میں جون ابرک کلا بسی ہیں ساری دھرتری

پانی کیان سب صدرات یوں ہموار کیتا اب جھنک
یعنی ہوا ہو معتدل دکھلائے سیوت دلبری

تس خوش ہوا کون دیکھ کرنے شہر گشت آنی کی دن
نکلیا جھلکتا سو تس رات میں چندنی بہتری

سشہ تج رجھانی چاند ایس چنبر کھلے کا بہا کلے
پر کر گنگس کی اوج پر کرنے لگیا بازی گری

سورج جو لعبت باز سب تپلی ستاریان کی نچا | بہار آ کو پردی بیچ تی تشریف پایا زرزری
وین یو مبارک وقت پا کسوت شواہی شہ بنا | ایسا چڑیا تازی منگا جس ابرمن کی نذیوری
یک عمر اکر جب جب گنگس گہر گہر سورج کانت کنچن | جوڑی جو تازن کی نین ویسی نہ ہوئی صفت گری

گھوڑے کی تعریف ملاحظہ ہو۔

ہے شہ کا تازی تیز پر کیا تا زکی تیزی بہریا | سکتی ہے جس طناز کن پرواز نس دن ہے پری
خوش رنگ نس یک پہول کا ہرگز تفاوت نا کرے | گلشن اپر چل جای تو جوں باد صرصر سو ری
کر آنبٹ پہرتی باد کی بہایا فلک تس پانون میں | بایا عمان کوں صید کر دہر تیں ہوا جوں انبری

بازار و دکانوں کی آراستگی۔

جوں کہکشان انور سہیں رستہ صفا بازار کا | یوں فرش کی روس دسیں بکر لنکان مرمری
دوکان ہر یک خوش سو کر رنگ برنگی صدان لکیں | بیٹھے جتے سوداگران لیکر متاعان بندری
خوش باس کا جھکار اک ہفتم فلک میں جا پریا | پروردگی پاکر زحل خوشبوی پکریا عنبری

شہ آئے سو آنند تی یون پائی آرائش محل | پرتو تی جس زینت دھریا سقف فلک نہ منظری
شہ کے قدم کا جگ ہوی عید گہر گہر جگمگنے | گلزار سا رنگیں ہوا عالم سو ہر یک کشوری
سلطان محمد کا چراغ انور شہ عادل علی | شاہی کے گہر تی جب ہریا جس نور تی روشن تری
اس روشنی کا بہر خوشی دئی مجلس آرائی کیا | کیا شاہ کوں جہان اپین یک بزم کوں اسی زیوری
سب شہر میں کی لکٹ یوی یون پل میں الک لکنے لگے | طبلے رتن کے کہول جو بیٹھے رین کی جوہری
عقد ثریا کے نمن قندیل کی جھیلی دسے | سو رکہکشان نیں تاب دک ہر سیر معانی کی دہری

اپنے متعلق اظہار حال۔

حقا کہ ظاہر یون کردن سو کمال اسبات میں
جو منج قلم کا اژدھا لب را اسے سحر سامری

پن کیا کردان اسے شاد ہیں کی بات بیان ہوں
اول تو گہرا یسا نہیں جان تہا ہو ئی راحت بہری

گہر لی نہا سا دسے ل دائم ہے جو علت اسسے
پرکا نہ سون ہسایہ بد ہیں سیچ ہینکی بد تری

مطلق ارازل قوم ہیں تس کر دایسی سے چیا
سمجیں ادکال کہاوت کون سمجین ملک ہور سخری

جنکی زبان تی لام و کاف آتا ہے شیطان سکی
ساتیچے ہنی سون جب کرین تعلیم جنگ زرگری

خاتمہ:-

فرمان سون عالی حکم کی بخشش منج ایسا گہر دلا
جو صافتر منج طبع تی ہو ے جان میغان بہتری

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا لی دور میں
تا سن کر یگ آمین کہیں خوش ہو ملایک اتری

یارب تلک شہ چتر کا سایہ جگت سر جم اچہو
خورشید کی پرتو تی نت جب ہو پی ذرہ پروری

چھٹا قصیدہ عاشورہ کے بیان میں ہے گویا اس کو مرثیہ کہا جاسکتا ہے اس کے (۱۴۵) شعر ہیں اس میں پہلے حمد ہے خدا کی تعریف اس کے مخلوقات پر اظہار خیال ہوا ہے اس کے بعد نعت ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے حضرت فاطمہؓ کی مدح ہے حسنینؑ کی تعریف ہے۔ اس کے بعد گریز کر کے نوحہ شروع کرتا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہر سال علی عادل شاہ مجلس عزا برپا کر کے ماتم مظلومان تازہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ تمہید میں اپنی نا اہلی کا اظہار ہے بادشاہ کی مدح ہے (۶۶) شعر کے بعد گریز کرتا ہے جنگ کے حالات اور واقعات بیان نہیں کئے بلکہ بادشاہ کی مجلس عزا قائم کرنے اور ہر سال مرثیہ خوانی ہونے وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کی سرجن ہار کا | افلاک کا اونچا بندیا ہے محل کس بستار کا
ضیا کی کسی بام لاجوریا ہے تار نکی خنجر | کیتا ہے کامل بدر کون تابان انوار کا

حسنینؑ کی مدح کا آخری شعر —

سکجے ہیں نبی پیارا او بیچ جن جیب دک انسون رکہی | مبراو جو پیارا ہے سو او پیارا ہے کرتار کا

اسکے بعد گریز کر کے نوحہ خوانی شروع کر دی گئی ہے۔

اے واے ظالم کیوں دکہا ایسے جگر گوشیاں کون تیں | جگ جگ جوانی پر غضب واجب کیا قہار کا

بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

یو سرو بالا کاٹ کر سب خاندان کے باغ میں | ہوائی ہوکیاں ندیاں طوفان اچیا اجار کا
تب فاطمہ زاری میں آ بولی عجب کوئی بان ہوے | اے واے کن ماتم کرے اس سرو خوش رفتار کا
اتنے میں جبریل امین بہی آ ئیں کے پاس یون | بولے کہ نا کچ غم دھرو اس ساعت دشوار کا
ماتم یو مظلومان کی پہر تازہ ہو کرتا ہر برس | ہوی جون عنایت حشر تک شل جل کو سب برار کا
حقا کہ آرایش سون اب ہر سال کرنا عرس یو | پاتا ہے توفیق آج دل غمرو دینداار کا
سو او سوائی زرتپی صاحبقران عادل علی | اول محبت پاکو دل ہے حیدر کرار کا
اس شاہ کی عالی صفت میں مطلع نول کر یون لکہو | خورشید تے روشن وسی ہر نکتہ جس طومار کا

دوسرا مطلع —

دیکہیا ایندا جب صبا تس تک جو آپار کا | تب کے منے میں کل جہریا یعنی سو سچ جہلکار کا
سر کی شگفتہ طبع کا گلشن یو جب سایہ پری | ہر یک کلی کی تہار او بیچ ہوی کل کہلیا مہکار کا

اس مطلع میں بادشاہ کی تعریف و توصیف کے بعد قصر شاہی اور باغ سلطانی کی مدح کرتا ہے۔ اس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

ییک کمان اس دیک ہے توس قزح پلیا ہری
ہے طاق کسریٰ پاہری طاق اُنکی سو بار کا

جس نقش بورین صفا عینک ہوا ہے چاند کون
سورج کیا ہے آئینہ جہری کی پیچ ہموار کا

پر عکس تاریان کا دسی سب صحن جون نیلک مریا
خورشید کی پرتو تی ہوی جو صدر ہے زرتار کا

چوکرو تس رنگ رس ہریا ہے باغ ایسا جلوہ گر
کرنے میں ہوی رنگین نظر نظارہ جس گلزار کا

ہرگز نہ کس کیپول پر سورج کی لک سکتی نظر
ہے چتر ایسا سبز ہر برگ سایہ دار کا

کہتے ہیں کالوی نیر کی یوں کالوی گلشن منی
جوں کیس کہری بادسی رخ مالتی دلدار کا

خوشبوں پہولان کی چمن پائی تہی یوں پردگی
ستہ جس برس باندی کرکے بہانتی اغیار کا

مزید چند شعر کے بعد گریز کرتا ہے :۔

دیسی عاشور آئی سو ایسے محل میں نامور
کینی شدی کرنے کہری رونق کینی ابستار کا

اس قصیدہ کے بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں :۔

جب صبح باری کا قلم لے خط زنجیری لکہے
خوش پیچ پانے سطر ہو ہر یک نشان تس لہار کا

رونق سون ات کت یو محل جگ میں بہشت آئیں ہوا
فرماے اذن عام شہ پانی کون فیض انظار کا

دیکہن کون جیب ہر چوکتے یون زیر عالم کا ہوا
یوسف کی کارن وقت تہا جو مصر کی بازار کا

ہر ہر شدی کی تن اپر تہے کسوت ایسے نور کی
سورج کون جس کے سامنے طاقت نہ تہا چمکار کا

اسمری ثوابت کی ہین ہور کہکشان سی نو سری
عقد ثریا تی ادک تہا ہر الا قہ ہار کا

دو دو ہر فرشتہ رمتی پہرین اپس پر کی پنکہی
حوران کی چک کی ہٹ چہور تہا طرہ طرار کا

مجمر کی مہکاران ستی دن کا گریبان مشک بو
دامن دینکا عطر سون نافہ ہوا تاتار کا

بہت میں کہری بازی چمک اڑاکو بجلی بہیں پڑی | بادل کی سبنل ربری حت نال سن بہار کا
کہتا چکر باناں بہت سو سنکے پہو ڈان کا گرا | تہا چہت کلی کھرز کی چینی کلی کی حصار کا
مہتاب کی جب تاب اکیں ہو داغ صد چند گل کیا | یوسن سوں ج ہوند رو بہانا لیا بیمار کا

خوارسوں غم کی کلی نمن عالم گریباں چاک تہا | تہا عندلیباں تے اوک شور شور نالہ زار کا
رونق اکٹ کا کوٹ کوں یک بیاتہ کر مانڈیا کہلا | بستہ ہوا تہا گلشاں مسجد تلک دربار کا

خاتمہ:-

جس بات میں پی لک نے یک بہی نہ آتش کی صفت | کرور داب اسے نصرتی دعوات کی تکرار کا
مینا کی خرم کاہ پر جبلک سورج ڈہاکی کنچن | یارب تلک عشرت اچہو اس ڈ ایک دادار کا

ساتواں قصیدہ ملیبار کی فتح کا ہے اس کے (۲۲۰) شعر ہیں۔ صلابت خاں کے تصفیہ کے بعد ملیبار کے زمیندار راجہ بہدر پا نایک کے مطیع کرنے کے لئے شرزہ خاں کے تحت فوج روانہ کی گئی۔ بہلول خان۔ شاہ جی۔ عبدالمجید خاں۔ ملا احمد بھی شرزہ خاں کے ساتھ روانہ کئے گئے تھے۔ اسکے بعد ۱۰۷۳ھ میں خود بادشاہ روانہ ہوا۔

شرزہ خان راستے میں قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سندہ تک جا پہونچا۔ اس کے بعد "بدنور" پھر کوہل درگ وغیرہ مقامات فتح ہوئے آخر راجہ نے خراج ادا کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی اس طرح علی عادل شاہ ۱۰۷۴ھ میں منصور و مظفر بیجاپور کو واپس ہوا۔

قصیدہ کی تمہید میں بادشاہ کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد گریز کرکے ملیبار کا ذکر شروع کرتا ہے۔ فوج روانہ ہوتی ہے پھر قصیدہ کا دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ اس کی تمہید میں باغ کی تعریف کی گئی ہے پھول پہل کا ذکر ہے۔ اکتیس شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔ بادشاہ کی

مدح سرائی کے بعد فوج کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ آلات حرب فوج کا لڑائی کے لئے روانہ ہوتا اور فوجی سرداروں کا ذکر ان کی تعریف لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کی فتح۔ اور اپنے قصیدہ لکھنے کا ذکر ہے۔ دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :-

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں سخن تیرے بل کا — سچا توں ناؤں کا ری سے وہی شاہ رسل کا
سنو نے فتح آ دیکھیا جہوں واں آپنی صورت — پر پایا ہی عکس جس رن کھڑک کی تیغ سینچل کا

گریز کرکے ملیبار کا حال لکھتا ہے۔

علی کا رنگ لکھے قلم ہوئی سیف دو جیبی — دسے ہر حرف شکر دنی دہرے نامی مقتل کا
سنو یک فتح شہ کی قصیدہ بے بدل یاران — کہ ہر یک مختصر مضمون دہری معنی مطول کا
جو شہ کے ملک نیری وہی ملیبار کا سرکش — کیا تہا سرکشی جا کا کیل اس وبات کا بل کا
بلا کا بلکہ پنجرا تہا ازل کی ہات کا ایسا — پڑے ابلیس بند اسمیں تو نے حاجت موکل کا
چراغ اسلام کا کوئی وہاں نہ لایا تہا جو پنچیا ہے — جدھاتی دینکے کہرتل بہیا تہا کفر ازل کا
نوازیا شہ کے گھر کا ہوا تہا شہ سوں پہر باغی — نہ تہا ین فتنہ انگیزی فن اس گمراہ اتنکل کا

دوسرا مطلع اور باغ کی تعریف۔

عجب جگ میں تماشا ہے بہشت فرد اول کا — بہر یا ہے جمیع خوبی سوں اکر یعنی تیری کل کا
نظر کی دور ہے جاں لگ ان لگ دل نشیں بستان — جتا دل چل سکے استی انکیں لگ پہر سے چل کا
تیا کچ خوص ٹہ ڈونگا ہے فلک جاں تیرنے سکنے — لے آیا کہو رسا نکڑ آج کہاں دی سٹ چندر کل کا

چلیں باد صفا تی خوش صفا پانی یو سو جاں یوں — کہ جوں محبوب کے کنڑ ڈ دھنک زلف مسلسل کا
فلک سقائے خضری ہو پلا پانی نیر سو جگ کوں — سو برج کی جام سوں بہرتا ہے نت واں مشک بادل کا

دسس آوے باغ کے اگین صفائی حوض کی ایسی   سنواری دھن کہی ہے جون اگین آئینہ صقیل کا

جنگ کے لئے فوج تیار ہوتی ہے۔

کیا جون سور نوبت کرو ہیں چندرسی بنکون   لیکر آفوج تازیان کی کیا پارہ جو ہل چل کا
سورج بہی تیغ لے نکلیا صبا کا یوز نیلا چڑ   مقابل رونسک بہاکیا چندرا سوار ارحل کا

- - -

ہوا پر رنگ برنگ دہالان دکہایان بادلان ننگس   جہلتا سجلے نئے پہل ہر یک سے صقیل کا
چلے آئے سشہ کی بہالان یوالیسے سرداںکی آئے   جو تہا کہبا تنک عالم میں صفت جس ٹہا اوکل کا

عادل شاہی فوجی افسروں کے نام۔

اتہا ہجول ادعبد المحمد خان سشہ الیسون   سورج کی داغ دہرتا ہے صبا جس تیغ کی جل کا
جوان ونوجوان طالع مظفر خان توی جب تہی   اُٹل صف تے توی یار واتہا اس فتح منزل کا
اوتہا سید محمد مور علی جس نانوں میں یک سے   دلیری جنگے گہر کی کر قرار اس مرد اعقل کا
بکونام اصل دانائی زمانہ مولوی احمد   اسیکی فوج لی نامی مدد تہا اس کنک پہل کا
سشجاعت کیش ہی خان اخوانی تہی وزیران تے   ہوا کی رنگ دہالان سون گلستان صحن مندل کا

حملہ کا ذکر لڑائی کی حالت :۔

کئے اوچار کر اسی بلند یک کوہ پر حملہ   گگن پر پانچ پن لرزیا کلنجا ڈر سون مشکل کا
لگیا سنے وار لک ڈہیر یہ ہوی اوسان کی ٹکری   پریا جا عکس تن پر نکلی ٹماٹان کی جہل جہل کا
دمایان کی کرجنے نے زمین کا دل ہرتا تہا   بہشیا کرنے کی بخنی سون دردناکوہ ہور تل کا
سلح پوشان میں دودہر کی لکی دسکاسی آ ایسے   فلک کی پیٹ کی طالع ینہ نالی سبد سں تکہل کہل کا

جو تہی سنک سوانکوں توکندہتی لی چلے سیدی ۔۔۔ دیاں کوں دانچ جادا یے سیدجان پاسے سنچل کا
بلے تیرو کمان اپنی کناری ہور علم کھپچہ ہی ۔۔۔ دیکہت ضرب فرنگ کردہ کتی ہور سیف تر ل کا

....

سواراں ہو کیچے کچہ اپہرا ری ہوریاں نسی ۔۔۔ چریاں سی کی پیادی اڑا چا کلسکاں کل کل کا

....

دیاگر دوں شفق کی لب پیا اسس کا قراں کا ہو ۔۔۔ دئی نگیں کھلالی جب زمیں کوں شکل منہل کا
اجل ہر تیغ کی جل میں کنی بار ایک دہپو دہو کئی ۔۔۔ ہزاراں کار جوں کسل نجس کنفار کسل کا

آخر پر بادشاہ کی مدح شروع کر دی گئی ہے اور فتح کی مبارک باد دی گئی ہے۔

تجے تحقیق توفیق ایسی حق دیتے نوپلیں تے ۔۔۔ کیا منج نصرتی لکنے ثنا ہر فتح اکمل کا
لکھوں جے فتح عالم میں فلک طورما کوں تسکے ۔۔۔ سورج کی بہا را نیرچی میں کریں ہیکل الپس کل کا

- - - - - - - -

تیری عالی نظر سے نہ ہوی تریاتی اسکے طالع کی ۔۔۔ دسی دی آج کچ کا نہ تہا کچ ہل جسی کل کا
میری بخت آزمائی ستہ یو شعر ایسا کہیا ہوں میں ۔۔۔ نظر تری و طالع منج غرض کیا غرض اطول کا
دعاتج تانوں لے منگتا صفائی بخشش ہر دل کوں ۔۔۔ تو میری طبع پر دعوئی سہادی نت سنجل کا
جلک سے سورہت یارب یو ہفت اقلیم گردونکی ۔۔۔ تلک صاحب قراں ہو کرا چہو شہ سو رسوندل کا

کلام پر ریویو | نصرتی کی مثنویاں اور قصائد دیکھنے کے بعد اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کے زبردست شاعر ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

گلشن عشق میں انسانی جذبات اور خیالات کی جس عمدگی سے ترجمانی کی گئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ علی نامہ ایک رزمیہ مثنوی ہے۔ اگرچہ رزمیہ حالات کے لحاظ سے یہ خاور نامہ کو نہیں پہونچتی مگر اسلوب بیان کی اصلیت (اپچ) کے لحاظ سے اس کو ضرور فوقیت دی جا سکتی ہے۔

تاریخی حالات کے لحاظ سے یہ نہایت مستند ہے اور ادب میں سب سے پہلی سوانح عمری ہے۔ شہر بیجاپور کے حالات اہل شہر کی طرز معاشرت پر نصرتی نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زمانہ مابعد میں قصائد میں عموماً جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر حسب ذیل ہوتے ہیں۔

تمہید (اس میں یا تو موسم بہار کی تعریف۔ صبح کی تعریف۔ یا رات کی حالت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد گریز کر کے ممدوح کی تعریف اس کے گھوڑے کی تعریف اور تلوار کی تعریف۔ خاتمہ میں ممدوح کے لئے دعا ہوتی ہے۔

ان قصائد میں خیالات کی بلند پروازی تخیل کی جدت تشبیہ اور استعارہ کی نزاکتیں قابل داد ہوتی ہیں مگر ان میں سے اکثر امور مبالغہ اور خلاف واقعہ ہونے کے باعث قابل تعریف نہیں قرار دیئے جاسکتے اور اس قصیدہ کی وقعت اس دروغگوئی کے باعث ایک حد تک گھٹ جاتی ہے۔

اور پھر ان قصیدہ میں مثنوی کی طرح تسلسل بیان نہیں ہوتا اور واقعہ نگاری کی جوہر ظاہر نہیں ہوسکتے۔

مگر نصرتی کے قصائد کی خوبی اور عمدگی ان ہی امور پر وابستہ ہے اس کے قصائد میں پورا تسلسل ہوتا ہے کسی واقعہ کو شروع کرنے کے بعد اس کا پورا حال بیان کرتا ہے اور پھر شروع سے آخر تک سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کی واقعہ نگاری ہے اس کے قصائد میں نہایت تفصیل کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنگ کے حالات۔ مقابلہ کی کیفیت۔ بہادران فوج کا ذکر۔ قلعہ کے حالات فوج کی روانگی۔ محاصرہ کی کیفیت۔ غرضکہ واقعہ نگاری کا بہتر سے بہتر نمونہ نصرتی کے قصائد میں ملتا ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا زبردست واقعہ نگار تھا۔

ان کے سوا اس کے قصائد میں خیالات کی جدت اور تشبیہیں اور استعارات کی ندرت

بھی موجود ہے۔
قصائد کے ملاحظہ سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے بریں حم بطور مثال چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

پھر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او
ہر دم کنک پرتھوی پر کرتا پنکھا اوزار کا

دیدی بکھرے جا بجا گل مہری سلیمانی دھریا
سنگ یہودی ہو دلان دان پہر یا کہسار کا

ہو میں رنگی جا سب کنکر یا توت ریزے ہو رہے
جوں مالکیاں دستی لگے رنگیں ہو چورا گار کا

کنول پھول آسمان تھا سو ہوا چرنگی کل جیب
دیکھائی لالہ زار آخر او نس گلزار اختر کون

دریا ہو سون جوش سیں کہاں لنکا کون کیتا غرق جب
موجاں تی پانی سیٹ کا دھل جاؤلی رامیسری

سورج کی چشمی کا روان آب آتشیں یو جم رہیا
کیوں سینکنے بس آگیا انیاں کون یک انگار آج

سورج جو لعبت باز سب پتلے ستاریاں کے نچا
بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زرزری

خوشبو عطر تاب کی یوں سب جہاں میں بھر رہے
جو صبح کی صحت تی فلک طبلہ ہوا عطار کا

مہتاب کی جب تاب اگین ہو داغ صد چند گل کیا
یو سن سورج ہو زرد رو بہا تا لیا بیمار کا

سورج اند مند دیکھتا اکت کیا ہیبت سوں ہوں چلا | فلک کے سر کی ٹھیری کت سود یک مقتل کا

دیگر دون شفق کی لب پیا اس کا فران کا ہو | وہی رنگیں کہلائی جب زمیں کوں شکل منہن کا

سورج یوں ضمیر انکی جبریا سو شمع کا جوں کل | توں یک گلزار سے ہوماو بچلا پہول بادل کا

دیوے نرگس کی وید ہی کوں نظر تیریچ بینائی | سکی سوسن کی جیبان میں سکت ہر آیت زل کا

اس طرح جو امور زمانہ مابعد میں قصائد کی جان تصور کئے گئے ہیں ان سے بھی نصرتی کا کلام خالی نہیں ہے۔ اور ان کے ساتھ دیگر امور کی آمیزش (جن کا اظہار قبل ازیں کیا گیا ہے) کے باعث اس کے قصائد خاص وقعت کے قابل ہوجاتے ہیں۔

اگرچہ نصرتی کے قصائد کو زبان کی صفائی کے لحاظ سے زمانہ مابعد کے قصاید سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا مگر اس زمانہ کے نظر کرتے ان کو صاف اور سلیس کہا جاسکتا ہے اور ہر منصف مزاج زبان کی صفائی کے لحاظ سے ان کی وقعت کو کم نہیں کرسکتا۔

علی نامہ کے نسخے کمیاب ہیں انجمن ترقی اردو اور آقا حیدر حسن صاحب کے پاس اس کے نسخے موجود ہیں اور دفتر دیوانی ومال میں ایک ناقص الآخر نسخہ موجود ہے۔

شریعت نامہ

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۳۵ ورق (۲۸۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۶) خط نسخ

مصنف کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:-

"دکھنی اشعار میں اسلامی شریعت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف شاہ ملک۔ اشعار کے درمیان سرخی سے تشریح کی گئی ہے۔ آخر پر سنہ تصنیف ۱۰۷۷ھ بھی نظم کیا گیا ہے۔"

اسپرنگر۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے۔ سنہ تصنیف ذیل کے اشعار سے واضح ہوتا ہے۔

سو یو شین الف ہے و میم لام کاف (شاہ ملک)	غرض کون سو دکھنی میں بولیا ہو صاف
سن یک ہزار ہور ستر پو سات	کیا ہوں اسی سال میں یو حکات

شاہ ملک کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوسے۔ دکھنی شعراء کے حالات کا بڑا حصہ خود ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے مگر شریعت نامہ سے مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔

مولف اردوے قدیم نے شاہ ملک کا ذکر کیا ہے اور مثنوی کا نام احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔ اس کے آخری اشعار اور شریعت نامہ کے آخری اشعار دونوں بالکل ایک ہی ہیں۔ اس سے واضح ہو کہ دونوں نام ایک ہی مثنوی کے ہیں۔

بقول مولف موصوف شاہ ملک علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا شاعر ہے۔

شاہ ملک مذہبی شخص پابندی شریعت۔ حنفی مذہب کا پیرو تھا دربارِ شاہی سے اس کو غالباً تقرب نہیں تھا۔ ورنہ اس کی صراحت کچھہ نہ کچھہ ہوتی۔

اس مخطوطے کے سرورق پر درج ہے ؛ "رسالہ درفقہ در زبان ہندی دکہن تصنیف شاہ ملک" مضمون کے لحاظ سے یہ حنفی فقہ ہے۔ اول حسب قاعدہ حمد ہے پھر بیان شریعت کا عنوان قایم کیا گیا ہے اس کے بعد نعت کا عنوان ہے اسی میں منقبت صحابہ بھی آگئی ہے، کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان آتا ہے اور پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے بتیس (۳۲) عنوان ہیں۔ بعض عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان کے احکام (۲) ایمان کے شرط (۳) ایمان کے واجبات (۴) شریعت کے فرض (۵) شریعت کے واجبات (۶) شریعت کے سنت (۷) شریعت کے احکام (۸) وضو کے فرض (۹) وضو کے سنت۔ اس کے بعد غسل، مسح، حیض، نماز، قیام، رکوع سجود کا ذکر ہے آخری عنوان سجدہ سہو کا ہے اسی پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد :-

الہی دے توفیق انسان کون | جو بندگی کرین تیری دل جان سون
توں پیدا کیا محض بندگی کے تیں | سو اوچھوڑ کپڑے ہیں گند کی کین

بیان شریعت :-

شریعت تی خارج جو اسمان پر | اُپر نیکا تو تون جان شیطان کر
شریعت سو پیغمبران کا سے کام | شریعت پو بھے مرسل چلی ھیں تمام

نعت :-

محمد کی صدق سون ای کردگار | تون جستی کیا دو جہان برقرار

بھی آخر کون جسکی شفاعت ستی — چھٹک ہوی سارے یانکوں دوزخ ستے

سبب تالیف :-

یو مسلیان کون دکھنی کیا اس سبب — فہم کر کو دلیں کرین یاد سب
فرض ہے نمازی نی پڑنا اسے — مسلمان شریعت پو قایم اچھی

سکت تج تی کندر یا تو اتنا تبے — کیا ہوں یو مسلیانکوں دکھنی ستے
ضرورت ہی لازم مسلمان پر — بہی ہے حکم جو کچ سو ایمان پر
سو یو مختصر دہنی کر توں یاد — خدا تج رکھی دو جہان میان شاد

نمونہ :-

یو ارکان ایمان کی دوا ہیں — ولی عین ایمان سو یو امیں
جو اقرار اول زبان سون کری — بہی تصدیق دلیں سو یونکر دھری
خدا ایک دو جا شریک نئے اسے — ہی بیشل اسکے صفت نئے کسے

فرض احکام :-

دواکر یو بولیا ہوں چودا فرض — سو احکام و ارکان کی میں فرض
اول آپ کون پاک رکھنا مدام — جنب ہور حدث تے و یا احتلام
ہی دوسرا فرض پاک کپری سدا — جو پہنی تو نکر اچھی یا ا
اچھی پاک جاگا سو تیسرا فرض — کتا ہوں مصلے کون یو سب عرض
بہی چوتھا فرض وقتکوں بوج سب — فجر ظہر ہور عصر و مغرب و شب

بہی سب طاعتان ہیں سو ایمان پر — جو ہوتیان ہیں ثابت مسلمان پر
حقیقت یو ایمان کا ہے سو کیا — و یا دین کیا ہے سو اسلام کیا

ویا کیا مسلمانی ہے سو توں بول | اسی جاب دی یوں کتا ہوں سو کھول
خدا کی سو فرمان کوں کر قبول | بہی کرتا ہے بولی خدا کی رسول
مفصل ہے ایمان اسکوں توں نیک | بہی مجمل ہے ایمان توں دلیں لیک

خاتمہ :-

سو یو شین الف ہے و میم لام کاف | غرض کوں سو دکھنی میں بولیا ہوں صاف
ایہی سو یو بیتیاں زیادہ ہیں چار | توں کوشش تے دل بہا کو کر یاد کار
سن یکہزار ہور ستر پو سات | کہا ہوں اسی سال میں یو حکات

انڈیا آفس کے اس نسخہ میں ہر شعر کے نیچے اس کا دکھنی نثر میں ترجمہ بھی موجود ہے اور یہ اصل مثنوی کے ستر سال بعد لکھا گیا ہے (۱۰۷۷ + ۷۰ = ۱۱۴۷ھ) افسوس ہے اس کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"ایمان واجب ہونے کی دو شرط ہیں۔ اول عاقل ہونا دیوانی پرنی ہے۔ دوسرا بالغ ہونا نابالغ پر واجب نئے ہے تمام عبادت جیسا نماز ہور روزہ وغیرہ واجب ہونے کا شرط سو ایمان ہے۔ اگر مسلمان نی ہوا تو کچ عبادت اسپر واجب نئے ہے اگر کوئی پوچھی کا کہ ایمان کیا ہے۔ ہور اسلام ہے ہور مسلمانی کسے کہتے ہیں اسی یوں جواب دی کہ خدا کی حکم کوں قبول کرنی بولتے ہیں ہور ایمان ہور اسلام لفظ کی اعتبار فرق ہی ہور معنی میں یکساں ہیں"

اس مثنوی کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر ۳۳ دری

مراثیہ بیجاپور

مرثیہ مرزا

دیگر دکھنی مرثیوں کی طرح اس کے مرثئے بھی علیحدہ نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کی بیاض میں شامل ہیں۔ یہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا نامور مرثیہ گو تھا جس نے سوائے مرثئے کے کسی اور صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مرثیہ نویسی کا ایسا شوق تھا کہ انتقال کے وقت بھی ایک مرثیہ کا عنوان کہہ رہا تھا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل تھا مگر کبھی کوئی قصیدہ لکھا اور نہ مدح گوئی کی بادشاہ نے خود اس سے خواہش کی مگر اس نے مدح کے بجائے ایک مرثیہ میں بجائے اپنے تخلص کے بادشاہ کا نام لکھ دیا۔

مرزا اپنی مرثیہ گوئی کو ایک مذہبی فرض تصور کرتا تھا اسی انہماک کا نتیجہ تھا کہ اس کو خواب میں بھی اس کی تلقین ہوتی تھی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اپنا مرثیہ سنا رہا تھا ذیل کے شعر کے

دلاں پا کھان اتاران کر کھو سینہ طبق میانے

مصرع ثانی کے لئے مضمون نہ مل رہا تھا اس پر مدہوشی طاری ہوئی دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ

نبی رو بنے محشر کون یوں تحفہ کر لے جانا ہے

مرزا نے اس کو کہہ کر مرثیہ پورا کیا۔

(ص ۹۲) بساتین السلاطین برٹش میوزیم)

مرزا کی شہادت یوم عاشورہ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرثیہ لکھ رہا تھا کسی ظالم نے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ شاہ مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ افسوس سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ۱۰۸۵ھ کے قبل اس نے شہادت پائی۔

مولف بساتین السلاطین نے مرزا کی بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے :۔

"یکے از شعرائے مقبولین آں زماں مرزا مرثیہ خوانست کہ زبان خود وقف حمد و نعت سید المرسلین و منقبت آیہ طاہرین نمود ہرگز برائے احدے از شاہ و گدا شعر نگفت مرثیہ ہا بے شمار کہ در ماتم شہدائے کربلا گفت زبان زد خاص مردم دکن و دیگر بلاد گردید" (صـ۹۲)

یہ سب کچھ ہے مگر افسوس تیقن کے ساتھ اس کے مرثیے پیش نہیں کئے جا سکتے مرزا تخلص کے سولہ مرثیے اڈنبرا میں ہیں۔ ان میں سے نہیں معلوم گولکنڈہ کے مرزا کے کتنے مرثیے ہیں اور بیجاپوری کے کتنے چونکہ دونوں کا زمانہ قریب قریب ایک ہے اس لئے ان کے تمیز کرنے میں بڑی دشواری ہے۔ بہریں ہم ایک مرثئے کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بعض اندرونی شہادتوں کے لحاظ سے بیجاپور کے مرزا کا مرثیہ کہا جا سکتا ہے۔

شریعت اساسی پہ ایتا ستم	حقیقت شناسی پہ ایتا ستم
نبی کے نواسے پہ ایتا ستم	سبادت کے آسے پہ ایتا ستم
دیا زہر پانی میں با غلا لمان	سولاگا کلیجے کون جاکر تد ہان
جگر گوشۂ حسن کا پڑا بے گمان	مدینہ کے باسی پہ ایتا ستم
حسین ابن حیدر خدا کا ولی	جگر گوشۂ فاطمہ اور علی
بروج دہ دوہ کا بدجلی	شہ گرگہرا سی پہ ایتا ستم
ـ ـ ـ	ـ ـ ـ
مبارک بدن سوں ہوا سر جدا	اسی غم سوں کہتا ہے مرزا سدا
کیا کیا وو بدبخت نے اے خدا	شہنشہ پیاسے پہ ایتا ستم

مرثیہ ہاشمی

ہاشمی کا ایک مرثیہ اڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں ہے۔

ہاشمی بھی علی عادل شاہ ثانی کا ہمعصر ہے سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا جس کو اپنے مرشد سید شاہ ہاشم کی مناسبت سے رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مادر زاد اندھا تھا۔ مثنوی۔ دیوان اور مرثیہ اپنے یادگار چھوڑے ہیں مثنوی جو یوسف زلیخا سے موسوم ہے سنہ ۱۰۹۹ھ میں مرتب ہوئی جس کا نمونہ ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں دیا ہے۔ ریختی نظم کا بھی یہی موجد ہے۔ کیونکہ اس کے پہلے کسی نے اس قسم کی نظم نہیں لکھی ہے۔ مگر یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس قسم کی نظم کا کوئی خاص نام اس وقت تھا یا نہیں؟ میرا خیال ہے چونکہ اس قسم کی یہ ابتدائی کوشش تھی اس لئے اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا زمانہ مابعد میں اس کو ریختی سے موسوم کیا گیا ہے۔

مصنف بساتین السلاطین نے تعریف کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ونیز از جملہ ہندی گویان ان زمانہ میاں ہاشمی است کہ بفیض لعاب دہن مبارک حضرت پیر دستگیر شاہ ہاشم قدس سرہ زبان شیریں بیان کشادہ درمیان سخنوران گوی سبقت بودہ۔ ترجمہ یوسف زلیخا را بجا درآن وقت نظم آوردہ و دیوان غزل مشتمل بر مضامین سنجیدہ و تلازمات شعریہ ہم داد کہ مقبول طباع افتادہ در اشعار طرازی تا در روش عریب ورزیدہ است کہ ہیچ کس برآوردران سبقت نزدہ۔ باوجودے کہ بصیر مادر زاد بود"

(ص۹۲ ب انڈیا آفس)

غرضکہ ہاشمی کی قابلیت مسلم تھی سنہ ۱۱۰۹ھ میں اس نے انتقال کیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا اس کا ایک مرثیہ اڈنبرا میں ہے مگر افسوس ہم نے اس کو مکمل نوٹ نہیں کیا چند اشعار جو نوٹ کئے گئے پیش کئے جاتے ہیں:-

دلبند مصطفیٰ کا تابوت لے چلے ہیں	فرزند مرتضیٰ کا تابوت لے چلے ہیں
سلطان دو جہان سردار اولیا کا	مظلوم کربلا کا تابوت لے چلے ہیں
حضرت حسین حسن کا شاہ زمین زمن کا	حضرت نبی منگا تابوت لے چلے ہیں
ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ	ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
حضرت کے ننھے نواسے حیدر کے تھے خلاصے	ہوئے شہید پیاسے تابوت لے چلے ہیں

اے ہاشمی شعبان کا سلطان دو جہان کا
مقبول اس جوان کا تابوت لے چلے ہیں

یہ مرثیہ زبان کی صفائی کے لحاظ سے ممکن ہے ہاشمی بیجاپوری کا شمار نہ کیا جائے مگر ہاشمی کے دوسرے کلام کی صفائی کو دیکھا جائے تو پھر اس مرثیہ کو ہاشمی کا تصور کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دورِ مغلیہ کے مخطوطات

دکن کی بہمنی سلطنت محمد تغلق (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کے عہد میں قائم ہوئی اس کے بعد دہلی کے تخت پر متعدد خاندان حکمراں ہوئے مگر کسی نے بھی دکن کی جانب توجہ نہیں کی۔ شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) پہلا شخص ہے جس نے ۹۹۵ھ میں دکن پر حملہ کیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے پے در پے یورشیں کیں اور آخر ۱۰۴۴ھ میں احمد نگر پر قبضہ کر لیا اس طرح اب مستقل طور پر سلاطین مغلیہ کا تعلق دکن سے ہو گیا۔ اورنگ زیب کی شہزادگی کا زمانہ بڑی مدت تک دکن میں بسر ہوا اور تخت دہلی پر قدم رکھنے کے بعد تو دکن کی فتح کا ارادہ مستحکم ہو گیا ۱۰۹۸ھ میں بیجاپور اور اس کے ایک سال بعد ۱۰۹۹ھ میں گولکنڈہ فتح ہو گیا اس طرح تقریباً پانچ سو سال کے بعد پھر دکن شمالی ہند کی اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کے درباروں سے شعرائے اردو کے ساتھ بے حد مراعات کئے جاتے تھے انہیں ان کی تصنیفات کا معقول صلہ دیا جاتا تھا نہ صرف سلاطین بلکہ اُمرائے دکن بھی اردو کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان قدردانیوں کے باعث عام طور سے شعر و شاعری کا رواج ہو چلا تھا قابل افراد بلا کسی امید صلہ یا قدردانی کے اب اردو میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اب ان سلطنتوں کی شکست سے اردو کی ترقی پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

۱۰۹۸ھ میں پورا دکن سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا تھا اور ۱۱۳۶ھ میں آصف جاہ اول نے اپنی حکومت قایم کی اس ۷۳ سال مدت میں بھی اردو کو خاصی ترقی ہوئی۔ شعراء نے مثنویاں اور دیوان لکھے۔ مرثیہ نویسوں نے مرثئے لکھے جو آج تک یادگار ہیں۔

قطب شاہی و عادل شاہی زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور علم و فن کے مخزن شعر و شاعری

کے منبع اور شعرا کے مرکز تھے۔ مگر مغلیہ دور میں اورنگ آباد نے اس کی جگہ لے لی تھی۔

اورنگ آباد کا نام ابتدا میں کھڑکی تھا جس کو ملک عنبر (نظام شاہی سپہ سالار) نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اسی وقت (سنہ ۱۶۱۰ء) سے اس کی رونق اور چہل پہل بڑھتی گئی۔ اگرچہ ملک عنبر کے بعد اس کی طرف کم توجہ ہوئی مگر مغلیہ تسلط سنہ ۱۶۳۶ء کے بعد سے اس کی قسمت پھر سے جاگی۔ شاہجہاں کے صوبہ دار اورنگ زیب نے سنہ ۱۶۵۳ء میں اس کو اورنگ آباد خجستہ بنیاد سے موسوم کر کے اپنا صدر مقام اور مستقر بنایا۔

اورنگ زیب نے (سنہ ۱۶۵۸ء تا سنہ ۱۷۰۷ء) تخت دہلی پر جلوہ گر ہونے کے بعد بھی گولکنڈہ اور بیجاپور کے فتح کے خیال سے زیادہ حصہ اورنگ آباد ہی میں بسر کیا اور پھر ان کی فتح کے بعد بھی اس کی عمر یہاں ہی گزری اور پھر مرنے کے بعد بھی اورنگ آباد کے جوار میں سپرد خاک ہوا۔ جب اورنگ آباد شہنشاہ ہند کا مستقر ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے اس کی ترقی اور رونق کا کیا حال ہوگا۔

یہاں گھر گھر شیریں پانی کی نہریں جاری تھے۔ گلاب۔ انگور۔ سنترہ کے باغ تر و تازہ تھے صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی ترقی ہو رہی تھی۔ آج تک اس کے باقیات کا پتہ چلتا ہے۔ دولت آباد کاغذ سازی کا مرکز تھا۔ کاغذ بنانے والوں کے بیسوں خاندان یہاں آباد تھے۔ سرکار کی جانب سے ان کو مراعاتیں حاصل تھیں۔ انعام اور یومیہ مقرر تھے۔

سلطنت ہند کے مستقر کے باعث شمالی ہند علی الخصوص دہلی کے امرا۔ رؤسا۔ علما و شعرا کثرت سے اورنگ آباد میں آباد ہو گئے اور پھر گولکنڈہ اور بیجاپور کے باشندے بھی جوق جوق آ کر یہاں مقیم ہو گئے۔ اس طرح اورنگ آباد نہ صرف سلطنت مغلیہ کے حکومت و سیاست کا مرکز بنا بلکہ نظام شاہی۔ عادل شاہی اور قطب شاہی تہذیب و تمدن کا سنگم بھی بن گیا۔

اورنگ آباد کے دار الحکومت۔ تمدن و تہذیب کا گہوارہ علم و فن کا مرکز علما و فضلا کا مسکن بن جانے کے باعث اردو شاعری کو (جو گولکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی کے بعد یتیم و یسیر کی

سی کی حالت ہوگئی تھی) یہاں قدم جم گئے۔ اور بہترین تصانیف ہونے لگے۔

اس زمانہ کے اُردو شعراء کی طویل فہرست ہے۔ جنہوں نے ملک سخن سے داد لی اور اپنے کارنامے یادگار چھوڑ گئے۔

ولی اورنگ آبادی بھی اسی عہد کے یادگار ہیں اگرچہ ان کا انتقال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ آصفجاہ نے سلطنت آصفیہ کی بنا ڈالدی تھی۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے مخطوطات کا حال درج کرتے ہیں جو ہندستان یورپ کے علمی گلشنوں میں محفوظ ہیں مخفی نہ رہے یہ کل مخطوطات صرف اورنگ آباد کے نہیں ہیں۔ بلکہ پورے دکن سے متعلق ہیں۔

نشان سلسلہ	نام مخطوط	نام مصنف	سنہ
(۱)	قصہ ملکہ مصر	سید محمد عاجز	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۲)	قصہ بہو ساس	؟	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۳)	عشق صادق ؟	ضعیفی	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۴)	یوسف زلیخا	امین	سنہ ۱۱۰۹ھ
(۵)	جنگ نامہ حیدر	اشرف	سنہ ۱۱۲۵ھ
(۶)	روضۃ الشہداء	ولی ویلوری	سنہ ۱۱۳۰ھ
(۷)	منطق الطیر	وجدی	سنہ ۱۱۳۱ھ
(۸)	غزل ہائے عشرتی	عشرتی	سنہ ؟
(۹)	غوث نامہ	ذوقی	سنہ
(۱۰)	دعائے فاطمہ	ولی ویلوری	؟
(۱۱)	مرثیہ	.اشرف	؟
(۱۲)	مرثیہ	ذوقی	؟
(۱۳)	مرثیہ	یتیم احمد	؟

قصۂ ملکۂ مصر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۲/۲ ورق (۱۲) سطر (۱۷) سائز ۸ ½ × ۵ ½ خط نستعلیق مصنف کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ملکۂ مصر کی کہانی مصنف عاجز۔ تاریخ تصنیف پنجشنبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۱۳ھ درج
ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی نے اپنے نوٹ میں اس کو قصہ فیروز شاہ
سے موسوم کیا ہے مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ
اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی کوئی وجہ ہے یہ فارسی کے اس
قصہ سے بالکل جداگانہ ہے جس کا ذکر ولسن نے اپنے کیٹلاک کے
صفحہ (۲۳۶) پر کیا ہے جو قصہ فیروز شاہ سے موسوم ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ڈی ٹاسی نے مصنف کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی ہے۔ بلوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر لعل و گوہر میں آئیگا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجز سے ملا دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

دکن میں عاجز تخلص کے دو شاعر ہو گئے ہیں۔ ایک مغلیہ عہد میں جن کا نام سید محمد تھا دوسرے عارف الدین خاں عاجز جن کے باپ عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آئے تھے۔ عارف الدین عاجز عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنھوں نے مثنوی لال و گوہر لکھی ہے۔

عارف الدین کے معاصر تذکرہ نویس شفیق نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لال گوہر کو ان کی تصنیف ظاہر کیا ہے ملکہ مصر کی وضاحت نہیں کی ایک ہمعصر تذکرہ نویس سے ایسی

غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ "ملکہ مصر" کی مثنوی میں خود تاریخ تصنیف موجود ہے جس سے سنہ ۱۱۱۱ھ میں مرتب ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جن اشعار سے تاریخ تصنیف واضح ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

مرتب ہوا یاں تھے قصہ تمام	کہوں اب سوں کس سوں پایا نظام
اینگارا تھے تاریخ ماہ صفر	سو پنجشنبہ کا روز خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار	ہور یک سو پو پویا ہوں یو یادگار
اے محمد داب پیر کا ناوں لے	ختم کر وزاری سو پ چھوڑ دے

آخری شعر سے شاعر کا نام بھی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ مولف اردوئے قدیم نے اس کا نام محمد علی لکھا ہے۔ نہیں معلوم ان کا یہ خیال کس بنا پر ہے کیونکہ مولف صاحب نے اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

افسوس ہے کہ مصنف کے حالات پر کوئی روشنی اس کی مثنوی سے نہیں پڑتی مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ سید اخوند میر شاہ سے بیعت تھی غالباً ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ بیان کرتا ہے جب اس نے فارسی قصہ پڑھا تو اپنے مرشد سے اجازت چاہی کہ اس کا ترجمہ کرے ان کا اعتقاد تھا کہ سوائے ان کی روحانی امداد کے یہ کام ان سے ختم نہ ہوگا۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر اپنے پیر و مرشد میاں سید اخوند میر شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

اس کے بعد قصہ کا آغاز ہے اس کی مختصر صراحت سنو۔

بادشاہ ملک مصر کا انتقال ہوا اس کی جانشین اس کی ملکہ قرار دی گئی ملکہ نے گیارہ سال کے حکومت کے بعد وزیر اعظم کو طلب کر کے حکم دیا جو شخص اس کے سو سوالوں کا جواب

جواب دے گا تو اس سے شادی کروں گی اور بادشاہت سونپ دوں گی۔ صدہا آدمی آئے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا کسی نے بہی سوالات کے جواب نہیں دئیے۔ آخرکار ایک عقلمند شخص عبد العلیم نام ہندوستان سے مصر آیا۔ ملکہ کے سوالات کے جوابات دیئے یہ سوالات عقائد اسلام تصوف وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ملکہ مسلمان ہوئی اور اس سے شادی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

حمد میں کہتا ہے۔

کہوں میں ثنا صفت اس کا اول	بنایا ہے جن یو جگت سب بدل
رکھیا جن معلق یو ساتو آسمان	چلاتا ہے جو نیت : مین و زمان

نعت :—

دو جا نعت حضرت نبی مصطفےٰ	ازل تا ابد اسکوں ہو بادشاہ
نبی ہے جو یک لاک چوبیس ہزار	اونکوں اسے شاہ کا ہو اوہار

اپنے پیر کی مدح کرتا ہے:—

کہوں اب میرے پیر کا نا تہین	دنیاں دین میں جسنی جس پاڈنیں
وحضرت میاں سید خوند میر شاہ	کہ جس فیض تی خلق نت پاے راہ
نہ اوس سار اکوئی حکمت میں دسی	اگر وراچوں بہی ولیں بسی

ابتدا قصہ :—

سنو اے عزیزان کتا ہوں سو بات	یہ سمجو کے بعضی حکایت کی دہات
کہوں اب قصہ سب کون اظہار کر	کہتی ہیں کہ تہا شاہ یک بخت ور
دہرے نام سلطان فیروز شاہ	اتہا مصر کا شہر سو تخت گاہ

تہو بہی تہا اسکوں فرزند سو | اچہے شاہ ایسے سا ہ دلبند ہو
ملیکا اچہو ناؤں اس نار کا | اتہا جکیں شہرۃ اس اوتار کا

اس کے بعد میں شعر میں بیان کیا گیا ہو کہ بادشاہ مصر کا انتقال ہوا اور ملکہ اس کی جانشین ہوئی اور اس نے وزیر کو بلا کر کہا جو شخص میرے سو سوالوں کا جواب دے میں اس سے شادی کروں گی اور بادشاہ مصر بناؤں گی وزیر نے اس تدبیر کو بہت پسند کر کے منادی کرادی بہت لوگ آئے مگر سوالوں کا جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

کتہو تہا ایک عالم ہندوستان میں | کتیک دن پچہیں یو خبر سن اونی
اوک اسکوں اسباب میں قام تہا | سو عبدالعلیم اس کیرا نام تہا
بچاریا او دل پچ جاؤ وہان | کروں شاہ زادی کی خاطر نشان
کی یوں دلمیں اسباب کا عزم ہر | جو پسند اوس وقت پکڑیا سفر
نہ کم یک گہری کیں اوک اود اس | چہل دنکوں پونچا جو اس شہر پاس

اس کے بعد ملکہ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کو طلب کر کے سوالات دریافت کرنے لگتی ہے ان سوالات میں عقائد تصوف وغیرہ سب ہی داخل ہیں ان سوالات کی ابتدا اس طرح ہے۔

کہو سب تہے اول یو رب الرحیم | جو پیدا کیا کیا سو کہ اے علیم
کہیا کاف ہور نون سب تہے اول | بنایا ہے ای پروری ہے بدل
کہی تب کے اوس کاف ہور نون سون | ہوی کیا او حاصل سو مجہ بول تون
کہیا کاف نون سون یو سید ان سب | ہوا ہو تہمارا جو تہا یو سبب

لکھیے کون آیت قران میں اول
پڑ نطفہ نازل سو کہو عارف بول

کہیا تب او عالم سن او سند ہر
سینا نازل اول سو اقرار کر

کہ حضرت نبی جو عمر میں تمام
کہتی میں علوقہ جو کہائے طعام

کہیا سب عمر میں او صاحب میرا
جو کہائے اتی طعام دو من کیرا

یو سب بات سنکر او ناری نچپل
کہو کون جنت میں جا دین اکل

ملایک بوہیں مرد یا عورتاں
کہو مجسوں دو حرف کیرا بیان

کہیا جا نیکی سو اول بہشت میں
کر وہ ایک محمد کرا امت میں

فرشتی نہیں مرد عورت کے سار
ولیکن نہیں او بہو قدرت سوں بہار

اس سو سوالوں کے بعد شادی ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے۔

رضا لی کیا میزبانی برسے
بندے عقد دیک سعادت گہری

مثنوی کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

زبان ایک دن ذو تکے حال میں
دیکھیا اس قصہ کوں سو خوش حال میں

اتھا یو قصہ فارسی نظم سب
کہنا ترجمہ کر دہریا دل میں تب

بچھیں مانگ توفیق اپن پیر پاس
کیا فارسی کوں دکھن سال راس

ولی یک عرض ہے سنو ہی میرا
جو کوئی درس دیکھے یو قصہ کیرا

تو کچھ نا کہے او سکی خامی پوجا
بہر حال عاجز کوں دیوے دعا

فارسی کے اصل قصہ کی تلاش کی گئی مگر افسوس یورپ میں کوئی قصہ دستیاب نہیں

ہوا۔ انڈیا آفس میں قصہ[۵] فیروز شاہ کے متعلق دو کتابیں ہیں ان کا قصہ بالکل علیحدہ ہے اس لئے مقابلہ غیر ضروری خیال کیا گیا۔

اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی دستیاب نہیں ہوا اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے ۵۶ سرورق۔

۵؎ یہ قصہ ملک مصر سے بالکل نہیں ملتا۔ چنانچہ ابتدا اور آخر کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"در شہر بدخشان بادشاہ بود خجستہ اطوار و مبارک کردار کہ در عمر تمامی خود نداشت و بفراغ دل انتظام امورات پادشاہی میدارد و آخر نجواہش تمام عروسان آہل جمال را در عقد خود آوردہ روزگار را بخوشی و خرمی میگذرانیدہ قضا را زنے پسر زندی تولد شد نامش فیروز شاہ نہاد چو فیروز شاہ بعمر دو سالہ رسید از زنے دیگر پسران متواتر پیدا کردیدند یکی را نام نور وزکردند دیگرے را نام بہروز شاہ گفتند چوں ہر سہ بحد بلاغت رسیدند روزی از روزہا بادشاہ بادر فیروز شاہ بر غضب شد"

شروع سے آخر تک اس میں قصہ فیروز شاہ کا ہے اور وہی اس کا ہیرو ہے ملکہ مصر والی کتاب سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خاتمہ ملاحظہ ہو:۔

تمام اختیار کار بادشاہی بدست فیروز شاہ گذاشت و مالک مملکت گردانیدہ خود بعبادت حق سبحانہٗ تعالیٰ در گوشہ نشست۔ فیروز شاہ چو بر تخت بادشاہی نشست و دست عطا بجمہور انام بکشاد و داد سخاوت بداد۔۔۔ ــــــ ــــــ ــــــ تمامی خلائق بحسن و خلق او شادان شدند۔

قصۂ بہو ساس (؟)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بوم ہارٹ (۳۵/۴) ورق (۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی وضاحت: "میاں بی بی اور ساس کے سوالات درج ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔"

کیٹلاگ سے جس طرح مثنوی کا نام اور مصنف کا نام ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح اصل مثنوی سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی مضمون کے لحاظ سے اس مثنوی کا نام حسب مندرجہ صدر رکھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش اس کے مصنف کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہو سکے۔

سنہ ۱۱ھ میں مثنوی کے مرتب ہونے کی وضاحت حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

زمانا سے یو اگیارا صدی
گئی نیک نیکی رہی ہے بدی

مثنوی میں حمد و نعت کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ اول ساس جھگڑا پیش کرتی ہے۔ بہو اس کا جواب دیتی ہے مرد درمیان میں آتا اور ماں کی جانب داری کرتا ہے بی بی لڑ کر اپنے میکے چلی جاتی شوہر سے قطع تعلق ہو جاتا اور وہ آوارہ ہو جاتی ہے۔

ابتداان اشعار سے ہوتی ہے۔

کہوں میں اول صفت سبحان کا
دیا ونت دے دان ایمان کا

نہیں جس من ایمان ہے بے حیا
نجانو دنیا بیچ اوس کا جیا

لکھوں میں یو قصہ بہو ساس کا
کیا دو میں جھگرا سو سیں اٹکا

کراتا جو جا ساس جکمیں کوی
سدا ہاتا اپنی سو چورتے بھری

اتھا کہہ تیا یک سنجہ سو بیٹھیا برا | سو اس آج خاطر میں چہندا چرا
ملائی چلائی ملائی سو میں | بلاسیں اپنی ستم لائی مں
کہی دیک دلمیں کہ کرتی ہی یو | زرا آج منجکون ندرتے ہی یو

سکل بات سن بہو کھری او تکر | سینا سیر اپنا لیتی کوٹ کر
جو راکھول اچپل تساں تور کر | کنکن ہاۃ بنگریاں ستم پھور کر
ستم سر ہاتی اپس کھال لی | لکی تور فی صحت تساں بال لی

کھامات کون جادو رکپر پاؤں یون | نکو آج تھی ٹیو تیں ناؤ یون
ہوی میں تیں ہی بودی مور بری | سبب کیا جو چھوری کی خیاوں پری

آخری شعر

میری باۃ ہرگز توں آج تھی سنجا | تیری پوۃ کون توں اپس کھر سجا

سینا کار کھری رہ کہ نینو کھولا | کنکر مار کیتا نکون فنینی بولا
نکو لی اس زنکون تو کہنا سکی | اوک اچپلی او سکون کوی کیار کھی
جتی قید کرتی او تنکوں تھکی | سو رنک بعید کر آج اسکون تھکی
زناشا اہی یو ایکارا صدی | کئی نیک نیکے رہی سے بدی

مثنوی عشقِ صادق (؟)

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

بلوم ہارٹ (۳۴ ئے) ورق (۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت:۔

"ایک عورت کا قصہ ہے جس نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام کے عشق میں جلا کر خاک کر دیا۔ فارسی سے ترجمہ ہوا ہے۔ مصنف ضیعفی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کسی کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں جس کے باعث ان لوگوں نے کوئی صراحت اس کے متعلق نہیں کی ہے۔

مثنوی میں تاریخ کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر دیگر شہادتوں سے پایا جاتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱۱۰ھ یا اس کے قریب ہوئی ہے۔

ضیعفی کا نام شیخ داؤد تھا قطب شاہی دور کے آخر عہد میں ان کی پرورش ہوئی ان کے زوال کے بعد ہی ان کی مثنویاں لکھی گئیں۔

ضیعفی عالم اور صوفی شخص تھا اس کی تصنیف ہدایت نامہ سے اس کے بہت بڑے عالم ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے ہندی سے بھی واقف ہونے کی توثیق ہوتی ہے کیونکہ زیر بحث مثنوی میں ہندی الفاظ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔

اب تک ان کی دو تصانیف کا پتہ چلتا ہے (۱) مثنوی عشق صادق (؟) اور (۲) ہدایت نامہ۔

ہدایت نامہ میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی

دوسری مثنوی میں رواج مروجہ کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے ممکن ہے یہ نسخہ ناقص ہو۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بی بی سچے دل سے رسول خدا پر فدا اور فریفتہ تھیں۔ اور ہر روز آپ کے دیکھنے کے لیے جایا کرتی۔ شوہر نے صبح سویرے جانے کی وجہ دریافت کی جب بی بی نے واقعہ بیان کیا تو شوہر نے اجازت دی کہ صرف رسول اللہ کو دیکھا کر اگر کسی اور کو چہرہ بتائے تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ ایک دن راستہ میں ایک یہودی نے راستہ روک کر دریافت کیا کہاں جارہی ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ کے پاس۔ یہودی نے کہا اگر تجھ کو رسول اللہ کا سچا عشق ہے تو اپنا چہرہ بتا اور رسول اللہ کی قسم دی۔ اب اس بی بی کے لئے نہایت سخت آزمائش کا وقت تھا متفکر ہوئی اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ جب رسول اللہ کا واسطہ دیا جارہا ہے اور آپ کی قسم دی گئی ہے اب اگر میں اس کو قبول نہ کروں تو میرا عشق جھوٹا ہوگا۔ گو چہرہ بتانے سے اس کو طلاق ہو جائے گی مگر طلاق منظور کیا مگر اپنے عشق کا جھوٹا ہونا پسند نہ کیا یہودی کو چہرہ بتایا وہ اس کو دیکھکر بے ہوش ہو گیا۔ اب وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور بعد زیارت واپس ہوئی اور کُل حالات اپنے شوہر سے بیان کئے۔ شوہر نے اس کو کسی اور بات پر محمول کیا اور کہا تیرے عشق کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کیں تین دن تک تنور کو آگ سے روشن کیا۔ تنور آتش کے شعلوں سے سرخ ہو گیا اب اس نے عورت سے کہا اگر تو رسول اللہ سے عشق رکھتی ہے تو اس تنور میں چلی جا۔ اس نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور بعد ادائے نماز تنور میں چلی گئی اور دھوئیں کے باعث نظر سے پوشیدہ ہو گئی اب شوہر کو اس کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اپنے امتحان لینے پر افسوس کرنے لگا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے۔ آنحضرت خود تشریف فرما ہوئے۔ تنور میں دیکھا تو نظر آیا وہ عورت نماز میں مشغول ہے اور اس کے اطراف باغ لگا ہے۔ ایس

عرصہ میں جبریلؑ آئے اور خبر دی جو مرد اور عورت آپ سے سچی محبت رکھے اس کو بہشت دی جائے گی اور اس عورت کو اس صلہ میں بہشت عطا کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو باہر نکالا گیا وہ جان بحق ہو چکی تھی آنحضرت نے خود اس کو دفن کیا۔

یہ ہے مثنوی کے قصہ کا خلاصہ اگرچہ یہ قصہ صرف قصہ ہی ہے صداقت سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد اپنے ہم مذہبوں کے دل میں آنحضرت کی محبت پیدا کرنا تھا۔ کلام کا نمونہ

اتا سن کہوں نقل اس نار کا ۔۔۔ جو ثابت قوم نار ادتار کا
سنیا ہوں نبی زمانے میں ایک ۔۔۔ اتہا جو مسلمان کوئی مرد نیک
نوا نبی کی سو اسلام میں ۔۔۔ اتہا نیک نیکی کیری کام میں
سو نجتاں سوں ہوی دیک یاری ہسی ۔۔۔ لی ایک عجب نیک ناری اسی
نچھل پاک پیکر پری سار کی ۔۔۔ پری بلکہ اچھی نہ اسار کی

نبی کی محبت کا سوگند تجی ۔۔۔ دیکھا کار برقی متی سون منجی
تجی سوں نبی کی سو دیدار کا ۔۔۔ دیکھا دیہ تیرا منج یکبار کا
اگر توں نبی کا جو دھرتی ہی چار ۔۔۔ تو دکھلا تیری مونکوں برتی تی کار
دکھائی تو سمجھو نکا تج کون کھری ۔۔۔ محبت سچا تون نبی پر دھری

سو بولی کہ ای خاص خیر البشر ۔۔۔ سلام حق فی بولیا تماری اوپر
بھی یون بول بھیجا ہی تمنا نکوں آج ۔۔۔ کہ ای شاہ نبیاں ای امت کی تاج
تماری جو امت منی کوئی اگر ۔۔۔ کہ جس میں محبت کا ہودی اثر
مرد ہور یا کوئی عورت اچھی ۔۔۔ کہ جس میں تمارا محبت اچھی

تمن سوں محبت جکوی لایگا | انی پل بہی مرتبہ پای کا

جویوں لعل مشعلہ ھوا او تنور | نزان نارکوں دین بلا یا حضور
بولا او تنور دیکھلا کہ اس | کھیا جا بھتر اس تنور کی تون کھوس
تجی سئیون نبی کی سو ھی پیار کا | تجی سون نبی کی سو دیدار کا

ـ ـ ـ ـ ـ | ـ ـ ـ ـ ـ

توتو ھوئی تیرا محبت سچا | وگرنیں تو تیرا عقیدہ سچا

دم اس نار کا جب کیا چھور تن | سو دئی غسل کر اسکی تن کوں کفن
سوکر دین نماز اس جنازی اپر | لیجا کر اتاری قبر کی بھتر
بری مرتبہ سات اس نار کون | دفن کو نبی آپتی پیار سون

مثنوی کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے بڑی محنت سے اس کا دکھنی ترجمہ کیا ہے۔ مگر افسوس اصل قصہ جو غالباً فارسی میں ہوگا دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی یورپ میں نہیں ہے لہذا اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے۔

مثنوی اگرچہ مذہبی موضوع پر لکھی گئی ہے مگر ادبی خوبیوں سے خالی نہیں ہے قصہ کی کوئی اصلیت نہیں مگر مصنف نے چھوٹی چھوٹی باتوں کا اس طرح ذکر کیا ہے اس سے اصلیت پر شبہ ہوتا اور آنحضرت کا حقیقی واقعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہیروین کی زبان سے ہندی الفاظ اور محاورات کہلوائے گئے ہیں۔ اس سے نہ صرف مصنف کے ہندی دانی کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں عورتوں

کی زبان مردوں سے جدا تھی۔ بہرحال اس مثنوی سے ضعیفی کے بلند پایہ شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ مثنوی کمیاب ہے۔

ضعیفی کی دوسری مثنوی ہدایت نامہ ہے جو حسب بیان مولف اُردو شہ پارے ایک ضخیم کتاب ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۹ھ میں ہوئی ہے اس میں فرقہ حنفیہ کے مذہبی عقائد اور قوانین درج ہیں۔ خاتمہ پر اپنا حال بیان کیا ہے اور عالمگیر کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔

یوسف زلیخا

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۵۶) ورق (۱۴۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق

تاریخ کتابت جمادی الاول ۱۲۴۶ھ کاتب احمد علی گوپاموی۔

مصنف کیٹلاگ (A. OARBATAN.) نے صرف مثنوی کے نام اور مصنف کے تخلص امین کی صراحت پر اکتفا کیا ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"یوسف اور زلیخا کے عشق کی کہانی۔ دکھنی نظم میں مصنف شیخ محمدؐ امین اورنگ زیب کے عہد ۱۱۰۹ھ میں لکھی گئی ہے"

اس کی تصنیف جیسا کہ ذکر ہوا ہے ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے اس کے متعلق مصنف نے خود صراحت کر دی ہے کہتا ہے۔

اگیارہ سو اوپر جب نو گزرے | برس ہجرت محمد مصطفےٰ کے
زبان چالیس سو پر چودہ اور سو | میں لکھا گودہری کے بیچ سن لیو
جمادی الاول میں اتوار کے روز | اتھی تاریخ دوجی دے دل افروز
صبح کے وقت لکھ رہیا امین نے | الہی توں محبت سب کے تیں دے

اس سے ظاہر ہے کہ دوسری جمادی الاول ۱۱۰۹ھ یوم یکشنبہ کو اس کی تصنیف ہوئی ہے اور اس کے اشعار کی تعداد (۱۴۱۴) ہے۔ اور یہ گودہری (گجراتی) زبان میں لکھی گئی ہے۔ مگر چونکہ امین کو دکن سے بھی تعلق رہا ہے اس لئے اس مخطوطے کی صراحت نامناسب نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے امین تخلص کے متعدد شعراء دکن میں ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق بیجا پور سے رہا ہے اور بعض کا گولکنڈہ سے۔ ان کے سوا عالمگیری عہد کے یہ دوسرے امین ہیں جن کا نام شیخ محمد امین تھا۔

جہاں تک میری تحقیقات ہے ان کا تعلق گجرات سے تھا عالمگیر کے عہد میں دکن کا رخ کیا۔ صوفی مشرب تھے۔ قادریہ طریقہ میں بیعت کی تھی۔ شعر و شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ مذہبی آدمی پابند شریعت تھے۔ مثنوی کے مطالعہ سے اس کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔ مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے (۳۶) شعر ہیں اس کے بعد نعت میں (۱۶۹) اسی میں معراج کے متعلق بھی صراحت ہے۔ پھر خلفائے راشدین کی منقبت کا عنوان قائم کرتے ہیں اسی سلسلہ میں امام حسنین فاطمہ زہرا۔ امام ابوحنیفہ و مالک و امام شافعی شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح کی ہے اس کے بعد عشق کی توصیف کرتے ہوئے قصہ کی ابتداء کی ہے قصہ کو بھی عنوانات کے تحت لکھا ہے۔ آخر پر خاتمہ سے پہلے عالمگیر کی مدح کی ہے اس کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے دعا خیر کی ہے۔

چونکہ یوسف زلیخا کا قصہ مشہور ہے اس لئے اس کی صراحت موجب طوالت ہے کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابتداء:—

اول تعریف سن خالق کی لے یار	کہ وہ دونو جگ کا ہے کرن ہار
وہی نابود سوں سب کو کرے بود	کرے سکون حیاتیں دی کے خوشنود

محمد کی سنو معراج کی بات	امن بخشے نبی کوں رب نے درجات
نبی کی سن کے صفتاں خوش کر دل	شفاعت وو کرینگے روز مشکل

داستان کی ابتدا:—

ارے ساقی پیالا بھر ستابی | امین کے ہاتھ دے رزا شترابی
بلورین جام کی بہتر مئے لعل | تون پر کر کر امین کو بخشش دو حال

سنو مطلب رہی اب یون امین کا | لکھے کو جو سے منیں یوسف زلیخا
ہر یک جا لکھو قصا ہی فارسی میں | امین اسکون آتارے گوجری میں

اول آدم جگت میں سب سدن آئیے | عبادت میں انوں سب دن گنوائے
ہوے جب شیش فرزندان سون پیدا | چلے آدم سو تب دنیاں سون عقبا

پچھون تیموس نے کیتی فکر یون | مصر کے بیچ یک قاصد کو بھیجوں
لکھی تیموس نے تب یک کتابت | عزیز مصر کون با کئی نزاکت
لکھا یون کر کر یک بیٹی ہے میری | اسے آتی اہیں مانگے گھتری
زر دم و شام اور دو جے ملک سون | ولے آتا نہیں کوئی میرے من سون
میرا دل یونکہ ہی بیاہون مصر میں | تو کچھ ہووے ٹھنڈک میری جگر مں

دیکھی صورت عزیز مصر کی جب | پڑی دھرتی او ریچھڑا اسے کر تب
کہ واویلا کہ واویلا کر دائی | بخت رب نے میرے اوندھے لکھائی
دیتو کچھ اور تہا اتو ہی کچھ اور | اتیو دشمن رہیا اس دوست کے ٹھور
ہمیں وسے کد ملیگا مجھ سین درس | ارے حیات اور افسوس افسوس
ہمیں کیونکر ملیگا مجسون دے شاہ | ہزار افسوس اور صد اہ صد اہ

گیا وہ گنج اور یہ رہ گیا سانپ | صورت دیکھ چڑھی مجھ دھوج اور کانپ

اس کے بعد خواب میں بشارت ہوتی ہے۔

زلیخا کی حقیقت اب سنائے | زلیخا پھر کے یوسف کون پائے
زلیخا بیخبر پھرتی رتی تھی | عشق کا گھاؤ اوپر سستی تہی
کدھوں گھر میں کدھوں جنگل میں جاتی | وے محنت کے دنون کو یون گنواتی
گئی تہی ایک دن جنگل کے بہتر | چلی تہی اس جگے سون اپنے گھر
آیا جب راہ میں یوسف کا بازار | زلیخا نے سنا تب شور بسیار
لگی پوچھن کہ اے کیا شور ہوئے | کہو منجھ کیا اسے دورا دوڑ ہورے

لوگ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت غلام آیا ہے مگر اس کی قیمت نہیں ٹھیرتی
اس پر زلیخا پردہ اٹھا کر دیکھتی ہے۔

زلیخا نے سو تب پردا اٹھا کر | صورت یوسف کی نظروں بیچ لیا کر
پچھانان ہے وہی دل یار جانی | کہ جس کارن ہون پھرتی تہی دیوانی
یوسف دیکھ کر روہی پکاری | پڑی ہو بیخبر کر کر کے زاری
سواری کون شتابی لیکہ بھاگی | زلیخا کوں لے آئے گھر کے آگے
آتارے گھر منے تب ہوئی خبردار | پوچھی تب دائی نے یون اسکو گفتار
تیری پھر عقل اور سدھ کان گئی تہی | اسی تون بے خبر کیون ہو رہی تہی

کہا تب وے غلام ہے یار میرا
اسی اوپر ہے دل کا پیار میرا

خاتمہ:-

زمانے شاہ اورنگ زیب کے میں | لکھی یوسف زلیخا کون امیں نین

الٰہی توں ایسا عادل شہنشاہ … رکھیں جب لگ رہی قائم مہر ماہ

امیں نیں گوجری کیں سو یوں کر … کہ امین تمن رہے دنیاں کے بہتر

وجودی ہے سو ہو جائیگا خاک … نہیں پاوے سو ڈھونڈا جیوں پاک

نشانی تب رہیگی اسے سخن تے … جو کچھ بولا امین میٹھی بچن رے

امین کوں ہے امید اتنی ای یارو … پڑو سو فاتحہ سوں نام لیا رو

اول فاتحہ امین اوپر ادا کر … پچھوں لیجیو قصا اپنے ہاتھہ بہتر

اسنے پر کر سو جب پورا کر درے … امین کوں یاد کر فاتحہ پڑو رے

برکت تو تاری سوں خلاصی … کچھو پاوے امین بیچارہ عاصی

اگیارہ سو اوپر جب نو گزرے … برس ہجرت محمد مصطفےٰ کے

بیتیا چالیس سو پر چودہ اور سو … ہیں لکھاں گودھری کے بیچ سن یو

جمادی الاول میں اتوار کے روز … اتھی تاریخ دوجی دے دل افروز

صبح کے وقت لکھ رہیا امین تے … الٰہی توں محبت سب کی تیں دے

کرسب کوئی کرے اسکے اوپر پیار

پڑے دل جان سنین ہو کے ہشیار

اس کے بعد گیارہ شعر میں مناجات کی گئی ہے آخری شعر جس پر کتاب ختم ہوتی ہے یہ ہیں۔

ہمیں بس کر ہمیں بس کر ہمیں بس … کہاں ہوئے اسے پورا عشق کا رس

امین بس کر سخن کوں ایس جگے ہاں

ہمیشہ پر محمد پڑ درودان

چونکہ امین نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ کس کی فارسی یوسف زلیخا سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اس لئے مقابلہ دشوار ہے۔

اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اختلاف بھی ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے

پیارس کا یہ نسخہ ایک انگریز کپتین ٹرائرڈ (؟) کے لئے سنہ ۱۸۳۱ء میں تیار ہوا تھا۔ گارساں ڈی تاسی کے مرنے پر قومی کتب میں داخل ہوا ہے۔

امین کا یہ ترجمہ فارسی سے ہوا ہے مگر فارسی اثر سے بالکل آزاد ہے اس سے اصلیت (دلچسپی) ظاہر ہوتی ہے۔ طرز بیان بالکل صاف ہے مگر جہاں تصوف کا بیان ہوا ہے وہاں اسلوب بیان پیچیدہ ہوجاتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں غالباً انجمن ترقی اردو وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۵۰۰۶۵) ورق (۱۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۹ تا ۱۳) خط نسخ تاریخ کتابت ۸ر صفر سنہ ۱۲۷۱ھ۔

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔ اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جاسکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس مثنوی کا مصنف ذوقی ہے اور سنہ ۱۱۱۱ھ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے بھی کردی ہے۔

اتھے سوا گیارا ہی اسس پہ نو   ھوا ختم یو نسخہ نغز بو (؟)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ خاں محمد نے ان کو بحر العرفان کا خطاب دیا تھا۔ ایک مذہبی آدمی تھے مگر شعر و سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے ولی صفت اور مذہبی پادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر و ناز بھی ہے خود کو نصرتی سے بلند مرتبہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سحبان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔

ان کی مختلف مثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال العاشقین زیادہ شہرت رکھتی ہے ذوقی کی غزلیں اور مرثئے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔

اس مثنوی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

ابتدا:—

محی الدین کا نام بس ہی مجے | محی الدین کا یاد جس ہی مجے
جہان میں ہر یک کا ہر یک پشتبان | میرا پشتبان او چہ ہی در جہان
وہی پیر امیرا وہی دستگیر | پکاروں اوسی اوس بدل پیر پیر
میری جان و دل کا سدا یار او | غم و ہم میں مجکو مددگار او
میری جان و دل میں بسی او چہ جم | نہ غم سون مجہی غم ہے نا ہم سون نہ ہم

بقا ابن بطو کہی ایک روز | تھی منبر پو اوسرور یک روز
تجلی کیا انکی دل پر خدا | ہوی اوس تجلی میں خود سوں جدا
کریں اونکوں بیخود تجلی رب | لگی بھوین پو کرنی نہ لا تاب تب
رسول خدا ہت پکڑ ان کے تین | رکھی ثابت او سوقت منبر پو وین
تجلی مناسب نبیان کی تھی او | نہی اوس سبب نشہ میں طاقتکی بو
میسر نہیں کسو لیکون یو حال | اگرچہ مراتب میں پاوی کمال
بزان حق جلالی تجلی کیا | چر کی تن شاہ لاغر ہوا
کھٹیا جسم شہ کا ہوی ناتوان | جمال تجلی کیا بعد ازان
پریا شیخ کا جسم اوستی تیا | کہ ہوی حول دیکہین سون اوسکی سدا
مجی اوس بچہی کچہ نہ آیا نظر | وسیانین مجہ کچہ تماشا دیگر

بحمد اللہ این نامہ بی مثال | دو دن بیچ پایا ہی وصف کمال
عبارات اسکی سکل دلکشا | اشارات اسکی مسرت فزا
ہی مطلوب و مرغوب جانکا سی | نہ کوئی اسا بولیا نہ بولی کبہی

غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۵۰۶۵) ورق (۱۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۹ تا ۱۳) خط نسخ تاریخ کتابت ۸ صفر سنہ ۱۲۷۳ھ۔

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔ اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس مثنوی کا مصنف ذوقی ہے اور سنہ ۱۱۱۰ھ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے بھی کر دی ہے۔

اتھے سوا گیارا بھی اس پو نو ہوا ختم یو نسخہ نغز بود (؟)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ وخاں محمد نے ان کو بحر العرفان کا خطاب دیا تھا۔ ایک مذہبی آدمی تھے مگر شعر و سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے ولی صفت اور مذہبی بادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر و ناز بھی ہے خود کو نصرتی سے بلند مرتبہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سحبان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔

ان کی مختلف مثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال العاشقین زیادہ شہرت رکھتی ہے ذوقی کی غزلیں اور مرثیے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔

اس مثنوی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

ابتداء:—

محی الدین کا نام بس ہی مجے
محی الدین کا یاد جس ہی مجے

جہان میں ہر یک کا ہر یک پشتبان
میرا پشتبان او چہ ہی در جہان

وہی پیرا میرا وہی دستگیر
پکاروں اوسی اوس بدل پیر پیر

میری جان و دل کا سدا یار او
غم و ہم میں مجکو مددگار او

میری جان و دل میں بسی او چہ جم
نہ غم سون مجہے غم ہے نا ہم سون نہ ہم

بقا ابن بطو کہی ایک روز
تھی منبر پو او سرور ٹک یک روز

تجلی کیا انکی دلپر خدا
ہوی اوس تجلی میں خود سون جدا

کریں اونکوں بیخود تجلی رب
لگی بہوین پو کرنی نہ لا تاب تب

رسول خدا صت پکڑان کے تمین
رکھی ثابت اوسوقت منبر پو وین

تجلی مناسب نبیان کی تھی او
نہ تھی اوس سبب شہ میں طاقت کی بو

میسر نہیں کسو لیکون یو حال
اگرچہ مراتب میں پاوی کمال

بزان حق جلالی تجلی کیا
چہ یکی تن شاہ لاغر ہوا

کھٹیا جسم شہ کا ہوی ناتوان
جمال تجلی کیا بعد ازان

پریا شیخ کا جسم اوستی بیتا
کہ ہوی ہول دیکہین سون اوسکی سطا

مجی اوس کچھی کچہ نہ آیا نظر
وسیانین مجہ کچہ تماشا دیکر

بحمد اللہ این نامہ بی مثال
دو دن بیچ پایا ہی وصف کمال

عبارات اسکی اسکل دلکشا
اشارات اسکی مسرت فزا

ہی مطلوب و مرغوب جانکا سی
نہ کوئی اسا بو بیا نہ بولی کبھی

کری ذکون اسکا جھلک آرسی | نہ پوچھی یہ دکھنی گنتین فارسی
اتھا نصرتی گرچہ دکھنی میں فرد | ہوا مثنوی سون میری زرد
اگرچہ او صنعت سخن میں کرے | یتی کان ھی اسمیں فصاحت بری
اگر نصرتی ھوی اس وقت پر | رہی اس سخن سامنی سد لبہ
میں علم و ہنر میں ھون سحبان ھند | فصاحت بلاغت میں احسان ھند
نہیں شعر میرا بدایع سون دور | بیان ھی میرا سب معانی سون دیود
شہ اولیا کا جو ھی مدح گو | مشکل شاعران کا اچھی شاہ او
اتھی سو اگیارہ یہی اس پو نو | ہوا ختم یو نسخۂ نغز بو
مشب جمعہ شعبان کی دوسری | سو تائید حق تس مرتب کری
اگر اسکی بنیان گنی تون تمام | ھوی چار سو آٹھ ای نیک نام
یہ ھی غوث کی فضل سون جب تمام | کیا غوث نامہ یو نامہ کا نام

اس کے بعد (۲۶) شعر ہیں جس میں مناجات کی گئی ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں :-

بھی نام کر شاہ کا حرز جان | تصدق سون اسکی دی اپنی امان
یہ عاصی کی اوپر تو احسان کر | جتی مشکلاں اسکی آسان کر
ھی ذوقی غلام اوسکی درگاہ کا | بھکاری ھی دایم اوسی شاہ کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا مجھے پتہ نہیں چل ممکن ہے ہندوستان میں کوئی نسخہ ہو۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ایک کتاب اس نام کی موجود ہے مگر وہ دوسرے شخص کا مصنفہ ہے اور زمانہ مابعد کی تصنیف ہے۔

جنگ نامہ حیدر

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (ایڈیشنل ۱۹۵۹۸) ورق (۲۶) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۴½ خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"آنحضرت کے داماد حضرت علی کے جنگوں کا حال دکھنی نظم میں
مصنف سید اشرف۔ مثنوی کے آخر مصنف نے اپنے نام تعداد
اشعار (۸۰۶) اور سنہ تصنیف ۱۱۲۵ھ / ۱۷۱۳ء کا بھی اظہار کیا ہے۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔ البتہ اسپرنگر نے ان کو ولی کا ہمعصر بتایا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا اس کی تصنیف ۱۱۲۵ھ میں ہوئی چنانچہ اس کے متعلق مصنف کی صراحت بھی موجود ہے :۔

کیا ہوں ٹپے سے شرف کی بھر جان
اگیارا سو پچیس سن ہجری جان
کیا جنگ یو مختصر بات میں
کیا آٹھ سو پر چھ ابیات میں
کیا جنگ یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

مثنوی سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ جو حالات واضح ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے ان کا نام سید اشرف تھا مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھے۔ عالمگیر کا زمانہ دیکھا تھا۔ غربت میں بسر ہوتی تھی دہلی ہی گئے تھے۔ مثنوی غزل کے ساتھ مرثیہ بھی کہا کرتے تھے خوش قسمتی سے اڈنبرا کے مجموعہ میں ان کے مرثئے موجود ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ شفیق۔ حمید۔ میر حسن اور میر نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر کسی نے بھی کچھ حال نہیں لکھا البتہ بعض صرف ولی کے ہمعصر ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد حضرت علی کی منقبت پھر مناجات اس کے بعد کتاب کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ فارسی سے ترجمہ کرنے کا بیان ہے اس کے بعد قصہ شروع کیا گیا ہے۔ بلوم ہارٹ کی وضاحت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں حضرت علیؓ کے حالات ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ایک فرضی قصہ لکھا گیا ہے جس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے۔

> ملک روم کا ایک بادشاہ فضل نام تھا اس کی دختر سمن نہایت حسین و جمیل تھی ساتھ ہی شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق۔ حضرت علی آنحضرت کے حکم سے اس ملک کو فتح کرنے اور تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوئے۔ بڑی جنگ ہوئی۔ حضرت علی نے فتح پائی فضل اسلام سے مشرف ہوا اپنی دختر آپ کی کنیزگی میں دینے پر آمادہ ہوا آپ نے قبول کیا۔ اس تقریب میں فضل نے بڑی ضیافت دی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کامیابی کے ساتھ واپس ہوا مدینہ کے گھر گھر میں اس کی خوشی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

خداوند اکبر ہے صاحب کریم	کہ جس کا محمد ہے نائب مقیم
نہ مادر پدر اسکوں نا نار ہے	وو جکا او پیدا کرنہار ہے

عجب کہیں اوسکا ھی قدرت اول | کری بوند بانیسوں صورت شکل

بذان احد سون ایک احمد کیا | محمد ازل تا ابد کردیا
عجب نام حیدر علی مرتضیٰ | کہ جس سر ہی تہی نبی مصطفےٰ

تون اشرف انا عاجزی بانکر | لکر بیت حقکن مناجات کر

بہوت جنگ حیدر کئے ہیں حرب | ولی یک شہر کا سنیا جنگ عجب
ہوس دلمین ایا کردن ترجمان | کردن فارسی کا یو دکہنی بیان
بزان جاکو دیکہا ادھی یون پہچل | بہوت جنگ میں آتہا بو اول
بزان فارسی کون دکہن سالمین | بہرایا ھوں اسکو ہریک حال میں

ایتا چل توں اشرف تجی کام ھے | انکی جنگ سحل کا سرانجام ھے

ایتا جنگ سحل کا شتابے کہوں | علی شیر کے فتح یابی لکہون

مدینے تے مغرب طرف یک شہر | کیتے دور ھی بہوت اسکا سفر
برس ایک پر چیہ مہنی کی راہ | اتہا روم کی ملک میں بادشاہ
پڑا شہر کہتے کوہستان میں | نہ ایسا کہیں ملک اسمان میں
عجب نام اسکا حصارا سیکتے | اوکافر ملک ھر نکارا سیکنے
کہی نام اسس بادشہکا فضل | اتہی ایک دختر اسے خوش شکل

اتہا نام اوسکا سہل دختری | او شیری خدا کی اتہی استری
عجب خوب صورت تہی رو خوش نگار | جو قربان تہی اسپو پریاں ہزار

کہا تم کمندیں میں چالیس ہزار | کرو ہر طرف سوار دس دس ہزار
کمنداں سو اسپو چالیس ہزار | پکڑ لاو منج پاس چلتا سوار
کمندی چلی فوج پر فوج آر | جوں سمندر کی موج پر موج آر
لی ہر طرف اکو دس دس ہزار | تہی تنہا اپی شاہ حیدر کرار

- - - - - - - - - - -

رہے دیک حیدر کمند انیں پر | لگی کھینچنی کافراں زور کر
کتک زور کرنی لگی شاہ ادھر | سو کرنی لگی کافراں زور ادھر

- - - - - - - - - - -

موی کافراں کی ہزاراں بہوت | جہنم ہوا شاد شاداں بہوت
کمنداں کیا توت سب ایکبار | لکت پھر کمنداں ستی دوسری بار

دیکہی شاہ نے پوچہی تیرا کیا ہی نام | فضل نے کہا میں ہوں کافر غلام
سنیا ہوں تمارا جو آکر خدا | براے خدا بخش میرا خطا
غلامیں میں عاجز کو ثابت کرو | زبان دلکوں میری ہدایت کرو
مشرف کرو منج نبی دینسوں | ستوں تور دل کفر پلیدینسوں

اسی بادشاہی بہی بخشی تمام | فضل نے کیا عرض ہے یا امام
مسہل نام ہے یک مجی دختری | عجب پاک صورت تہی جوں شہپری

مری دلمیں آیا ہے یو خوب تر
تصدق کروں مرتضیٰ کے اوپر

حکم تھا خدا کا قبولے نبی
سہل کوں نکاح سچ لاے علی

. . . .

فضل سوں تعظیم تکریم کر
کتک دن ضیافت خرچ دھوم کر

ترنک ایک خلعت ہر یک سوار کوں
سو اسوار پیادی جلودار کوں

. . . .

جو داخل ہوی شاہ او شیر نر
سو خاتون جنت نی تعظیم کر

انپر کرلئی ھا تسوں ذوالفقار
بہوت خوش ہوی شاہ حیدر کرار

. . . .

بدولت حرم میں ھو شادی تمام
مدینی میں گہر گہر دکر خاص عام

خاتمہ:—

سو او قدم ہے سب حکمت کا طبیب
سو اس حکمیں اشرف ہے عاجز غریب

الہی کیا ہوں میں یو مہلا ست
ولیکن ہے امید علیکی صفات

جکوئی صفت انکی سبکی تمام
یقین جان اشرف ہے اسکا غلام

کیا شعر غریب کری طور میں
سو فرخ سیر کی کیا دور میں

کیا ہوں بری اشرف کی بھر جان
اکھارا سو چپیس سن ہجری جان

کیا جنک بو مختصر بات میں
کیا ات سو پر چہار ابیات میں

کیا جنک یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

اگرچہ یہ مثنوی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے مگر چونکہ اصل فارسی کا کوئی نسخہ نہیں ملا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور اب کا اور کوئی نسخہ بھی نہیں ملا اسلئے اختلافات بھی ظاہر نہیں کئے جاسکتے۔

روضۃ الشہدا

اس کے تین نسخے یورپ میں ہیں دو انڈیا آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۲) ورق (۱۸۶) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۲۰ شعبان سنہ ۱۲۱۶ھ کاتب سید جعفر عرف میاں صاحب دریا پال گھاٹ۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۲/۲) برحاشیہ ورق (۱۲۱) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۱۵۵ھ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۴) ورق (۱۹۲) سطر (۱۵) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ خط نستعلیق کتابت ۴ جمادی الاول سنہ ۱۱۸۵ھ۔

بلوم ہارٹ نے ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری میں کوئی تفریق نہیں کی ہے وہ دونوں کو ایک ہی تصور کر کے ملا دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

نفس مخطوطے کے متعلق جو وضاحت اس نے کی ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ولی کے حالات کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کو دیوان ولی کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ روضۃ الشہدا سے بالکل غیر متعلق ہے۔

"حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے حالات خصوصاً حسنؑ اور حسینؑ کے واقعات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو حسن بن علی کاشفی کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ایتھے اور ریو کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک ہے اس کا مصنف ولی ہے اس نے اپنے آپ کو ولی شاہ سے بھی موسوم کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ دکھن کے مشہور شاعر ولی اللہ ہیں ـــــــ

روضۃ الشہدا دس مجلس میں منقسم ہے مجلس اول میں آنحضرت
کی وفات کا بیان ہے۔ دوسری میں فاطمہ زہرا (رض) کی وفات تیسری
میں شہادت حضرت علیؑ چوتھی مجلس میں شہادت امام حسنؑ
پانچویں میں ذکر امام حسینؑ و شہادت مسلم بن عقیل وغیرہ چھٹی مجلس
میں فرزندان مسلم کی شہادت ساتویں مجلس میں حضرت حسینؑ
کی روانگی مکہ سے کربلا کو اور شہادت حر۔ آٹھویں مجلس میں
شہادت احباب و اقربا حسین علیہ السلام۔ نویں مجلس میں
شہادت امام حسین و صاحب زادگان امام کا ذکر ہے دسویں
مجلس میں شہادت کے مابعد واقعات کا بیان ہوا ہے اس کی
تصنیف سنہ ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ء) میں ہوئی ہے۔ یہ بمبئی میں دو مرتبہ
۱۸۷۵ء و ۱۸۷۹ء میں طبع ہو چکی ہے۔"

استوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شریک ہے اس نے مصنف کے متعلق کوئی
وضاحت نہیں کی ہے بلکہ کربلا کے حالات اور امام حسین کی شہادت وغیرہ کے متعلق صراحت
کی ہے نفس کتاب کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"روضۃ الشہدا یعنی شہیدوں کا باغ ایک دکھنی نظم ہے جو امام
حسین کی شہادت کے مرثیوں اور کربلا کے حالات پر لکھی گئی ہے
ایک اور مصنف "سیوا" نے بھی ان کو لکھا ہے یہ عشرہ محرم میں امام باڑوں
میں پڑھے جاتے ہیں (۲۱) "

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مولف اردوئے قدیم نے تاریخ تصنیف کا شعر حسب ذیل درج کیا ہے جو مطبوعہ نسخہ
سے ماخوذ ہے۔

کیا ہوں جب ختم یو درد کا حال　　　اگیارہ سو پو تہا انیسوان سال

مگر یورپ کے تینوں نسخوں سے اس کی تصدیق نہین ہوتی بلکہ وہاں کے نسخوں سے ۱۱۳۲ھ ظاہر ہوتا ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال
اگیارہ سو اوپر تہا تیسوان سال

میرے پاس جو نسخہ ہے اس سے بہی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اگر چہ وزن کے لحاظ سے یہ شعر موزوں نہیں ہوتا مگر ایک سے زائد نسخوں میں اسی سنہ کا لکہا جانا خالی از تعجب نہیں۔ مولفہ" اردو شہ پارے" نے سنہ تصنیف کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں دی ہے۔

ولی تخلص کے دکن میں ایک ہی زمانہ میں دو شخص گزرے ہیں۔ ایک اورنگ آباد کا باشندہ تہا جو بقول آزاد اُردو شاعری کے باوا آدم سے ملقب کیا گیا ہے۔ دوسرے ولی ویلوری (علاقہ مدراس) جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔

ولی ویلوری کو مولف اُردوئے قدیم نے سید محمد فیاض کے نام سے ملقب کیا ہے۔ مگر میری تحقیقات کے لحاظ سے ان کا نام میر ولی فیاض تہا۔ اس کی تائید نہ صرف رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطے سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے بہی قرین قیاس ہے اکثر شعرا اپنا تخلص اپنے نام کے جزہی کو قرار دیتے تہے اس لئے بہی بجائے محمد فیاض کے ولی فیاض صحیح تر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے ایک رشتہ دار کا نسب نامہ دیکہا ہے جس سے میر ولی فیاض ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔

شاعری ان کا پیشہ نہیں تہا۔ ابتدا میں وہ فوجی ملازمت رکہتا تہا۔ اس کی پیدائش ویلور علاقہ مدراس میں ہوئی اول حراست خاں صوبہ دار ساٹ گڈہ[۱] کی ملازمت اختیار کی اس کے

---

[۱] ساٹ گڈہ بہی صوبہ مدراس میں واقع ہے۔ آج کل ایک دیہات ہے۔

بعد وہ قلعہ داران سدھوٹ[۵] کا ملازم ہو کر کڑپہ آیا جہاں اس وقت نواب عبدالمجید خاں قلعہ دار تھا چیت پٹہ ان کی جاگیر تھی ارکاٹ کے محلہ اسد پور میں ان کا مزار ہے۔

ان کے مختلف تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور اور خاصے ضخیم ہیں (الف) روضۃ الشہدا (ب) رتن و پدم۔ اس کے علاوہ بعض اور مثنویاں بھی ان کی تصنیف خیال کی گئی ہے جن میں ایک مثنوی دعارقاطمہ(؟) قرار دی جا سکتی ہے۔

مثنوی رتن پدم کے چار ہزار شعر تھے جو کڑپہ میں تصنیف ہوئی تھی اس میں چتور کے راجہ رتن سین اور سرندیپ کی رانی پدماوت کی عشقیہ داستان منظوم کی گئی تھی اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جا سکتی یہ مثنوی بقول اسپرنگر شاہان اودہ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

روضۃ الشہدا ولی کی غالباً پہلی تصنیف ہے مثنوی کے مطالعہ سے اس امر کی صراحت نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مرتب ہوئی ہے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف ان کی سدھوٹ کی ملازمت کے پہلے ہوئی ہوگی۔ ورنہ مثنوی رتن و پدم کی طرح اس میں بھی اپنی ملازمت کا حال ضرور نظم کرتے۔ تیسری مثنوی دعارقاطمہ کے متعلق علیحدہ صراحت کی گئی ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

زیر بحث مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت اس کے بعد بطور تمہید بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام نئے کپڑے پہن کر آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے شہادت کی خبر دی اس کے بعد پہلی مجلس شروع ہوتی ہے ان کے اندراج کی صراحت قبل ازیں ہو چکی ہے۔ اس لئے اب کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا

---

[۵] قلعہ داران سدھوٹ نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان کے زمانے کے مخطوطے جو یورپ میں موجود ہیں ان کا ذکر آگے درج ہوگا۔

ہے۔

ابتدا۔

کروں نامیکوں بسم اللہ سوں آغاز | اچھوں تا میں فصاحت میں سرفراز
سراؤں کیا او سے جن یک سخن میں | بندایا جیو دم کے رشتہ سوں بدن میں

مختلف جگہ سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس دوم وفات فاطمہ :۔

کروں مجلس دویم پر غم | وفات فاطمہ کر کر مرقم
تولد ہونا لازم اول | مناقب تس نکا کرنا مسلسل
خدیجہ سوں جو اولاد پیمبر | اتھے سب دو پسر ہور چار دختر
نہنی تھے فاطمہ سب دختراں میں | و اچتا چاند جیوں سب اختراں میں
شکم میں مانکی تہی جوں انکوں آرام | رکھے حضرت نے انکوں فاطمہ نام
نبوت سوں پنے کے پانچوی سال | ولادت کا ہوا نیز دیکھ تو حال
خدیجہ نے بشارت یوں سنائے | قبیلے کے زناں کوں سب بولائے
قبیلا تھا اونوکا سب تو سنکر | خدیجہ کوں سمجھتے تھے عقرار
مدد کرنے کوں انا سونہ ایائے | سعادت دین دنیا کی گنوائے

انا بیان سوں کہوں حر کا حکایت | سو اوس شیر بہادر کا حکایت
جو حر نے شاہ کا او حال سب دیکھ | کہریا جو شاہ پر جال سب دیکھ
سو ہیدی من شیا سوں ہو سرفرار | دیکھو کیوں راہ عقبی کا کیا ساز
ازل پر آگیا شہ کا دلا یاد | بلا کوں دیکھ کرتا لو بلا یاد
ترنگ کوں تہل کر تو جا عمر پاس | کہا ای لعنتی مردود خناس

کرو دنیا کا دل میں دہر کو سو رات | رلیکا توں حسین ابن علی سات

چرندے سب جنگل کے ہور دو کھاری | کھڑے روتے تھے چرنا چھوڑ ساری

پھاڑاں شور سوں پھوڑے تھے سینہ | کھڑے تھے سوں ایک ایک لک پسینہ

دریا میں کے گھراں سب چھوڑ اپنے | لگے خشکے پو آ مچھلیاں تپنے

کیسے پرشاد کی تھا پیاس کا غم | کیسے پرشہکے تھا مرنیکا ماتم

دنیا میں بھر رہیا تھا شور سارا | ہوا تھا درد و غم ہر شئے پو نیارا

کھیائی کیوں امام با وفا کوں | بو جھائی کیوں چراغ مصطفے کوں

گیا کیوں آج او سلطان عالم | بلک حضرت سوں مل تھا جان عالم

پڑیا کیوں آج اوندھا تخت شاہی | ہوا کیوں آج عالم پر تباہے

جہان میں سب قیامت کا بجا سور | لگے موجاں سوں کھلبلینکوں سمندر

غبار سرخ ہو کر آشکارا | جگت پر چھا گیا تھا سب اندھارا

زمیں سب لال تھے ہور آسمان لال | منگیا ہونیکوں سب قدرت پو جنجال

فرشتے ہاتیں لے گزر آہن | کھڑے تھے ہو ڑنے کہن کوں کہنا کہں

حالات جنگ :-

یزاں طارق کا بیٹا یک عمر تھا | جدیکے فن میں خرسا بیخبر تھا

او نے اکبر کا آ تین وار کھایا | جہنم میں پدر کوں جا میلایا

دو جا تھا طلحہ کر طارق کا فرزند | اتھا ملعون ہاتے سا تنومند

جل اپنے باپ ہور بھائیکے غم سوں | ترت شہزادی پردہایا منم کوں

سو اکبر کا گریباں ہات سوں دھر | منگیا تھا کھینچکر سینے زمین پر

تلک اکبر نے جلالی کر غضب سات — سٹیا ملعونکے گردن اوپر ہات
پکڑ فوت سیتے ایسا مروڑی — جو گردن کی رگاں ہور ہاڑ توڑی
سچیس اون زین سون نے کھینچ کاڑی — اوچا کر زور سون بھوئیں پر پچھاڑی
دیکہت اکبر کے مردی ہور او زور — لعیناں کے پڑیا سب دلینے شور

منکیا مصرع نے تو شمشیر کاری — تلک اکبر نے ہی شمشیر جہاڑی
کہڑک او اوسکے سر میں جا لگیا سو — کٹیا کافر کمر تک ہو گیا دو

اوپٹ یو دو ہزاران سار یکبار — کیئے اکبر پو حملہ اکر کے ہنکار
ایدہر کون بھیے کیئے اکبر نے حملا — کو تیاں پر جیوں کے شیر نر نے حملا

جب اکبر پو بشارت باپ سون پائی — سو پھر خوشوقت ہو میدان پر دہائی
تلک بی ہم ہوزیا لکا سر بدل — گئی تنہا علی اکبر اوپر جل
سکاں اوس شیر کون درمیان میں گھیر — لگی بھیانے سناں ہور گرز و شمشیر
دندی جو دہرون چپ جہان او نو پر — ہوی شہ کی نظر سون غیب اکبر

سو حلقہ کر کہ سب کفار جو پھیر — کھڑی ہی شیر خدا کی شیر کون گھیر
دندی سب جوڑ کر بجاے سون بجالا — گئی چوگرد جیئون سورج کون ہالا
چہڑیا شیکوں خدا وصل کا کیف — جلالت سون بجاتے تب چلے سیف
کہیں پھر پھر بجاتے وقت تردار — انا ابن رسول اللہ ہر بار
کہ شاہا اس صدا سون قوم جاہل — کریں معلوم اپنا کورے دل

او نعرا کھیلا عرشش برین کون | ہلا تا تھا سب ارکان زمین کون

۔۔۔۔۔۔

سو حملہ کر تنگ چودھر سون کفار | لگے کرنے بدن پر شاہ کے وار
لگی تب شہ کون زخماں تن پو ساری | او چلنے کون لگی لہو کے فواری
دیکھی نین ہاتھ اس ہلنے کون قوت | نکچ تیز نہیں ہی چلنے کون قوت

۔۔۔۔۔۔

اچھے اوس مرد پر نت رحمت اللہ
اچھے قاتل پو اوسکے لعنت اللہ

یہ آخرالذکر شعر ہر ان اشعار کے بعد آتا گیا ہے جس میں آل حسین اور اصحاب حسین کی شہادت کا حال مذکور ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ روضۃ الشہدا کے یورپ میں تین نسخے ہیں ان کے مقابلہ سے واضح ہے ان میں چنداں اختلاف نہیں۔ اشعار کی تعداد حمد و نعت اور ہر مجلس میں تقریباً برابر ہے۔ البتہ بعض جزی اختلاف سہو کتابت کے پائے گئے جن کو نظرانداز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چنداں اہم نہیں تھے۔

یہ دکھنی روضۃ الشہدا فارسی کے اسی[1] نام کی کتاب کا ترجمہ ہے جو ملا حسین الکاشفی متوفی سنہ ۹۱۰ھ کی تصنیف تھی۔ ملا حسین کی تصنیف فارسی نثر میں لکھی گئی ہے ذیل میں اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

---

[1] برٹش میوزیم میں اس کے متعدد نسخے ہیں سنہ ۱۲۸۵ھ میں یہ کتاب لاہور میں طبع ہوئی ہے اس کا ترجمہ ترکی زبان میں بھی ہوا ہے۔ (۶۸۹) ریو

فارسی روضۃ الشہدا
جنگ ہاشم بن عتبہ وقاص

درین محل ناگاہ از دست راست
امام حسین از میان بیابان سوارے بیرون
آمد بر خنگی تازی نژاد نشستہ و برگستوان
باجلال ازین و سیمین بر رو کشیدہ خرکی
در جہاوی معرکہ چون قطرات غمام فرود
ویدی و بر مصاعد معرکہ چون دخان
باندک زمان بدامن آسمان رسید نظم

برق روانکہ برفتار خوبش
شام بودے درعقب کہ صبح بودی در عنان

عزکی بدین زیباسے بجولان در آوردہ در
آکیش خفتان بغل جوان چہرہ مریخ درخشان
پوشیدہ و خودی اعادی چون افسر
کیوان بر سر نہادہ نیزہ چون مار ارقم
در دست گرفتہ و کمان بلند در بازوے
ارجمند افگندہ جعبہ پر از خدنگ بر میان
بستہ و شمشیر یمانی بزہر آب دادہ حمائل
کردہ و سپر یکے واز پشت درآویختہ چون
شیر ژیان بکوشش و چون ہزبر بیابان

دکھنی روضۃ الشہدا ر
ایضاً

سو ہاشم ابن عتبہ ابن او قاص
کر اپنی کو سین تازیکون رقاص
یکایک جلد ہو کر جیوں کے بالا
بیابان میں سو دہایا کو پالا
سا او پر خود عادی تن میں بکتر
سپر چو پشت پر بدر منور
حمایل کر کو شمشیر یمانی
کتف اپر ال بی قوس او کیانی
بہریا تہا تیروں سوں ترکش بہالی
ہی نیزا ہات میں جیوں اردہالی
سیدے بازو سوں شہ کے آکو نکلیا
دندیاں کی آکو او سنے کوں چکلیا
سنی سو اس کا آوازی جلاجل
دلیراں کی لرزنے کوں لگے دل

- - - - - - - - - -

فارسی روضۃ الشہدا

بغرش در آمدہ سر و پائے میدان بگردید۔

- - - - - - - -

پس روے بہ لشکر امام حسین نہادہ گفت
السلام علیک یا ابن رسول اللہ اگرچہ پسر
عم عمر سعد با دشمنان ما ست من از جان
و دل دوستان شما ہوادار دوستی شما
را بغایت وفادار است ....
.... سمعان حملہ کرد و نیزہ بہ نیزہ یکدیگر
انگندند یہ آخر سمعان نیزہ راست کردہ
بود ہاشم پشت شمشیر بر نیزہ او زد و نیزہ
از دستش بنہادہ و خواست کہ شمشیر
برکشید ہاشم امانش نداد شمشیر برق آثار
برق او زد تا بجانہ زین بدو نیم شد۔ آواز
تکبیر از سپاہ امام حسین علیہ السلام بر آمد۔

دکھنی روضۃ الشہدا

کہیا پھر ہون شہنشہ کے طرف کر
سلام آتا ہے چاکر کا تم اوپر
عمر بن سعد میرا ہو پسر عم
اگرچہ دشمنان کا ہے مقدم
ولی میں دل سوں تیرا ہون ہوادار
تیرے ذمیاں لرنیکوں وفادار

- - - - - - -

سنیا یوت سمعان مقاتل
ہوا وین جا کو ہاشم سوں مقابل
سوا وسردار تہا فوج حلب کا
اتہا مغرور دنیان کی طلب کا
چلیا ہاشم نے نیزہ اید ہر سون
کھرا نیزا اسمل سمعان اودہر سون
یکس پر چلائے تول نیزے
ہوی دوؤ میں کولا کول نیزے
کئی پس منا لی تور دونو
کھرپے نیزے سون نیزہ جور دونو

فارسی روضة الشہدا

اما چوں سمعان بدان خواری کشتہ شدہ
برادرش نعمان بن مقاتل با ہزار مرد کہ ملازم
سمعان بودند یکبار بر ہاشم حملہ کردند
ہاشم ذرہ نہ اندیشید و پیش حملہ ایشاں
باز شد و دست بازو یکبار در آوردہ دست
بروے می تود۔ اگر رستم دستاں بودے

دکہنی روضة الشہدا

دونو تھے تیرہ بازی میں ہنرمند
دونو بہی بات کرتے سوں رہی بند
کسی پر کوئی کچہ سرپر نہ ہوے
کسی کا ہات کسپر وار نہ ہوے
تلک ہاشم شمشیر نے علم کر
سمیا سمعان کی تیرے کون قلم کر
اونی بہی بات دالیا تیغ پر دان
ولی ہاشم نے کچہ فرصت دیا نہیں
کیا بہی وار اسپر ہاتک کر کر
سمیا وین زمین لگ دو پہان کہ کر کر
جب اس خواری سوں او سمعان موا ہے
تڑا افسوس موزیاں کوں ہوا ہے

اوٹھیا سمعان کا نعمان برادر
ہزار سوار لے اپنے برابر
ہزار سوار مل نعمان سوں یکبار
پڑے ہاشم اوپر کرتے شور ہنکار
ولی ہاشم منے ایسا اس تہا
جو سارا دل نظر میں اسکی خس تہا

فارسی روضۃ الشہدا

بچشم انصاف مشاہدہ کردے و سمند اورا
توتیاے دیدہ ساختی اگر سام نریمان
بودے وان جنگ را بدیدی رشتہ
خدمت اورا بجاے طوق مرصع در گردن
انداختے۔ ترک خنجر وار کردون ہر دم از
چرخ برین۔ وے میدید و گفت آفرین
بر آفرین۔

دکھنی روضۃ الشہدا

سو ہاشم دل میں اس کہا کہا کو کر کے
گیا شمشیر کے دینے کون پہر کے
اوک شمشیر کے پہر کیان سون اوچہر
دہران پر دہر کرتا تہا دہرا دھر
کے حضرت سنے ہاشم سے کیلا
ہزار سوار کا ہے اسپہ ریلا

راوی گوید کہ ازین چند تن سوار و
پیادہ کہ بحضرت شاہزادہ حرب میکردند
نزدیک او رسیدکے قدم پیش نہادہ بر گرد
امام حسین نمی توانستند آمد و از ہیبت امام
حسین چشم نمی توانستند کشاد آخر عزم تیر
باران کردند۔ امام حسین از مرکب فرود آمد
تا زخمے براسپ نرسد کہ یادگار جد و پدر او
بود۔ لشکریان کہ اورا پیادہ دیدند دلیر شدید
آہنگ وے کردند مردے تیری بر پیشانی
آنحضرت زد۔ امام حسین آن تیر را بیرون
کشید از موضع جراحت خون مانند جوئے
آب روان شد۔ آن سرور دست مبارک

دیکن شاہ کا او دبدبہ دیک
صلابت ہور عالی مرتبہ دیک
قدم شوخی سون آگے نا رکہے کوئی
نہ انکہیان کہول کر کہ پر دیکہے کوئی
سو ہو ناچار تب سب نابکاران
لگے کرنے کون شہ پر تیر باران
ترنگ اوپر سون اوترے شاہ شبیر
کہ تا تیزے کون ناحق نا لگے تیر
او تھا جد و پدر کے یادگاری
کلر کے کے گردن جیب اوسکے خواری
دیکہے جب کافران نے شاہزادا
ترنگ کون سٹ ہوا ہے یک پیادا

فارسی روضۃ الشہدا

بران زخم می نہاد و چون دست پُر خون شدے
بر سر وروے می مالید و می فرمود کہ
با جد خود بدین ہیات ملاقات خواہم کرد۔

دکہنی روضۃ الشہدا

دلاور ہو گئے بہانے کوں تیران
لگے سب چپ کہرے کہانے کون تیران
پشانی پر لگیا یک تیر کاری
او کہاڑی سو ہوا لہو وان سے جاری
بہر اوپیا لہو نے اوس ہات سردر
ملین اوس لہو کون لی کہ سات سردر
رکت میں چہرہ پر نور پیشانی
ہوا تہا جیون شفق میں سور پنیانی
کہتے تہے یونچ میں اس لال کہ سات
کرون گا جد سون اپنے جا ملاقات

مولف کیٹلاگ نے جس شعر سے "ولی شاہ" اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے ولی تخلص کے بعد شاہ کی اضافت ولایت کی طرف ہے چنانچہ شعر حسب ذیل ہے۔

ولی شاہ ولایت سون مدد منگ آ آکر مجلس شش میں امنگ

ولی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق شاعر تہا جس پر مذہبیت اور تصوف کا رنگ غالب تہا یہ تصنیف شاعرانہ خصوصیات اور نکات سے خالی نہیں ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ شاعر کا پایہ اس فن میں کس قدر بلند تہا۔ واقعہ نگاری۔ جنگ کے حالات حلیہ کا سما وغیرہ جس خوبی سے بیان کئے گئے ہیں وہ شاعر کی اعلیٰ قابلیت کے شاہد ہیں۔ اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں انجمن ترقی اُردو۔ کتب خانہ آصفیہ کے سوا میرے پاس بہی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

منطق الطیر (پنچھی باچھ)

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۱) ورق (۲۴۲) سائز ۹ ½ × ۷ ½ سطر (۱۱) خط نسخ۔

یہ وجدی کی مشہور تصنیف ہے جو پنچھی باچھ اور پنچھی نامہ سے موسوم ہے چونکہ انڈیا آفس کے اس نسخہ میں "منطق الطیر" لکھا ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ میں یہ اسی نام سے درج ہے۔ اس کی تاریخ کتابت ۲۶ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۶ھ ۱۷۹۱ء ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی کا دکھنی منظوم ترجمہ ہے جس میں خدا کی تمثیلی طور پر حمد کی گئی ہے۔ اس کا مصنف ضعیف ہے منطق الطیر کا ذکر ریو اور ایتھے نے کیا ہے۔ اس کا دکھنی نام پنچھی باچا ہی دیا گیا ہے۔ سنہ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ کاتب محمد حسین ہے"

یہ کتاب نہ تو اسپرنگر کی کیٹلاگ میں شریک ہے اور نہ اسٹوارٹ کی ان اصحاب نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کو دھوکہ ہوا ہے وہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے اس کے مصنف کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

اس کتاب خاص کا نظم شریف	جی موافق فہم اپنے کی ضعیف

مگر یہ کتاب عام طور سے مشہور ہے اس کا مصنف وجدی ہے ذیل کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:۔

بخشش وجدی کون بہی اے فریادرس	یوں دعا مانگی ہے گرچہ شیخ اپس

(ص ۳۰۴)

جیئی غلامی منجکون بہی دوزخ کی ہوئی　　　آسرا وجدی کون ہیں تجہ باج کوئی
(ص ۱۴۳)

اس طرح بیسوں مقامات پر وجدی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔
اس کی تاریخ تصنیف کے متعلق بہی اختلاف ہے مولف اردوے قدیم نے ذیل کے شعر کے لحاظ سے ۱۱۴۶ھ قرار دیا ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب　　　تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

چنانچہ مولف موصوف کی راے حسب ذیل ہے۔
"پروفیسر ٹاسی نے لکہا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۲۴ھ میں اختتام کو پہنچی ہے ببلیوتہیک ڈر مارگن لیانڈ سشن گیشل شافٹ میں اس کا جو نسخہ ہے اس سے ۱۱۵۰ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن ہم نے جس قدر قلمی نسخے دیکہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۴۶ھ میں تصنیف ہوئی ہے" (ص ۹۳)
کتب خانۂ آصفیہ کے قلمی نسخے سے اس کا سنہ تصنیف ۱۱۵۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح درج ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب　　　تب ہوا میزان میں کیا خاصی کتاب

بلوم ہارٹ نے ۱۱۳۱ھ اسی شعر سے نکالے ہیں جس سے مولف اردوے قدیم نے ۱۱۴۶ھ اخذ کیا ہے
ہم نے بہی اس شعر کے موافق حساب کر کے دیکہا جس سے بلوم ہارٹ کی راے صحیح معلوم ہوتی ہے جو نسخہ کتب خانہ نواب صاحب کلیانی کے کتب خانہ میں ہے اس سے بہی ۱۱۳۱ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔

وجدی کا نام وجیہ الدین ہے بقول مولف اُردوے قدیم کرنول کے باشندے تھے۔ صوفیانہ مشرب تھا۔ عطار کے تصنیفات سے خاص ذوق رکھتے تھے عالمگیر کے آخر دور میں موجود تھے۔

ان کی تین مثنویاں مشہور ہیں تحفۂ عاشقاں جس کی تصنیف ۱۱۱۵ھ میں ہوئی ہے دوسری زیر بحث مثنوی پنچھی باچہ تیسری مثنوی جو باغ جانفزا سے موسوم ہے اس کی تصنیف ۱۱۴۵ھ میں ہوئی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد منقبت اس کے بعد نفس مضمون شروع ہوجاتا ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ای پنچھی پیاری سخن آغاز کر — حمد سون حق کی بلند آوازہ کر
شوق سون ایسا اوچا یا نک پھیا — جسی رہی ترلوک کا عالم لو بھیا
گلشن وحدت ہی تیرا آشیان — احدیت کا رازہ سب تجپر عیان

ای میری پیاری پنچھی جیو کی سجن — بول مٹھی لب سون کچھ مٹھی بچن
ای شکر گفتار را وین بات کر — بات ہر یک جون مٹھی نا بات کر
نعت سون احمد کی کھول اپنی زبان — جنی ہی او سیمرغ قاقہ لا مکان

تھا ولی جیو فارسی میں او کلام — کم سمج سکتے ہیں اسکون خلق عام
بلکہ بعض فارسی خواتے کئی — نعت مشکل کون سمج سکتے نہیں
کرچہ ہیں یو کچھ نہیں معنی شناس — کان سنجے اسکو سمجنگے قیاس
لیکن اسکو دیکھکر دل چپ نہ بول — یک بیک یوں دل میں آیا کلول
جی موافق فہم اپنے کے ضعیف — اس کتاب خاصہ کا نظم شریف

قصہ کر دکھنی زبان میں ایکہ آون — تا رہے دنیا میں میرا بھی ناون
پس مدد منگ شیخ کی ارواح سون — التجا کر عجز ہور الحاح سون
میں قلم جاری کیا اوراق پر — جب ہوا پورا یو نظم مختصر
ناون اسکا میں پنچھی باچا کیا — یادگاری خلق عالم پر رکھیا

خاتمہ مثنوی

اسمیں یارب میرا ہوتا ہی کام — شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچا تمام
جب کیا تاریخ کا دل میں حساب — تب ہوا میزاں میں یو خاصا کتاب

بدہ توفیق یارب گنج مارا
جزاک اللہ فی دلدارین جزا

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ انگلستان میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔ البتہ شیخ عطار کی اصل فارسی منطق الطیر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ابتدا حمد و نعت وغیرہ کو وجدی نے متروک کر دیا ہے۔ قصہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سے ترجمہ منظوم ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

عطار	وجدی
مجمعی کردند مرغان جہان	ایک دن سب جگ کی پنچھی جانور
انچہ دیدند آشکارا و نہان	ملک بہی جمع ہو یک ٹہار پر
جملہ گفتند این زمان در روزگار	شوق سون دل کی لگی مرغول نی
نیست خالی ہیچ شہر از شہریار	یک بکیسنی راز دل کا بول نے

عطار

چون بود کاقلیم مارا شاہ نیست
بیش ازین بی شاہ بودن راہ نیست

ہدہد آشفتہ دل در انتظار
درمیان جمع آمد بیقرار
علہ بود از طریقت در برش
افسری بود از حقیقت برسرش
تیز فہمی بود او در رہ شدہ
از بد و نیک جہاں آگہ شدہ
گفت ای مرغاں منم بی ہیچ ریب
ہم مرید حضرت وہم بیک غیب
سنم ز حضرت من خبردار آمدم
منم ز فطرت صاحب اسرار آمدم

وجدی

ناگہان یاتاں میں نکلی بات یون
جی نکپان میں بادشاہ کوئی نہیں ہیان کہون
ہی ہریک فرقی میں ہریک بادشاہ
نہیں ہمنی کون بادشاہ سون کیا گناہ

اسوضا پنچھی لگی کرنی بچار
بول اوٹھے وسیں ہدہد نامدار
ای عزیزان بات یو کرتی تہی کیا
دلمیں چپ وسواس یون دھرنی کیا
کی پرہی اسوضا غفلت منی
کفر ہی یو ملک ہور ملت منی
کفر سون توبہ کرو توبہ کرو
بادشاہ کی ذات میں شک نادہرو

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانۂ آصفیہ میں ایک
نسخہ موجود ہے نمبر (١٢٨٢) اور ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں بھی ہے۔ نمبر ١٧ مرورہی

دُعائے فاطمہ (؟)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۴۳ ورق (۲۴) سطر (۸) خط نسخ حاشیہ پر درج ہے۔ مثنوی کا کوئی نام درج نہیں ہے اور نہ مصنف کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اس کو ولی ویلوری کی تصنیف قرار دے سکتے ہیں اور نفس مضمون کے لحاظ سے دعائے فاطمہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"ایک نامعلوم قصہ حضرت محمد کے متعلق ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ایک رات خدا کا عذاب دیکھ کر جنگل میں چلے گئے آپ کے خلفائے علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ اور بی بی عائشہؓ اور فاطمہؓ وہاں گئے اور بڑی کوشش کے بعد واپس مدینہ کو لوٹے۔"

جن وجوہ سے اس مثنوی کو ولی کی تصنیف قرار دی جا سکتی وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) بعض اشعار میں ولی تخلص لایا گیا ہے۔ مثلاً

ولی کوئی سعادت کے گھر بار ہیں　　خرابات میں روز و شب خوار ہیں

(ص۲۴ ا)

ولی غم امت کا مشکل تمام　|　نہ اس غم میں رہتا عقل ہوش و فام

(ص۱۹ ا)

اگرچہ بعض وجوہ سے اس کو "ونے" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) زبان کے لحاظ سے یہ اسی عہد کی تصنیف ہے۔

(ج) اسلوب بیان کے لحاظ سے روضۃ الشہدا سے بہت مماثل ہے۔

ممکن ہے اس کے بعد مزید تحقیقات سے اس مثنوی کا اصل نام اور مصنف کا پتہ چل جائے۔
مثنوی میں حمد و نعت کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے جس کی صراحت اس طرح ہے۔
ایک رات آنحضرت صلعم بی بی عائشہ صدیقہ کے مکان میں استراحت فرما رہے تھے۔ جبرئیل نے وحی لائی کہ امت کو بخشا نہ جائے گا۔ یہ سنکر آنحضرت کو سخت رنج ہوا اور اسی غم میں آپ مکان سے باہر نکل کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔ بی بی عائشہ نے آپ کے اصحاب کو اس سے آگاہ کیا تمام صحابہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ تین دن تک آپ کا کوئی پتہ نہ چلا چوتھے روز ایک بوڑھے سے آپ کا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا گیا اس نے کہا میں نے کوئی ایسا شخص دیکھا تو نہیں۔ مگر چار دن سے جنگل کی حالت بدلی ہوئی ہے تمام درخت کے پتے خشک ہو گئے ہیں اور جنگل کے جانور نہ تو گھانس کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں ایک شخص امتی امتی کی صدا لگا رہا ہے یہ معلوم ہوتے ہی صحابہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک غار میں آنحضرت کو پایا آپ سجدہ میں ہیں اور خدا کی حضور میں التجا کرتے ہیں "اے خدا میری امت کو بخش دے" اس کے بعد ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے مختلف طریق سے آپ سے درخواست کی کہ واپس مدینہ کو تشریف لے چلیں مگر آپ رضامند نہ ہوئے آخر صحابہ نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرا امام حسن اور امام حسین کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا وہ آئے اور آپ کا منشا معلوم کیا حضرت فاطمہ نے خدا کی درگاہ میں دعا کی اس کے ساتھ ہی آنحضرت پر وحی آئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا امت کو بخش دیا گیا آنحضرت کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی جبرئیل نے کہا خدا نے فاطمہ کی دعا قبول کی خدا ان سے شرمندہ ہے اس لئے ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے کیونکہ ان کے دونوں فرزند سخت مصیبت سے شہید ہوں گے اس کے بعد آنحضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا مثنوی :-

حکایت عجب یک سنو ور سند　　سین تو کھیلاؤل کے فضلان کے بند
سنو اس کے تئیں کان دھل سون سب　　کہتے ہیں محمد رسول عرب

گئی عائشہ کے محل ایک رات　　ستی تھے ہے خواب آرام سات
گئی تھی بند مٹھی تمام　　سوتی تھی فراغت تون خیر الانام
ستی اسو خاموکہ جب دل کشاد　　ہوی دو پہر رات سون کچھ زیاد
سو لیسی میں جبرئیل پونچی شتاب　　لی آئی خدا سون پیام عتاب
اوٹھائی نبی کون ادب سون تمام　　ہزاران نیازان سون کینی سلام
کہی ای رسول خدا نامدار　　ہوئی آج کیون تم نے فراغت شعار

عبادت کو کیون نہیں اٹھیارات کون　　ستاکیون زیادہ ہی رات کون

سب تیری عقلت کے ایکامیاب　　کرون تیری امت کون انپس خراب
دھرون تجامت پر عذابان کٹھنی　　جلاؤنگا دوزخ مین رات دن

کہی مشورۃ جب صحابہ کرام　　گئی فاطمہ کن گھر سب تمام
ستی فاطمہ جب ہوی بیقرار　　چلی ساتھ یاران کی حضرت کی ٹھار
لئی ساتھ اپس قرۃ العین کون　　حسن اور حسین ہر دو سعدین کون

کہی عرض ای شاہ کان وجود　　کہا رب نے تجپر سلام درود

کرم ستی حکم یون کیا ای رسول | قبول ھمین اب دعائی بتول
غلامی دئی تیری امت کون ھم | رکھیں تیری امت کون جنت مِں جم

خاتمہ۔

الہی نوازندہ تون یا غفور | دے جنت منجے تون ہزاران ستی حور
جو کوئی اسکون پڑ کر منگے منج دعا | خدا دیویگا اسکون نامہ جزا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

غزلہائے عشرتی

عشرتی کی تین غزل انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

نمبر (۱۰) البوم ہارٹ

مثنوی بالو شجرہ کے آخر پر تین فارسی اور تین اردو غزلیں آنحضرت صلعم اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں ان کا مصنف عشرتی ہے۔

عشرتی کے متعلق تمام قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں البتہ عبدالجبار ملکاپوری نے اپنے تذکرہ شعرا میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بہت کچھ صحت طلب ہے وہ ۱۲۳۷ھ کو ان کے انتقال کا سنہ بتاتا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا حال لکھا ہے اور عالمگیر کے عہد میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی مثنویاں دیپک پتنگ، چت لگن، نیہ درپن وغیرہ ہیں۔

سید محمد خاں ان کا نام تھا عالمگیر نے نجابت و لیاقت کے مدنظر سرپرستی فرمائی جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ آصفی دور میں ان کی اولاد با عزت عہدوں پر سرفراز تھی۔ ان کا مزار محلہ راجو حسینی کے گنبد (حیدرآباد) میں واقع ہے۔ حال میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے ان کے متعلق تفصیل سے مضمون لکھا ہے۔ جو رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔

انڈیا آفس کے غزلوں کے مطلع اور مقطع یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کو ہم نے نقل کیا تھا۔

پلپل میں جیو جان سون قربان تم پر یا نبی   باصدق ہو را ایمان سوں قربان تم پر یا نبی

تجھ کار ہے دنیا یہ ہے تیر ان سبے باآن سچے | آفت ستے دنیا تجھے قربان تم پر یا نبی

سکہیں نام کے میراں محی الدین قطب ربانی | کہوں ہر دم توں میراں محی الدین قطب ربانی

کمینہ عشق تی بولے دنیا میں اس پری جھول | جتی مشکل تی کہو لے محی الدین قطب ربانی

قیامت کا کٹھن دن ہے نبی منجہ آسرا دنیا | گنہ منجہ سر پو سنگیں ہے نبی منجہ آسرا دنیا

- - - - - - - - - - - -

رکھیا غفا سر آکر مبارک اس قدم اوپر | دونو نیتیاں سوں رنجاں ہیر نبی منجہ آسرا دنیا

مرثیہ ذوقی

ذوقی کے مرثیے اڈنبرا کے مجموعہ میں موجود ہیں۔ ان کی مثنوی غوث نامہ کا حال گزر چکا ہے ذیل میں ان کے مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے مرثیے اکثر غزل نما ہیں ان کی زبان تو صاف ہے مگر اثر کم پایا جاتا ہے۔

اے شمع بزم مرتضیٰ گھر آج آتے کیوں نہین
تاریک ہے تم بن جہان جلوا دکھاتے کیوں نہیں

وہ جاہل دوزخ وطن آئے ہیں بادل کے نمن
جو برق تیغ صف شکن شہ جگمگاتے کیوں نہین

وہ شمع بزم مصطفیٰ یا دا جل سون گل ہوا
سب سوز دل سون تن ہوا سدا یاران گلاتے کیون نہین

چھوڑو سگل دنیا کے کام دس دن تلک اے خاص و عام
ماتم کے آتش میں مدام تن کو جلاتے کیون نہیں

سنتے ہو تم اے مومناں شہ کی شہادت کا بیان
سب خاک و خون کے درمیان تن کو ملاتے کیوں نہیں

ذوقی تمارا ہی غلام فضل و کرم سے یا امام
اپنی زیارت کو مدام اس کوں بلاتے کیون نہین

دیگر

مشاہ ماتم تخت گردوں پر دسا ماہ محن | فوج غم نے ملک دل ویران کئے ہیں چو کو ہن

تب ہزاران درد و غم سون شہربانو نے کہا | مجہ کون کس کون سونپکر جاتے ہو اے سرور تن
تم بنان اے جان جا تا کیون کرون میں زندگی | تم بنان کس کون کہون میں یہ اپس کا دکھ کہنی
تم بنان ہر روز مجہ سینے جلے یک سال ہے | تم بنان ہر رات غم سون مجہ اوپر یک قرن

- - - - - - - - - - -

گرچہ اے ذوقی ترے بے حد گناہان ہیں ولے | شکر اللہ ہیں شفیع روز محشر پنجتن

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر و–

محرم کا پہر آیا ہے مہینا | کریگا تیغ غم سون چاک سینا
در بحر امامت ہر شہ دین | پیمبر کے انگوٹہی کا نگینا

- - - - - - - - - -

نگاہ مہر سون ذوقی کو دیکہلاؤ | منور روضہ بدر مدینا

دیگر

گرے جس وقت وہ سرور زمیں کربلا اوپر | ہوئی اوس وقت غم کیں قدسیان عرش علا اوپر

- - - - - - - - - - - - - -

تون ہے گر صدق سون ذوقی غلام آل پیغمبر
درودان بہیج بہرام شاہ دشت کربلا اوپر

دیگر

ملک سب افواج شام آہ دریغا دریغ | شہ پہ کیا احد ظلم اہ دریغا دریغ

- - - - - - - - - - - - - -

شہ کے الم میں مدام رکھ توں ناری سوں کام
بول توں ذوقی دوام او دریغا دریغ

دیگر

اصغر کے جب گلو میں لگا تیر ہے دریغ — تھا بیقرار طفل وہ شبیر ہے دریغ

سلام کا نمونہ :—

شمس الضحیٰ پر سلام بولو | بدرالدجا پر سلام بولو
شیر خدا پر سلام بولو | آل عبا پر سلام بولو

- - - - - - - - -

ذوقی کہتا ہے صبح و مسا میں
اس رہنما پر سلام بولو

مرثیہ اشرف

یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ اڈنبرا یونیورسٹی کے مجموعہ میں شامل ہیں یہ تیرہ مرثیے ہیں جن کے (۱۴۰) شعر ہیں۔

ان کے بھی اکثر مرثیئے غزل نما ہیں۔ بعض مرثئے نہایت لاجواب ہیں۔

بانو کہیں اصغر نہیں اب میں جھولاؤں کس کے تئیں
سوتا ہوا ہے پالنا اب میں سولاؤں کس کتئیں

نہلا کے میں کپڑے پہنا اس کوں بتاتی گل بمن
وہ پھول کملا نیرمس اب میں بتاؤں کس کتئیں

سوتا تھا وہ جب نیند بھر پینے اوٹھاتی دور کون
بیدم ہے دیکھو آج وہ اب میں جگاؤں کس کتئیں

جب مسکراتا وہ بچا میں شاد ہوتی دل سنے
بے جان پڑا ہے گود میں اب میں ہنساؤں کس کتئیں

جب شہ کو غمگیں دیکھتی لیجا کے دیتی گود میں
سوتا وہ کفن اوڑھ کر اب میں لیجاؤں کس کتئیں

جاتے تھے شہ جب ان نے اصغر کو میں چھاتی لگا
دکھ میں بھولاتی اس کہلا اب میں کہلاؤں کس کتئیں

کہاں ہے وہ ولی والی حیدر حسن میرا — کہاں ہے وہ حسین ابن علی صفدر شکن میرا
اگن سوں تام شہ کے جلا ہے بدن میرا — برنگ برق خرمن سوز دل ہے ہر سخن میرا

لگا ہے بسکہ تیر ماتم سخت دل منے کاری ‌ | شہد کربلا ئے غم ہوا ہے جگ میں من میرا
ہوس گلگشت رضوان کی کرے کیون عندلیب دل ‌ | محبت کی گلی میں شاہ دین کے ہے وطن میرا

- - - - - - - - - - - -

کیا ہون بے بدل یو مرثیہ جب سون اماموں کا ‌ | ہوا مشتاق ہر یک شاعر ملک دکھن میرا

جو کوئی ہے صدق دل سون دوستدار آل پیغمبر
اے اشرف اس کے پگ کی خاک ہے کحل نین میرا

دیگر

اس شاہ دوسرا پر بولو درود یاران ‌ | سلطان کربلا پر بولو درود یاران
اوس جان مصطفےٰ پر فرزند مرتضیٰ پر ‌ | زہرا کے دلبر پر بولو درود یاران

- - - - - - - - - - - -

اس امی خطا پر ہر درد کے دوا پر
اشرف کے مدعا پر بولو درود یاران

مرثیہ یتیم احمد

یتیم احمد کے مرثیئے بھی اڈنبرا میں ہیں۔ احمد تخلص کے دکن میں متعدد شعرا ہوئے ہیں۔ قطب شاہی دور میں ایک احمد تھا جو وجہی کا ہمعصر تھا۔ دور مغلیہ کا یہ دوسرا احمد۔ جو برھان پور کا باشندہ تھا۔ شمالی ہند کے تذکرے نویسین میر حسن اور قایم احمد گوگجراتی تے ہیں۔ عمدۂ منتخبہ اور عیار الشعرا میں اس کو غلام احمد علی کے نام سے برہان پور کا باشندہ بتایا گیا ہے۔ اسپرنگر نے بھی اسی احمد کا ذکر کیا ہے ممکن ہے ان دونو احمدوں کا وجود ہو مگر ہم جس احمد کا ذکر کرتے اور اس کے مرثیئے پیش کرتے ہیں وہ ان دونوں سے جداگانہ ہے اس کا نام یتیم احمد تھا اور یہی تخلص کرتا تھا۔

اڈنبرا میں اس کے سات مرثیئے ہیں جن کے (۱۶۰) شعر ہیں۔ ان میں سے دو مرثیئے گویا امام حسین کی مدح میں قصیدے ہیں دو میں آپ کے خاندان کی تکالیف بے سروسامانی حیرانی و پریشانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حیف گھائل حسین تن تیرا | جسم پر خون ہے پیرھن تیرا
توکہاں ہور کید ہر تن تیرا | کیوں بسیرا ہوا ہے رن تیرا

نہیں ملتا بوند کس کتیں پانی
سخت طفلاں کی سر پو حیرانی

حیف اصغر نے تجکوں رولانی | جگ سوں پیاسا گیا تن تیرا
تیر لگ کر سوں لہو جوا ہے ہے | وا مصیبت میں بال پن تیرا
اے توں دلبر حسین کے اصغر | آج روتا نہیں توں ہت کر

تیر لگ حق سب لہو سون بہر
کیوں چوپی لے رہا دھن تیرا

بعض دیگر مرثیئے:۔

کیون ظالمان شہ کون مار رہے ہے	یون ظلم کر بیشمار رہے ہے

دیگر

اے تون سرو سہی روان سلام علیک	گل باغ جنان سلام علیک
شاہ کشور ستان سلام علیک	قائل گمرہان سلام علیک

اے شفیع الامم امام ہدا
یو یتیم احمد کا دردسرا

سدہوٹ کے مخطوطات

جب سلطنت مغلیہ کا شیرازۂ حکومت برہم ہوگیا تو پھر دکن میں متعدد سلطنتیں قائم ہوگئیں ان میں سب سے مقدم الذکر سلطنت آصفیہ ہے مگر چونکہ اس عہد منیت مہد کے پہلے چند اور سلطنتیں قائم اور معدوم بھی ہوچکی ہیں اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر اولاً کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے قلعہ داران سدہوٹ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں ان کی مختصر تاریخ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

بہلول خاں سالونوری عادل شاہی امیر تھا اس کی اولاد سے نبی خاں عرف ان مست خاں میانہ بیجاپور کے دربار کا آخری ذی عزت امیر تھا اس کے بعد علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۶ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں اس کے تین لڑکے اعظم خاں۔ رحیم خاں اور کریم خاں (جو عبدالرحیم خاں اور عبدالکریم خاں سے بھی موسوم ہیں) بیجاپور سے کنارہ کشی کرکے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے۔ خان جہان خان کی وساطت سے دربار عالمگیری میں باریاب ہوکر منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ اعظم خاں اپنے حسن کارگذاری سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کریم خاں کو میر سامان مقرر کیا۔ رحیم خاں نے قطب شاہی سلطنت کی راہ لی میر جملہ کے توسط سے سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے دربار میں باریاب ہوکر منصب سہ ہزار سے سربلند ہوا۔ بعض معرکوں میں داد شجاعت دیکر نام آوری حاصل کی مگر زندگی نے وفا نہ کی اس کی جگہ اس کا فرزند نیک نام خاں مامور ہوا۔ بالاگھاٹ کے معرکہ میں میر جملہ کے ساتھ رہا واپسی میں قلعہ سدہوٹ کا محاصرہ ہوا اگر نائر پالیگار نے صلح کرلی۔ اس کے بعد جب میر جملہ پایاں گھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو نیک نام خاں کو عمدہ خدمات کے صلہ میں نہ صرف پرگنہ چٹور جاگیر میں دیا گیا بلکہ علم و نوبت اور نقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

میر جملہ کی روانگی کے بعد نیک نام خاں نے قرب وجوار کے دیگر مقامات مثلاً گنجی کوٹہ۔
مدویل۔ جمل مدوک وغیرہ فتح کئے اور آخرش ان کا صدر مقام قلعہ سدہوٹ بھی تسخیر کر لیا۔
اس کامیابی کے صلہ میں دربار قطب شاہی سے مفتوحہ ممالک سے پچاس لاکھ کی جاگیر مرحمت
ہوئی اس نے قلعہ سدہوٹ کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ قلعہ کے باہر جہاں ایام محاصرہ میں میر جملہ
کا کیمپ قائم ہوا تھا اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

اس عرصہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ مغلیہ قلمرو میں شامل ہو چکے تھے اور دربار عالمگیری سے
داؤد خاں پنی فرزند خضر خاں پنی ذوالفقار خاں کی نیابت میں کرناٹک کا صوبہ دار مقرر ہوا۔
داؤد خاں اپنے مستقر کرناٹک کو جاتے ہوئے نیک نام آباد میں قیام کیا کیونکہ اس وقت
نیک نام خاں بیمار تھا آخرش اسی زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا داؤد خاں نے اس کے
بھانجے لعل خاں کو اس کا جانشین نامزد کیا۔

عالمگیر کے بعد محمد معظم اور محمد اعظم کی خانہ جنگیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں نے خاصی ترقی
کی اور محمد معظم بہادر شاہ کی رفاقت میں مردانہ وار لڑے اور مارے گئے چونکہ اعظم خاں کی
کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عبدالنبی خاں فرزند کریم خاں کو مناصب قدیم سے سرفراز کیا گیا اس
کے بعد سدہوٹ بھی اس کی جاگیر میں شامل ہو گیا اور یہاں یہ اور اس کی اولاد کے چند شخصوں
نے تقریباً خود مختارانہ ۱۱۱۹ھ سے ۱۱۹۱ھ تک حکمرانی کی اور تاریخ میں قلعہ داران سدہوٹ
سے موسوم ہوئے۔

عبدالنبی خاں[1] ابن کریم خاں جو رحیم خاں کا داماد بھی تھا مغلیہ سلطنت کی جانب سے سدہوٹ

---

[1] اس کے بہادری اور شجاعت کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت عبدالنبی خاں کو اس کے
آبائی جاگیر کے لئے طلب کیا گیا تو عزیز خاں (جو نیک نام خاں کا خواص زادہ تھا) بھی دعوی دار بنا فیصلہ کے لئے
دونوں کو شیر کے سامنے چھوڑا گیا عزیز خاں تو شیر کا لقمہ بنا مگر عبدالنبی خان نے اس کو ہلاک کر دیا۔

کا قلعہ دار بنایا گیا اپنے لواحقین اور ملحقین کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ خاصی فوج جمع کر لی قرب وجوار کے زمینداروں (جو اس وقت پالیگار سے موسوم تھے) پر فوج کشی کر کے اپنے علاقہ کو وسیع کر لیا نو آباد شہر کو بجائے جدید نام (رنگین نام آباد) کے اس کے قدیم نام کرپہ سے موسوم کیا یہاں جدید محل تعمیر کئے دل کشا باغ لگائے۔ علم و ہنر کی ترویج کی محمد بن رضا اس کے دربار کا شاعر تھا جس نے قصیدہ بردہ کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا۔ اپنے یادگار چار لڑکے چھوڑے سنہ ۱۲۱۱ھ میں[۱؎] انتقال کیا

۱؎ تذکرۃ البلاد و الحکام کے جو تین نسخے (ایک دفتر دیوانی دہاں کے کتب خانہ کا اور دوسرا میرا ذاتی اور تیسرا میرے ایک عزیز کے کتب خانہ کا) میری نظر سے گزرے ہیں ان میں عبدالنبی خاں کا سنہ انتقال سنہ ۱۱۱۱ھ لکھا ہے مگر یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود کتب مذکور کی عبارت سے ظاہر ہے کہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شہزادہ اعظم و معظم کی لڑائیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں مارے گئے اور اس کے بعد عبدالنبی خاں کو جاگیر سے سرفراز کیا گیا چنانچہ اس خصوص کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"عالمگیر بعد اسیر شدن ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ حیدرآبادی از راہ اورنگ آباد سمت احمد نگر شتافت و ہمونجا انتقال فرمود بعد او درمیان برادران یعنی محمد معظم بہادر شاہ و سلطان محمد اعظم ابنائے عالمگیر در سواد سر آخر حد دکن جنگ واقع گردید۔ اعظم خاں میانہ و کریم خاں پیش ازیں ذکر شان بر سبیل اجمال رفت دراں وقت امرائے ذوی الاحتشام شدہ بودند پیش قبل از دستہ خاص بہادر شاہ با سپاہ خصمش درآویختہ ہنگامہ روزکشاکش برپا ساختہ مردانہ وار کشتہ شدند و نسیم فتح و نصرت بر پرچم رایات بہادر شاہی وزیدن گرفت و محمد اعظم سلطان بہترم و اسیر گردید تا شاہ ظفر مند جانبازی و دلاوری خوانین مقتول پسندیدہ فرمود کہ کسی را از وابستگان اعظم خاں حاضر سازید کہ او لا ولد بود

اس نے چار لڑکے چھوڑے یعنی عبدالمحمد خان۔ عبدالحمید خاں۔ محسن خاں۔ حسینی میاں ان کے منجملہ اولاد ذکور تینوں نے یکے بعد دیگرے یہاں حکومت کی۔

عبدالمحمد اگرچہ نابینا تھا مگر باپ کے بعد جانشین ہوا بھائیوں نے اطاعت کی۔ چونکہ عقل و دانش میں دیدہ بصیرت رکھتا تھا خویش و بیگانہ کو تالیف قلوب سے گرویدہ کرلیا۔

اسی زمانہ میں جب کہ داؤد خاں برہان پور میں قتل ہوگیا تو خان جہان خاں نے سید عرب خاں کو کرناٹک کی طرف انتظام کے لئے روانہ کیا۔ عبدالمحمد خان نے اول تو دوستی ظاہر کی مگر جب کرپہ کے قریب پہونچ گیا تو اپنے بھائی عبدالحمید خاں کے تحت ایک لشکر لڑائی کے لئے روانہ کیا مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو خود ایک ہزار آہن پوش سواروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا اور عرب خاں پر فتح پائی اس کو قتل کر دیا اس طرح مغلیہ لشکر پر فتح یاب ہوکر کامیاب ہوا اس کے بعد چنبل درک کے زمینداروں پر فوج کشی کی اور کامیاب ہوا۔

جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دار دکن ہوکر اورنگ آباد آئے تو آپ کے حسب الطلب

گذشتہ سے پیوستہ :- علی مردان خان سپہ سالار عبدالنبی خاں بن کریم خاں را کہ برادر زادش بود حاضر کردہ از عمدہ سفارشہا بہ آمد شاہ موصوف عبدالنبی خاں را اول خلعت ماتم بعد از آن خلعت جاگیر و شمشیر و تسلی ظاہر و باطن عطا فرمودہ در وبست پرگنہ چنور و سلمبر وغیرہ جاگیر دادہ رخصت فرمود۔"

اس عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ عبدالنبی خاں کو جاگیر وغیرہ عالمگیر کے بعد یعنی ۱۱۱۸ھ کے بعد مرحمت ہوئی اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کہ عبدالنبی خاں کا انتقال ۱۱۰۰ھ میں ہوا۔ میرے خیال میں صحیح سنہ ۱۱۲۰ھ ہے۔

دربارِ آصفی میں حاضر ہوا۔ شکر کھیرہ[۵۱] کی لڑائی میں آپ کی جانب سے شریک ہوا بہادری دکھائی سرخ رو ہوکر مورد عنایت آصفی ہوا۔ آپ کے حیدرآباد روانہ ہونے پر اپنے مستقر کی جانب روانہ ہوا اور اس کے بعد مرہٹوں کی جنگ میں بھی ساتھ رہا ۱۱۳۶ھ[۵۲] میں انتقال کیا۔

عبدالمجید خاں کی جگہ اس کا بھائی عبدالحمید خاں مسند نشین ہوا۔ آصفجاہ کی اطاعت اختیار کی چند روز تک شریک رزم بزم ہوا جس وقت آصف جاہ اور آپ کے فرزند ناصر جنگ میں جنگ ہوئی تو عبدالحمید خاں نے ناصر جنگ کا ساتھ دیا جنگ ختم ہونے پر آصف جاہ نے چشم پوشی

۵۱؎ شکر کھیرہ کی لڑائی محرم ۱۱۳۷ھ میں آصف جاہ اول اور مبارز خان میں ہوئی تھی اور لڑ کر فتحیاب ہوکر دکن کے خود مختار حکمراں ہوئے۔ (تزک آصفیہ ص۴۳ حدیقۃ العالم ص۱۳۶ تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۲۴۱)

۵۲؎ عبدالنبی خاں کے سنہ انتقال کی طرح عبدالمجید خاں کے سنہ انتقال کو بھی تذکرۃ البلاد میں ۱۱۳۶ھ غلط لکھا گیا ہے۔ تاریخ مذکور سے اس امر کی پوری صراحت ہوتی ہے کہ عبدالمجید خاں آصفجاہ کے رفاقت میں جنگ شکر کھیرہ میں شریک تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"چوں نظام الملک آصفجاہ بنظامت شش صوبہ دکن مقرر شدہ به
اورنگ آباد رسید خاں مسطور حضور طلب شد و چندے ہمراہش بود و در
جنگ شکر کھیرہ کوشش نمایاں بعمل آورد و خصم او را زیر کردہ مورد الطاف و
اعطاف ناظم دکن گشت۔"

اور تاریخوں سے یہ امر مسلمہ ہے کہ جنگ شکر کھیرہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے عبدالمجید خان کا انتقال ۱۱۳۷ھ میں فرض کرنا چاہیئے نہ کہ ۱۱۳۶ھ میں۔

اسی طرح کتاب مذکور کا بیان اس کے اٹھائیس[۵۳] سالہ حکومت کے متعلق صحیح نہیں ہوسکتا بلکہ دس سال صحیح ہوسکتا ہے۔

کی بلکہ ۱۱۵۸ھ میں جب پائین گہاٹ کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو اس کو عنایات خسروانہ اور عطایا بیش قیمت سے سرفراز فرمایا۔ ہنٹر نگر (ارکاٹ) کے واپسی پر عبدالحمید خاں نے رخصت چاہی اور اپنے مستقر کو واپس ہوا یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۱۱۵۹ھ میں انتقال کیا۔

اس کے عہد میں شہر سدہوٹ کو خاصی ترقی ہوئی نئی نئی عمارتیں بنیں باغات لگے علم و ہنر کی سرپرستی کی گئی نہ صرف قلعہ دار بلکہ اُمرا کو بھی اس کا شوق تھا خاندان قلعہ دار بھی اس کا شائق تہا۔ محمد حیدر ابن جعفر اسی عہد کا مشہور شاعر ہے جس نے ابن نشاطی کی پھول بن کا اضافہ کیا۔

عبدالحمید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی محسن خاں مسند نشین ہوا۔ فرانسیسیوں سے جو پلیچری میں تھے مدد لیکر زمینداران جڑلہ وغیرہ پر فوج کشی کی کامیاب ہوا پھر بگین پلی کا رخ کیا مگر وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی خاں عرف کلو نے شکست دی دوبارہ اپنے بھانجے عبدالمجید خاں کے سرکردگی میں پیش قدمی کی فرنچ فوج بھی ہمراہ تھی بگین پلی فتح ہوا قلعہ دار نے پیشکش اور نذرانہ قبول کیا۔

۱۱۶۱ھ میں جب آصفجاہ کا انتقال ہوا اور ناصر جنگ دکن کے حکمراں ہوئے تو ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ماموں کے مقابلہ میں سلطنت کے دعویدار بنے چندا صاحب دعویدار سلطنت ارکاٹ اور فرانسیسیوں نے ان کا ساتھ دیا محسن خاں اول تو ناطرفدار رہا مگر اس کے بعد ناصر جنگ کی حمایت میں مجید خاں اور اپنے لڑکے کریم خاں کے تحت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ مگر اثنار راہ میں بگاڑ ہو گئی ناصر جنگ شہید ہو گئے۔ ہدایت محی الدین خاں فرانسیسیوں کی مدد سے سریر آرائے سلطنت ہو کر حیدرآباد کی جانب روانہ ہوئے مگر رایچوٹی کے مقام پر فرانسیسیوں اور افغانوں میں پھر بگاڑ ہو گئی گویا خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ہدایت محی الدین خاں مارے گئے محسن خاں اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو گیا صلابت جنگ دکن کے

حکمراں بنے۔ اور محسن خاں اپنے مستقر میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

چونکہ محسن خاں نے ملازمین کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اس لئے امرا بد دل ہو کر اس کو مقید کر دیئے اور عبد الحمید کے فرزند عبد المجید خاں کو مسند نشین کیا۔ مجید خاں نے اول تو قلمرو آصفی پر ہی تاخت کا ارادہ کیا مگر پھر مطیع ہو گیا آصفجاہ نے اس کو عبد النبی خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ اس نے پالیگاران بالاگھاٹ سے لڑ کر کہٹ کمیز۔ پنکنور۔ مدن پلی وغیرہ مقامات فتح کئے اس کے بعد بلونت راؤ مرہٹہ نے سدہوٹ پر فوج کشی کی۔ ایک موقع پر مرہٹوں نے مجید خاں کے ہمشیرہ کے بدرقہ پر چھاپہ مارا۔ اس واقعہ سے مطلع ہو کر مجید خاں برافروختہ ہوا اور ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھہ روانہ ہوا نکلنے کے پہلے اس نے اس امر کا اعلان کر دیا تھا جو شخص مرنے کے لئے تیار ہے وہی ساتھہ ہو اور جس کو جان پیاری ہے وہ ساتھہ نہ آئے۔ مرہٹوں کے مقابل مجید خاں کی فوج کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ بریں ہم بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ صدہا آدمی طرفین کے قتل ہوئے آخر خود عبد المجید خاں بھی بڑی جوانمردی اور بہادری کے بعد قتل ہو گیا۔ لاشس سدہوٹ لائی گئی اور باپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

اس کے زمانہ میں بھی دکھنی شعر و شاعری کا رواج تھا۔

ولی ویلوری اسی کے دربار کا شاعر تھا جس نے اس کے عہد میں اپنی مشہور مثنوی رتن و پدم تصنیف کی۔ غالباً ولی کا یہ زمانہ اس کی ضعیفی کا ہوگا کیونکہ اس کی پہلی مثنوی روضۃ الشہدا سنہ ۱۱۳۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اگر اس وقت اس کی عمر تیس سال تصور کی جائے تو اس عہد میں وہ ساٹھ سال کا بوڑھا تھا۔

عبد المجید خاں کے بعد محسن خاں دوبارہ قلعہ دار بنا اس عرصہ میں پالیگاران رائے درگ وغیرہ مقامات پر قابض ہو گئے تھے فرانسیسی فوج کی ماہوار کئی ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے سرور خاں ابن عبد النبی خاں نے ان کا ساتھہ دیا۔

مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی تنخواہ ادا کردی گئی۔ فتنہ فرو ع ہوا۔ چند سال بعد پالیگاروں سے وصولی پیشکش کے لئے روانہ ہوا مگر اثنا راہ میں پیمانہ عمر لبریز ہوگیا۔ لاش سدہوٹ میں سپرد خاک کی گئی۔

محسن خاں کی کوئی اولاد زندہ نہیں تھی عبدالمجید خاں کا بڑا لڑکا عبدالحلیم خاں جانشین ہوا۔ سلطنت آصفیہ کی جانب سے فوجداری بالاگھاٹ اور قلعہ داری سدہوٹ وغیرہ کی سند مرحمت ہوئی جاگیر بھی ملی۔ سرور خاں دعوی دار بنا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پالیگاروں سے مقابلہ ہوئے۔ پھر حیدر علی والی میسور نے حملے شروع کئے آخر ش سنہ ١١٩١ھ میں قلعہ سدہوٹ فتح کر لیا عبدالحلیم خاں کو متعلقین کے ساتھ گرفتار کر کے گنجام کے قلعہ میں مقید کیا گیا اور حیدر علی کی جانب سے علی رضا خاں سدہوٹ کا قلعہ دار بنایا گیا۔

عبدالحلیم خاں کے داماد سید محمد نے فوج فراہم کی اور انگریزوں سے جو مچھلی بندر میں تھے امداد لے کر سنہ ١١٩٥ھ میں سدہوٹ کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا حیدرآباد فرار ہو کر آیا یہاں چندرنہ کے بعد انتقال کیا۔

اس طرح سدہوٹ سنہ ١١٩١ھ میں قلمرو میسور میں شامل ہوگیا مگر سنہ ١٢٠٠ھ میں آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علیخاں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا پھر چند سال بعد سنہ ١٢١٥ھ میں انگریزی فوج کی تنخواہ کے لئے دیدیا گیا اور اب تک کڑپہ اور سدہوٹ برٹش انڈیا میں شامل اور صوبہ مدراس کے تحت ایک تعلقہ ہے[٥]۔

---

[٥] سدہوٹ کے تاریخی حالات حسب ذیل مخطوطوں وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(١) تذکرۃ البلاد والحکام مولف حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی مرتبہ ١٢٢٥ھ

(٢) نشان حیدری مولف ایضاً مرتبہ ١٢١٨ھ

(٣) حدیقۃ العالم مولف میر عالم (٤) تاریخ رشید الدین خان مولف غلام امام خاں۔

(٥) سوانح دکن مولف منعم خاں

(٦) کاغذات دفتر دیوانی سنہ ١١٩٨ھ

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ ان قلعہ داروں کی پوری مدت جدال و قتال میں بسر ہوئی شروع سے آخر تک میدان جنگ سے فرصت نہیں ملی ان کو اتنا موقع نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی سے کسی علمی کام میں مصروف ہوتے اور علم و ہنر کی ترویج کی جانب متوجہ ہوتے باوجود ان تمام امور کے جب ہم اُردو ادبیات میں ان کے کارہائے نمایاں دیکھتے ہیں تو ہم کو ان کی علمی قدردانی اور علمی سرپرستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اپنی جنگی مصروفیت کے اُنہوں نے بہت کچھ کیا اُردو کی ترقی میں اُنہوں نے جو حصہ لیا اس کی پوری تفصیل اسلئے ناممکن ہے کہ زمانہ کے دست برد سے تصنیفات معدوم ہو چکے ہیں۔ شعراء اور مصنفین کے نام پوشیدہ ہو چکے ہیں۔ ان کے کارنامے گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس امر کے لئے کافی ہے کہ ان کے سرپرستوں کے ناموں کو زندہ رکھے اور تاریخ اُردو میں ان کو مناسب جگہ دی جائے۔ اب یہاں ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔

ابن جعفر قصہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ سنمبر اور ہمایون شاہزادہ جب اوس ملک میں (؟) قیام کئے تو شاہ عجم نے اپنے وزیر کے ہاتھ نامہ روانہ کیا وزیر قطع منازل کرتا ہوا ہمایوں شاہ کے پاس پہونچا اور نامہ پیش کیا ہمایون شاہ سنمبر کے ساتھ عجم کو روانہ ہوا بادشاہ ملک عجم نے نہایت تپاک سے ان کا استقبال کیا اور دونوں کی شادی کا انتظام ہوا۔ اول تو کاری گروں کے ہاتھ محلسرائیں قصر تیار ہوے جو روم و شام کے وضع کے تھے پھر امیروں اور بادشاہوں کو دعوت نامے روانہ کئے گئے سب جمع ہوئے اس کے بعد شادی ہوئی (اس نے اس وقت کے تمام رسوم ہلدی مہندی شب گشت وغیرہ کا ذکر ہے) اور تفصیل کے ساتھ عقد خوانی محفل رقص ضیافت، کھانوں کی تفصیل۔ پھر سامان جہیز کا مفصل ذکر ہوا ہے۔

ابن جعفر کے کلام سے اس زمانہ کے مسلمانوں کی شادی بیاہ کے متعلق جو جو رسم و رواج تھے۔ ان کا حال معلوم ہوتا ہے کھانوں کے نام نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہیز کے سامان میں زیورات اور کپڑوں کی صراحت ہوتی ہے۔ بہرحال اس سے اس وقت کے تمدن اور معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ اضافہ ابن نشاطی کے ذیل کے شعر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

عدالت کار کہ اپنی سیس پر تاج　　فراغت سون سدا کرتا رہا راج

ابتدائی شعر یہ ہیں۔

محمد حیدر جعفر زبان کھول　　نکل دریا سون دل کے ڈر بچن بول
سنمبر معہ ہماوں شاہزادہ　　سکونت جب کنی اس ملک میں آ

دتوآئے سو خوشش خبری سنیا جد | ادک شاہ عجم سا واں ہوا تد
دوان کر یوں محبت سات خامہ | لکھیاتب یوں ونوکوں شاہ نامہ

چند دیگر مقامات سے ابن جعفر کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

وزیر کون بہوت لشکر دیکہ سنگات | روانہ تب کیا نامہ بہی دی معات
وزیر آس شاہ کن سے تب وداع ہو | چلیا ہے جلد شہزادی طرف وو
ہریک منزل مراحل قطع کرتا | ہریک جنگل و بستی سوں گذرتا
کتی دن راہ چل کر اس وضع سون | وشہزادی کی آ پونچیا شہر کون
سو شہزادی کو نامہ شہ کا دیتا | زبانی بہی سکل اظہار کیتا

شب شہ گشت آئی جلوہ کر ہو | نتھی شب بلکہ رشک روز تھی وو
فلک پر آکہ شاہ روم تا شام | کیا جاری سکل اطراف احکام
کیا مغرب میں پھر کر نیکوں شاہ سے | چڑیا تحت فلک پر بدر لا سے
ہوا روپوش جب وو شاہ گل رنگ | بھریا سب جھلکتی آتش کر زنگ

متھائی بہوت خوشش بادام کے کر | جلے بیان ہور سموسی یہے رکھی بھر
متھائے میں تھی موصوفے بہوت خوب | اتھا یاد امکا حلوہ بہی محبوب
ترنجی ہور نارنجی مربا | رکھے پیتی کا ہور بہی آم کا لیا
اتھی انگور انجیر و انار ان | پھنس ہور آم خربوزی بہی تھی وان
اتھی تربوز ہور شہ توت مرغوب | ہریک میوہ اتھا ٹیکتے یک خوب

جدان فارغ ہوی سبکوں دھلا ہات | عطر دانیاں بہی لائی یاں خوشش ذات

گلاب وعطر گل سبکوں دیئے پان | ادک صدیان کتین سب سون دئی مان
تدان خلعت کتی لائی هیں نادر | اتھی خلعت یکستی نیک فاخر
دئی ہر یک کون اس کا مرتبا دیک | نہیں باقی رھیا مجلس کوئی ٹیک

رسم سب تیل کا بہی کر کہ تیار | چلے عارس طرف سون نوشو کی دربار
نقاری نوبتان هور دیدبی سات | لجا پونچای نوشو کے گھر کون خوشی دہات
بھوت دن یو پنج تہی شادی دو طرفا | وھان کھاتے تہی کھانا لوک سب آ
اتہی مجلس محلیں یو نچ دن رات | کھلے گلشن منی جیون گل خوشی سات
رسم ہلدی بری هور جہیز کے جب | بجا لائی ادک ترتیب سون سب

قصہ کے ابتدا اور ختم پر جن اشعار سے مصنف وغیرہ کے متعلق حالات واضح ہوتے ہیں وہ بہی ملاحظہ ہوں۔

صفت ان بزرگان کی بیشتر هیں | ولیکن یان کیا هوں مختصر میں
مردان کا امیر نامور هی | شجاعت هور سخاوت میں نفر ہے
بھوت آتی هیں وان شہر کی شہر کے | سداجاتے ہیں بیجے کچ مال زر لے
سکل آقا تیں وو یون هی مشہور | هی جیوں مشہور کھکی اوج پر سور
اهی قانونپر دو بزرکان کی | هی ظاہر سب ایران میں جہانکی
نواب عبد النبی خاں کا هی فرزند | نواب عبد الرحیم کا دو هی دلبند
کرکی بحر کا رخشان کہر هے | نوابھلول خاں کا دو جکر هی
نواب عبد الحمید هی نام اسکا | عدل انصاف سے جم کام اسکا
هوا آفات سب ملکی ملک میں | رکھیا حق اسکتیں امن وامان سیں

مزید (۲) اشعار اس کی تعریف میں ہیں۔

اس کے بعد

قلعہ سد ہوت کیرا نکون مکان ہے | مکان اسکے نمن جگمین کہان ہے
قلعہ بہی کوئی نیں ثانی ہی اسکون | ندی لائی ہی سر اسکی چرنسون

اس کے بعد قلعہ اور شہر کی تعریف میں اشعار ہیں اور پہر محل کے آرام اور آسائش کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے۔

بوجین استاد کا حق جان و دل سات | انوکی فرزندان کا بہی امہی دعات
کریم صاحب اسے اس نیک کا نام | اہی جیون نام ان کا نیک نام
کریم انکون دیا ہے نام بہی نیک | دیا ہی اس موافق کام بہی نیک
چندر ہی پارسائی کی گگن کی | اسے وو مشتری عصمت کے گگن کی
اچہی قصیان ستی انکوں اوک ذوق | کہانیان سون اچہی دن رات لے شوق
قصی کون بہول ین کے وو سنی جب | بچاری یون آپس دل میں انو تب
حکایت ہے سنبر کے بہوت خوب | سکل اسکا بیان ہے بہوت محبوب
دلی نہیں بیہاؤ کا مذکور ہے کچ | نہ ہلدی تیل کا دستور ہی کچ
کچ یک شمہ سخن کا مج منی پائی | سو یون اس بہاؤ کا مج حکم فرمائی
کرو کچ ذکر اسکی بہاؤ کا اب | لکہاوین یو قصا تصویر سون سب
کری جب حکم سون یوں مج سرفراز | حکم پر مں کیا کنج سخن باز

- - - - - - - - - -

سخن کرچہ نہ تہا کہنی کے لائق | ہیں شاعر جگ مین یکسون نیک فائق
نہ رکہ خام سخن کا ننک ہور نام | لکہیا وو حرف جیون جیون پختہ و خام
گر اسمین عیب چن تے جاوگے تم | تو پچتا لفظ یک نہ پاوگے تم

سراپا شعر ہے کچا سراسر | رکھو معذور فضل و کرم کر
کرو سکتے ہو گر اصلاح کوشی | وگر نہیں تو کرو تم عیب پوشی
ختم کر ابن جعفر گوش تون دہر | اتا ابن نشاطی کے بچن پر

اگرچہ صفحہ (۳۹۹) شعر ۸ سے خیال ہوتا ہے کہ ابن جعفر کا ممدوح کوئی عورت ہے مگر ہم نے اس کے متعلق تحقیق کر لی ہے دراصل اس کا ممدوح کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مخطوطہ کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ وغیرہ کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔

میسور کے مخطوطات

اب ہم حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے عہد کے مخطوطات کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس کے پہلے مختصراً ان کے تاریخ کی صراحت ضروری ہے۔

حیدر علی عرب النسل تھا اس کے آبا و اجداد ہندوستان آئے سپاہ گری کو اپنا پیشہ قرار دیا عادل شاہی سلطنت میں ملازمت اختیار کی۔ بیجاپور کے آخری دور میں اس خاندان کے تین بھائی محمد فتح اللہ۔ غلام حیدر۔ اور غلام علی بیجاپور سے نکل کر کولار پہونچے۔ محمد فتح اللہ نے دلیرخاں "نواب سرپکے" کی ملازمت اختیار کی غلام حیدر نے "مدگیر" کے راجہ بلراج کی اور غلام علی نے بالاپور میں ملازمتیں پیدا کیں۔

فتح اللہ ملازمت ہی کے سلسلہ میں "چیتل ورگ" کے معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے دو لڑکے شہباز صاحب اور حیدر صاحب اپنے چچا غلام حیدر کے پاس چلے آئے اور ان کے مرنے پر بلراج کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ بنگلور نے حیدر صاحب کو اپنے ملازمت میں لے لیا۔ جہاں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اپنی بہادری اور دلاوری سے راجہ کا تقرب حاصل کر لیا اور حیدر نایک کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی اسی دلاوری اور شجاعت نے میسور کے راجہ کے دل میں گھر کر لی اور اس نے حیدر علی کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ یہاں حیدر نائک حیدر علی سے مخاطب ہوا اپنے زور بازو سے ترقی کرتے ہوئے فوج کی سپہ سالاری حاصل کر لی اور راجہ کے لاولد فوت ہونے پر میسور کا والی بن گیا۔

حیدر علی نے اپنے زمانہ میں کامیابی سے حکمرانی کی اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

حیدر علی کا جانشین اس قابل فرزند ٹیپو سلطان ہوا مگر گردش زمانہ نے ایس کا ساتھ نہ دیا اپنے باپ کے نقشِ قدم پر شجاعت اور جوانمردی کے ساتھ ۱۲۱۳ھ میں شہادت پائی۔ اس کے شہادت پر ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا[1]۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی عہد حکومت کا بڑا حصہ لڑائی اور جھگڑے میں بسر ہوا ایک طرف مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا تو دوسری طرف انگریزوں سے معرکے ہوتے رہے ٹیپو سلطان کے زمانہ میں تو تین زبردست حکومتوں سے وقت واحد میں معرکے ہوئے آخر اس کا خاتمہ ہوگیا اس طرح ان کو اتنا وقت نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج میں کوشاں ہوتے مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے بہت کچھ کیا خصوصاً اردو پر اپنا احسان چھوڑ گئے۔

جس وقت ان کی سلطنت کا آغاز ہوا اگرچہ اس زمانہ میں دکھنی زبان عام طور سے مروّج تھی اور دکھنی ادب کا بہت کچھ مواد موجود تھا نظم و نثر کی کتابیں تھیں مگر پھر بھی فارسی کو امتیاز حاصل تھا علمار وقت عموماً فارسی میں اپنے تالیفات کرتے تھے اس طرح گویا اردو کی ترقی کے ذرائع بند تھے ٹیپو سلطان نے اردو کی سرپرستی کرکے اس کو ترقی دی اور اپنی خاص نگرانی میں کئی ایک کتابیں لکھوائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانسیسی اور انگریز ہندوستانی فوج کو اپنی اپنی زبان میں فوجی قواعد اور ضوابط کی تعلیم دیا کرتے اور آئین جنگ سکھاتے تھے اور یہ قواعد داں فوج ہر طرح غیر قواعد داں فوج پر سبقت رکھتی اور بوقت مقابلہ ان سے بازی لے جاتی تھی ٹیپو سلطان نے فوج کی تعلیم اور تربیت اور فنون حرب کے لئے یورپین قواعد کی خوبی معلوم کی اور اسکو اردو زبان میں منتقل کر دیا اور فوج کو ان ہی کی زبان دکھنی میں فنون جنگ کی تعلیم دیجانے

---

[1] ماخوذ از حیدر نامہ و نشان حیدری۔

گی۔ فوجی اصطلاحات، طریقۂ معرکہ آرائی، قلعہ پر دھاوا، فوج کی ترتیب ان کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ایک کتاب ترتیب دی گئی جس میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک امر کی صراحت کی گئی اس کا نام فتح المجاہدین رکھا گیا۔

ٹیپو سلطان کا یہ ایک کارنامہ ہی اردو زبان کے محسنوں کی فہرست میں اس کا نام شامل کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہی ایک کتاب اس کی یادگار نہیں بلکہ دیگر تصانیف بھی ہوئے ہیں۔

یہاں یہ تو مقصود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے اردو کے کارنامے بتائے جائیں بلکہ یورپ کے موجودہ مخطوطوں کی صراحت مقصود ہے لہٰذا ان کی تفصیل کی جاتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حیدر نامہ
(۲) فتح نامہ ٹیپو سلطان
(۳) خلاصہ سلطان
(۴) مفرح القلوب
(۵) ریاض العارفین

حیدر نامہ

اس کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک انڈیا آفس میں اور دوسرا برٹش میوزیم میں۔ انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۲۲۴) ورق ۱۰۰ سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

برٹش میوزیم (۱۰۶۷ - اڈیشنل) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۱/۴ سطر (۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"حیدر نامہ یعنی حیدر علی خاں راجہ میسور کے تاریخی حالات سترہ باب میں منقسم ہیں کتاب کی ابتدا ارکرشنا راجہ (۱۷۱۳ تا ۱۷۳۱ء) کے حالات سے شروع ہوکر حیدر علی کے انتقال پر (جوارکاٹ میں ۱۷۸۲ء میں ہوئی) ختم ہوتی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹیلاگوں میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات اس مخطوطہ اور خارجی ذرائع سے معلوم نہیں ہوئے۔

انڈیا آفس کا نسخہ حیدر علی کے انتقال پر ختم ہوجاتا ہے مگر برٹش میوزیم کے نسخہ میں مزید حالات کا اضافہ ہے جس میں ٹیپو سلطان کی شہادت تک حالات بیان کئے گئے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ حیدر علی کے پہلے میسور کے راج کی کیا حالت تھی وہاں کے راجہ کے پاس کس قدر ملک تھا اور سلطنت کی کیا حالت تھی۔ اس کے بعد حیدر علی کے خاندانی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کس طرح میسور کے راجہ کے یہاں ملازم ہوا اور کس طرح داد شجاعت دے کر ترقی کی۔ ان ہی حالات کے سلسلہ میں ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ کی باہمی لڑائی ناصر جنگ کی شہادت چندا صاحب کا عروج پانا وغیرہ امور کی صراحت ہے۔ اس کے بعد راجہ میسور کا مرہٹوں سے جنگ کرنا اور حیدر علی کا

عروج پانا اور پھر اس کا میسور کی حکومت میں مختار کل بن کر ملک کا انتظام کرنا اس کے حسن انتظام سے تمام رعایا خصوصاً ہندوؤں کا خوش و خرم رہنا مذکور ہے۔ اس کے بعد حیدر علی کے فتوحات کا ذکر ہے پھر مرہٹوں اور حیدر علی کے جنگ کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حیدر علی کے دیگر معرکوں یعنی صلابت جنگ سے لڑائی۔ ابراہیم خاں دھونسے سے جنگ عبد الحلیم خاں سے کڑپہ سدہوٹ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ ان فتوحات کے بعد حیدر علی ارکاٹ کے فتح کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے فرانسیسیوں سے امداد طلب کر کے انگریز جنرل کوٹ سے برسرپیکار ہوا مگر اسی معرکہ میں علالت کے باعث اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک چوبدار ابو محمد نے کمال عقلمندی سے حیدر علی کی موت کو پوشیدہ رکھ کر ٹیپو سلطان کو جو وہاں نہیں تھا خبر دی اس کے آنے کے بعد حیدر علی کے مرنے کی خبر ظاہر کی گئی۔ ان واقعات کے بعد ٹیپو سلطان کے حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے تولد یا تعلیم وغیرہ کے حالات نہیں ہیں بلکہ اس کی مسند نشینی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

مسند نشینی کے بعد ٹیپو سلطان نے ادھونی کے قلعہ کو فتح کیا یہاں مرہٹوں اور آصف جاہ ثانی سے مقابلہ ہوا پھر انگریزوں سے مقابلے شروع ہوئے ''ستی منگل'' کی جنگ کے بعد صلح ہو گئی قلعہ بنگلور انگریزوں کو دیا گیا پھر انگریزوں سے دوسری جنگ ہوئی اور نندی ورگ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد پھر صلح ہوئی۔ ٹیپو سلطان اپنے بچوں کو انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان فرانسیسیوں سے امداد طلب کیا۔ سلطان روم اور قندھار کو اپنے سفرا روانہ کئے جس کے باعث تیسری مرتبہ انگریزوں سے جنگ ہوئی اور ٹیپو سلطان شہید ہوئے۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا:۔ ''کشن راج مہاراج تخت سرنگ پٹن کا ملک میسور پر مختار تھا۔ اور

دوسرے پالیگار اور راجوں سے یہ عمدہ اور مشہور تہا۔ پالیگران کے کتنے ایک فرمان بردار سرداران ہر سال پیشکش روانہ کرتے تہے۔"

"حبیب بزرگان نواب حیدر علی خاں بہادر کے ملک عرب سے بیجا پور کو آئے اور کتنے ایک دن پیچھے بادشاہ بیجا پور کے سرکار میں نوکر ہوئے لیکن اس وقت یہ عمدہ اور معتبر سردار تھے اور ان کی تابع داری میں بہت لوگ تھے۔ اس باعث اطراف کے ملکوں پر نام آوری اور بزرگی سے مشہور تھے اور یہ آپس میں تین بہائی تھے یعنی محمد فتح اللہ۔ غلام حیدر۔ اور غلام علی۔ بڑے جوان مرد عقل مند تھے اپنی دانائی و باہوشی کے سبب سے بادشاہ کے دربار میں بہت مرتبہ و بزرگی پیدا کئے اور کئی برس تک اسی طرح اپنے اپنے کام پر مشغول و سرگرم تھے۔"

"نواب ناصر جنگ فقط ہدایت محی الدین خاں کو لے جانے پائیں گہاٹ تشریف لائے تھے اور ان کو دوسرے کسی کام کی خواہش نہیں تہی۔ چنانچہ ارکاٹ سے دو تین بار ہدایت محی الدین خاں کو بلا بھیجے تھے تو وہ نہیں آیا اسی واسطے نواب خفا ہو کر جنگ کرنے کے لئے ارکاٹ سے کوچ کئے اس وقت فرانسیسی کا لشکر کنجی پر اترا تہا......

ان دنوں وہاں ایسا برسات شروع ہوا کہ پینتیس روز تک رات دن میں آدہی گہڑی کی فرصت نہیں ہوتی تہی اس باعث سے ناصر جنگ کا لشکر حد سے زیادہ حیران پریشان ہوا اور اطراف سے رسد آنا بہی موقوف ہو گیا لشکر میں اناج کی گرانی اس قدر ہوئی کہ روپیے کو آدہ سیر چانول کا آٹا بکتا تہا اور تہوڑے روز تو یوں بہی نہ مل سکا۔"

خاتمہ:-

"شاہ باش و مرحبا ہے دولت انگریز پر کہ بہت لوگ بالاگھاٹ
کے خوشی و خورمی سے بے فکر اپنی اپنی گذر اوقات کرتے اور
دعا دیتے ہیں۔ تمت تمام شد کار من نظام شد

اس کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا

فتح نامۂ ٹیپو سلطان

یا

(اضراب سلطانی)

اس کتاب کے دو نام ہیں جس کی عنوان میں صراحت کی گئی ہے اس مثنوی کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۴۵) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

سوسائٹی نمبر (۵) ورق (۸۶) سائز ۶ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نستعلیق کاتب اسد اللہ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"دکھنی نظم میں ٹیپو سلطان والی میسور اور مرہٹوں کی لڑائی کا بیان کیا گیا ہے جو ۱۷۸۶ء میں ہوئی تھی اس کا مصنف ایک شیعہ شخص متخلص طرب ہے۔ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ تاریخ مرہٹہ مصنفہ ڈوف میں موجود ہے۔ مگر یہ بیان تمامتر مرہٹوں کے خلاف نفرت و حقارت سے مملو ہے۔ ٹیپو سلطان کے غلط اور بے بنیاد دعوے حملہ بیجاپور کے نسبت جو سبب مصنف نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہٹوں اور مغلوں کی متحدہ ارادہ کو جو ٹیپو کو اس کی حکومت سے بے دخل کرنا چاہتا تھا اس کے خلاف تھا۔ وہ دغابازانہ

طریقہ جس کی بدولت سلطان نے زگنڈہ کو فتح کیا اوس کو مصنف
نے کافروں کے مقابلہ میں ایک بھاری فتح شمار کیا ہے یہ کتاب
بلا تاریخ سلطان کے زمانہ حیات میں لکھی گئی ہے۔"

طرب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ اصل مخطوطہ سے کچھ حالات منکشف نہیں ہوئے مگر کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں جس کا سواد فیلن نے دیا تھا حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"حسین علی۔ اس مصنف نے ایک تاریخ نظم میں فتوحات ٹیپو کے کارناموں پر
تھی لکھی ہے اور اس میں لڑائی نظام علی خاں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی
صراحت ہے اس کا نام فتح نامہ ہے۔ اس کی ایک جلد سرکار کمپنی
کے کتب خانہ میں ہے۔" ۲۱۲

اس کے سوا کوئی اور معلومات نہیں ہوئے۔

نفس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مغلیہ فوج اور مرہٹہ بالاجی پنڈت ہری پنڈت اور اس کے لڑکے کی سرکردگی میں سرنگاپٹن کی جانب پیش قدمی کی جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت خوشی کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں کئی قلعہ فتح کئے۔ سلطان کی آمد سے بالاجی فرار ہو کر پونہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ ٹیپو نے اس کا تعاقب کیا ادھونی کے نواب نے قلعہ چھوڑ کر حیدرآباد میں پناہ لی ٹیپو نے ادھونی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا پار کیا یہاں مرہٹہ فوج نے سلطان پر شب خون حملہ کیا مگر اس کے باوجود شکست پائی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر دریائے کرشنا پر جمع ہوئے ٹیپو آگے بڑھ کر قلعہ بہادر بندہ پر قبضہ کر لیا اہل قلعہ کی امداد کے لئے غنیم کی فوج آئی مگر شکست کھائی۔ اور اوہر دریائے کرشنا والی فوج میں پلیگ نمودار ہوا جس کے باعث کثیر آدمی طعمہ اجل ہو گئے۔ ٹیپو اس سے

مطلع ہوکر آگے بڑھا آخر مرہٹوں نے صلح کی درخواست کی۔ سلطان اپنی جانب سے بدرالزماں خاں بہادر اور محمد رضا کو صلح کے لئے روانہ کیا بعد صلح ٹیپو سلطان مظفر و منصور اپنے دارالحکومت کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ کے بعد پہلا عنوان ہے۔

(۱) "داستان آمدن مراتہہ و مغل از عزم جنگ براد ہونے وغیرہ برطبق اجمال نوشتہ شد"

عجائب سنو دوستان داستان ۔۔۔ کہ جسکی بیان میں ہی قاصر زبان
مراتہہ مغل فوج سب جمع کر ۔۔۔ خوشی سات سلطان کے سن یہ خبر
کئے سب نے یوں شرط سو کند بات ۔۔۔ لیویں ملک جلدی سوں اب ہاتی ہات
سبھی مال و ملک و دیار و حصار ۔۔۔ دونوں لیویں بانٹ ہی یہ قرار
حجام للی راستہ ہو کر ۔۔۔ بہر بالاجی پندت سک بدسیر
ہری پندت لپر کئے فاجرہ ۔۔۔ لے سکات افواج سب باکرہ
منازل کون طے کرکے جلد و شتاب ۔۔۔ چلے آہرے جنگ دیب و رباب

---

(۲) داستان آمدن فوج کفار براے دیدن لشکر سلطان و ذکر شبخون وغیرہ و ہزیمت خوردن اہل ضلال از فوج اسلام برطبق اجمال نوشتہ شد۔

شب خون:۔

ہو لاچار یکرات شبخون کر ۔۔۔ کئے ان کے لشکر کون زیر و زبر
شہابان و کوحول کا ہو کر ہجوم ۔۔۔ برپا چو طرف انکی لشکر میں دہوم
کہر با وقت ایسا قیامت کر ۔۔۔ ہوسے کویا قائم زمانے اوپر
انکھیاں مل اوتہی نیند سے تمام ۔۔۔ لگی ڈرکو کہنے ارہی رام رام

بلا کان سوں آئی ہے یہ ناگہان
کہ گویا پڑیا ٹوٹ کر آسمان

یہ گولے شہابان و گولیا کا مار
ہے بارش غضب کا گھر ٹہار ٹہار

یہ کہہ کر لگی کا سپنے کر ان
زن و مرد و اطفال و پیر و جوان

- - - - - - - - - -

غرض نفسی نفسی کا تہا وہ مقام
قیامت کے تہی رات گویا تمام

ہوئی صبح جب شاہ خاور زمیں
نکل سب کے پردے سوں سب بام و چین

- - - - - - - - - -

شہابان و بندوق چھٹنے لگی
غضب کے پتاقون نے بتہنے لگی

ہو دین جب شہابان سے جل کر تمام
نکل اس سے گولے کری اپنا کام

تبسکہ میں ہر یک کے گہس کس شہاب
اوک روزنے سے گزر کر شتاب

صبح ہوئی پو سلطان بطبش کمان
کئے حکم یورش بر اہل ضلال

برتان میں توپان کنے آپ جا
نشانہ اوپر خوب اول نہا

اپس ہات سوں داغ توپان کتین
جہنم میں بہیجے بہوت مشرکین

قضا را نظر جا پڑی کس اوپر
کہڑیا تہا جو قہاری پوسد کون سپر

پچہانے اسے دیکہہ سلطان دین
قلعدار بیشک یہی ہے یقین

- - - - - - - - - -

یہ کہکر پہرا توپ جلدی کے سات
چلانے کون اس سگ کون آپ ہات

نہا خوب اسکون کئے توپ سر
فلک آور ملک اور قضا و قدر

کہا یک نے تحسین و یک مرحبا
کہا آفرین یک و یک جندا

سر اوسکا گیا اور شتابی کے سات
جہنم میں ملنے کون یاران سنگات

یہاں سوں بہی سلطان نے لشکر سکل | چلی انکی پوچی میں کرنے خلل
مقابل ہو لشکر سوں انکی شتاب | لگے مارنے چو طرف سوں شہاب
بہے توپاں و بندوق چلنے لگے | حدر کر ہہاران تے ہلنے لگے
تہیکہ میں یکیک کے کولے شہاب | لکیا لگنے توت سوں کہس کہس شتاب
کبہے انکی والر کے اسفل کہبے | کبہے انکی مادر کے باطن وہبے

- - - - - - - - - - -

کئی بہاک سب لومریاں مار کر | اوسی طرح سوں ماستہ ہو لکر

لکہا توں نے کر مختصر یہ بیان | وگرنہ بہوت طول تہا داستان
کیا مختصر سو ایتا کچہ ہوا | اگر سب وہ کہتا تجا نو میں کہا

خاتمہ :-

جو دیکہے سنجہا کریں طرب | سبہی سمجہے یہ ہے کذب و لہو و لعب
تو اب رہ دعا بیچ ہر صبح و شام | بجز اسکے دوسرا نہیں تجکوں کام
الٰہی ہے جب لگ مہ و افتاب | بہویں رکہہ توں سلطان کوں باآب و تاب
مظفر و منصور بر مشرکین | بحشمت و اعزاز تا روز امن

اس مثنوی کی ترتیب خود سلطان کے حکم سے ہوئی چنانچہ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں مرقوم ہے۔

"کتاب اضراب سلطانی در ذکر جنگ مرہٹہ و نظام علی بطریق اجمال
حسب الارشاد جہاں پناہ ٹیپو سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ"

یورپ کے دونوں نسخوں میں کوئی اختلاف پایا گیا نہیں جزی اختلاف کو سہو کتابت پر محمول کر کے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ کسی فارسی سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس لئے مقابلہ کا بھی موقع نہیں ہے۔

خلاصہ سلطانی (احکام النساء)

یہ دونو نام ایک ہی مخطوطہ کے ہیں اس کے دو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔
بلوم ہارٹ نمبر (۱۶) ورق (۸۶) سائز ۸ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق
بلوم ہارٹ نمبر (۱۷) ورق (۳۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق
بلوم ہارٹ کا خلاصہ:۔ "دکھنی زبان میں مسلمانوں کے فقہی مسائل ہیں مصنفہ قاضی غلام احمد۔ اس کتاب کے دو حصہ ہیں قسم اول میں اعتقاد کا بیان اور دوم میں احکام شریعت کا حال مذکور ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کے دور حکمرانی میں (۱۷۸۲ء۔ ۱۷۹۹ء) مرتب ہوئی ہے قاضی صاحب دو اور کتابوں کے مصنف ہیں زاد المجاہدین اور جواہر القرآن یہ دونوں کتابیں برٹش میوزیم میں نمبرات (۲۶۲۴) و (۲۷۰۹) پر موجود ہیں مصنف نے اپنے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے مثنوی اول حمد سے شروع ہوئی ہے۔"

کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"قاضی غلام احمد مصنف ایک کتاب اُردو احکام النساء کا اس کی دو جلد آج تک سوسائٹی میں موجود ہیں۔ ۴۸۰"

قاضی غلام احمد صاحب اپنے وقت کے جید عالم و فاضل تھے ٹیپو سلطان نے ان کو دار السلطنت سرنگ پٹن کی قضائیت پر ممتاز کیا تھا۔ تصنیف و تالیف کا شوق تھا اکثر تصنیفات فارسی میں مرتب کیں جن میں دو کا اوپر ذکر ہوا شاعر بھی تھے۔ زیر بحث کتاب دکھنی نثر میں لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب کا سنہ ولادت اور انتقال معلوم نہیں ہوا۔
کتاب میں اول حمد و نعت نثر میں ہے اس کے بعد ٹیپو سلطان کی تعریف کی گئی ہے اسی

سلسلہ میں ایک غزل بھی درج کی گئی ہے۔

ادشہ کہ جنکی فتح جہان میں ہیں آشکار — تیغ انکی دشمنان کے یو سر کوں کرے شکار

ہو شن گئے ہیں دین کوں توڑے ہیں کفر کون — کفار انکے عصر میں ہیں ذلیل و خوار

ہیبت سوں انکے سفا فرنگوں کا دل جگر — ٹپکے ہیں جیوں کی شیشہ سین یاقوت خام کا

فیاض جنکے ہات سین ہے ابر بہی خجل — او قطرہ بخشی آب کا یو در کرے نثار

سخا و جہان سے او ٹیپو سلطان دین کے
عالم کوں انکے فیض سون احت ہے بے شمار

اصل کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اعتقاد اور شریعت۔ پہران کا بیان فصلوں میں ہوا ہے بعض فصلوں کی صراحت حسب ذیل ہے۔

وضو غسل۔ نماز۔ حیض۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ رضاع۔ نفقہ۔ آداب شوہر حقوق مرد ہر عورت پر۔ حقوق عورت ہر مرد پر۔ طلاق۔ ایلاء۔ قربانی۔ ذبح۔ حلال حرام وغیرہ

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"کہتا ہے کہ کتب معتبر میں لکھی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہور مسلمانی کہ احکام سنین ضروریات دین کی نماز کی روزہ کی حیض کے نفاس کے واقف نہ ہوی۔ نماز اوس کی درست نہیں ہی اور نکاح ان کا جائز نہیں ہے کہانا ہور پانی ان کی ہات کا روا نہیں ہی بلکہ امام ابو حفص بخاری کہتا ہے کہ کافر ہوتا ہے۔ نعوذ و باللہ منہد

افضل امامت کوں پادشاہ ہے اگر حاضر نہوی تو قاضی ہی اگر حاضر نہوی تو امام ہی اگر حاضر نہ ہو تو والی میت کا ہی اگر اذن سون ولی کے غیر امامت کیا تو جائز ہے۔

مریض کہ زیادتی سے مرض کے درتا ہی اسکی تئیں افطار کرنا روا ہی مسافر کے تیں جائز

ہی کے سفر میں افطار کری اما اگر سفر میں محنت نہ ہوی تو روزہ رکہنا مستحب ہے۔ اگر مسافر اسس سفر میں ہوا یا مریض اس مرض میں موافدیہ اسس روزان کا کہ اسس سفر میں یا اسس مرض میں افطار کیا تہا دینا واجب نہیں۔

اول مہر ہی مرد کے ذمہ پر ادا کرنا اسس کا فرض ہے اگر دنیا میں نا دیوینگا تو آخرت میں پکری جاوینگا۔ دویم نفقہ دینا عورت کون مرد کے اوپر واجب ہے دونو کے حال موافق۔

سویم کپرا دینا عورت کون دہوپ کالے میں ہور ٹہنڈ کالے میں اسکی حال موافق۔

چہارم صحبت کرنا عورت کے سات فرض ہے چاہیئی کہ چہار روز سے زیادہ درمیانی نا چہورے۔"

مفرح القلوب

اس کے نو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

نمبر (۲۲۳۳) ورق (۱۰۵) سائز ۷½ × ۵¾ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

نمبر (۲۲۳۴) تا (۲۲۴۱) بلوم ہارٹ۔

کیٹلاگ کا خلاصہ: "میسور کی موسیقی کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں سُر اور تال وغیرہ کی وضاحت فارسی اور ہندوستانی میں کی گئی ہے مصنف حسن علی عزت ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے پہلے سال شروع لکھی گئی سنہ ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۲ء اور دو سال میں ختم ہوئی ہے"

کتاب کے ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے۔ اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت۔ آخر پر تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۹۹ھ بھی مرقوم ہے۔

مصنف کے متعلق ہمارے کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹیپو سلطان کا مصاحب تھا۔ اور موسیقی سے کافی دستگاہ رکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔

کتاب کیوں لکھی گئی اور اس میں کن امور کا ذکر ہے خود مصنف نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

"چوں حضرت سلطان از تمامی بندوبست امورات مملکت و نظم و نسق جزو کل شہر و کشور و سلطنت فراغت یافتہ قلم تنسیخ بر کہنہ جرائد آں شعبدہ باز کشیدہ خواستند کہ کتابے در علم موسیقی کہ مشتمل بر عیش و عشرت و متضمن نغمات و فنون آں کہ مبنی بر مسرت و بہجت

باشد چنانکہ دین و دنیا وجسم وجان لازم وملزوم اند ہمچناں حرب و ضرب کہ ہر یک با دیگرے حکم جزو لاینفک دارد چوں تدابیر حرب درکتاب مذکور قلمی گشتہ باقی تفصیل ضرب بود بنا رعلیہ متوجہ ایں معنی شدہ بطرز تازہ ترکیب شائستہ وآراستہ وقوانین زیبا وپیراستہ درقید قلم زمودہ مسمی بکتاب مفرح القلوب نمودند ومطابق لون شمس کہ شہنشاہ ثوابت وسیارگان ست نام نغمہائے شش گانہ وسی اصول آنہا و دوازدہ ضرب ونشنیدہ وغیرہ کہ بتفصیل در نظم خواہد شد۔"

کتاب میں عنوانات ہیں اور ہر عنوان میں عموماً اول فارسی اور اس کے بعد اُردو غزل لکھی گئی ہے۔ اس کو ریختہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

ریختہ اول در ذکر طرز سلطانی

ریختہ دوم در ذکر طرز سروسہی

ریختہ سوم در ذکر طرز سروش

ریختہ چہارم در ذکر طرز سرو بانی

ریختہ پنجم در ذکر طرز سبزداری۔

اس کے بعد اس پانچ طرز کے ضمن میں تیس غزلیں دی گئی ہیں اور پھر مزید نغموں کی صراحت ہے۔ غرضکہ اس کتاب سے موسیقی کے اقسام اور اس کے قواعد وضوابط پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ نمونہ کلام:۔

ریختہ اول

سلطانی کا ترجمہ ہوں کرتا ہوں بیاں | ہی عجب کچھ طرز اسکا طرفہ تر ہی داستاں
خوش شکل آواز خوب رو بہو تیغ نازک گلبدن | مہ لقا یک زن اچھی غنچہ دہن خندہ لباں

کرکی برین وہ لباس کارچوبی سفید — زیور الماس گوہر مین ہو غمز زبان
تخت پر استاد ہو کاتے دستی وہ شکل خوب — دست چپ کون رکھہ کر ہزار سون خون ہوشان
بہی اوا ابتدا دی سبیدیات سون او اہرو — رو برو اسکی رہی فوارہ اور تا ہر زمان
پانچ کارو دو سے سنکار و آریس کو کر — دست بستہ سے کہڑی رہین کرد مہ چون اختران

ریختہ سوم در ذکر طرز عشاق پسندی۔

ہی عشاق پسندی کا نادر بیان — زن خوش لقا قدمیں سرو روان
بہی کر سبز پوشاک تن کے اوپر — زمرد کی زیور سی وہ جان جان
سکل سراپا کر اپنی کی تین — کنارہی پہ جا نہر کی شادمان
کہڑی رہی بنا شکل کانی کی سب — بہی طوطے پران جور اور طائران
اوریں سر پو اسکی بہوت شوق سے — جون معشوق پر ہوں فدا عاشقان
پنہان کہول کر مار بہی تین چار — رہین روبرو اسکی جون بیدلان
کہڑی رہین بنت مست و مدہوش ہو — کف اپنی دہان بیچ لا ہر زمان

کتاب فارسی اشعار پر ختم ہوئی ہے۔

خاتمہ۔

بیان وصف کلانش چہ می توانند کرد — کہ رشک جنت رضوانست عندلیب ملک
ز رسم خلعت شاہزادہ وز جشن شہ — زمین تماشہ کہ چون انس شد بیشک

ان نو نسخوں کے منجملہ بعض خاص ٹیپو سلطان کے کتب خانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب پر ٹیپو سلطان کی دستخط بہی ہے۔

ریاض العارفین

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۰ ایڈیشنل) ورق (۱۰۶) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ ناقص اول
یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے اس لئے اس کا کیٹلاگ مرتب نہیں ہوا۔ مولوی محمد اسحاق اس کے مصنف ہیں سنہ ۱۲۱۱ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں اخلاقی گیارہ باب قائم کئے ہیں ہر ایک باب میں اولیاء و علماء اور سلف صالحین کے قصے اپنے بیان کی تائید میں پیش کئے ہیں ابتدا میں ایک دیباچہ بھی ہے اس کو کسی فارسی کتاب سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے اس امر کی صراحت خود مصنف نے کردی ہے کتاب سات مہینہ میں ختم ہوئی ہے۔ یہ مثنوی طبع ہو چکی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فارسی سے تھی نثر یہ آشکار | میں کیا اس کو نظم سے زیب دار
فارسی کی بحر کی سیپی اندر | تھے چھپے یہ بے بہا لعل و گہر
میں نہنگ قلزم اخلاص ہو | فارسی کے بحر کا غواص ہو
لایا باہر لعل و گوہر بحر سے | رکھ دیا بازار دکھنی میں اسے

ارکاٹ کے مخطوطات

اب ہم کرناٹک (ارکاٹ) کے دکھنی مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے پیشتر وہاں کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے اور ساحل کارومنڈ کہلاتا ہے۔ جنوبی ہند کی تاریخ آرین تاریخ سے پرانی ہے یہاں کی ڈراویڈ قوم اس وقت ہی مہذب اور متمدن حکمراں تھی جب آریوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا ان کی یادگاریں آج تک باقی ہیں جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے زامورن (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عرق میں جاکر بسی اور اسیریا و بابل کے تمدن کی وہی بنا رہے علی ہذا القیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنا قایم ہوئی۔

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاء الدین خلجی کی سپہ سالاری میں دیوگڈہ (دولت آباد) میں قدم رکھا پھر اس کے سپہ سالار ملک کافور نے حملے شروع کئے سنہ ۷۱۱ھ میں کافور کا تیسرا حملہ ہے جو کرناٹک پر ہوا اسلامی لشکر کنڑے علاقہ پر سے گزرتا ہوا اسینٹ بندرامیشور (راس کماری) تک جا پہونچا مسجد علائی کی تعمیر ہوئی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں یہاں موجود تھیں اور سواحل ہند کارومنڈل وحدہٗ لاشریک کی صدا سے گونج رہا تھا یہ واقعہ نفس الامر ہے کہ اسلام براہ مغرب فوجی تزک و احتشام کے ساتھ ہند میں قدم رکھنے اور آخری نقطۂ ہند (راس کماری) پر پہونچنے سے صدیوں پیشتر پرامن ذریعہ سے جہازوں کے راستہ سے سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گھر بنا چکا تھا وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنھوں نے لازوال روحانی اثر سواحل ہند پر قایم کردیا تھا۔ ابن بطوطہ جو اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں

آیا تہا اپنے سفر نامہ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اسلامی اثر ہمہ گیر ہے۔ اس لئے درحقیقت اسلام کے وہی اوالعزم تاجر اور دلیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمت گار تھے۔ جو آج کل کے یورپین مشنریوں کی طرح ساحل کارومنڈل اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی۔ ان کی اولاد[۵۱] آج بہی جنوبی ہند میں موجود ہے۔ جو نوایط سے موسوم کی جاتی ہے۔

محمد تغلق کے زمانہ میں جب اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے تو معبر (کارومنڈل یا صوبہ مدراس) کا صوبہ دار سید جلال الدین آحسن بہی خود مختار ہوگیا۔ فرشتہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ قوم نوایتہ (نوایط) سے تہا۔ اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان نے معبر کا رخ کیا مگر ورنگل تک پہونچا تہا کہ وہاں وبا پہیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہوگیا مجبوراً چند امرا کو چہوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس طرح مدورا واقع جنوبی ہند میں اسلامی ریاست مستقل قایم ہوگئی۔

اسی کے ساتہ بیجانگر کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمران پانڈے وغیرہ خاندانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کر کے اپنا قبضہ جما لیا۔ پہر ۷۴۸ھ سے بہمنی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈہائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی اس کے بعد اس کی مختلف شاخیں ہوگئیں جو بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ احمد نگر۔ بیدر اور برار سے موسوم ہیں جس کے علمی کارنامے صفحات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔ اول الذکر چاروں نے مل کر بیجانگر کو فتح کر لیا۔ اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجاپور کا علم لہرانے لگا۔[۵۲]

اس زمانہ میں شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کا دور دورہ تہا اکبر اور شاہجہاں کے حملے

---

[۵۱] راقم الحروف کو فخر ہے کہ وہ بہی اس خاندان کا ایک فرد ہے۔

[۵۲] یہ تمام حالات عہد سلف مولف مولوی مرتضیٰ مرحوم سے ماخوذ ہیں۔

دکن پر سفر وع ہو چکے تھے آخر کار اورنگ زیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے اس کے بعد ۱۱۰۱ھ میں عالمگیری لشکر نے ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی سیادت میں کرناٹک پر پیش قدمی کی ۱۱۱۰ھ میں قلعہ جنجی فتح ہو کر کل ملک کرناٹک معہ (بنادر جن پر اہل یورپ کا قبضہ تھا) زیر حکومت مغلیہ آ گیا اس طرح علاء الدین کے بعد پھر اورنگ زیبی علم جنوبی ہند کے سواحل پر لہرانے لگا۔ عالمگیر کی آنکھ بند ہوتے ہی خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ علی دوست خاں صوبہ دار کرناٹک کے بعد صفدر علی خاں صوبہ دار بنا اس کو اس کے رشتہ دار غلام مرتضیٰ خاں نے قتل کر دیا۔ آصفجاہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے رفع فساد کے لئے روانہ ہوئے شورش رفع ہوئی اور ۱۱۵۷ھ میں نواب انورالدین خاں صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے۔ جو بانی خاندان والاجاہی ہیں۔ انورالدین خاں نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے فرزندوں کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا۔

اس زمانہ میں انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گذر چکی تھی ملک گیری کا جذبہ شباب پر تھا۔ مرہٹوں کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا۔ علی دوست خاں سابق صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست خاں عرف چندا صاحب نواب انورالدین خاں کے پاس مقید تھا۔ فرانسیسیوں نے اس کو رہا کرا کر انورالدین خاں پر چڑھائی کی امبور کے مقام پر انہوں نے شہادت پائی (۱۱۶۲ھ) ان کے دو فرزند مقید کر لئے گئے تیسرے فرزند محمد علی خاں والاجاہ نے انگریزوں سے مدد لے کر فرانسیسیوں اور چندا صاحب کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

۱۱۶۳ھ میں والاجاہ کرناٹک کے خودمختار حاکم تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہر وقت انگریزوں کے دوست اور ان کے دست و بازو رہے ارکاٹ کے مشہور محاصرہ میں انگریزوں کے نامور جنرل کلایو کے دوش بدوش مدینہ علی خاں کمانڈر افواج والاجاہی داد شجاعت

دے رہا تھا۔

پھر جب کونٹ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں بھی انگریزی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ والاجاہی فوج جان بازی دکھا رہی تھی ونڈ ووش کے تاریخی معرکہ اور پھر پانڈی چری کی یادگار فتح میں جبکہ فرانسیسیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا والاجاہ خود بذات اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے۔ کلایو کے ساتھ بنگال میں بھی والاجاہ کی نئی ترتیب یافتہ فوج نظر آرہی تھی۔ سلطنت آصفیہ کے ساتھ مشہور آفاق تاریخی دوستی پیدا ہونے کے وقت سفیر برطانیہ کے پشت و پناہ نواب والاجاہ ہی تھے[۵۱]۔ ان تاریخی واقعات کے بنا پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والاجاہ صوبہ دار کرناٹک میں بالراست تعلق قائم ہوا جس کی نظیر ہندوستان کے اور حکمراں کے خانداں میں بہت کم ملتی ہے[۵۲]۔

سنہ ۱۲۱۰ھ میں والاجاہ کا انتقال ہوا۔ ان کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہو چکا تھا اس لئے دوسرے فرزند نواب عمدۃ الامرا مسند نشین ہوئے اور صرف چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوگیا اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامرا مسند حکومت پر متمکن ہوئے لارڈ ویلزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے چند شرائط پیش کئے تاج الامرا نے اس کو منظور کرنے سے قطعی انکار کیا جس کی بنا پر ان کو نظر بند کر دیا گیا اور نواب عظیم الدولہ جو والاجاہ کے فرزند امیر الامرا کے لڑکے تھے مسند حکومت پر بٹھائے گئے جنہوں نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کر لئے۔ یعنی سالانہ بارہ لاکھ روپیہ نقد ۱/۵ حصہ محاصل پر قناعت کر لی اس طرح گویا ۱۲۱۶ھ سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع ہوئی۔

---

۵۱ مقالہ مولوی مرتضیٰ مرحوم مطبوعہ شمس الاخبار مدراس۔

۵۲ مخطوطہ مراسلت والاجاہ کتب خانہ انڈیا آفس۔

۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء میں عظیم الدولہ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند اعظم جاہ قائم مقام بنے اور ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند نواب محمد غوث خاں جو صرف پندرہ مہینے کے تھے اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت میں حکمراں بنے ۱۲۵۸ھ میں اختیارات کے ساتھ خود مختار کئے گئے غدر ۱۸۵۷ء کے دو سال قبل ۱۸۵۵ء م ۱۲۷۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مرنے پر برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا اعزاز منصب خطاب فوج سب موقوف ہو گئی اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کر کے انہیں چند ہزار کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہر الدولہ و انتظام الملک اور پوتے منور خاں یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوئے اور وظیفہ پاتے رہے آخر الذکر کے مرنے پر ان فرزند نواب سر محمد علی خاں بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب ہیں اور وظیفہ پا رہے ہیں[۵]۔

نواب محمد علی خاں والا جاہ اور ان کے چاروں جانشیں علم دوست تھے ان کے زمانہ میں بڑے بڑے علماء ذی وقار شیوخ طریقت اطباء حاذق شعراء نامدار جمع تھے جن کے عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہیں۔ بعض علماء اور شعراء کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے۔

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی چشم و چراغ فرنگی محل۔ حقائق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ فضیلت مآب مولانا محمد غوث شرف الملک معرفت آگاہ قاضی الملک مولانا محمد صبغۃ اللہ۔ مدار الامراء مولانا عبد الوہاب۔ قاضی ارتضی علی خاں۔ مولوی محمد سعید اسلمی۔ مولانا عبد القادر۔ حافظ احمد خاں اعظم الملک۔ مولانا امین الدین۔ خان عالم خاں فاروقی۔ برہان خاں ہانڈی مولف تزک والا جاہی۔ مولانا غلام حسین رعنا مولف قصر والا جاہی ان اہلِ علم کے

۵؎ مخطوطہ تاریخ ارکاٹ مولف مولوی صفی الدین مرحوم

علاوہ جن میں سے بعض شاعر بھی تھے۔ ارکاٹ میں اور بھی صدہا شعراء ایسے تھے جنہوں نے ملک سخن سے وادلی بعض کے نام حسب ذیل ہیں :۔

شیخ محمد امین اسرائیلی۔ محمد اسمٰعیل خاں ابجدی مولف انور نامہ۔ میر امداد علی امداد نورالدین خاں انور۔ افصح الشعراء حسین علی افصح۔ طرازش خاں احسن۔ سید مرتضیٰ بینش میر مہدی ثاقب۔ افضل العلماء محمد ارتضا علی خاں خوشنود۔ افضل الشعراء شیریں سخن خان راقم۔ محمد صبغۃ اللہ فرحت۔ محمد محفوظ خاں شہامت جنگ محفوظ۔ غلام اعزالدین خان مستقیم جنگ نامی۔ صفی الدین محمد خاں ناصر۔ قادر علی خاں منور جنگ نظیر۔ سید ابوسعید والا مولوی محمد مہدی واصف۔ ان میں سے بعض صرف فارسی گو تھے اور بعض فارسی اور اُردو دونوں میں شعر کہا کرتے۔

خاص خاندان والاجاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامرا متخلص ماجد عظیم جاہ متخلص عظیم محمد انور خاں سیف الملک متخلص مختار۔ اور نواب محمد غوث خاں متخلص بہ اعظم وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں آخر الذکر کا فارسی اور اُردو کلام شائع ہو چکا ہے دو فارسی تذکرے شعراء کے حالات میں بھی تصنیف فرمائے ہیں جو تذکرہ صبح وطن اور گلزار اعظم سے موسوم ہیں۔

بہرحال روسار ارکاٹ نے بھی اُردو کی سرپرستی فرمائی ہے اور ان کے خوان کرم سے بیسوں علماء شعراء اور مصنفین نے حصہ پایا ہے ہمارا یہ تو مقصد نہیں ہے کہ ان کے اُردو خدمات کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ اس زمانہ کے مخطوطات جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں ان کی صراحت مقصود ہے لہذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قصّہ طالب و موہنی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۰۷) ورق (۵۹) سائز ۸ × ۵½ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۸ء۔

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"طالب اور موہنی کی عشقیہ داستان دکھنی نظم میں لکھی گئی ہے مصنف میر سید محمد والہ ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ابن نشاطی کی پھول بن کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ قصہ اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا۔ اس کو "داستان عجائب" سے بھی موسوم کیا ہے۔ ابتدائی صفحہ پر سرخی سے مصنف کا نام سید محمد موسوی لکھا ہے۔"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے مصنف کا ذکر مولف تذکرہ شعرا دکن اور مولف تذکرہ گلزار اعظم نے کیا ہے۔

والہ کا نام جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے سید محمد تھا ان کے باپ محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ حیدرآباد میں انور الدین خاں سے وابستہ تھے جب انور الدین خاں ارکاٹ کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو یہ بھی ارکاٹ میں آ رہے اور اسی کو وطن بنالیا اس زمانہ میں ارکاٹ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ والہ کے چشمۂ فیض سے بھی تشنگان علم سیراب ہوئے یہ فارسی کا زبردست شاعر تھا کلام کی رنگینی اور نازک خیالی اپنی آپ نظیر ہے۔ فارسی کے علاوہ دکھنی میں بھی اس نے طبع آزمائی کی ہے والہ کا انتقال ۱۱۸۲ھ میں ہوا۔

زیر بحث مخطوطہ والہ کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر ۱۱۷۱ھ جو تاریخ کتابت ہے اس سے واضح ہے کہ اس کے پہلے تصنیف ہوئی ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد دیباچہ اور پھر اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ میں قصہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ایک صبح نہایت دلفریب صبح تھی کیونکہ پیا سے وصل کا وعدہ ہوا تھا مگر انتظار کی بلا سخت تھی پھر محبوب کا دیدار ہوا اور حالت بے خود ہوگئی اس کے بعد محبوب کا وصل حاصل ہوا اور راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں دلچسپ قصے سنانے لگے پھول بن کا قصہ جو ابن نشاطی کا لکھا ہوا تھا وہ دل کو نہ بھایا اس لئے ایک اور قصہ جس کو اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا اس کو دکھنی نظم میں بیان کیا۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک ہندوستانی خوبصورت مسلمان مرد طالب نام کا ایک پن گھٹ پر گزر ہوا۔ جہاں صبح کے وقت ہندو عورتوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے ایک مہاجن کی لڑکی موہنی نام نہایت حسین اور جمیل تھی۔ مہاجن نہ صرف مال و دولت میں مشہور تھا بلکہ مخیر بھی تھا۔ طالب اور موہنی کی نگاہیں چار ہوئیں طالب موہنی کے تیر نگہ سے زخمی ہو کر بے ہوش ہوگیا۔ موہنی نے خیال کیا مرگیا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا اس نے اپنے عشق کا حال موہنی سے بیان کیا اور اس کے پیچھے ہولیا جب مہاجن کا مکان آیا تو موہنی اندر چلی گئی اور یہ اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مہاجن سے بیان کیا ایک مسلمان آیا ہے۔ اور خود کو موہنی کا عاشق بتاتا ہے۔ وہ یہ سن کر شرمندہ ہوا اور غصہ سے باہر آکر طالب کو فہمائش کی کہ تم صورت سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو مجھے بدنام اور رسوا مت کرو اپنا راستہ لو مگر طالب پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے بیان کیا دیوانہ ہے جانے دو۔

تین رات دن اسی طرح گزر گئے طالب نے نہ تو کھایا اور نہ پیا اور نہ وہاں سے اٹھا مہاجن کو تعجب ہوا لوگوں نے مشورہ دیا اس کو کھلا پلا کر یہاں سے رخصت کردیا جائے۔ مہاجن

وہاں ہوٹی لے کر آیا مگر طالب نے کھانے سے انکار کیا ایک شخص نے رائے دی موہنی
کے ہاتھ سے کھانا روانہ کیا جائے مہاجن نے اسی پر عمل کیا اب طالب سیر ہو کر کھایا۔ اس
بات مہاجن نے استدعا کی کہ چلا جائے مگر طالب نہ مانا۔ آخر حاکم شہر سے شکایت کی گئی۔
وہ طالب کو طلب کیا اور واقعات سے اطلاع پائی اور معلوم کیا کہ اس کا عشق سچا ہے تو مہاجن
کو طلب کر کے تاکید کی کہ اگر یہ مر جائے تو سخت برا ہوگا لہٰذا تم اپنے مکان میں رکھو اور
کھانا دیا کرو۔ اور طالب کو فہمائش کی صبر سے کام لے۔ اب طالب مہاجن کے گھر میں
رہنے لگا روز ایک مرتبہ رات کے وقت موہنی کھانا لاتی اس کے ساتھ مہاجن کا ایک
ملازم جو نہایت سخت گیر تھا رہا کرتا جس کے باعث عاشق اور معشوق کو کبھی بات کرنے کا
موقع نہیں ملتا۔ موہنی کی دائی طالب پر مہربان تھی ایک مہینہ کے بعد ہولی کی عید آئی دائی
نے طالب کو مشورہ دیا کہ فلاں باغ میں جائے وہاں موہنی سے بات چیت ہوسکتی ہے
طالب وہاں گیا رات کے وقت موہنی بھی وہاں آئی عاشق و معشوق میں گفتگو ہونے لگی۔
اس عرصہ میں مہاجن کے ملازم کو خبر ہوگئی وہ طالب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے روانہ ہوا مگر
جب باغ میں پہونچا تو ایک کالا ناگ سانپ اس کو کاٹ کھایا اور وہ وہیں مرگیا۔ مہاجن
کو اس کی خبر ہوئی آخر مشورہ کر کے دائی کو کسی دوسرے شہر میں روانہ کر دیا گیا اور ایک دن
خبر اڑائی کہ موہنی سخت بیمار ہے اور تیسرے دن اس کی موت کی خبر دی گئی اور فرضی جنازہ
روانہ ہوا طالب اس جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جانے لگا لوگوں نے ملامت کی
موہنی کے مرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور عاشق ہو کر زندہ موجود ہے حالانکہ معشوق
مر گیا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس ہوا اور ایک کنوے میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جب
موہنی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کنوے میں گر پڑی۔ لوگ جمع ہوئے اور کنوویں
سے لاش نکالی گئی سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ عاشق اور معشوق دونوں باہم پیوست ہیں
کوشش کی گئی ان کو علیحدہ کیا جائے مگر کامیابی نہیں ہوئی حاکم کو اطلاع ہوئی اور نماز

جنازہ کے بعد ایک ہی قبر میں وہ دونو دفن کئے گئے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

ابتدا کلام

بچن کا انجمن جو دلکش ہے | چراغ اس بزم کا حمد خدا ہے
خدائے بندہ پرور جو زبان کون | دیا قدرت مطلب کی بیان کون

— — — — — — —

مبارک صبح تھی کیا خوش گھڑی تھی | کہ میرے دل پو خوشی گھیرے تھی
پیا سوں وصل کا وعدا ہوا تھا | دل نہیں بیقراری مں موا تھا
بلائی انتظار اکر چلا تی | امید وصل شادی دلین بہاتے

— — — — — — —

میرا حال اس وقت زیر و زبر تھا | خبر دلکے جو پونچا بیخبر تھا
سنہ کا یا وصل جب آرام کے پاس | دیکھوں کیا دوست بیٹھا ہی میر پاس
نمک دیکر لطافت کے بیان کون | میری تحسین اپر کھولا زبان کون

— — — — — — —

سنیا ہوں میں قصا ایک ہور رنگ کا | بندھا ہن نشاطی پھول بن کا
ولی و دلکوں نہیں لکتا ہے چندان | نہ ہوتا طبع کا پھول اس سون خنوان
اکر تون والا اس شیرین وزن کوں | بندھی ویوی شرف دکھنی بچن کون

— — — — — — —

ملا ایک روز مجکوں ناگہانی | بود ہاسا ایک برہمن کن کہانی

— — — — — — —

نمک سون زخم پر مرہم لگایا | قصہ چھنے و طالب کا سنایا

اتہا ہو شوق سنکر یو حکایت　　بندا ہوں مختصر کر کو روایت
نظارہ پھول بن کا شوق لایا　　فکر تیری کون خیابان میں ڈہنڈا یا

شعر (۱۰) سے تخلص ظاہر ہوتا ہے۔
قصہ کے خاتمہ کے بعد خاتمہ کتاب میں (۱۶) شعر کہے گئے ہیں پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

نگارش پر قلم نے طے کیا راہ　　قصہ پورا ہوا الحمد اللہ
نہیں قصا عروس دلربا ہے　　رنگین ہے شوخ شیرین ادا ہے

آخری اشعار:۔

الہی جب تلک گل باغ میانے　　بچن کے حاسدان کا دل اچہو داغ
عشق کے طالبان مطلوب پاوین　　امیدواران کے امیدات بر آوین

قلم یون داستان پر کلفشان تہا　　کہ ہندوستان میں ساکن یک جوان تہا
ہنر سون سب ہنرمندان پو غالب　　محبت کا و طالب ناؤن طالب

ہوا جی شوق والہ کا طبل باز　　قصے پر یوں کیا و طبل آواز
کہ تہا اس شہر مانے یک مہاجن　　دیا اسکون خدا نے بخت ہور دہن
دنیا دولت بہت اسکی ہر یک ٹھاؤ　　سکل ہندوان میں اسکا بڑا ناؤ

ہوی طالب او جب تیسرے رات　　نچانون دل نے کیا بولا اسے بات
کہ وہاں بسنے نے نکلا بے تاب ہوکر　　ہہچن جیسے اچہے بے تاب ہوکر

پہر یک رات تہی باقی جب آیا
فکر میلنے کہ یو کیا تہا خدا یا

اودہر مو ہنے دو کو پے میں امو لے
کئی جب سیج میں وائے سون بولے

کہ چیرانے آ تا طالب کو ن مارا
میرا دل خون ہوا ہے تن میں سارا

ذرا ہی دور سیں جا کر نظر کر
موا یا جیو تا منجکوں خبر کر

گئے وائے پرا دیکہی ہے کو نے
کہے دلبر کہ یو طالب ہی کرا دے

ننگی سر ہو چلا تابوت کی سات
سر او پر ہور سینے پر مارتا ہات

کہی ہندوان کی کیون سر پہوڑتا ہے
موئی پر بہی اُسے نہیں چہوڑتا ہے

بہت بی شرم عاشق بوالہوس ہے
کہ دلبر مر گئی تجہ میں نفس ہے

وو طالب عاشق صاحب وفا تہا
عشق میں روز اول سون فدا تہا

یو طعنا جب سنا غیرت میں آیا
دڈو دلی سون اپس کا مکہ پہرا یا

کہ عاشق پاک بائین میں گرا ہے
تیرے مرنے کی تیں سنکر مرا ہے

اسے ساعت ہوئی سنکر دیوانی
ایسے بنج دکہ خود کون نہیں پہچانی

شتابی ڈور بائیں میں کری ہی
وطالب جیون مرا یو بہی مرے ہے

نکالے لوت دونو وہ مبتلا کی
عجب دیکہی ہیں وہان قدرت خدا کی

دونو تن یک ہول کر رہے تہو
دو آیک تن ایکمن ایکدل ہوے تہو

ڈ دو تو یک ہو کر یون رہے مل
کہ اپس سون جدا کرنا تہا مشکل

ہوئیں دونو دفن یک قبر میں
وصل پائیں ہیں تب جنت کے گہر میں

سمجھانے عشق کے اس قسم کم ہے | وفاداری دو دونو پہ ختم ہے
دو دنیا سون کی ہمنا کون جانا
ہر یک حیلا ہے جانے کا بہانا

اس کتاب میں والہ کی ایک غزل بھی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔

غزل والہ

دیکھو یاران عشق کا حال کیا ہے | ستم سے سکھ ہی راحت ہی بلا ہے
کبھی ہے جام جم خون دل اسمین | کبھی آئینہ انزد نما ہے
کبھی اس جام سون نزمیں وفامیں | دماغ دل کتین قسیی رسا ہے
کبھی اس آرسی کے باغ میا سنے | جگر کون داغ کا کل رو نما ہے
وفادار انکی تمیں و عین مقصود | ہوسنا کا کی آ کی اژ دہا ہے
نہ پاوی فہمز رازی رانا اس کا | یو مسلان کتابانسون جدا ہے
چلا آی عشق دل کہرھی کا تیرا | جو کچھ طالب کی پیش اکی روا ہے
منجی منہی سنے ماری ہی جلائے | غم و شادی جدا اس سون ہے بجا ہے
وصل پایا ہو نہیں دولت مبارک | منجہ اوپر رات یو خلل ھما ئے
میری حالت کون شیرین داستان میں
اکر والہ کہی اس میں مزا ہے

رازق باری

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۵۰۷) ورق (۱۷) سائز ۷ ¾ × ۵ ½ سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق مگر نہایت زشت تاریخ کتابت ۲۵ ماہ خسروی سال راسخ ۱۲۲۲ھ؟ مولود محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت ہے۔

"عربی اور فارسی الفاظ کے معنی اردو میں بیان کئے گئے ہیں یہ کہنی نظم ہے۔ ۱۸۷۲ء میں مدراس میں طبع بھی ہوئی ہے۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اس کا مصنف واآلہ ہے جن کی ایک مثنوی طالب و موہنی کا ذکر ہوا ہے۔

اس میں خالق باری کی طرح بچوں کے لئے عربی اور فارسی کے معنی بتائے گئے ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

رازق باری حق ہے جان | اس کا نور نبی پہچان
اولاد ال یاران اصحاب | قران بھیجا حقنے کتاب

فہم خرد ہیں دو نو عقل | انسان کیا ہی کہانی نقل
راز فراست دانش کہان | خیال ضمیر دو نو دہان
جب ہو مہر کہن سو پیار | خوح حشں و رسن دیدار
ابرش ابلق ادہم کہورا | ہرتا زنانہ دراکور سا

بختی کیا ہی بغدی اونت ۔۔۔ علم فرا ہی جرعہ گہونت
محمل کیا ہی اونت کی دا ۔۔۔ کرہ روٹی تابہ توا
طاوس کیا ہی مور پہچان ۔۔۔ مرغی کیا ہی ماکیان جان

مردن کرنا کردن کرنا ۔۔۔ کیا ہی نہادن ؟ دہرنا
فروختن کون سکانا بول ۔۔۔ کشادن کہولنا کنوکنشت کنول

والہ اسنے موتی رولیا ۔۔۔ فرس لغت کے معنی بولیا
جس نے پایا ذہن صافی ۔۔۔ رازق باری اسکون کافی

ہشت بہشت

اس کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا پیارس کے قومی کتب خانے میں ہے۔

میوزیم نمبر (۶۵۰۰- اورئینٹل) ورق (۲۰۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق
پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۲۱۱) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۰) خط نستعلیق

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی فہرست مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا پیارس میں بھی کوئی صراحت نہیں ہے۔

یہ کتاب آنحضرت کی سیرت میں ہے درحقیقت یہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف ۱۱۸۴ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے۔ پیارس کا مخطوطہ خود مصنف کا تصحیح کردہ ہے اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے مصنف مولانا محمد باقر آگاہ ہیں چونکہ ہم کو آگاہ کے دس مخطوطوں کا ذکر کرنا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسی مقام پر ان کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آگاہ کا نام محمد باقر ہے اور ان کے والد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ ان کے اجداد وہی تاجر اور مبلغ عرب تھے جنہوں نے ساحل کارومنڈل پر اسلام کا بیج بویا تھا۔ پھر ہم کو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بیجاپور کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اور وہاں مسند علم اور سیاست پر متمکن ہیں۔ بیجاپور کی تباہی کے بعد ویلور علاقہ مدراس آئے یہاں ۱۱۵۸ھ میں آگاہ کی پیدائش ہوئی ابتدائی تعلیم تو گھر میں اپنے چچا سے پائی اس کے بعد ویلور ہی میں حضرت سید ابوالحسن قربی[1] سے عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر ان کے مرید ہو کر روحانی تعلیم بھی حاصل

---

[1] حضرت قربی ۱۱۱۰ھ میں بیجاپور میں تولد ہوئے چار سال کی عمر میں ویلور آئے ۱۱۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ عربی فارسی کے جید عالم اور شاعر تھے اردو شعر بھی کہا کرتے۔ (گلزار اعظم)

کی ترچنا پلی کے ایک اور بزرگ شاہ ولی اللہ کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے۔

آگاہ عربی اور فارسی اور اُردو کے جید عالم اور اپنے وقت کے عالم متبحر تھے تفسیر حدیث فقہ منطق فلسفہ کے ساتھہ ادب کا خاص ذوق تھا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی پر صرفی و نحوی صنائع اور بدیع کے چارسو اعتراض کئے تھے جس سے ان کی عربی قابلیت کا بخوبی ثبوت ملتا ہے عربی اور فارسی کا دیوان موجود ہے تینوں زبانوں میں تصنیفات کئی ہیں جن کی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہے۔ ان کے منجملہ سولہ اُردو ہیں۔ جن میں سے دس یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اپنے دو لڑکوں امیر الامرا اور عمدۃ الامرا کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ آخر زمانہ میں دبیر خاص (پرائیوٹ سیکرٹری) کی خدمت بھی تفویض کی تھی۔ باسٹھ[۶۲] سال کی عمر پائی سنہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال ہوا اور اس میں مدفون ہوئے۔

اُردو تصنیفات نظم میں ہیں مگر ان کے ابتدا میں چند صفحات کا دیباچہ نثر میں ضرور لکھا ہے جن سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے اونہوں نے شاعری کی ابتدا کی ہے سنہ ۱۱۸۴ھ سے اُردو تصانیف کا آغاز کیا باقر تخلص قرار دیا سنہ ۱۱۹۴ھ میں عربی دیوان مرتب کیا جس میں آگاہ تخلص رکھا گیا۔ آخر زمانہ تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ جس میں آنحضرت کی سیرت ہے۔ پہلے رسالہ میں نور محمدی کا ذکر ہے جس کو "من دیپک" سے موسوم کیا گیا ہے دوسرے رسالہ میں آپ کے نبوت کے بشارتوں کا بیان ہوا ہے اور من ہرن سے موسوم ہے۔ تیسرے میں آنحضرت کی پیدائش کا ذکر ہے جو من موہن کہلاتا ہے۔ چوتھے میں آپ کی آٹھ سالہ عمر سے وفات تک حالات لکھے ہیں جو جگ سوہن سے موسوم ہے۔ پانچویں میں اخلاق و شمائل النبوی کا ذکر ہے یہ آرام دل سے موسوم ہے۔ چھٹے

رسالہ میں آپ کے خصائص اور ساتویں میں معجزات اور آٹھویں رسالہ میں آنحضرت کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام راحت جان من و تن اور سن جیون ہے۔

ذیل میں کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آنحضرت پر اسلام لانا۔

اول روز خدیجہ خاتون	لائی ایمان مقدم سب سون
بہی اوسی روز بل بوقت عصر	لائی ایمان حیدر صفدر
بعد زید و ابو ذر و بلال	لائی ترتیب سے ایمان فی الحال

جنگ کے حالات کا مجمل ذکر کیا ہے مصنف اس امر سے واقف تہا کہ آنحضرت کی سیر میں جنگ کا بیان کوئی اہمیت نہیں رکہتا بلکہ دیگر واقعات اصل سیرت ہیں۔

اور اسی سال ہوا فرض جہاد	اوس شہنشہ کے اوپر کہ تو یاد
اوسکے غزوات تہی سب ستاویس	کہ اتہا اون میں شہ بالنفس نفیس
ہوی وس جنگ میں ای یار لڑائی	باقی جنگون میں نہین ہوئی ای بہائی
جو لڑایان میں گیا نہیں وہ رئیس	ہی عدد اون کا تو سن سیتالیس
یہ جہادات سن ای اہل ادب	ہوی دس سال من واقع سب

سال چارم میں ہوا ہی نازل	حکم قصر صلوات ای کامل

سال پنجم میں ای دوست سمجھ	فرض مولا نے کیا سب پر حج

سال ششم میں ہوئی ای یاران　　سب پہ مشروع نماز باران
اور صلوٰۃ خسوف اور کسوف　　سنت اس امت پو ہوئی ہی معروف
ہوئی اوسی سال میں نازل ای یار　　بگمان آیت احکام ظہار

میانی اتہو شاہ کی سر کے بال　　خم و سیدی پن بیچ ہی جک دجال
درازی میں پونچی تہی کہاندہی کنی　　یوں آیا ہی اکثر حدیثان منی
کبہی سر منڈایا نہیں او تمام دار　　مگر حج کے ایام میں ایک بار
دیا بانٹ اصحاب کون سب او بال　　رکہی سب اوسی اپنی جی کی مثال
او سر دور کیس سیس بہر بال تہے　　ولان صید کرنے کین جال تہے
نہایت تہے خوشبو او موی سیاہ　　ہی کہنا اوسی مشک و عنبر گناہ
بہی ہی یک روایت میں اسماء سے　　کہ دہوتا تہا سر پیر کی بات سے
بہی سنت اہی بال رکہنا تمام　　نکالہ اوسکی کرنا بہر صبح و شام

دانت۔ گردن کہاندے۔ سینہ شکم بازو پاؤں قامت۔ رنگ۔ چال ہر ایک اعضا کو یہاں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اخلاق کا ذکر ہے۔

آپ کی سخاوت اور رحمت کا ذکر دیکھو۔

سخاوت میں کوئی اوسکی ثانی نہیں　　نہ تہا جود کون اوسکی کز کا کہیں
سوان سون دیا او تت روز حنین　　غریبان کون او خلق کا نور عین
بقول ہوازن دیا چہہ ہزار　　درم او شہنشاہ عالی تبار
نوہی یک مسلمان کون او بی بدل　　دیا ایک جنگل بہر کو بکری سگل
کہا قوم کون جا کو ای گمرہان　　محمد او پر لاؤ ایمان جان
سخاوت کوں اوسکی نہین انتہا　　یو ظاہر سخاوت کا ہی مدعا

میں رحمت کا اوسکی کروں کیا بیان   سراپا ہی اوسکون خدا در قران
رکہا رحمت العالمین اوس کا نام   روف رحیم بہی اسے شاہ کا نام
شہنشاہ کی رحمت اہی تام ور   اتہی سب پو حتی کہ شیطاں اوپر

دوصفو رحمت کا بیان ہے۔

شرم وحیا۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمت۔ ملنسار۔ تواضع۔ فروتنی۔ اخلاقی امورکو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عمر یوں کہا ای رسول خدا   اچہو تجہ پو ماں باپ میرے فدا
غضبناک ہو نوح اپس قوم پر   جفایاں سوں اونکی کہا لاتذر
یوں ہر نبی دیکہہ ظلم و جفا   کیا اپنی قوم پر بد دعا
کہا بلکہ یارب بلطف و عطا   میری قوم کا بخش جرم و خطا

بہی کہتا اتہا یوں اوشاہ نول   میرا کل غم ہے سو امت بدل
مجہی دونو عالم میں کچہہ کم نہیں   بجز درد امت مجہی غم نہیں
یہی غم اتہا اوس کون دنیا منے   یہی فکر اچہے اوسکو عقبی منے

بہی جاتا اتہا شاہ مریضاں کے گہر   بہی ہوتا تہا حاضر جنازہ ای اوپر
بلاتا اگر کوئی ضیافت لئے   تو جاتا شہنشاہ گہر اوسکی چلی
کوہی اصحاب سون گر نہ آتا نظر   بہت پوچہتا تہا اوسی جبد کر
مسافر کوں پونچانے جاتا تہا او   کوئی آیا تو لیتا اتہا اگی ہو

من اسی بہائی سرورکون شام و سحر — تقید نہ تہا کوئی کہانی اوپر
تکلف میں اوسکی نہ تہا کرم جوشش — جو پاتا اتہا اوسکون کرتا تہا نوشش
جو کہاتے تہے اہل مدینہ سگل — وہی نوشش کرتا اتہا وہ نزل

کہانے کی پوری تفصیل دی ہے اس کے بعد آپ کے لباس کا ذکر ہے

اتہا پیرہن شہ کنی دوستر — بہی کپڑی سفید ای گرامی گہر
یہی کہتا تہا اکثر وہ گل کا امید — کرو لازم اپنی پو کپڑے سفید
ہی پاکیزہ و خوب تر وہ لباس — پہنو تم شام و سحر وہ لباس
پناؤ اوسی اپنی احیا کی تیں — بہی تکفین کرو اوسمیں موتے کے تیں

حدیثون میں آیا ہے ای با فرح — کہ حلیہ وہ سرور کا تہا اس طرح
کہ مجلس میں جا گا ہی اوسکو جان — تو وہاں بیٹھ جاتا اتہا در زمان
کبہی اجتا کر کو وہ پاک ذات — بیٹہی مسجد و گہر میں یاران سنگات

تہا اصحاب کے سات او پاک ذات — نہایت مدارا مروت کی سات
سمجتا تہا ہر یک صحابی تے یون — نہیں کس پو پیار اوس کا مجہ پو جیون
بہت اون کا اکرام کرتا اتہا — سبونکی اوپر پیار دھرتا اتہا
بلاتا اتہا اون کو تعظیم سین — بچے اونکی لیتا اتہا گود میں

یہ کتاب شائع ہوئی ہے مگر کمیاب ہے مخطوطات بہی ملتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کے علاوہ میرے پاس بہی ایک نسخہ ہے۔ اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں اسکے متعدد نسخے ہیں۔

تحفۃ النساء

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۰۲) ورق (۱۸) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق کل شعر (۸۰۰)
کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یورپ کے کسی اور مصنف نے اس کے متعلق کوئی وضاحت کی ہے۔
اس کی تصنیف ۱۱۵۸ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف کی ہے:۔

گیارہ سو اوپر تھے پنج و ہشتاد
ہجرت سے بناے تب یہ رکھہ یاد

اس کتاب میں ازواج مطہرات بی بی فاطمہ زہراؓ وغیرہ و دیگر خواتین اسلام کی فضیلت اور حالات وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔
پہلے حمد ہے جس کے چھہ شعر ہیں اس کے بعد منقبت کے سات شعر پھر مدح غوث میں چھہ شعر اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اور پھر مناجات کی گئی ہے اور سبب تصنیف کتاب کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہ زہرا کی فضیلت شروع ہوئی ہے۔ پھر بی بی زینب رقیہ ام کلثوم کے بعد ازواج کا ذکر ہے۔ سب سے آخر رابعہ بصری کا حال ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

ابتدا۔

ہے حمد و ثنا اُسی سزاوار   بخشش کون نہیں ہی جسکی کچھ بار
لطف و کرم اس کا بے غرض ہی   دیتا ہے جو کچھ سو بی عیوض ہی

مدح مرشد :-

اس ملک میں تہا پیر میرا | ہر کام میں دستگیر میرا
تہا نام شریف بوالحسن جس | اس خلق حسین ہور حسن جس
اس دور کا ہو جنید آیا | الحاد کی حرف کون مٹایا
وصف اسکا ہے بیشمار باقر | بیان میں کون اوسکی کر کوئی آخر
کر صدق سے دلکی اوٹہا تون | درگاہ میں حقکی ہات اوٹہا تون

سبب تالیف میں کہتے ہیں :-

امت میں نبی کی جو ہیں عورات | افضل ہیں سب عورتان سے سن بات
لکہتا ہوں میں اس کتاب اندر | احوال نار کا اے برادر
اس شاہ کی دختران کا احوال | اس شاہ کی عورتان کا احوال
امت میں جو عورتان تھے کامل | تہا قرب خدا کا انکو حاصل

مناقب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک دو جہان کی شاہزادی | اکا اس وبتال کی خوزادی
امت کی تمام نیک نامان | ہیں جسکے جہیز کی غلامان
جنت کی جتی ہیں بی بیان سب | ہیں جہیز کی جسکی باندیان سب
ہے حشر میں جسکے مرد کی حات | احمد کا لوای حمد خوشد ہات
ہے مہر میں جسکے اے برادر | امت کی گنہ کا عفو یکسر

ہیں ات سوا وسکے جدا بیات | پڑنے میں ہے اسکی بہت برکات

۱۱۸۵

گیارہ سو اوپر تھے پنج ہشتاد   ہجرت سے بنا ہی تب یہ رکھہ یاد

خاتمہ :-

رکہ مجکوں ہمیشہ عافیت سات   نت مجکوں چلا تون راہ حسنیات

دین بیچ کر اہتمام مرا

ایمان پہ کر اختتام میرا

ہدایت نامہ معراج نامہ اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام

یہ تینوں رسالے پیارس کے قومی کتب خانہ میں ایک ساتھ مجلد ہیں۔

(۱) نمبر (۸۷۲) ورق (۱۰) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷۲) ورق (۲۳) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) "

(۳) نمبر (۶) ورق (۷) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) "

ان کے متعلق بھی نہ تو کیٹلاگ میں صراحت ہے اور نہ کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت کی ہے ان کی تصنیف سنہ ۱۲۰۳ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے۔ ہدایت نامہ میں گناہوں کا ذکر ہے۔ معراج نامہ میں معراج کا حال اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام میں عقائد کا ذکر ہے۔ ہر ایک کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد۔

خدا کوں سزاوار حمد و ثنا — کہ ہے یکا مبرا ز نقص و فنا

آخری اشعار۔

نہ تہا شان میرے کیا یہ اقتضا — کہ ہندی زبان کا کری اصطفا

ولی بعض یاروں کا ایما ہوا — ہندی زبان یہ رسالہ ہوا

- - - - - - - - - - - -

کرے بس دعا کوں اجابت خدا — کہ ہے نام اوسکا مجیب الدعا

اسما صفات، رویت، حسن قبح، عفو، ایمان فاسق وغیرہ امور پر بیان ہوا ہے۔

مزید نمونہ توبہ کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

دگر توبہ واجب ہوا از گناہ — کرامان رکھتے چلو تم یہ راہ
گنہ گار کی توبہ کرنا قبول — تفضل ہے اوسکا بقول رسول
خدا نے کہ توفیق توبہ دیا — تفضل و احسان اپنا کیا

نہ توفیق واجب نہ اوس پر قبول
ایسے راہ سیں ہے خدا کا وصول

ہدایت نامہ۔

ابتدا۔

کروں آغاز حمد حق سوں اول — کہ تا نامہ ہووی بیکی مکمل

ہوا معلوم یوں دوسری خبر سوں — مسلماں کا کرے ناحق جنی خون
شفاعت اسکوں نا ہووے میسر — جزا اس کا جہنم ہے مقرر

ہدایت نامہ یو پورا کیا میں — ہدایت خلق کوں پورا دیا میں

الٰہی یو ہدایت نامہ میرا — حقیقت میں سخن یو سب ہے تیرا

خاتمہ :-

الٰہی کر کرم سوں یا رب فکر رد
اماں پا دی جو بدعت سوں یو فرد

معراج نامہ۔ ورق (۴۷) سطر (۲۳)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ معراج کے متعلق ہے۔

پہلے حمد ہے۔

سراتا خدا کون سزاوار ہے   ہر یک ذرہ اسکا نمود ار ہے

اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد واقعات معراج ہیں۔

خاتمہ

کیا ختم میں ذکر معراج کا   بنام محمد نبی مصطفے
کیا ختم میں سے محمد کا نام
علیہ صلوۃ علیہ السلام

آخر پر درج ہے۔

از دست عاصی محمد زاہد در باغ نواب والا جاہ۔

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بہی سنہ ۱۱۸۵ھ کے مابعد سنہ ۱۲ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہوسکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:۔

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم　　کہ تا ہر کسکو ہووی جلد یسون مفہوم
کیا ہون میں بیان اس نظم اندر　　عقاید اہل سنت کا سراسر
کہا نیں میں کبہی دکہنی اشعار　　منجی ہے شعر کہنی سون ہب عار
ولی یو نظم ہو یا بالضرورت　　پڑہی تا اوسکو ہر امی و عورت

حدوث عالم

ہی سارا خلق حادث ہور نوا مے　　نہ تہا سوا اوسکی قدرت سون ہوا مے
زمیں ہو آسمان ہور عرش و کرسی　　نبی کا نور بہی ہور روح قدسی
ہور عالم پہر فنا ہو یگا یکبار　　ہوا ہے یون ازل میں حکم کرتار
یو ساتون آسمان ہور کرسی و عرش　　قلم ہور لوح ہور ساتون طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا   ہہی دوسری صورسون ہونگی پیدا
فنا کی چیز کبہن ایک دم سے   پہر آخر کون وجودہی عدم سے

محبوب القلوب

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر (۰۷۵۰۲ اورنٹیل) ورق (۱۹۶) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق

یہ مثنوی بہی کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کوئی صراحت نہیں ہے اس کے مصنف بہی مولوی محمد باقر آگاہ ہیں اس کی تصنیف سنہ ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ مصنف نے خود ریاض الجناں کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے:-

"اور بیچ کتاب محبوب القلوب کے کہ در سنہ ۱۲۰۶ھ کے منظوم ہوئی اور اس رسالہ میں ریاض الجناں نام رکہا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر کہا ہے"

اس مثنوی میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات وکرامات کا ذکر کیا گیا ہے نمونہ کلام

حمد

کرے کوئی حمد تیرا کیا الٰہی | کہ ہے قدرت تیری متنا بہ ا ہی
تو ہی خلاقیت میں ایسا قادر | کہ یک کن سے کیا عالم کو ظاہر
ہیں عالم مردہ اسے محی عالم | حیات اونکوں ہے تیری سے ہر دم

بہی فرمایا ہے یوں وہ فاخرالحال | کہ اپنی ابتدا میں تا چہل سال
وضو سیتی عشا کی ہر سحر میں | ادا کرتا نماز صبح کین
بہی پندرہ سال لگ بعد عشا میں | شروع کرتا تھا قران کیتین
بکہ اپنی ہات کو اوس میخ ادپر | کہ گاڑی تہی اوسی دیوار اندر
تمام شب میں پڑتا تہا میں قران | جب آتی صبح کرتا ختم فرمان

آگاہ کے قصائد بھی اس میں مرقوم ہیں جو مدح جیلانی میں کہے گئے ہیں ایک قصیدہ ذو المطلعین کا کچھ نمونہ ملاحظہ ہو:—

کیون حسن کا دکہاوے ہی کرو فرِ آفتاب — ٹک دور کر نقاب کہ ہو شستر آفتاب
کرتا ہی لعل سنگ سیہ کو کر آفتاب — تو جام مَی کو لعل سے اپنے بشر آفتاب
نکلے ہی جب تون دن کو تو ہو دہوپ چاندنی — موج عرق سے شرم کی ہو کر تر آفتاب
بے پردہ گر کرے تو شب تار میں خرام — محشر ہو چو طرف کہ ہی نیزے پر آفتاب
سب چہر کرن کی بال رہی ہیں لٹو ریان — تو سنچا ہی تیرے رشک سے از بس آفتاب
دیکھے اگر تموج آغوش کو تیری — بے جا وہی طرح پا ریکی ہو مضطر آفتاب
پرتو سے ترے حسن تلون کی کیا عجب — ہووے کل عجائب اگر در کر آفتاب
مانند عکس آئنہ رخسار میں تیری — بے تاب ہو کے لرزے ہی نت تہر تہر آفتاب
ہے موج آنسوؤں سے لبالب ہمیں کرن — دیکھا ہی ترے ات من جب باغر آفتاب

اس کتاب کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہیں۔

تحفۂ احباب

اس مثنوی کا بہی ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (اورینٹل ۶۵۰۴) ورق (۱۴۸) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۳) خط نستعلیق

کیٹلاگ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بہی مولانا آگاہ کی تصنیف ہے سنہ ۱۲۰۶ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ اصحاب کی فضیلت کا بیان ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

حمد

حمد بیحد ہور ثنا بیکراں | ہے سزاوار خداوند جہاں
دم بدم واجب ہے شکر کبریا | نعمتوں کو نہیں ہے جس کی انتہا

ہیں صحابہ میں خلیفے پنج تن | چار و خلفا اور شاہ دین حسن
ہور حواریاں ہیں دس اوس شہ کے جان | جو ہیں وہ یار مبشر بیگماں
ان سوا اور انکو بہی ہے یہ لقب | اون کا نہیں اگلی حواریاں ہیں ڈہب
اور نقیباؤں میں ہیں بارا سمج | ہے کہا موسی کی نقیبا کو وہ سمج
جوں کہا اونکو معین جبرئیل | اونکو سرداراں کیا شاہ جلیل

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

ریاض الجناں

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور دوسرا نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
برٹش میوزیم نمبر (اورینٹل ۶۵۵۰) ورق (۱۳۰) سائز ۸ × ۴½ سطر (۱۳) خط نسخ
پیارس نمبر (۲، ۸) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) نستعلیق
برٹش میوزیم میں یہ کتاب کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کیٹلاگ میں اس کے متعلق کچھ صراحت نہیں ہے۔ علیٰ ہذا پیارس کی کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس کتاب کی تصنیف سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی ہے۔

اس مثنوی میں اہل بیت النبی صلعم کی فضیلت اور ان کا حال مذکور ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

هوش حسرت سی اوسکی لکڑائی ... جگر سی کاڑھی مونھ میں پکڑائی
نفس اس غم سی جل هواهی راک ... نہیں سماتا خیال میں یہ تپاک
کاغذ اس دکھ سی هی پیچ و تاب ... اک دریشی ہیں اوسکی جون سحاب
اشک سرخ و سفید سی یکسر ... هوگیاهی بہ رنگ ابری تر

الغرض گھر کی اور بہار کی سب ... ستر او پر گئی رفیق سب
نہیں بچا اونہیں کوئی جز سجاد ... هو حسن بن حسن رکھ اسکو یاد
تہا بلا شبہ وہ جلیل الذات ... صدمہ کربلا میں غم کی سات
جب هواهی شہید امام امم ... هو رهوی ہیں اسیر اهل حرم

وہ بہی اون میں ہوا اسیر اى یار　　اس سخن میں نہیں ہے کچھہ تکرار

اُسی دس دین جب اس محرم کی　　مچی عالم پہ دھوم ماتم کی
ہرطرف بر ملا تھا شور و عزا　　زلزلہ حشر کا ہوا برپا
ہوا چار و طرف لھو سی نگار　　لگی خرمن کو آسمان کی شرار
چوطرف خون سے کھلا گلزار　　پھولی یہ کربلا سی کیسی بہار
جوشش ماتم میں ہے زمین و زمان　　ورطۂ غم میں تھی مکین و مکان

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

مثنوی گلزار عشق عرف قصّے رضوان شاہ و روح افزا

اس مثنوی کا ایک نسخہ اکسفرڈ کے بوڈلین لائبریری میں ہے۔
نمبر (۶۶۴) اور ٹیل ورق (۱۲۰) سائز ۱۰×۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق
مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ایک مثنوی جس میں رضوان شاہ اور روح افزا کی عشقیہ داستان ہے بمصنف مولوی محمد باقر ہیں جنہوں نے سنہ ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء میں اس کو لکھا ہے ابتدا میں ایک دیباچہ ہے۔ گارسی۔ ڈی ٹاسی کی فہرست میں یہ شامل ہے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔"

اگرچہ سنہ ۱۲۱۰ھ میں اس کی تصنیف ظاہر کی گئی ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اظہار کیا ہے اس کی تکمیل سنہ ۱۲۱۱ھ ہوئی ہے۔

"الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ و جلال کے یکہزار دو سو پر گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا۔"

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد ہے جس کے (۵۲) شعر ہیں اس کے بعد مناجات میں (۴۵) شعر پھر نعت میں (۲۹) شعر۔ اس کے بعد معراج کے بیان میں (۸۹) شعر اسی میں منقبت بھی ہے۔ پھر عرض الحال کا عنوان ہے جس میں (۱۰۲) شعر ہیں اس کے بعد محبوب سبحانی کی مدح میں (۹۰) شعر پھر امام حسینؑ کی تعریف میں (۳۲) شعر سبب تالیف مثنوی اور اپنی ستائش میں (۱۹۳) شعر ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کے (۲۸۹۰) شعر ہیں قصہ کے ختم پر خاتمہ کا عنوان ہے جس میں (۵۹) شعر ہیں اس طرح کل مثنوی تقریباً (۳۵۸۱) شعر پر ختم ہوتا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

چین کے بادشاہ کا لڑکا رضوان شاہ علم و ہنر میں یکتا روزگار تھا باپ کے مرنے پر
مالک تاج و تخت بنا ایک دن شکار کے لئے روانہ ہوا۔ روح افزا پری بصورت ہرن نظر آئی
بادشاہ زادے نے ہرن کا تعاقب کیا مگر ہرن ایک چشمہ میں غائب ہو گیا۔ رضوان شاہ اس ہرن
پر فریفتہ ہو کر خود غوطہ لگانا چاہا۔ ارکان دولت مانع ہوئے۔ نجومی اور رمال اس کا سراغ
لگانے کا وعدہ کر کے بادشاہ کو واپس لائے۔ بادشاہ کا عشق دن بدن ترقی کرنے لگا اور
از خود رفتہ ہو کر اس چشمہ پر ایک محل تعمیر کر کے رہنے لگا۔ ہر روز محل روشنی سے جگمگا جاتا
عطر و گلاب کی خوشبو سے معطر ہوا کرتا ایک رات روح افزا پری اپنی اصلی صورت میں
باہر آئی دونو کا وصال ہوا۔ مگر پھر جدائی ہوگئی۔ ایک زمانہ تک فراق کے صدمے اٹھاتے
رہے مصیبتوں میں گرفتار ہوئے آخر مدت دراز کے بعد دونو کی شادی ہوئی اور بامراد چین
کو واپس ہوئے۔

اب اولاً دیباچہ کا کسی قدر انتخاب اور پھر اصل مثنوی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

"مقصود اس تمہید سے یہ ہے کہ اکثر جاہلاں بمعنی و ہرزہ درایان لایعنی زبان دکھنی پر اعتراض
اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور جہل مرکب سے نہیں جانتے
کہ جب ملک ریاست سلاطین دکن کے قائم تھے زبان اون کی درمیان اون کے خوب
رائج اور طعن شماتت سے سالم تھی اکثر شعرا وہاں کے مثل نشاطی۔ و فراقی۔ و شوقی۔ و خوشنود
غواصی۔ و ذوقی۔ ہاشمی۔ شغلی۔ بحری۔ نصرتی۔ و مہتاب وغیرہم کہ بےحساب ہیں اپنی زبان
میں قصائد۔ و غزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دی۔ لیکن نصرتی
ملک الشعرا اور تنگ نظری سے مبرا ہے جب شاہان ہند اس کلید جنت نظیر کو تسخیر کئے
طرز و روزمرہ دکھنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے تاآنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے
لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان میں مت لگ زبان ہندی کہ اوسے برج بھاکا
بولتے ہیں رواج رکھتی تھی اگرچہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع و

اصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب
خاص کون اوس کی کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمّیٰ ہوئی
جیسا ثنائی و ظہوری نظم و نثر فارسی میں بانی طرز جدید کی ہوئی ہیں ولی گجراتی غزل ریختہ
کی ایجاد میں سبھوں کا مبتدا اور استاد ہے بعد اوس کی جو سخن سنجان ہند بروز کئے بے شبہ
اس نہج کو اوس سے لئے اور من بعد اوس کو باسلوب خاص مخصوص کر دیئے اور اوسے
اُردو کے بہا کا سے موسوم کئے اب یہ محاورہ معتبر شہروں میں ہند کی جیسا شاہ جہاں آباد
و لکھنؤ و اکبر آباد وغیرہ رواج تمام پایا اور جوں چاہی سبھوں کی من بہا پایا اواخر عہد محمد شاہی
سے اس عصر تلک اس فن میں اکثر مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے اور اقسام منظومات کو جلوے
میں لائے ہیں مثل دردؔ۔ مظہرؔ۔ فغاںؔ۔ دردمندؔ۔ یقیںؔ۔ سوزاںؔ۔ آبرؔ۔ آرزوؔ۔ سوداؔ۔ تاباںؔ
وغیرہم لیکن ان سبھوں سے کوئی بہی مثنوی معتد بہی نہیں کہا فقط غزلیات و قصائد و مقطعات
پر اکتفا کیا بادے اس عصر میں حسنؔ دہلوی یک مثنوی مختصر لکہا دریافت اوس کی تمیز
مصنف پر موقوف رکہنا اولیٰ ہے۔ برخلاف شعرائے دکن کے کہ اکثر مثنویات کہی ہیں
بالاتفاق غزل بولنا آسان اور مثنوی کا کہنا دشوار و گراں ہے اس لئے ملک الشعرا دکن
بطور تعریض کہتا ہے۔

دس پانچ بیتاں کہ کئی شوقی اگر تو کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتی تو اس بستار کا

اور بوج اے بہائی کہ ان سب شعرا میں بعض فقط شاعر ہیں اور بعض شاعر کے سات چاشنی
عشق و عرفان میں بہی ماہر ہیں مثل مولانا شاہ ندیم اللہ ندیمؔ تخلص و قاضی شیخ محمود بحریؔ
تخلص صاحب من لگن شعرائے دکن سے اور مرزا مظہر جان جاناںؔ و خواجہ میر دردؔ شعرا
ہند سے۔ بعد ازیں مخفی نہ رہے تمام ریختہ گویوں میں سوداؔ اعتبار ہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
بعضے اس قدر اوس کے باب میں دفتر اعراق کا کہولتے ہیں کہ ازبس بیچارہ کو سب

شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبا سے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور واعجبا بل واحسرتا
کہ ملک الشعراء نصرتی کو نہیں مانتے ہیں اور قدر اوس کے سحر حلال کی نہیں جانتے بڑی
دستاویز اون کی یہ ہے کہ زبان اوس کی کج مج ہے۔ زہے دریافت و خوشا سخن فہمی و عجب سمجھ
آیا نہیں جانتی کہ اتفاق سے شعرائے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آبدار اور لباس
مستعار ہے۔ ....

(اس کے بعد گلشن عشق اور علی نامہ کے چند اشعار درج کئے ہیں۔ فصاحت میں گر

فارسینا کا کلام: الخ

.... تعصب کو یک طرف رکھہ کر سب کلیات سودا کو بغور نظر ملاحظہ کر کر انتخاب
کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن۔ یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا اندازے
اوس کے اور اوس کے بواقعی واقف ہوئے۔ سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو
نے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اوسے موازنہ میں لا دے بالفعل بھی مہر و ماہ
یکتائی فن طرازی عاقل خاں رازی کتیں کہ قصہ مہر و مالتی کا ہے گلشن عشق سے
مواجہ کر دیکھئے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا خوب سمجھے۔

کبھی نصرتی سن کے یہ ولولہ — ملا بعد مدت کی مجکو صلہ
کہا سودا اکبھی انصاف سے — کہ صدقی کر و مجکو آگاہ کے

باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتیں ہیں کہ میزان رفیع سودا قصائد و غزل
میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش ہے محاورہ شستہ و صاف ہیں یگانہ زمانہ اور
شوخی مزاج و رنگینی طبیعت میں ہر کتیں افسانہ پر سو افسوس کہ ہجوہا سے رکیک سے
آشنا اور از تدین و تمکین سے بیگانہ تھا۔"

اس کے بعد صراحت کی ہے کہ گلشن عشق اور نامہ کو دیکھہ کر کوئی مثنوی لکھنے کا شوق
ہوا اور اس مثنوی کو ابتدا کی مگر چہ سو شعر کے بعد دیگر کتابوں کے لکھنے کے طرف متوجہ

ہو گئے۔ اور بتایا ہے کہ کون کون کتابیں کس کس عنوان میں لکھی گئیں اور پھر اپنے تخلص کے متعلق بھی صراحت کی ہے۔

اپنے تصنیفات کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:-

"ابیات اُن سبھوں کی تخمیناً چوبیس ہزار ہیں اس لئے تکمیل قصۂ عشق کی نہیں ہوئی الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ وجلال کے یکہزار دو سو پر گیارہواں سال ہے۔ قصۂ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اوسے نظم کیا۔ جب زبان قدیم دکھنی اوس سبب سے کہ آگے مرقوم ہوا اس عصر میں رائج نہیں ہے اوسے چھوڑ دیا اور محاورہ صاف و شستہ کو قریب روزمرہ اُردو کی ہے اختیار کیا اور صرف اس بھاکی میں کہنے سے دو چیز مانع ہوئی اول یہ کہ تاثیر وطن یعنی دکن اوس میں باقی ہے کیا واسطے کہ اجداد پدری اور مادری اس عاصی کے اور سب قوم اوس کی بیجاپوری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اوس محاورہ کی میری ولیں نہیں جاتے ازاں جملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدہ عربی کے سہ السنہ ہے اور قیاس صحیح بھی اوس کی تائید کرتا ہے برخلاف محاورہ اُردو کے کہ اوس میں نسبت فعل کی مفعول کی طرف گر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرے۔"

عنوانات بھی شعر ہی میں لکھے گئے ہیں مثلاً۔ مناجات کا عنوان

غنچۂ دل کی غرض حیرانی | در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان

ذکر معراج صاحب لولاک | پائی جسکے سر کی نیں افلاک

محبوب سبحانی کی مدح کا عنوان

وصف محبوب بارگاہ قدم | سر افراد پر ہی جسکا قدم

اپنے تعلق جو عنوان ہے۔

فخر یہ کا ہے اسمین کچہ انداز | اور تصنیف کے سبب کا راز

اول اپنے عربی نظم و نثر کا فخر کیا ہے۔

میری نظم دلکش کو وہ فیض ہے | کہ اوس سے ہوا نام طائی کا طے
ابوطیب اس خوف ہیبت سے نئے | کیا توبہ لاف نبوت سے ستتی
میری نثر میں ہوئی صابی جیسے | نظر آوی وہان ابن عُتبے عنی
گر انشا کا بانی ہے عبد الحمید | ولی میں ہون خاتم بوجہ سدید
اگر قاضی مصر ہوتا یہان | یہ دعوی اوپر حکم کرتا عیان
بہیجے گر انشا میری تا رشید | مقامات کی بہیج دینا رسید
اگر ابن عباد ہووی حکم | نسمجھے مجھے بو محمد سے کم

ہے جیسا عرب میں مجھے دار و گیر | ہون ویسا ہی ملک عجم کا امیر
سنئے شعر کا میری گر یک نوا | تو کہتا اوٹھی رودکی مرحبا
کہو کر قصائد تو افضل کہے | کہ سلیمان و مسعود و عرقی رہے

قصہ کی ابتدار۔

محبت کے گلزار کا باغبان | جو تہا اوسکی اخبار سے گل فشان
ہلا اپنے خامہ کے شاخ نول | جہپوایا یہ قصہ کا اوتار پہل
کہ تہا ملک چین کے ایک شاہ | تہا حکم اوس کا ماہی سے لے تا ماہ

ہوا رنج ضایع مرا سال کا　　عجب ہی کہارا مری حال کا
میرا سینہ حسرت سے ناشاد ہے　　گنہ لازم و رنج برباد ہے
نہ اب جان نہ جانان میری ہات میں　　مجھے بخت والے میں کس گہات مین
کہان سے گیا کہیلنے میں شکار　　کہان سے وہ ہرنی گئے وہاں کنار
میں کیا کیا سہا ننگ و ناموس کہو　　بر س ایک تنگ شکل اوداس ہو

بہر حال دو نو ہو کشتی سوار　　چلی تن بہ تقدیر بی اختیار
اوپر اونکی تہا نیلگون آسمان　　تلی اونکی دریا ہی دو راز گران
ہو دو نو ہی جینے سے اپنے ملول　　گئے یکقلم اپنے ہستی کو بہول
کئی قطع اس طرح کئے روز جیب　　سمایا کہرا ایک اونپر عجب
نمایان ہوی رات کو یک نہنگ　　اوپری کوہ کا جسکے ہیبت سے دنگ

میں یک جزی کالعدم ای صنم　　سہا ہون تیری غم سے کیا کیا ستم
تیری نہیں کرچہ ہوا ہوں فدا　　پہ نکلی ہے مجہسے ہردم صدا
کہ تیرا نگہبان ہونت ذو الجلال　　رکہی تجکو دائم بلا سے سنبہال
نہ دیوی پہنچہی تجے کچہ بہی غم　　مسلم رکہی دل تیرا از الم
تیری تن پہ وہان جو جو آزار ہے　　میری جان پر اوس کا سب بار ہے
تیری جیسی پاؤن میں پری تجہی　　میرا دم ہوا پاؤن بیری مجہی
مرگئے رگ ہوئی میری زنجیر اب　　کرون کیا میں اس غم کی تدبیر اب

محبت میں کیا کیا مصیبت سہا　　عجب ہے کہ اب لگ وہ جیتا رہا

اگرچہ خبیر اوس کا ہیگا نہ خاک | ولے آتشی سے ہوا جل کے راک
تیری شاہ زادی کہ ہی شہ پری | اوسی داغ سے غم کے بریان کری
کبہو جوش صحرا کے فوجوں میں پہر | کبہو جوش دریا کے موجوں میں پہر
بہرحال پہچانے وہ اب یہان | ہلاکی سے مجکو دیا ہی امان
تو جو ہو سکے تجہ سے تدبیر کر | اعانت میں اوسکی نہ تقصیر کر
دی اول خبر اوسکے محبوب کی | سپس فکر کر اوسکی مطلوب کی

خبر شہر میں یوں پہچی میں تب | نبی لیکے رضوان آیا ہی اب
یہ مژدہ سنئے جب صغار و کبار | چلی اب ہیں در پر دریا کنار
لئے اپنے سات چنڈول و تخت | ہی فیل و شترا ہوت سے بہر رخت
بصد شان و شوکت کے اونکو لے | تہو چہوٹے بڑی جو محل میں سلے
ہوی دیکہہ دولہن کو سب باغ باغ | لئے باغ وہ سب سبہی کو فراغ

خاتمہ :-

ہے بہر سوزیوں عشق سے یہ بیان | کہ جل جاوی پروانہ و شمع وہان
اگر دیکہی ٹک اوسکی مستیکا زور | کری داد فریاد بیکل ہو شور
ہوا اوس دردکا اوسمیں نازو نیاز | چلی جس سے نوعی کا سوزو گداز
اگر دیکہی اوس نظم کا طمطراق | تب دمن سے سوداکو ہوا احتراق
مجہی نصرتی سا تہہ ہی گفتگو | اوسے کیا ہی طاقت کہ ہو رو برو
اگر جاوی چالیس میں یہ نور تن | ملک اوسکوا اپنا کری من موہن
جو دل عشق کے شمع کا ہی لگن | یہ نسخہ کو اپنا کری من لگن

جو ہے شوق شغل شور عزام | نشاطی ہوا سس پہول کا مدام
نہ کرتا ہوں ہرگز مبا ان میں | کیا درست ہی شبہ بیان میں

اصل فارسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔ اور نہ اس مثنوی کا دوسرا نسخہ یورپ میں ہے اس لئے اختلاف بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

باقر آگاہ کے اکثر تصنیفات طبع ہو چکے ہیں اور ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کتب خانہ اہل اسلام مدراس کے علاوہ میرے پاس بھی بعض مثنویاں ہیں اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں ان کے تصنیفات موجود ہیں۔

آگاہ کے کلام پر تبصرہ | صفحات ماقبل میں آگاہ کے چھوٹی بڑی دس مثنویوں کا ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ دیوان[۵۸] بھی ہندوستان میں موجود ہے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے عہد کا نامور باکمال شاعر تھا۔

آگاہ کے دیوان میں ہر صنف کا کلام ہے قصائد قطعات۔ رباعی اور غزلیں موجود ہیں۔ قصائد میں آگاہ نے فارسی قصائد کی تتبع کی ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ سودا کا رنگ نظر آتا ہے۔ تمام قصائد حمد و نعت۔ منقبت۔ مدح غوث عبدالقادر جیلانی میں کہے گئے ہیں۔ بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ یہ امر خاص طور سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آگاہ کو والاجاہ کا تقرب حاصل تھا۔ دو شاہزادوں کی رفاقت میں سارا وقت گزرتا تھا مگر کبھی کسی موقع پر مدحیہ قصیدہ کا نہ لکھنا آگاہ کے عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔ غزلوں میں بھی سودا کا رنگ غالب ہے مگر تخیل کی وہ بلند پروازی جو سودا

---

[۵۸] ہمارے خاندانی کتب خانوں میں متعدد نسخے ہیں۔

کے کلام میں نظر آتی ہے وہ آگاہ کے یہاں نہیں ہے۔ آگاہ عربی فارسی کے عالم متبحر تھے اور پھر روحانی تعلیم بھی حاصل کی تھی ارشاد اور ہدایت کے مرکز تھے ان وجوہ سے ان کی غزلوں میں معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے۔

آگاہ کی مثنویوں پر آج کل کے نقطۂ نظر سے غور نہ کرنا چاہیئے ڈیڑھ سو سال پیشتر کا ماحول آج کل کے ماحول کے مطابق نہیں سکتا۔ آگاہ نے جس زمانہ میں اپنی تصنیفات آغاز کیں۔ اس وقت ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ کلایو اور وارن ہسٹنگیز کا دور دورہ تھا مغلیہ خاندان پر زوال آچکا تھا اور اس کا ٹمٹمایا ہوا چراغ گل ہو رہا تھا اہل علم دُنیا سے گزر رہے تھے اور ان کی جگہ پُر کرنے والا نظر نہ آتا تھا ملک کی عام زبان فارسی باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس کے جاننے والوں کا کال ہو رہا تھا۔ اُردو کا رواج ہو رہا تھا۔ مگر اقلیم اُردو میں علم و فن کا ذخیرہ شاذ بلکہ نایاب تھا۔ شمالی ہند میں صرف غزل اور قصائد کا زور تھا جنوب میں مثنویوں کا رواج تھا مگر اس میں بھی علمی مواد بہت کم تھا۔ دانایان فرنگ نے ہنوز اُردو کی پرستی کی جانب توجہ نہیں کی تھی نہ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی تصنیفات شائع ہوئی تھیں اور نہ شاہ عبدالقادر نے قرآن کی تفسیر قلمبند کی تھی۔ عام طور سے تعلیم کی کمی تھی خصوصاً عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بالکل بند تھا اور یہ ناممکن تھا کہ فارسی میں جو اب مادری زبان نہ رہی تھی تعلیم حاصل کرسکیں اس نقص کے باعث سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی تھی۔

اس نقص کو معلوم کرنے والا۔ اس مرض کو دریافت کرنے والا۔ اس کے علاج پر کمر ہمت باندھنے والا اور اپنے تصنیفات سے اس کا علاج کرنے والا آگاہ اور صرف آگاہ تھا۔

آگاہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور لازمی تصور کیا اور ان کے لئے خاص کتابیں لکھیں اس نے اپنی

تصنیفات میں صاف طور سے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کا مقصد خاص طور سے صنف لطیف کی بہبودی ہے۔ چنانچہ ہشت بہشت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"بعض علمار متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں
لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکتے ان سے فائدہ پاویں
لیکن اکثر عورتاں اور تمام امیاں فارسی سے بھی آشنا نہیں اس
لئے یہ عاصی مطلب قسم اول کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر
دکھنی رسالوں میں بولا ہے۔"

پھر اسی میں بیان کرتے ہیں۔

دکھنی میں کہا ہوں اس نئے ہیں   تا ہووے سمجھ عوام کے تیں
تا سب امیان ہور عورات   پڑنے ستی اسکی پاویں لذات

رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں :-

و لے یو نظم بولیا بالضرورت   پڑے تا اسکو ہر امی عورت

غرضکہ آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اُردو زبان میں سیر۔ فقہ عقائد پر متعدد کتابیں خاصکر عورتوں کی تعلیم کے لئے مرتب کیں۔

آگاہ کے کلام میں مبالغہ اور دروغگوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے پہلے جو چند مثنویاں واقعات کربلا اور سیرت آنحضرت صلعم میں لکھی گئی ہیں وہ جھوٹی روایات اور مبالغہ سے مملو تھیں۔

آگاہ کا کلام عام فہم اور سلیس ہے۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کا جید عالم تھا مگر اس کے باوجود اس کے کلام میں عربی اور فارسی کے موٹے موٹے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ خود

اس کا خیال تہا اس کو عام فہم لکہا جائے تاکہ ہر امی اور عورت کے ذہن نشین ہو۔
آنحضرت کی سیرت میں اس امر کا خاص لحاظ رکہا گیا ہے۔ کہ آپ کے بہترین اخلاق اور پاکیزہ سیرت مقدس کو صداقت کے ساتہہ پیش کیا جائے۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف تہا کہ آنحضرت کی مبارک زندگی میں اخلاق اور عادات ہی امت کے لئے چراغ ہدایت ہیں اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر گامزن کرا سکتی ہے۔

ترجمہ کیدانی

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

دہلی کلکشن[1] نمبر (۱۱۵۳) ورق ۹ سائز ۷ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت یکم ربیع الثانی ۱۲۴۲ھ۔

مرتب کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ شریک ہے۔

سنہ تصنیف بھی نامعلوم۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوث شرف الملک مدار المہام ارکاٹ ہیں۔

مولوی محمد غوث آگاہ کے رشتہ دار ہیں ۱۱۶۶ھ میں ارکاٹ میں تولد ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اولاً اپنے دادا مولوی نظام الدین احمد سے پائی اس کے بعد مولانا امین الدین احمد خاں اور ملک العلما مولانا عبد العلی بحر العلوم چشم و چراغ فرنگی محل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا ختم تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اولاً امیر الامرا فرزند والا جاہ کی رفاقت میں رہتے تھے۔ پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عمدۃ الامرا کے عہد میں چیف جسٹس مقرر ہوئے مگر ان کی متلون مزاجی سے ناراض ہو کر خدمت سے استعفا دے دیا اس کے بعد سد ہوٹ ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے ۱۲۱۵ھ میں عظیم الدولہ نے

---

[1] انڈیا آفس میں بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ مطبوعہ ہے جس میں اُردو مخطوطات انڈیا آفس درج ہیں مگر یہاں ایک اور خام کیٹلاگ دہلی کلکشن کے نام سے ہے۔ اس کے اکثر مخطوطات اس فہرست میں نہیں ہیں۔

مدراس طلب کرکے مدارالمہامی کی خدمت پر مامور کیا اور شرف الدولہ غالب جنگ شرف الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۱۲۳۳ھ میں اس سے مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اکتیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے تیس عربی اور فارسی ہیں ایک اردو ہے جو زیر بحث ہے ۱۲۴۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا[۵۱] مسجد والاجاہی مدراس میں دفن ہوئے۔ اپنی یادگار دو فرزند چھوڑے بڑے مولوی عبدالوہاب[۵۲] مدارالامرا جو نواب محمد غلام غوث خاں والاجاہ کے زمانہ میں مدارالمہام مقرر ہوئے اور دوسرے مولوی محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ یہ اسی زمانہ میں قاضی تھے آپ کے بہترین اردو تصنیفات جو نثر میں سیر عقائد اور فقہ میں لکھی گئی ہیں خاص شہرت رکھتی ہیں صراحت کے لئے دکن میں اردو ملاحظہ ہو۔

زیر بحث کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کیدانی کا ترجمہ ہے جو حنفی فقہ ہے۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"جان تو بلا شک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اسکے کہ فرمان برداری کرے وہ اللہ برتر کین پس ثواب پاوے اور درمیان اسکے کہ نافرمانی اوسکی پھر عذاب کیا دئی وہ اور جانچ اللہ کی موقوف ہے ساتھ عمل شرع کے اور ساتھ عمل غیر شرع کے۔

خاتمہ

اور حاشیہ ہدیہ کی سے اور کتاب متفق سے اور کشف سے اور میزان اصل سے تمام ہوئی یہ کتاب مبارک اچھی کہ نام اسکا خلاصہ کیدانی ہے۔

ہمارے خاندانی کتب خانوں میں یہ موجود ہے۔

---

۵۱ تاریخ احمدی۔

۵۲ مدارالامرا کے فرزند نواب شرف الدولہ ثانی تھے جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں۔

چار گلشن

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۶۶۸۵) ورق (۲۲۱) سائز ۷×۴½ سطر (۱۲) خط نسخ کاتب سید یعقوب تاریخ کتابت ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۲ھ بمقام قادر نگر عرف تجاور مصنف سرشار۔

چونکہ یہ مخطوطہ کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوا ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے کچھ لکھا ہے۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ عمدۃ الامرا رئیس ارکاٹ کے مصاحب تھے۔ تعجب ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحوں میں حمد ہے پھر دو صفحے مناجات کے ہیں پھر نعت دو صفحوں میں اس کے بعد منقبت حضرت علی اور معراج کے حالات ہیں اس کے بعد بادشاہ کی تعریف اور سبب تالیف مثنوی کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

یہ منظوم چار درویش ہے اس لئے قصہ کے صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مثنوی عمدۃ الامرا (سنہ ۱۲۰۰ھ تا سنہ ۱۲۱۶ھ) نواب ارکاٹ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔

نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ابتدا:۔

سخن کا جو ہی انجمن دلکشا ہی اوس بزم کا شمع حمد خدا
ہی ایسا شہنشاہ وہ بی نظیر بوشاہان کو بخشا ہی تاج و سریر
بڑی جیں فلک گرچہ با آب و تاب تیری بحر قدرت کی ہیں نہ حباب

کروں مدح نواب عالی جناب | کہ ہے عمدۃ الامرا جسکا خطاب
بڑی اوسکی دولت بڑا اسکا ٹھاٹ | وہی وارث صوبہ ارکاٹ
سخاوت کی گھر کا ہی روشن چراغ | ترو تازہ اوسی عدالت کا باغ
وہ شیر دلاور بمیدان جنگ | ولایت میں حسن نام از زیب فرنگ
وہی حلم و تمکیں کا کوہ گراں | مروت کوئی کیا کری امتحان

- - - - - - - -

اسی سلسلہ میں دوسروں کی مدح اس طرح کرتا ہے:۔

اگر دیکھئے اس مکان غور کر | محمد نجیب الدین خان نامور
او نیرا مارنگی ہی برج کا | وہ گوہر سخاوت کی ہی درج کا
کہ ہی موج زن جسکا دریائے حلم | بیان کیوں نکھو اوس کا ہر پای علم

ولی عہد ارکاٹ کی مدح کے بعد مزید شرح کرتا ہے۔

سخندان سخن ور کا ہی قدر دان | سخن اوس کا شیریں ہی رنگیں بیان
دل اوس کا صفا واقف راز ہی | تخلص کہوں اس کا اعجاز ہی
کہ یکروز آراستہ کر مکان | وہ بیٹھا تھا مسند پہ با فر و شان
تھا حاضر وہاں خان حیدر نواز | کرم سے ہی جسکی جہاں سرفراز
رشید علی خان بہادر امیر | وہ سردار کا تھا بہت دلپذیر
وہ سردار کا جو کی ہی نور عین | وہ عالی نسب مرتضی حسین
غلام علی خان و حیدر علی | جو تھی جان و دل سے غلام علی
تھا بازو سی بیٹھا جوان سبز رنگ | وہ قادر حسین خان سرافراز جنگ
دو فرزند سردار کی در تاج | وہ تھی بزم آرا کی دو سراج

تہا واجد علی خاں باحشم وجاہ — دل وعقل روشن وہ عالی نگاہ

اسی سلسلہ میں حسب ذیل اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے سید حسن خاں۔ رضا حسین خاں۔ معروف علی خاں۔ مسیح الزماں خاں۔ نظام الدین حسن خاں۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

تہا اوس بزم میں شعر کا گفت وگو — اوسی دن میں بہی گیا رو برو
کہا مجکو ای میر سرشار آ — ہوا تیری آنی سی دل خوش میرا
کر تو باغ معنی کا ہی اب ورنگ — تیری دیکہہ اشعار عالم ہی دنگ
کہی شعر رنگیں ومضمون نئی — کہی تو سخن تو نہ پہر کوہی کہی
کہا تو نی قصہ قصائد کئی — نشانی تیری ہر مکان پر رہی
اگر جاوی دیوان تیری ہر کہیں — جو دیکہا کہا آفرین آفرین
جو ہی چار درویش کی یہ کتاب — ہی مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہندی اوسی تو کری — جواہر معانی کی اسمیں بہری
جو دیکہی وہ قصی کو دیوانہ ہو — سخن شمع ہو خلق پروانہ ہو

شروع کر ہوا سال یک در حساب — بفضل خدا ہوی مرتب کتاب
شب بدر رجب کی تہی دلفروز — تہا شاہ نجف کی تولد کا روز
جو چاہا میں تاریخ یا بوتراب — وہ ہاتف دیا چار گلشن خطاب
برابر سبہو در شہوار کے — کیا نذر رجب میں وہ سردار کے

ابتدا داستان اور دیگر نمونہ ملاحظہ ہو۔

جسی در معنی کا اب گنج ہی — خریدار اوسکی گہر سنج ہے
سنانا ہی سرشار اب داستان — سنو کان دہر کر اے مہربان

تھا ایک بادشاہ کار فرمائی روم | سخاوت کی جسکی جہاں میں تھی دھوم
کرم خلق پر اس کا تھا بے شمار | زمانیکا پرور تھا جیب و کنار
جو سائل کری آ اسکی در پر سوال | نہ پھر کس سی چاھی زر و سیم و مال

میں آفت سی دریا کی ای بادشاہ | بچا جب چلا لیکہ بستی کی راہ
کیا سمت بازار کی جب خرام | تھا وھاں بہی قسمت میں آب و طعام
گرفتار ھو چور سمجھا یا سہا | سیاست سی پہردار کی بچہ رہا
لیجا چاہ میں جب دی مجکو ڈال | خدا سی کیا عرض میں اپنا حال

اٹھا چوب لی اسکو دیکھا میں جا | وہ بیٹھی تھی روتی ہوی سر جہکا
لگایا میں یک چوب نزدیک جا | تلی سانس بھر اُن نی ھو گئی فنا
وہ توشہ کا صندوق اٹھا لیکہ میں | وہ ہر روز کھاتی لگا اس کتیں
خداوند رازق بندہ نواز | کری پرورش سبکو ھو کارساز

جدائی کا شعلہ بھڑکنی لگا | گویا مرغ بسمل تڑپھنی لگا
کیا جیب و دامن کو میں چاک چاک | اوڑانی لگا سر پو میں اپنی خاک
کیا آہ پر آہ میں ھائی ھائی | بہا اشک گلرنگ کہا دای دای
مجہی دیکہ دائی نی سر پیٹ تی | کھری آکی چہاتی کتیں کوٹتی

غزل کا نمونہ

اری یہ فلک کیا دل آزار ھی | جفا کار ھی سخت مکار ھی

اگر ہووین معشوق و عاشق بہم — تو آنکھون میں اسکی گویا خار ہی
مبدل کرے وصل کو ہجر سے — یہ عادت ہی اسکی یہ اطوار ہی
فلک کا کہاں تک میں شکوہ کرون — ارے یار تیرا خدا یار ہی
مجھے تو کہیں اپنی دل سے نہ بھول — اگر عاشقی میں وفادار ہی

ملاقات میری سے خوابو خیال
سے اسمین کرنا یک آزار ہی

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

گیا روم کو جب وہ آزاد بخت — پسر کو خوشی سے دیا تاج و تخت
وہ ظاہر پسر کی نیابت کرے — شب و روز حق کی عبادت کرے
شہنشاہ کبھو روم کو آپ جائے — کبھو اپنی داماد کی تئیں بلائے
خدا کا وہ کر شکر رہتی تھی شاد — خدا دیوے ہر یک کی ایسی مراد
دے ساقی مجھے ایک باقی جام — یا ہو درد یا صاف بھر دے تمام
نہ یہ مے کہ جس سے ہے عالم خراب — دے وہ مے جو ہو الفت بو تراب

دور آصفیہ کے مخطوطات

اب ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ۱۱۳۶ھ کے بعد دکن کے بڑے حصہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آصفجاہ اول نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم فرمائی تھی۔

بانی خاندان آصفیہ نواب قمرالدین خان حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ عابد خاں شاہ جہاں کے زمانہ میں ایران سے دہلی آئے اور اعلیٰ خدمت سے سرفراز ہوئے۔ عالمگیر کے عہد میں مزید ترقی ہوئی گولکنڈہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے زیر تالاب حمایت ساگر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

آپ کے فرزند خواجہ شہاب الدین خاں ہیں جن کی شادی شاہ جہاں کے قابل وزیر سعد اللہ خاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ عالمگیر کے دربار سے آپ کو غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ کارہائے نمایاں اور اعلیٰ قدر مراتب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

غازی الدین خاں کے فرزند سعد اللہ خاں کے نواسے نواب میر قمرالدین خاں ہیں جو آصفجاہ کے مبارک لقب سے آج یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے عہد عالمگیری میں ترقی کرتے ہوئے منصب چہار ہزاری کے ساتھ چین قلیچ خاں کے خطاب سے سربلند کئے گئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے آپ کو خان دوران خاں کے خطاب کے ساتھ صوبہ داری اودھ اور فوجداری لکھنؤ پر مامور کیا۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں آپ خدمت سے کنارہ کش ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

عالمگیر نے دکن کی فتح کے بعد اپنے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ کام بخش کو یہاں

کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جب عالمگیر کے بعد خانہ جنگی برپا ہوئی تو شاہ عالم بہادر شاہ کا دکن پر بھی قبضہ ہو گیا۔ شاہ عالم کے صرف چار سالہ عہد حکومت کے بعد جہاں دار شاہ مسند حکومت پر متمکن ہوا مگر مغلیہ سلطنت پر تباہی آ چکی تھی۔ سکھ۔ مرہٹے۔ اور راجپوت سر اٹھا چکے تھے۔ بادشاہ کی نااہلی اور طرفہ عیش و عشرت کی مشغولی نے بہت جلد ملک کے حصے بخرے کر دیئے۔

فرخ سیر سید عبد اللہ اور سید حسین دو امیروں کی مدد سے حکمراں ہوا اور آصفجاہ کو نظام الملک فتح جنگ کے خطاب کے ساتھ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ مگر دربار میں سیدوں اور ان کے رشتہ داروں کا زور تھا چند سال بعد فرخ سیر کو قید اور قتل کر کے رفیع الدولہ اور رفیع الدجات کے بعد روشن اختر محمد شاہ کو تخت دہلی پر بٹھایا گیا۔ اور نظام الملک کو دکن کی صوبہ داری سے فوجداری سنبل و مراد آباد پر متبدل کر دیا گیا حسین علی خاں نے دکن کی صوبہ داری اپنے نام کر لی۔

نظام الملک کو مراد آباد کے بعد مالوہ کی صوبہ داری دی گئی۔ امرا دربار سیدوں کے عروج سے جل گئے آپس میں نفاق ہو گیا آئے دن کی بد انتظامی سے تنگ آ کر نظام الملک مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی عرصہ میں سیدوں کا آفتاب عروج غروب ہو گیا دونوں قتل ہو گئے۔

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو دکن سے طلب کر کے قلمدان وزارت آپ کے تفویض کیا۔ (۱۱۳۴ھ) آپ انتظام ملک میں مشغول ہوئے اسی زمانہ میں نادر شاہ کا نادری حملہ ہوا سلطنت دہلی کی حالت نہایت کمزور ہو گئی۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ کوشش کی مگر خود غرض لوگ آپ کے خلاف محمد شاہ کو بہکانے لگے جس کے باعث آپ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی جانب متوجہ ہوئے۔ (۱۱۳۶ھ)۔

آپ کے وزارت کے زمانہ میں یہاں (دکن) عماد الملک مبارز خاں صوبہ دار مقرر کیا

گیا تھا آپ کی واپسی پر وہ مقابلہ کے لئے آیا شکر کہرہ کی لڑائی کے بعد آپ منصور و مظفر داخل اورنگ آباد ہوئے۔ اس طرح آصفجاہ کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا پچیس سال تک آپ نے نہایت کامیابی اور عمدگی سے مسند دکن پر حکمرانی فرمائی قلمرو آصفی کا طول آٹھ سو میل اور عرض چار سو میل تھا اس طرح دکن کے بڑے حصہ پر آصفی پرچم لہرا رہا تھا ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بعد حسب ذیل حکمراں مسند حکمرانی پر متمکن ہوئے۔

(۱) نواب ناصر جنگ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۲) نواب مظفر جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۳) نواب صلابت جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ

(۴) نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی ۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ

(۵) نواب سکندر جاہ ۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ

(۶) نواب ناصر الدولہ ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ

(۷) نواب افضل الدولہ ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ

(۸) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکان ۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ

آصفجاہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں (آپ کے بھانجے) فرانسیسیوں کی تائید سے دعوے دار سلطنت بنے دونوں میں جنگ ہوئی آپس کی صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا مگر بعض مفسدوں کی شرارت سے ناصر جنگ شہید ہوگئے مظفر جنگ حکمراں بنے لیکن مفسدوں نے آپ کو بھی قتل کر دیا ان کے بعد آصفجاہ کے تیسرے فرزند نواب صلابت جنگ مسند دکن کے مالک بنے (۱۱۶۴ھ) فرانسیسیوں کا عروج ہوا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا اور سلطنت کے بعض حصوں پر قابض ہوگئے۔

گیارہ سال کی حکمرانی کے بعد صلابت جنگ نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

(سنہ ۱۱۷۵ھ) آپ کے دوسرے بھائی نواب میر نظام علی خاں جانشین ہوئے دربار دہلی سے آبائی خطاب (نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ یار وفادار) سے سرفراز ہوا۔ شروع شروع فرانسیسیوں سے اتحاد رہا مگر جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا تو یہاں بھی اوس کے اثرات مرتب ہوئے۔ محمد علی خاں والاجاہ کی کوشش سے انگریزوں سے آپ کی دوستی مستحکم ہوگئی اور فرانسیسیوں سے ہمیشہ کے لئے تعلق منقطع ہوگیا۔ آپ نے بارہا انگریزوں کی تائید وحمایت میں عساکر آصفی سے مدد دی۔ سنہ ۱۲۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزند سکندر جاہ اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند ناصر الدولہ اور ان کے بعد افضل الدولہ سریر آرا حکومت ہوئے آپ کے زمانہ میں سنہ ۱۸۵۷ء کا مشہور غدر ہوا۔ یار وفادار نے دوستی کا ثبوت دیا اس فتنہ سے دکن مامون رہا۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں آپ کے انتقال پر نواب میر محبوب علی خاں مسند نشین ہوئے۔ آپ کے کم سنی کے باعث انتظام حکومت ایک ریجنسی کے سپرد رہا جس کے صدر شمس الامرا اور ارکان مختار الملک سالار جنگ اول اور نریندر پرشاد تھے سنہ ۱۳۰۱ھ میں آپ کو پورے اختیارات دیئے گئے۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکان کے انتقال پر اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی خدا دیر گاہ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین

آصفجاہ بڑے مدبر بڑے عقلمند و دانش مند تھے علم وہنر کی قدر دانی کے ساتھ خود بھی ذی علم تھے۔ آپ کا دربار علما و صلحا کا ماوی و ملجا تھا۔ دہلی کے ارباب کمال دکن آتے اور

لہ یہ حالات حسب ذیل کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تزک آصفیہ۔ گلزار آصفیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی۔

آپ کی قدردانی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد اسی عہد کے یادگار ہیں جنہوں سے اورنگ آباد کو وطن بنالیا تھا۔

آپ نہ صرف سخن فہم و سخن سنج تھے بلکہ خود بھی فارسی کے زبردست شاعر تھے آصف تخلص تھا۔ کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کال نہ کہو کوئی میرے دلبر کو حسد سے
مجہ داں کن یہ دعائے یمنی سے

آصفجاہ کی علمی قدر دانی کے متعلق مولانا آزاد رقم طراز ہیں:۔

"فقرار و علمار و صلحار و ارباب استحقاق را بحضور ہی سے بر دو بقدر قسمت ہر کس ترسیع بظہور ہی می رسید علمار و مشائخ دیار عرب وما ورالنہر و خراسان و عراق عجم و اطراف ہندوستان منت قدر دانی او شنیدہ رو بدکن آور دو زلہ از شیلان کثیر الالوان بر دند"

آصفجاہ اول کے بعد بھی فرمانروایان دکن کو علمی قدردانی اور علم پروری کا خاص ذوق تہا علمار و مشائخین کے علاوہ طلبہ کے لئے یومیے۔ روزینے۔ امداد مقرر کئے جاتے تھے اور اکثر اوقات یہ روزینے دوامی ہوا کرتے تھے تاکہ شایقین علم قوت بسری کی فکر سے مستغنی ہوکر اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہیں۔

آصفجاہ اول کے سوا ناصر جنگ اور میر محبوب علیخاں غفران مکان کو شاعری کا بھی خاصہ ملکہ تہا اول الذکر فارسی کے زبردست شاعر تھے ناصر تخلص تہا ضخیم دیوان موجود ہے۔ اردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔

اے کبوتر جا کہ یوسف کو کہ گھر سے نکل
چاہ سے تیرے زلیخا ہوگئی ہے باولی

یا نور سید جہان تہا مجھے معلوم نہ تہا
ذرہ ذرے میں عیان تہا مجھے معلوم نہ تہا

عثمان مکان کا تخلص آصف تھا داغ آپ کے اُستاد تھے آپ کا اُردو کلام مشہور ہے" دکن میں اُردو" میں آپکے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

فرمانروایان آصفی کی طرح وزرا و امرایان سلطنت آصفیہ کو بھی شعر و سخن سے دلچسپی رہی اور وہ اپنے وقت کے ممتاز شاعر تھے۔ مثلاً صارم۔ شاداں۔ احسان ثانی۔ آفاق۔ ربط وغیرہ راجہ چندو لعل کے نواسے مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بھی اُردو کے زبردست شاعر ہیں آپ کا صوفیانہ کلام اپنا آپ نظیر ہوتا ہے۔

اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کی علمی قدر دانی ضرب المثل ہے ترقی العلوم کے لئے آپ کا عہد میمنت عہد عہد مامونی بغداد و عبد الرحمانی قرطبہ سے کم نہیں۔ دیگر علوم کے قطع نظر اُردو کی ترقی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ زبان اُردو پر گراں بہا احسان ہے۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام اور دار الترجمہ کا افتتاح ترقی اُردو کے لئے آب حیات سے کم نہیں۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی خاص ذوق ہے "عثمان" تخلص فرماتے ہیں امیر مرحوم کے جانشین جلیل کو آپ کے استادی کا شرف حاصل ہے۔ کئی ایک صاحبزادگان بلند اقبال کو بھی شاعری کا شوق ہے۔

غرض کہ اس عہد میں گلشن اُردو کی بہار ہے دعا ہے کہ خدا اس بہار کو سدا بہار بنائے اور تاجدار آصفی کے زیر سایہ پھولے پھلے اور اپنے میوا ثمر سے نونہالان چمن کو نہال کرے۔

صفحات آیندہ میں ہم ان مخطوطات کا بیان کریں گے جو اس دور سے متعلق یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) دیوان ولی — ولی

سلہ تفصیل دکن میں اُردو سے معلوم کرو۔

(۲) خلاصۃ المعاملات	عاصی
(۳) انواع العلوم	عاصی
(۴) شوہر نامہ	صابر
(۵) سوداگر کی بی بی	قیاسی
(۶) مثنوی عقد فاطمہ	مخدوم حسینی
(۷) معجزات رسالت	ایضاً
(۸) انتخاب دیوان سراج	سراج
(۹) مثنوی راگ مالا	عزلت
(۱۰) دیوان عزلت	ایضاً
(۱۱) مثنوی لال و گوہر	عاجز
(۱۲) دیوان عاجز	عاجز
(۱۳) در مجالس	کمینہ
(۱۴) قصہ بہول صادق	لطیفی
(۱۵) جنگ نامہ بہاؤ راؤ	؟
(۱۶) جنگ نامہ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	؟
(۱۷) روضۃ الصالحین	؟
(۱۸) دیوان چندا	چندا
(۱۹) دیوان شاداں	شاداں
(۲۰) مرثیہ	ولی
(۲۱) مرثیہ	رضی
(۲۲) مرثیہ	قادر

(۲۳) مرثیہ — روحی

(۲۴) دیوان حسینی — ہاشم علی

(۲۵) مراثے ————— شعرائے مختلف

دیوان ولی

ولی اورنگ آبادی کے پندرہ دیوان یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں (۸) نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ کیمبرج یونیورسٹی میں تین نسخے آکسفرڈ یونیورسٹی میں دو نسخے اور اڈنبرا یونیورسٹی میں ایک نسخہ ہے۔

انڈیا آفس (۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۰۱) سائز ۹½ × ۵½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۴۴ھ

(۲) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۴) ورق (۲۱۲) سائز ۷¼ × ۴½ سطر (۱۱) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۳) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۵) ورق (۱۳۴) سائز ۸½ × ۴¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۴) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۶) ورق (۱۱۶) سائز ۸ × ۵ سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق

(۵) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۷) ورق (۱۰۶) سائز ۹¼ × ۵¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۶) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۸) ورق (۵۸) سائز ۸¾ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۷) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۹) ورق (۱۰۷) سائز ۹½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۴) خط نستعلیق

(۸) بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۰) ورق (۲۷) سائز ۱۲ × ۷ سطر (۲۱) خط نستعلیق کتابت ۱۲۸۰ھ

(۹) برٹش میوزیم نمبر (۲۴۰۵۶ اڈیشنل) ورق (۱۳۴) سائز ۸ × ۶¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۱۰) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۳۵ ۵ اوڈیشنل) ورق (۱۰۲) سائز ۹ × ۷ ½ سطر (۱۴)
خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۱) کیمبرج کنگ کالج نمبر (۱۶۴) ورق (۹۱) سائز ۹ × ۷ سطر (۱۴) خط نستعلیق

(۱۲) کیمبرج کاپز کالج (   ) نمبر (۴۰) ورق (۵۹) سائز ۱۱ × ۸
سطر (۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۱۲ھ

(۱۳) اکسفرڈ یونیورسٹی نمبر (۴۶ ۴   ) ورق (۱۲۵) سائز ۸ ۵/۸ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۵)
خط نستعلیق

(۱۴) اکسفرڈ نمبر (۶ ۵ اوریئنٹل) ورق (۵۹) سائز ۹ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق
کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۵) اڈنبرہ یونیورسٹی نمبر (۲۷۸) ورق (۱۱۹) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق

ان کے علاوہ برٹش میوزیم میں ایک انتخاب بھی ہے (۳۲۷ ۷ اڈیشنل) جس کی کتابت
۲۰ شعبان ۱۲۲۴ھ کو ہوئی ہے یہ صرف چند اوراق پر مشتمل ہے۔

ولی کے متعلق بلوم ہارٹ کے معلومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"ولی دکھنی جن کا نام شاہ ولی اللہ تھا بعض محمد ولی اور بعض ولی اللہ
سے موسوم کرتے ہیں۔ ولی الدین بھی کہا گیا ہے۔ یہ احمد آباد گجرات کے
رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہ الدین کے مریدوں میں ان کا شمار ہوتا
ہے۔ ابو المعالی کے ساتھ اورنگ زیب کے عہد ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء میں دہلی گئے
یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی پہلی مرتبہ فارسی کے بجائے ریختہ
نظم لکھی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دیوان کے ساتھ وطن کو واپس ہوئے
اس کے بعد محمد شاہ کے عہد ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۲ء میں پھر دہلی گئے۔ جہاں ان
کے اردو کلام کی بڑی تعریف ہوئی"

دیگر مولفین کیٹلاگ نے ولی کے متعلق مختصر طور پر صراحت کی ہے مثلاً آکسفرڈ کی کیٹلاگ میں لکھا گیا ہے۔

"ہندوستان کے ممتاز شاعر شاہ محمد ولی گجراتی ان کا تخلص ولی تھا

کہا جاتا ہے کہ اونہوں نے سب سے پہلے اُردو میں دیوان مرتب

کیا یہ اورنگ زیب کے عہد میں دہلی آئے تھے۔"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں صراحت کی گئی ہے:۔

"شاہ ولی اللہ گجرات کے باشندے تھے۔ دکن میں سکونت کرلی تھی

عالمگیر کے زمانہ میں زندہ تھے یہ اردو کے پہلے شاعر تصور ہوتے ہیں۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی دیوان ولی موجود ہے اس نے کچھ بھی وضاحت نہیں کی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ "ولی گجراتی ان کے دیوان کے بکثرت نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں دیوان ولی شامل نہیں ہے۔

ولی کے دیوان اب تک متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور ان کے حالات بھی عام طور سے معلوم ہیں حال ہی میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی جانب سے کلیات ولی شائع ہوا ہے۔ جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ولی کے حالات اور اوس کے کلام پر بحث کی گئی ہے۔ اور مختلف دیوانوں سے اس کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر یورپ کے مواد کے مدنظر اس میں مزید اضافہ کی گنجایش ہے۔

کلام کے قطع نظر ان دیوانوں سے بعض دیگر حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان دیوانوں میں بعض ولی کے زندگی میں مرتب ہوئے ہیں اور ایک دیوان ابوالمعالی کے فرزند کا مرتب کردہ ہے یہ ابوالمعالی وہی ہیں جن کے ساتھ ولی نے دہلی کا سفر کیا تھا۔

ولی کا نام ان مخطوطوں کے اندرجات سے ولی محمد معلوم ہوتا ہے اوران کا دکہنی ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ یورپ کے مولفین کیٹلاگ نے ان کے ساتہہ گجراتی کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے چونکہ تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں اونہوں نے گجرات میں اپنا بڑا وقت صرف کیا ہے اس لئے گجراتی مشہور ہوگئے تھے ان مخطوطوں کی صراحت کے قطع نظر خود ان کے کلام سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکہنی تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

اگرچہ شاعر ملک دکن ہے   ولی ایران وتوران میں ہے مشہور

یو مکہ کی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی مجلس
ولی پیدا اگی کرتا ترے ملک دکن بہتر

اسی طرح ولی کے سنہ انتقال کے متعلق مختلف خیالات ہیں بعض اصحاب ۱۱۵۵ھ اور بعض ۱۱۴۲ھ ظاہر کرتے ہیں آخرالذکر زیادہ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب ولی کے کلام کے مدنظر اس کی عربی و فارسی قابلیت پر حرف گیری کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قابل نہیں تہا بلکہ ولی اپنے عہد کا حقیقی نمائندہ اور فطرتی شاعر تہا زمانہ مابعد میں جو عالمانہ اصول بنائے گئے تھے وہ ولی کے زمانہ میں رائج نہ تھے۔ جو الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان کو اس نے اسی طرح اُردو میں منتقل کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں تہا کہ وہ اپنے شاعری میں عربی اور فارسی الفاظ اور محاورات استعمال کرکے اس کو عربی و فارسی لفظیات کی کتاب یا لغت بنادیتا وہ اپنے زبان کے لئے ایک مصلح و مجدد کی حیثیت رکہتا تہا۔

ایک زمانہ تہا کہ ولی کو اُردو شاعری کے باباآدم سے مخاطب کیا جاتا تہا گویہ اس لئے

صحیح نہیں ہے اس سے ایک صدی پہلے کی شاعری کا پتہ مل چکا ہے مگر ولی نے اردو کی ترمیم میں خصوصاً صنف غزل گوئی میں جو کچھ کام کیا ہے وہ ہمیشہ زبان اردو کی تاریخ میں تاباں اور درخشاں رہے گا۔ آج میر اور مرزا کے کلام پر جو کچھ مدح سرائی ہوتی ہے وہ ولی کے خوشہ چینی ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ولی کے متعلق زیادہ وضاحت کی جائے البتہ اس کی تصنیفات پر کچھ صراحت ضروری ہے۔

ولی نے قدیم شعرائے دکن کی طرح کوئی مستقل مثنوی نہیں لکھی ان کی یادگار غزلیں ہیں جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ ہم کو اتنا موقعہ نہیں ملا کہ کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو کے غزلوں کے ساتھ یورپ کے دیوانوں کا مقابلہ کرتے۔ مگر کہا جا سکتا ہے کہ وہاں کے دیوانوں سے ایسی غزلیں دستیاب ہو سکتی ہیں جو کلیات ولی میں نہیں ہیں۔

غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن قصیدہ۔ ترجیع بند۔ مسدس۔ رباعی۔ مثلث۔ فرد قطعہ ہر ایک میں ولی نے طبع آزمائی ہے۔ غزلوں اور فرد کے قطع نظر دیگر صنف کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کو مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیئے
۱	قصیدہ	۶	۶
۲	مخمس	۱۵	۱۸
۳	مستزاد	۹	۹
۴	ترجیع بند	۲	۲
۵	بازگشت	۲	۲
۶	مثلث	۱	۱

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کے مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۷	چار در چار	۱	۱
۸	قطعہ	۲	۲
۹	رباعی	۲۶	۲۶

مگر اس امر کا خیال رہے کہ کسی ایک دیوان میں ولی کا یہ پورا کلام نہیں ہے دیوانوں کے اندراجات کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

نمبر دیوان[1]	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱	۳۶۵	۲	۴	۲	۹	۲۷	۴۰	۲	+			
۲	۳۷۶[2]	۱	۲	۵	۷	۱۰	۴۶	۲	۲	۱	۱	
۳	۳۸۸		۶	۳	۹	۲۶	۲۹	۲				
۴	۳۵۰	۲	۵	۳	+	۲۳	۴۰	۲				۲
۵	۲۲۱	+	۲	۴	۳	۱۱		۱	۱	۱	۱	۱
۶	۲۷۲	+	+	۲	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۷	۳۴۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	۳۵۱	+	+	۱	۱	+	+	۱				
۹	تقریباً ۳۸۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰	۳۶۴	+	۱	۳	۱۱	۳	۲	۱				
۱۱	۲۴۱	۲	۴	۳	۹	۲۳	۲۲	۲	۱			۱

[1] یہ سلسلہ نمبر صفِ اول کے سلسلہ کے موافق قرار دیا گیا ہے۔

[2] بالکل صحیح تعداد نہیں ہے کیونکہ بعض حاشیہ کی غزل متروک ہو گئی ہیں۔

نمبر دیوان	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار در چار	مثلث	قطعہ
۱۲	۳۲۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	۲۴۷			۲	۳	۴			۱			
۱۴	۳۴۷		۵	۱	۱۰	۲۶	۲۰	۲				
۱۵	۳۶۲	۱	۱	+	۳	+	+	۱				

ذیل میں ولی کا وہ کلام درج کیا جاتا ہے جو کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج نہیں ہے۔ اس لئے غیر مطبوعہ ہے۔

مخمس

یہ برہ کی تار کیون کی جا دی   چلنے کی پکار کیون کی جادی
جان دار کی پار کیون کی جادی   دل یار کو چھو کیون کی جا دی
زخمی ہے شکار کیون کی جادی

بہترا ہون جہان وجگ سون ہزار   اس بند میں آ ہٹو ہون لاچار
کیونکر ہو برہ میں مست ہوشیار   جب لگ نہ ملی شراب دیدار
انکھیان کا خمار کیون کی جاوی

جب عشق کی فوج نے آئی گھیرا   حیران ہوا ہوا اس میرا
اس تن سون ہوا ہون تیرا چیرا   یکسان ہی ہمیشہ حسن تیرا
جنت سون بہار کیون کی جادی

یہ دل تری دیکھنے کو رووی   ہر شام صبح میں تل نہ سووی
یہ عمر عزیز غم میں کہووی   انکھوان سے اگر مدد نہ ہووی
مجھ دل کا غبار کیون کی جادی

عاشق کی یہی ہے جگ میں باتان   معشوق کی نانو پر بکا نان

نہین کام ہر ایک کا اسمیں آنا — ممکن نہیں اب ولی کا آنان

ہے عاشق زار کیون کی جادہی

یہ خمسہ دیوان م۲ میں ہے۔

خمسہ دیگر:۔

اے یار من بہلا ہے گا — بیچ اس کے بہت جفا ہی گا

جان من اس اوپر فدا ہی گا — ....مز مبتلا ہے گا

عشق بازوں بیچ شکا ہے گا

جان من اس طرف توں آیا کر — ایک دو بات خوش سنایا کر

ہر کسی کون گلے نہ لایا کر — بات کہکر سبہی بہلایا کر

اس سون تیرا بہت بہلا ہے گا

جان من ہر کہون پہرا مت کر — سخن بدکہون سنا مت کر

بانکہ دغندہ سون ملامت کر — ان دخل بازکون لیامت کر

زانکہ بسیار بیہودہ ہے گا

تہمتان لوگ کرتے ہیں مجہ پر — سب ترے واسطے سنے دلبر

تون مرا یار کسی سون نہ ڈر — لاک تلوار گر پڑی سر پر

سر تری راہ پر فدا ہے گا

ورنہ کہیون جو میں تلوار — ملک ہندوستان کرون گلزار

جس کے سر پر لگاکی مارون وار — یکسون دو کرون دو دو سون چار

تیغ میری سون لافتا ہے گا

درکف یار کاغذ تنگ است — یار من دیدنش لب بے ننگ است

شکر للہ کہ یار ہمرنگ است — یار من درجہان عجب رنگ است
رنگ با رنگ آشنا ہے گا

یار میرا ہے ہمچو شیرین بر — سارے خوبصورتون میں ہی گا نر
نام میں کہا ہون میں جس کا اثر کر — مدد اوست مرتضی حیدر
دلربا بوہی دلربا ہے گا
اے ولی تون شال سیمین بر — ہمچو جوگی ہو گشتہ ام دردر
یار میرا جو ہے گا جادوگر — سحر آنکھوں سے کیا مجہ پہ
نگہ اس کی میں کیا بلا ہے گا

یہ خمسہ دیوان مکلا میں ہے۔

دیگر :-

حضرت نبی کے نور سین سب جہان نورانی ہوا — روشن علی کی آل پر جیو جان قربانی ہوا
جامی نظامی مست کہو اب شعر خاقانی ہوا — حب الوطن کی مصر سون اب یوسف ثانی ہوا
تراغم مجہ دل منی اب ہمدم جانی ہوا
معشوق کی منزل میں آواز آیا جرس کا — کرتا جفا جورو ستم دیکہو حیابی ترس کا
دنیا من ثابت ہوا کچہ خوف ناہیں عرش کا — در دریکاری ہو پہرون مشتاق تیری درس کا
جل بل برہ کی آگ میں لعل بدخشانی ہوا
اس ملک ہندوستان میں مشہور کامل کا شرف — صاحب نگاہ ہویا کرو منہ نا نہیں غم کا حرف
ہر یک سون جا بار تا پری کم ذات کا جوہر ظرف — راکہی فقیرون کا کمل شاہان کی مسند پر شرف
ہما کو جس کا بوریا تخت سلیمانی ہوا
ناصح منع کرتا مجہے میں مست اپنی حال سون — دیکہی عجب ہم نے مزہ معشوق کے خط خال سون

اب چھوٹنا مشکل ہوا اس بند کی جنجال سوں — سن بیزار کلمہ پڑا آکاس اور پاتال موں

دنیا کی چاروں رکن میں دور مسلمانی ہوا

یہ دل کبوتر ہو مرا گیرا پڑا شاہین کا — جل جل انگارا ہو رہا یہ کام ہے نہیں دین کا

پوچھو اگر ہر خدا تک دکھ وفا مسکن ہوا — اس میں رہا قائم اچھو تک سایہ محی الدین کا

معشوق میرے کون مدد محبوب سبحانی ہوا

رباعی

باج تجھ درد کی جگ میں درد مجھے — نہیں ہمدم دو جا ہی غیر دم سرد مجھے

جب کہ دیکھا ہوں تیرا روپ نظر پر اور نہیں — عشق تیری نے کیا زر کی نمن زرد مجھے

دیوان نمبر۱ ورق ۸۸ الف۔

دیگر

نگاہ تیز و پلک تیز و غمزہ آتش تیز — گئے ہیں دل سوں مری ملک ہو سرستیز تیز

رقیب پر چلی جو چلی بس یو خاک کر لی نہوں — جو شرلک وو نکار ہی بریز بریز

دیوان نمبر۱ ورق ۸۸ ب۔

دیگر

تحصیل دل کوں ہونی یو کمہ کتاب بس ہے — دانائے منتخب کوں یو انتخاب بس ہے

مجھ حال کا کری گر آکر سوال دلبر — تو لا جواب ہو نا اتنا جواب بس ہے

دیوان نمبر۲ ورق ۱۵۸ الف۔

دیگر

جبکہ وہ رشک پری جلوہ گر ناز ہوا — دل کی تسخیر کوں مظہر اعجاز ہوا
سبزۂ خط نے رخ یار کوں بخشا ہے جلا — دیکھ یہ رنگ عجب آئینہ پرداز ہوا

دیوان م۲ ورق ۱۵۸ و دیوان م۵

دیگر

یوسف حسن آج سستا ہے — جا کہ لینی کو جیو ترستا ہے
مجی کوں کہو کہ جیو دنوں کا — ورنہ دیوان کا جیو میں بستا ہے

دیوان م۲ ورق ۱۵۹ الف

دیگر

آہ سوں مجہ جگر میں جو سید ہوئی — قاش مجہ عاشق کی تمہید ہوئی
اس سیہ دل سوں جا کہو یاران — ردی دیدی میری سفید ہوئی

دیوان م۲ ورق ۱۵۹ و دیوان م۵

دیگر

تجہ یاد سوں سینہ ہے مرا روشن باغ — جس باغ کے دیکھے سوں ہوا لالہ داغ
روشن باغ میں نگ غم کا محل باندھا ہوں — میں آہ کے جس بیچ کئے لالہ چراغ

دیوان م۳ ورق ۹۱

دیگر

شاخ گل ہے یا تہال رانہ ہے — سرو قد ہے یا سراپا نانہ ہے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں   خط نہیں یہ حسن کا آغاز ہے

دیوان مہ ورق ۹۲

دیگر

مہربانی و لطف دلربا   سابقا تھا سو اب نہیں دستا
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا   کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

دیوان مہ ورق ۹۲

دیگر

خوبرو کوں جمال لازم ہے   عشق کوں تب خیال لازم ہے
حسن کوں خط و خال لازم ہے   مسکین طوطی کوں فال لازم ہے

دیوان مہ ورق ۹۲

دیوانوں کے اختلافات کو مرتب کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے مثلاً کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج ہے۔

اے دوست تیری یاد میں دل کو کمال ہو   نقش مراد آئینہ تیرا جمال ہے
لازم ہے درس یار تحصیل رات دن   ہر مدرسے کے بیچ میں یہی قیل و قال ہے
(ص ۲۷۹، ۲۸۰)

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان ملا میں اس طرح ہے۔

اس رشک ماہ کا جسے ہر دم خیال ہے   دل اس کا رشک خوبی بدر کمال ہے
لازم ہے درس یار کی تحصیل اے ولی   ہر مدرسے کے بیچ یہی قیل و قال ہے

کلیات ولی میں درج ہے :۔

ترا قد دیکھ اے سید معالی   ہوئی روشن دلاں کی فکر عالی

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں درج ہے :۔

ترا قد دیکھ اے سید معالی   سخن فہماں کے ہوئی ہے فکر عالی

کلیات میں درج ہے :۔

لب یا چہرہ صنم کا بسکہ خوش انداز ہے   دلربائی میں برنگ موج گل ممتاز ہے

یہاں کے دیوان میں ہے :۔

لب سیمین ثریا چہرہ صنم کا بسکہ خوش آواز ہے   دلربائی میں برنگ موج گل ممتاز ہے

غرضکہ اس قسم کا مواد بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

ولی کی مثنویاں اور دہ مجلس | جہاں تک پتہ چلتا ہے ولی نے قدیم دکھنی شعرا کی طرح کوئی طویل مثنوی نہیں لکھی بلکہ مختصر سی دو مثنویاں لکھی ہیں جو یورپ کے دیوانوں اور ہندوستان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہیں۔ کلیات ولی میں بھی یہ مثنویاں شائع ہوئی ہیں جامع کلیات نے ایک مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً وہ دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد دہ مجلس کا قطعہ بھی درج کیا ہے۔ مجھے دہ مجلس کے ولی کی تصنیف ہونے سے اختلاف ہے میری رائے ہے کہ ولی اورنگ آبادی نے دہ مجلس نام کوئی مثنوی نہیں تصنیف کی۔ میں اپنی تائید میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہوں۔

(الف) ولی کے اب تک جس قدر دیوان دیکھے گئے اور جن میں مثنویاں درج ہیں ان میں صرف دو ہی مثنویاں پائی گئیں اگر ایک مثنوی اس کے دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے تو اس کا صرف اسی قدر حصہ ہر دیوان میں درج ہونا ایک تعجب انگیز امر ہے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ کل دیوان ایک سے نقل ہوئے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ

ہر جامع دیوان نے کیوں دہ مجلس کے صرف ابتدائی حصہ کو اپنے دیوان میں نقل کیا
مثنوی کا صرف اسی قدر حصہ دیوانوں میں ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے اسی
قدر حصہ کہا تھا۔

(ب) دہ مجلس کوئی تصنیف کسی ولی کی اب تک دستیاب نہیں ہوئی نہ تو
ہندوستان و دکن کے کتب خانوں میں اور نہ یورپ میں اس کا پتہ چلا۔ اس سے قیاس
ہوسکتا ہے کہ ولی کی دہ مجلس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

(ج) یورپ کے کسی دیوان میں دہ مجلس کا قطعہ تاریخ درج نہیں ہے خصوصاً سب سے
قدیم دیوان جو ۱۱۲۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ابو المعالی کے فرزند کے جمع کردہ دیوان میں اس کا نہ ہونا
اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے وہ تاریخ نہیں کہی۔

(د) دہ مجلس غالباً فارسی کا ترجمہ ہے ولی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع
ہے کہ وہ ذاتی تصنیف کے بجائے کسی کتاب کے ترجمہ پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ خود وہ
اس سے بہتر تصنیف کرسکتا تھا تو پھر اس پر تعجب ہوتا ہے کیوں اس نے فارسی سے ترجمہ
کرنا مناسب خیال کیا۔

ان وجوہ سے میں دہ مجلس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا خیال
ہے کہ دہ مجلس جو ولی سے منسوب کی گئی ہے دراصل وہ ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا ہے
خصوصاً جبکہ روضۃ الشہدا کا بیان دس مجلسوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہر مجلس کا پہلا شعر
مجلس ہی کے نام سے شروع ہوتا ہے مثلاً

کروں میں مجلس اول میں تحریر وفات سید عالم کا تقریر

کروں میں مجلس دویم پر غم وفات فاطمہ کر کر مرقم

قلم ہو غم کے صحرا کا مسافر   لگیا چلنے دم مجلس میں اک سر

اس طرح روضۃ الشہدا کا دوسرا نام وہ مجلس ہو سکتا ہے پھر تاریخ تصنیف کے شعر بھی قریب قریب ایک ہو گئے ہیں چنانچہ روضۃ الشہدا کے خاتمہ پر درج ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال   گیارا سو اوپر تھا نیوان سال
ولی اب رکھ قلم اور ختم کر باب   نبی اور آل اوپر بول صلوات

کلیات ولی میں جو قطعہ درج ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال   گیارہ سو پوتہا کتالیسوان سال
کہا ہاتف نے یو تاریخ معقول   ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے سہو کتابت ہوئی ہو۔ بہرحال جب تک وہ مجلس نام کوئی کتاب ولی کی دستیاب نہ ہو اور اس میں ولی کی مثنوی کا وہ حصہ جو دیوانوں میں درج ہے موجود نہ ہو میں اس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے میں تامل کرتا ہوں۔

یہاں بعض امور کا بیان نامناسب نہ ہوگا جن سے یورپ کے دیوانوں کے کاتبوں اور مالکوں وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس کے متعلق بھی سلسلہ وار صراحت کی جاتی ہے۔ دیوان سلسلہ ۱ کا کاتب حفیظ اللہ ہے اس کی کتابت دوم ربیع الثانی ۱۳ سنہ جلوس محمد شاہ (۱۱۴۴ھ) میں ہوئی ہے۔ نہایت خوش خط ہے۔ جلد انڈیا آفس میں بنوائی گئی ہے بوجہ بوسیدگی ہر ورق پر جھلی چسپاں کی گئی ہے۔

دیوان سلسلہ ۲ اس کی کتابت ۲۶ ربیع الثانی ۲۴ سنہ جلوس محمد شاہ (۱۱۵۵ھ) میں ہوئی ہے۔ کاتب محمد نورالدین علی ہے۔ اس نسخہ میں جابجا الفاظ کی اصلاح کی گئی ہے مثلاً "کیتا ہوں" کو "لکھا ہوں" وغیرہ بنایا گیا ہے حاشیہ پر متعدد اشعار زیادہ کئے گئے ہیں

اس نسخہ پر دو مہریں ہیں ایک میں محمد عبداللہ ولد حافظ محمد احمد ۱۱۸۶ھ اور دوسرے میں محمد احمد ۱۱۶۰ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے۔ خانگی یادداشتیں دیگر اصحاب کے اشعار وغیرہ بھی اس میں درج ہیں بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان گجرات میں مرتب ہوا ہے۔ دیوان نمبر ۳ اس کی کتابت ۲ ذیقعدہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی ہے کاتب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ہے۔ ابتدائی اوراق خوش خط ہیں مگر چند صفحوں کے بعد زشت خط ہوگیا ہے۔ اولاً بسم اللہ کے ساتھ ردیف الف کی بیس غزلیں خوش خط درج ہیں۔ اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ پھر ابتدا ہوئی ہے۔ اور کچھ مکرر کلام بھی درج ہوا ہے۔ دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے ذاتی کی ایک غزل بھی درج ہے کتابت کے بعد مقابلہ ہوا ہے جابجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں اس دیوان کے سرورق پر درج ہے: "تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن" اور آخری صفحہ پر درج ہے۔

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن
بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ ۱۱۵۶ھ ہجری بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر
یافت مالک وکاتب ایں دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی
است کسے دعوی کند باطل است"

دیوان نمبر ۴ اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے اور آخر پر حسب ذیل عبارت مرقوم ہے۔

"چہار دہم جزو دیوان ولی بموجب فرمودہ بہ جو کرج جیو سلمہ اللہ تعالیٰ
بخط ناسختہ د ؟) خادم بروز دسہرہ ارقام یافت"

دیوان نمبر ۵ اس کی تاریخ کتابت ۲ ذیحجہ ۱۲۰۸ھ اور کاتب غلام محمد ہے۔ پہلے صفحہ پر

حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"کتاب ہذا حسب فرمائش جناب سیٹھ صاحب برزرجی سہراب جی
یسرن بمقابلہ منشی لیسین خان بتاریخ ۱۱ جولائی ۱۸۰۸ء تسود شد
فقط لیسین خان"۔

اور آخر صفحہ پر درج ہے۔

"الحمد للہ والمنت کتاب دیوان ولی در بندر صورت اختتام یافت
تحریر تاریخ ۲ ذیحجہ ۱۲۸۰ھ الصلوۃ والسلام الراقم غلام محمد"

دیوان نمبر ۹ مملوکہ برٹش میوزیم اس کی کتابت ۲ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ بمقام بوین پلی (سکندرآباد) ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر حروف مصرع اور اشعار کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے غالباً وہ کاتب سے حل نہیں ہوئے، مثلاً

غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

خدا تجھ کون شا ہ بے نظیر کیا
تری جو خال ہے کہ اوپر اوسے وزیر کیا

مقطع بالکل متروک ہے صرف "ولی" لکھ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

ایک دوسری غزل میں لکھا گیا ہے

اگر ساجن آئے کی ہے -- تمنات کی   تو بھی دیکھ ہر نے سون ہر جو تیا اقرار کرنا کیا

ایک اور غزل میں۔

جب تجھ عرق کی وصفیں ....   عالم میں اوسکا نام جواہر رقم ہوا

غرضکہ اس طرح سے متعدد غزلوں میں الفاظ وغیرہ متروک ہیں۔

دیوان نمبر ۱۱ کی تاریخ کتابت ۲۴ صفر ۲۲ جلوس محمد شاہی (۱۱۵۲ھ) ہے خوش خط ہے سرخ جدول ہے۔ خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"دیوان ولی بحسب فرمایش رفعت و عوالی پیا خاں صاحب مہربان
محمد نسا پچھیو مرقوم شد بست و ششم شہر صفر سنہ ۲۲ جلوس محمد شاہ"

اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بنائے گئے ہیں
یہ دیوان فرانس کے محقق اُردو گارسی ڈی تاسی کی ملک رہا ہے کیونکہ اس کی دستخط
بھی موجود ہے اور بعض نوٹ بھی درج ہیں۔

دیوان نمبر ۱۳ کی کتابت ۲۵ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں ہوئی ہے کاتب آتما رام ہے جس کی
تصدیق خاتمہ کی حسب ذیل عبارت سے ہو سکتی ہے۔

"بخط بندہ احقر آتما رام بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۴۰ مطابق ۱۲۱۳ھ روز جمعہ
دوپہر شاہ عالم بادشاہ غازی"

دیوان نمبر ۱۵ کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے تاریخ کتابت اور نام کاتب
وغیرہ واضح ہوتا ہے۔

"بعون الملک الوہاب حسب الامر حافظ محمدی ولد خواجہ محمد فاضل مرحوم
اسکنہ اللہ فی دار الجنان در عہد خلافت بادشاہ عجاہ خلائق بارگاہ محمد شاہ
بادشاہ غازی ------ (؟) فی المعارک والمغازی کاتب الحروف
شیخ امام الدین ساکن .... (؟) بتاریخ دویم رجب المرجب
۱۱۵۳ھ روز سہ شنبہ نسخہ دیوان بوقت چہار گھڑی روز برآمد بہ تصحیح ---- (؟)
ایں صحائف پرداخت"

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوان نمبر ۳ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ولی کا نام ولی محمد صحیح
ہے اور وہ درحقیقت دکن کا باشندہ تھا نیز یہ کہ ۱۱۵۶ھ میں وہ بقید حیات نہیں تھا۔

دیوان نمبر ۱۴ میں ولی کی غزل "ہوا ہے رشک چنبے کی کلی کون" الخ کے حاشیہ پر ناصر علی سرہندی
کا اسدودوانی شعر حسب ذیل درج ہے۔

باعجازِ سخن گر اوڑ چلے تون
نہ پہنچیگا ولی ہرگز علی کون

ولی کے دیوان کے ہندوستان میں بکثرت مخطوطات موجود ہیں اور پہر متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے بہترین اور قابل تعریف نسخہ کلیات ولی کا ہے جس کو مولانا علی احسن صاحب احسن مارہروی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

غزل فراقی

اکسفرڈ کے دیوان ولی ۱۱۵ میں ایک غزل فراقی کی بھی درج ہے یہ بھی اسی عہد کا شاعر اور ولی اورنگ آبادی کا ہمعصر ہے۔ قدیم تذکرجات میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف میر حسن نے حسب ذیل صراحت کی ہے:۔

"فراقی تخلص از مردم دکہن بود ہمراہ فقیر اللہ آزاد بہ ہند آمدہ بود"

چونکہ اس کا کلام بھی نایاب ہے اس لئے وہی غزل درج کی جاتی ہے۔

باغ ہے سیر ہے نظارا ہے — سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
کان میں یار کے دُر بالی — مہر ہے ماہ ہے ستارا ہے
نگہ شوخ قاتل خونخوار — سیف ہے بانکہ ہے دودھارا ہے
ہات کے بیچ ساز مطرب کے — بین ہے چنگ ہے دوتارا ہے
آتون آغوش میں حجاب نکر — گوشہ ہے رات ہے اندھارا ہے
ملک کے دل خراب کرنے کون — شاہ ہے فوج ہے نقارا ہے

مجکون ہر دم فراق میں گزری
آہ ہے نالہ ہے پکارا ہے

خلاصۃ المعاملات

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۱۶۸۲/ت) ورق (۲۲۴) سطر (۱۵) نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۱۴۶ھ
پیارس کے کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے:

"عاصی۔ نور محمد برہان پوری تذکرہ گردیزی۔ تذکرہ شورش اور تذکرہ عاشقی میں ذکر ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی لکھتا ہے کہ عاصی کی دو مثنویاں جو فرائض اسلام پر سنہ ۱۱۴۶ھ اور سنہ ۱۱۴۷ھ میں لکھی گئی تھیں اور جن کے نام خلاصۃ المعاملات اور انواع العلوم ہیں پیارس کی امپیریل لائبریری میں موجود ہیں۔۱۹۶"

شفیق اور عبد الجبار ملکاری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اجداد کاشغر کے رہنے والے تھے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے باپ ہندوستان آئے اور نواب چغتہ خان کاشغری کی سرکار میں ملازم ہوئے ان کے بعد برہان پور آکر آصفجاہ اول کی ملازمت اختیار کی نصیر الدولہ عبد الرحیم خاں صوبہ دار برہان پور کے پاس مدت تک رہے۔ یہاں نور محمد عاصی تولد ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شاعری شروع کی مرزا محمد علی تسلیم کی شاگردی کی نصیر الدولہ کی مدح میں قصیدہ لکھا خلعت و انعام سے سرفراز ہوکر داروغہ قلم دان بنائے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ کا تعلق راست آصفجاہ اول اور پھر ناصر جنگ اور صلابت جنگ کی سرکار سے ہوگیا۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ میں صمصام الملک کے ہمراہ رہے اس کے بعد ملازمت ترک کر کے اورنگ آباد میں قیام کر لیا اور سنہ ۱۱۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

ان کا کلام سنجیدہ اور صاف ہوتا تھا۔ قصائد اور غزلیات تصنیف کئے تھے ان کے علاوہ دو مثنویاں لکھی جو اس وقت زیر بحث ہیں۔

خلاصۃ المعاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہی مسائل میں لکھی گئی ہے۔ تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔ مگر کتابت سنہ ۱۱۲۶ھ میں ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی تصنیف اسی زمانہ یا اس سے پہلے ہوئی ہوگی۔

حمد و نعت کے بعد فصلوں میں نفس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام بھی نظم میں بیان کیا ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدا۔

اللہ اکبر قول و فعل و اول حمد مدام　　حمد بیجا ہی جتھی نا ہیں اوہ تمام
اللہ واحد خالق رازق او ہو رب غفور　　تال ارادت کل عالم کتیں آپ ظہور

اس کتابی نانو خلاصۃ معاملات مذکور　　دو چہا وہ عبادت الٰہی جی دل ترک خطور

سو عقد کرے وہ پتر باجی اوہ فاسق ہوا　　لعنت اس حلال ہرا رہ زوج مسودی ہوا

خاتمہ۔

جبۃ بھنی بدہ وہ وقت ہشی دررا　　عاصی طاقت سہل کچھ ہو یا فضل ہو یا خدا
عاصی طمع و عار داجی ذکری دعا　　اس ایمان باقی رکھ الٰہی عاصی کبھی خدا

انواع العلوم

اس کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر(۸۱۶) ورق (۱۳۰) سطر ۱۵ خط نستعلیق
کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ مثنوی بھی عاصی کی مصنفہ ہے۔ اس میں بھی فقہ حنفی کے مسائل ہیں ۱۱۴۴ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے جس کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔
حمد و نعت کے بعد نفسِ مضمون شروع ہوتا ہے پہلے نماز اس کے بعد روزہ پھر زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل کو بیان کیا ہے۔

ابتدا۔

اللہ واحد رب تون سچا تیرا راج   جو کچھ کل جہان ہے سب یہ تیرا محتاج

تاریخ تصنیف:۔

ہزار یکسو چوالیس پہ دوہان مادآتے وہ صنم   ہجرت بعد پچہان تون یہ رسالہ تم

خاتمہ۔

روز بھی دیر دار تون وقت دیکھ درار
فضل کرے رب مومنان ایمان رہی بقار

شوہر نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۳۰) اڈیشنل ورق (۶۰) سائز ۸½ × ۶¾ سطر (۱۴) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ایک مختصر دکھنی نظم شوہر کے مرنے اور اس تذکرے کے متعلق مصنفہ صابر مصنف نے اپنے نام کا اظہار اور تاریخ تصنیف کو جو ۱۱۵۶ھ ہے بیان کر دیا ہے"

صابر کے متعلق کسی دوسرے یورپین مصنف نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے کچھ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے صابر ایک غیر مشہور شاعر تھا چمنستان شعرا نے ایک شاعر متخلص صابر کا ذکر کیا ہے مگر ان کا تعلق پنجاب سے تھا جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے صابر کوئی نظام الدین نام بزرگ کا مرید تھا قادریہ طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔

اس مثنوی میں مردوں اور عورتوں کے حقوق جو ایک کے دوسرے پر ہیں درج ہوئے ہیں۔ حسب قاعدہ حمد اور نعت ہے۔ پھر شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کے ساتھ اپنے مرشد نظام الدین اولیا کی مدح کی گئی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :۔

اول حمد بولوں میں کرتار کا — دھنی ہے او دو جگ کا سنسار کا

کری پرورش اپنے سنسار کوں — رحم لطف دائم فضل پیار سوں

محمد حبیب او خدا کے رسول — ہوے اون پہ مصحف لی جبرئیل نزول

نظام الدین شاہ اولیا ہیں کہھر　　کراماتکی میرے ظاہر ہیں پیر
مدت حق نبی ہور مدد چار یار　　کریں غوث دستگیر صابر کو پیار

اے دکھنی زبانکی بچن بول بول　　سنو مومناں میں دیا ہوں جو کہول
سکاؤ علم عورتانکوں سگر　　کیا شوہروں پر خدا نے امر
ہر ایک مرد اوپر تو یو فرض ہے　　سکانا زنو نکوں علم فرض ہے

خاتمہ

شریعت بموجب کے باتاں بکا　　بیان مرد عورت کے حق کا لکھیا
کیا اسو سچا سس پہ آتھا سن چھٹا　　چلا کر قلم کے ترنگ کو روتا
سوا سو بنا بیت صابر تمام　　رکھیا شوہر نامہ گکر تسکا نام
تھا دن یکشنبہ سہ پہر گزر گم　　لکھیا ماہ شعبان میں کر کر ختم
یو تمت ہوا یہاں نہیں تمت تمام　　درود بر محمد علیہ السلام

سوداگر کی بی بی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۲۹ / اورینٹل) ورق (۱۲) سائز ۴ ½ × ۳ ½ سطر (۱۳) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۱ھ

مصنف کی صراحت:۔

"ایک سوداگر کی عورت اور اس کے عاشق کی داستان مصنف سید عبداللہ قیاسی۔ ایک دکھنی مثنوی ہے جو فارسی کے طوطی نامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ تخلص اور تاریخ کا اظہار بھی مصنف نے آخر مثنوی میں کر دیا ہے جو سنہ ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء ہے۔"

یورپ کے دیگر مصنفین کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مصنف کے متعلق قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں اور اس کی مثنوی بھی کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔

مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک سوداگر تھا اس کی بی بی نہایت حسین و جمیل تھی سوداگر سفر پر روانہ ہوا ایک مدت تک واپسی نہیں ہوئی اخراجات کی فکر ہوئی سوداگر کی بی بی نے دائی سے تدبیر پوچھی اس نے ایک موم کا پتلا بچے کی طرح بنایا۔ اس بچے کو لے کر وہ بازار گئی۔ جوہریوں سے موتی، لعل، و جواہر خرید کئے قیمت کی ادائیگی کے لئے وہ بچے کو دوکان پر چھوڑ کر جوہری کے آدمی کے ساتھ اپنے مکان کو آئی مگر اثنا راہ میں اس کو دھوکا دے کر فرار ہوگئی بڑے انتظار کے بعد وہ شخص دوکان کو واپس ہوا بچے کو دیکھا اس کی حقیقت

معلوم ہوئی۔ ایک عرصہ کے بعد یہ عورت جوہریوں کو نظر آئی اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہی دوسرے شہر میں اس نے ان جواہرات کو پچیس ہزار میں فروخت کئے ہیں اور ہنوز قیمت وصول نہیں ہوئی ہے وہ ساتھ چلیں اور اصلی قیمت سے زیادہ وصول کریں۔ جوہریوں نے کہا ہم کو اپنی اصلی قیمت کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں وہ ساتھ ہوئے۔ اب یہ کوتوالی کے دروازہ پر پہونچے عورت ان کو بٹھا کر اندر گئی اور اپنا برقعہ اٹھایا کوتوال اس کی خوبصورتی پر دنگ ہوگیا۔ آنے کی وجہ پوچھی اس نے بیان کیا۔ میرے شوہر کے تین غلام تھے وہ ایک عرصہ سے باہر گیا ہے اور واپس نہیں ہوا اور میں ان کے کھلانے سے عاجز ہوں اس لئے پچیس ہزار کو فروخت کرتی ہوں کوتوال راضی ہوا اور ایک آدمی کو باہر روانہ کیا تاکہ ان غلاموں سے دریافت کرے وہ شخص باہر آکر دریافت کیا کیا پچیس ہزار پر راضی ہو۔ انہوں نے خیال کیا جواہرات کے متعلق دریافت کرتے ہیں اس لئے تینوں نے اقرار کرلیا اور عورت کو اپنا مختار قرار دیا۔ اس کے بعد وہ عورت رقم حاصل کرکے دوسرے دروازہ سے فرار ہوگئی۔ اب کوتوال ان تینوں کو طلب کرکے ایک کو باورچی خانہ میں دوسرے کو خزانہ پر تیسرے کو دربار میں خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا۔ آخر کوتوال نے حقیقت سن کر عورت کی تلاشش کا حکم دیا۔ مگر وہ اپنے حسن وجمال کے ذریعے پھر قاضی اور وزیر کو بھی فریب دیتی ہے۔ آخر معاملہ بادشاہ تک گیا بادشاہ حقیقت سن کر اس کے عصمت کی حفاظت کی داستان پر بہت خوش ہوا انعام اکرام سے سرفراز کرکے واپس کیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

قصہ کہتا ہوں میں عجب گوہر سار کا   کیسے کرے ہے چھند او دیکھو تماشا نار کا
کہتا ہوں سنو چھند یکبار کا   چھبیلے سندر چتر چوسار کا
کہتے ہیں جو یک شہر میں بختوار   اتھا ایک سوداگر ہی نامدار
اوسے ایک عورت تھی صاحب جمال   پریاں میں نہیں کوئی اسکی مثال

بہی ویسے ہونٹکی خلقیں کہین — جو کہنے میں صفت آتے نہیں
جبیں پاک خورشید سارا وسے — کری رشک نت دیکہ خورشید اُسے
بہوان ماہ نوتے اتہو پُر ادا — اتہا ماہ نو تس بہوان پر فدا

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

خجل دیکہ اُس رنگکوں لالا ہوا — اوسے رشک سوں دلیں کالا ہوا
کندل زلف کالا نپو خم کہاتی یوں — سپولے سیاہ دو کندل بہاہی جیوں
ویسے مانگ چوٹے او چوٹیکا پہن — سیاہ ناگنے مکہ میں کپڑی ہی ہرسن
تہدی کوں نہ تعریف میں کم کنا — زنخدان کوں سیب ع زم زم کنا
جو بن سب بے بہا قبہ مرور سجے — صفائی میں مرورسون پہے در سجے

بزان حکم کے نار تب دائی جا — سشہر یار کوں گہر مینے لائی جا
اودیو رپچیں داخل ہوا انکر — ابیں اُٹکی چل پیشوا آن کر
سگل حدو اداب تسلیم سات — بٹہائی او تعظیم تکریم سات
رکہی سامنے پان لاکر سپچے — بہر شیشے رکہی عطر گلاب کے
رکہی پہول کے ہار کیچری طُرّی — کہ پروردۂ مشک ہور عنبری

خاتمہ کے اشعار جن میں تاریخ تصنیف بہی ہے حسب ذیل ہیں۔

سنیا تہا یو کئیں نقلۂ دل پسند — میرے دل میں آیا ایسے نظم بند
نکاریا ہوں جیوں تیوں بنو کر قلم — تیا مجکوں کان ہے پچہانت علم
میرے میں کہاں ہی یتا حوصلا — لے آون ردیف قافیہ دل چلا
لکہا ہوں حکایت مجھے شوق ہے — کرو گر ہے پسند نا کرو ذوق ہے

ہوے سات سو بیت چودا پہ سات مرتب ہوا ہے یو نقل بات
اتھا سن اگیارا سو چوسٹ دیسال تیاریخ اگیارا او ماہ شوال
سیدی عبداللہ نے یو قصہ بنا کیا خوش ستھنبا رکتیں سنا
سیدی عبداللہ کر کے میرا ہے ناؤں تخلص قیاسی گگر وال ناؤن

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مثنوی عقد فاطمہ (؟)

یہ مثنوی انڈیا آفس میں ہے مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے اس کو "عقد فاطمہ" سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نمبر (۲۲۳/۲ بلوم ہارٹ) ورق (۲۱) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"فاطمہ اور علی کی شادی کے حالات جو ایک عربی قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مصنف مخدوم حسینی جس نے اپنے استاد حسن کی مدد سے اس کو نظم کیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ آخر پر اس نے سنہ تصنیف بھی لکھہ دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء ہے۔"

یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مصنف کے حالات پر کسی تذکرے سے کچھہ روشنی نہیں پڑتی۔ کوئی غیر معروف شاعر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حسن دکن کا مشہور شاعر تھا جس کا اکثر تذکروں میں ذکر ہے۔

مثنوی عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے۔ حسب قاعدہ پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے ہر چہار شئے کو فضیلت دی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رض کی ولادت کا حال مذکور ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہان عرب روم اور شام نے آپ کی خواستگاری کی۔ مگر آنحضرت نے علی کو منتخب کیا۔ اس کے بعد آپ کے عقد کا حال لکھا ہے۔

کلام کا نمونہ :-

کر الحمد اللہ کہوں میں اول   صفت بی نہایت کرون خوش نول

او خالق سے مخلوق کا پروری — کہ کل شئی یو کیتا عمل سروری
کہ توں آفرینده آفاق کا — کیا عشق معشوق عشاق کا

خبر سنکر تب بادشاہ عرب — لکیا خط عزیزیک خوش باادب
دیا بہیج حاجب کو سرور کے پاس — بہی تحفہ دیا سات بے قیاس
بڑی دبدبے شوکت و شان سون — روانہ کہا اسکو لئے مان سون

کہ سب خوش اتہی نہ تھی خوش علی — بکندر سول میں بری کھلبلے
ہو دیگر مسجد میں رکہی تہی سیر — کہی یا الٰہی توں ہی دستگیر

خبر سنکو تب بادشاہ روم و شام — دیا بہیج پیغام نسبت کے کام
دیگر بادشاہے مصر ہور یمن — کہ حاجب کون بھیجی محمد کو تن

اکیارا صدی پر تہی چوسٹ برس — کیا نظم دکھنی ستے خوش سرس
عربی سون تہا خوب اس کا بیان — کہیا مختصر کہول میٹی زبان
کہ تاریخ بارہ سو ماہے صفر — کہ روز ہی احد تہا سو وقت ظہر
کہ پورا ہوا سب یو مدت تمام — محمد پہ بہیجو درود و سلام

یو مخدوم حسینی لکھیا یو کتاب — یو استاد حسن صاحب عالی جناب
یو بخشش انو سونچ پایا ہوں میں — فوائد صرف انکا لیایا ہوں میں

معجزاتِ رسالت ؟

یہ مثنوی بھی انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۳۲۲۳/۱) ورق (۲۰) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت۔

حضرت محمد کے چند قصے مصنف مخدوم حسینی اس کے ابتدائی اور آخری اشعار حسب ذیل ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد آنحضرت کے چند معجزے بیان کئے گئے ہیں جو خاصکر اہل بعیت سے متعلق ہیں کلام کا نمونہ۔

دیا ہے خدا جس قناعت کا گنج   نہ ہوے تسکوں معلوم دنیاں کا رنج
قناعت سوں ہے دیک دیکیوں نور   قناعت سوں افلاک پر ہے عبور

کنا ہوں اتا معجزہ ایک میں   سنوں اک قرار آپنے دل کیتیں
چلے دیکھنے انکوں خیر البشر   اتھے سات ابوبکر تو ہور عمر
دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت   پیری ہیں جو آزار تے بہوت سخت
ابوبکر عمر نے علے کے سنگات   اپس دل میں آئے سو کے یو بات
کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر   جو حسنین کوں ہوے شفا زود تر

خاتمہ :-

یو مخدوم حسینے مرقم کیا بھے قصہ کون پرکر صلاح کچ دیا
لکہن آوی تو خوب پہچان کر نوشتہ مدوحق سون لے حات دہر

جو عالم خدا کا سینے پر کھین سدا آزین آزین تج کئیں
بہی نقصان استاد کون نا کیجیا لی نامی سون استاد نویت بجا

انتخاب دیوان سراج

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کو دیوان سراج سے موسوم کیا گیا ہے
نمبر (۲۱۹) ورق (۱۱) سائز ۱۱ ۳/۴ × ۷ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

اشعار کا ایک مجموعہ مصنف سراج غالباً سید سراج الدین اورنگ آبادی جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں "

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں سراج کا دیوان نہیں ہے اس لئے کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت ان کے متعلق نہیں کی ہے۔

سراج دکن کے مشہور شاعر ہیں جو ۱۱۲۷ھ میں تولد ہوئے ۱۱۷۷ھ میں انتقال کیا اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے[۵۱]۔

یہ صوفی المشرب تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ پر گو شاعر تھے۔ چار سال کے قلیل عرصہ میں ضخیم دیوان مرتب کر دیا۔ جس میں غزلیں۔ مخمس۔ ترجیع بند۔ مختصر مثنویاں۔ رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ دیوان ہنوز شائع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں مکمل دیوان موجود ہے۔ سنا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ان کا دیوان شائع کرنے والی ہے۔

انڈیا آفس کا یہ نسخہ ایک انتخاب ہے۔ نہایت زشت خط۔ نثر کے طور پر لکھا گیا ہے۔ غزل کی ابتدا اور انتہا بھی معلوم نہیں ہوتی اس میں کُل (۴۵) غزل اور ایک

---

۵۱ دکن میں اردو۔

مخمس ہے کتابت کی بھی تاریخ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتدا:۔

اس لب لعل کو تم شکر شیریں کہو ‏ ‏ ‏ ‏ اس کف دست کو گلدستۂ رنگیں کہو
شکن زلف سیں ایماں مرا چھین لیا ‏ ‏ ‏ ‏ اس بت صاحب زنار کو بے دین کہو

راگ مالا

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۰۱) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ہندی راگ اور راگنیوں کے متعلق ایک مجموعہ مصنفہ سید عبد الولی عزلت۔ اس میں چھ راگ ہیں اور ہر ایک راگ میں پانچ راگنیاں ہیں اور ہر ایک راگنی میں آٹھ حصے ہیں۔ راگ کے نام سر ولیم جان نے بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں :۔

(۱) بھرویں راگ معہ پانچ راگنیوں کے یعنی۔ بھرویں۔ بلاولی۔ پراری۔ کامودی بنگالی۔

(۲) مالکوس۔ گوندکیری۔ گندھار۔ گندھاری۔ سراستی۔ دھن ساری۔

(۳) ہندول۔ تلنگی۔ دیوگری۔ بسنتی۔ سندھوری۔ آبھری۔

(۴) سری۔ کرنالی۔ گوری۔ اساوری۔ سندھوری

(۵) دیپک۔ راماکلی۔ پٹ منجری۔ توڑی۔ کوماڈی۔ گوجری۔

(۶) میگھ۔ سوٹ۔ گونڈ۔ دہانی۔ کنکال۔ سوہا"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اس لئے عزلت کے متعلق اس نے کوئی صراحت نہیں کی۔ البتہ اسپرنگر نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"عزلت سید عبد الولی فرزند سعد اللہ جو نہایت قابل اور بزرگ آدمی تھے

اورنگ زیب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ سورت میں پیدا ہوئے۔ لیکن
تذکرہ گردیزی کے قول کے مطابق ان کا خاندان بریلی کا تھا وہ فارسی
اور عربی کے اچھے عالم تھے اور ۱۱۶۵ھ میں زندہ تھے۔ بقول تذکرہ
گردیزی، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند عزلت کا خاندان لکھنؤ کے قریب
کسی مقام سے متعلق تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عزلت دہلی
گئے جہاں انہوں نے کئی علماء سے ملاقاتیں پیدا کیں اور سب سے
پہلے وہیں انہیں ریختہ شاعری کا خیال پیدا ہوا دہلی سے وہ مرشد آباد
گئے جہاں علی وردی خاں نے ان کی مدد کی۔ اپنے قدردان کی وفات
کے بعد یہ مرشد آباد سے دکن گئے جہاں انہوں نے انتقال کیا"

عزلت دکن اور شمال کے مشہور شاعر ہیں تقریباً ہر ایک تذکرہ نویس نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے پائی اپنے وطن "سورت" سے نکل کر اورنگ آباد، دہلی، مرشد آباد ہوتے ہوئے۔ پھر دوبارہ اورنگ آباد آئے اور اسی کو وطن بنا لیا۔ اورنگ آباد سے حیدرآباد آئے۔ آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علی خاں کی خاص عنایت ان پر مبذول تھی۔ خطاطی۔ موسیقی۔ مصوری۔ اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔ بڑے رنگین مزاج اور زندہ دل تھے۔ صوفی منش اور فقیر بے ریا تھے۔ رجب ۱۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل سے "راگ مالا" کے اندراجات کی صراحت ہو جاتی ہے ابتدائی چند اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد چھ راگوں کے نام کی تفصیل اور اس کے بعد راگوں کی وضاحت کر کے اول بھیروں کو شروع کیا ہے اس کے بعد بھیروں کے اقسام بیان کئے ہیں اس کے بعد اسی طرح دیگر راگ اور اس کے بعد اس کے اقسام کا ذکر ہوا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کی حمد میں کہتا ہوں ہر دم | کیا ایک حرف سے جس نے دو عالم
درود مصطفیٰ و آل اطہر | کہوں ہوں موہو اپنا زبان کر

خدا نے جب تن آدم بنا کر | کہا اے روح تو جا اسکے بھیتر
کیا عرض او بہر کر روح نے یوں | اندھیری کوٹھری میں جاؤں کیوں
کہا تب ایک ملک کو پیٹھ تن میں | تو بول ایک راگ آدم کے تن میں
ملک سے سن کے تانیں درد کی گئی | دوانی ہو کے تنمیں روح آگئی
سو وہی ہوا ہے جیتا انسان | جو سچ بولوں تو تھا نغمہ دہر جان
نظام الدین دلی نے خسرو کو بولا | ایزد ساری روحیں کر کے پیدا
الست بربکم سب کو سنایا | میرے جب روح کے کانوں میں آیا
وہ پردہ پوربی کا تھا یقیں جان | مجھے کو پورے ہے راحت جان

خاتمہ

سراپا دیکھ اور پاس اپنی دلبر | نکالا مرد نے سامان پتر
ہوا عزلت کا یاور حق تعالیٰ
کیا اتمام نظم راگ مالا

کتاب کے آخر حسب ذیل عبارت ہے۔

"تمت الرسالہ راگ مالا من تصنیف سید عبد الولی صاحب عزلت
تخلص بحسب الفرمائش سید صاحب موصوف تحریر نمودہ کاتب الحروف

سید عبد النبی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا صفوی غفر اللہ تعالیٰ عنہما
تحریر بست و پنجم شہر محرم الحرام فی سنہ ۱۱۷۳ھ یکہزار و یک صد و ہفتاد
و سہ من الہجرت النبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم"

اس سے واضح ہے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص مصنف کے لئے لکھا گیا تھا۔
اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے۔

دیوان عزلت

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۱۰۲) ورق (۲۴۳) سائز ۸ ¼ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :—

"سید عبدالولی عزلت کے غزلوں کا دیوان۔ عزلت سید سعد اللہ کے فرزند ہیں سورت کے باشندے تھے۔ منشی درگا پرشاد نادر اپنے تذکرہ میں ان کو دکن کے اردو شعرا میں شمار کیا ہے اور بقول گلستان سخن وہ لکھنؤ گئے اور عالمگیر کی ملازمت میں شامل ہوئے۔ یہ حیدرآباد بھی گئے سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء میں وہ زندہ تھے۔ دیوان کی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اسی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس سے راگ مالا لکھا گیا ہے۔"

عزلت کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں انڈیا آفس کا یہ دیوان گویا ان کا منتخب کلیات ہے کیونکہ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"منتخب کلیات فکرہائے ہندی مشتمل بر ہمہ اقسام سخن از فقیر عزلت غفر العلی الولی۔ نذر منیر الدولہ دام ظلالہ۔"

اس صراحت سے یہی واضح ہوتا ہے عزلت نے اس کو منیر الدولہ[۵۱] کے نذر کے

---

[۵۱] محمد حیدر المخاطب حیدر یار خاں آصفجاہ اول کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے اور مناصب جلیلہ سے سرفراز ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے منیر الدولہ شیر جنگ منیر الملک کے خطاب سے سربلند فرمایا۔ آصفجاہ ثانی کے عہد میں نظامت خجستہ بنیاد سے سرفراز تھے۔ (بقیہ ۲۲۰ پر ملاحظہ ہو)

نے لکھوایا تھا۔

ابتدا میں ڈیڑھ صفحہ کا اُردو میں دیباچہ بھی ہے اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"اے غفار کے کہ ہمارے سب خوبیاں ازل سے ابد مبین تجھے یعنی
اپنے آپ ثابت ہیں۔ کہ ہمارے زبان قاصر بیان سے تیری بڑائی کا
حق ادا ہوسکتا .... ابا پیچھے عجز حمد و درود کے یہ
فقیر سید عبدالولی عزلت بخشی پس حضرت سید سعداللہ قدس سرہ
کا زبان بے جوہری سے عرض کرتا ہے کہ یکیتی جلی ہوئی دم آتش خانہ
دیوان ہندی سے نکال کر اوراق پریشان بیان میں جمع کئے ہیں
تا دوستوں پاس ہم جہان فراموش کا یادگار رہے۔ اور اس کے
سب مصرعے سوختگی مضامین سے بزم سخن کئے گئے ہیں تا چراغ
معنی کے پروانہ صورتوں کی آنکھ ہمارے خیال میں اشک بار رہے۔
اور اوس کی ہر بیت بہار معنی کے جنون میں مصرعوں کے دو ہات
سے گریبان بہار رہے ہیں اور ہر سطر ایک دیوانہ مضمون جنون کو زنجیر
کر سرمہ سوجن کے بیان سے خموشی کے نالے پکار رہے ہیں۔
درست فکر دے کے ٹوٹتے ہوئے دلوں کے پسند کرے۔ اے
رب العباد بحمد واللہ"

اس صراحت سے ظاہر ہے عزلت نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا ہے اس

بقیہ نوٹ گذشتہ سے پیوستہ۔ ۱۱۳۱ھ میں تولد ہوئے اور ۱۱۸۹ھ میں انتقال فرما
منیر الملک ثانی جو آصفجاہ ثالث و رابع کے زمانہ میں دیوان تھے آپ کے پوتے تھے۔

مجموعہ میں کل (۲۰۸) غزل ہیں جن کو ردیف وار لکھا گیا ہے غزلوں کے سوا کوئی اور مصنف کا کلام نہیں ہے۔ البتہ ایک دو رباعی بھی ہیں۔

نمونہ کلام

جو کوئی چاہو کہے خلاق اکبر کی ثنا — سن دانی کی صفت سے کہے پیمبر کی ثنا
جب پیمبر کہہ چلے میں تن ہوں تو سر ہے علی — نعت ہے کیسے جو تن دے کہے حیدر کی ثنا
نور کر پہلو دل اپنا در اندوہ سے — میں کہوں ہوں حضرت زہرہ اطہر کی ثنا
خنجر فغاں سے ہو نہ یوں جو وہی کر زہر غم — دل کہے ہے رو رو اوس شبیر و شبر کی ثنا
نور تن اوپر ید اللہ کی نثار اشکوں سے کر — گوہر شہوار میں کیتا ہوں ہر ہر کی ثنا

حضرت دل مدظلہ مرشد و استاد ہے
ذرہ عزلت کم کرا اس مہر انور کی ثنا

جلایا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے — جو سچ پوچھوں تجھی جھوٹی قسم کھانیکی کام آتا

غنچہ دل میرا کھلا کر گل خندان میرا — بو ہی گل سا ہی اڑا تا مجھی جاناں میرا

منہ موڑ بتکدہ سے حرم کو چلا ہی شیخ — عزلت مگر ہو کعبی ہی میں یہاں خدا نہ تھا

وہ نافرمان بنا خون جگر سی پی نہ پی عزلت — کباب دلکی بو آتی ہی ہر پیالی سی چون لالا

سخت پستان تیری چبھی دل — اپنی ہاتوں سی میں خراب ہوا

نہ پیچ و تاب ہوا سے ہو آب میں گرداب — کہ میری اشک کے آگی کری ہی جیون رقص

ربط الفت سخت نازک ہی کسیکو حق نہ دے — عاشقونکے دل ہین شیشی سنگ ہیں یارون کے دل

جہان کی سرد مہری کے صبا پر فقر سی عزلت — ہنسی سے مو بمو جون گل قناعت اسکو کہتے مین

مجھسے عزیز پہ میری یوسف کی چاہ نہین — الفت نہین کرم نہین سیدہی نگاہ نہین

میں وہ مجنون ہون کہ آباد نہ اجڑا سمجہون — مشت خاک اپنی اڑا کر اوسی صحرا سمجہون

میں وہ مجنون ہون کہ جون گل چمن محشر میں — ہو کا دامان میرا ہیا تی گریبان کے ہات

ہی عاشقون کو پند و نصیحت سو احتیاط — مستون کی جیسی واعظ کی صحبت سی احتیاط

نگہ کی بوجہ سے جہکجانا نزاکت اسکو کہتی ہیں — نہیں آتا تصور میں ہی وحشت اسکو کہتی ہیں
میری منصور کو ہی وجد فانوس خیالی سا — سر او پر دار کے ذوق شہادت اسکو کہتی ہیں
ہوا ہی خود سے پیالا خالی اور کہی آبرو لیکن — نچہوڑا بوسہ اوسکی لب کا ہمت اسکو کہتی ہیں
کری اسول پہ عارف وجد جون قبلہ نما تس پر — دکہادی راہ حق جب کو ہدایت اسکو کہتی ہیں

جہان سرد مہری الخ

مثنوی لال و گوہر

اس مثنوی کے تین نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں ہے اور دو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں۔

میوزیم نمبر (۲۶۵۳۰ اڈیشنل) ورق (۳۱) سائز ۸ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۰) ورق (۳۰) سائز ۸ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۱) ورق (۵۱) سائز ۸ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو شہزادہ لعل فرزند زمرد شاہ بنگال اور شہزادی گوہر دختر جواہر شاہ پریوں کے بادشاہ کی عشقیہ داستان ہے جس کا مصنف عاجز ہے۔

عاجز ایک دوسری مثنوی قصہ ملکہ فیروز شاہ و بادشاہ مصر کا بھی مصنف ہے جو سنہ ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء میں لکھی گئی ہے۔

لعل و گوہر سنہ ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اور سنہ ۱۸۷۶ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔

ایتھے نے اسی نام کے ایک فارسی قصہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی مضمون پر ٹیپو سلطان کے لئے سنہ ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء میں حسن علی عزت نے مرتب کیا تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت حسب ذیل ہے:

"لعل اور گوہر کا قصہ جس کو عاجز نے دکھنی نظم میں لکھا ہے ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کا ایک نسخہ ہے نمبر ۱۵۸ تعداد صفحات (۲۹)

فی صفحہ (۱۷) بیت ہیں ۱۱۸۰ھ میں لکھی گئی ہے"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ موجود ہے وہ لکھتا ہے :-

"قصہ لعل وگوہر جو ایک فارسی قصہ سے ترجمہ کیا گیا ہے"

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۰ھ کے بعد اور سنہ ۱۱۸۰ھ کے پہلے لکھی گئی ہے۔

ولی کی طرح دکن میں عاجز تخلص بھی متعدد شخص ہوئے ہیں۔ ایک عاجز تو وہ سید محمد ہے جو قصہ ملکہ مصر کا مصنف ہے۔ دوسرے یہ عارف الدین خاں عاجز ہیں جنہوں نے لال وگوہر تصنیف کی ہے۔

عارف الدین کے باپ عالمگیر کے عہد میں بلخ سے آئے تھے ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ نواب نصرت جنگ سید لشکر خاں کے توسط سے دربار آصف جاہی میں باریاب ہوئے منصب عطا ہوا فوج کے بخشی قرار پائے فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تاریخ گوئی کا خاص ملکہ تھا سنہ ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

مولف چمنستان شعراء (لالہ لچھمی نرائن شفیق) اور دیگر تذکرہ نویسوں نے عاجز کا ذکر کیا ہے۔

عاجز نے اپنی یادگار میں ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جو ان کے انتقال کے بعد مرتب ہوا ہے مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد عشق کی تعریف کی گئی ہے اور اسی میں قصہ شروع ہوتا ہے جو اندر سبھا کے قصہ کے طرز پر ہے یعنی ایک بادشاہ کا لڑکا سو رہا تھا۔ پریوں کا تخت جا رہا تھا۔ ایک پری شہزادے پر عاشق ہو گئی اس کے پلنگ کو اٹھا منگوایا۔ ایک مدت کے حیرانی اور پریشانی کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور وطن کو واپس ہوئے۔

نمونہ کلام -

حمد و نعت :—

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی — عطا کر مجکو یاقوت معانی
سخن کا لعل دے میری زبانکو — در معنی سی بہر میری بیان کو
سخن کے در کا مجکو جوہری کر — سخن سنجونکو میرا مشتری کر

در دریا سے وحدت ہے محمد — چراغ بزم کثرت ہے محمد
دیار فقر کا ہے شاہ بیکس — سپہر فخر کا ہے ماہ بیکس
ظہور کائنات اس کا سبب ہے — ہویدا ہے کہ وہ محبوب رب ہے

کلام عشق ہی پر زور سب سے — بیان عشق ہی پر شور سب سے
خدائی عشق سے ہی آشکارا — دو عالم عشق کا ہی یک اشارہ
بہلی ہے سب طرح سے عشق بازی — حقیقی کر دیکہاتا ہی مجازی

کہا تھا ملک بنگالی میں خسرو — زمیں عشق تہا اسکا قلمرو
ہمایوں بخت اور صاحب قران تہا — جہانگیروں میں وہ شاہجہان تہا
بہادر شاہ با تدبیر تہا وو — رفیع اسقدر عالمگیر تہا وو
جہان ملک شاہ تہی سبمیں اکبر — تہا اعظم شاہ دنیا میں مقرر
دیار عدل کا نوشیروان تہا — وام اسکا کام بخشی میں روان تہا
سکندر طالع و جم جاہ تہا وو — جہانمیں خوب نادر شاہ تہا وہ
سخاوت میں وہ تہا حاتم سا مشہور — شجاعت میں وہ تہا رستم سا مغرور
جو کچھ دنیا میں ہے اسسی دو چنداں — تہا اسکی کنبہ بخشکا سامان

رگ ابر اجل تہی اسکی تلوار — عدو کا دم تہا اسکی ورسی غل بار
زمرد شاہ تہا اس شاہ کا نام — تہا اسکی نام سی ہر دلکو آرام
دیا تہا حق نی اسکو خوب فرزند — زمرد سی کیا تہا لعل پیوند

خاتمہ

کیا شاہکو جب لگ اسمین دم تہا — وصل کو ہر کا اسکو وسبدم تہا
اری عاجز سخن کب لگ کہیگا — سخن کے فکر میں کب لگ رہیگا
خموشی سے زبان کو آشنا کر — ہوا آخر یہ افسانہ دعا کر

الہی عاشقوں کے آبرو رکہہ
انکو دو جہان میں سرخ رو رکہہ

یورپ کے تینوں نسخوں میں خفیف جزی اختلاف بہی ہے جس کو سہو کتابت پر محمول کرنا چاہیئے ۔ مثلاً۔

کہا تہا ملک بنگال میں خسرو — زمیں عشق تہا اسکا قلم رو

انڈیا آفس کے نسخہ ملالا میں "تہا" کے بجاے "کہ" لکھا ہے ۔
ہمایوں بخت اور صاحب قراں تہا الخ اس شعر میں بجاے "اور" "کے" "تہا" لکہا ہے۔
بعض اشعار میں کمی اور بیشی بہی ہے مثلاً انڈیا آفس کے نسخہ ملالا میں ۔ تجہو یوسف کے سودا کی قسم الخ کے بعد ذیل کے دو شعر ہیں :-

تجہے سوگند میرے مدعا کی — تجہے سوگند میرے التجا کی
تجہے مخفی و معنی کی قسم — تجہے اپنے چہپانے کی قسم

یہ دونو شعر نسخہ ملا میں نہیں ہیں۔

نگینہ نام ہے اس شہر کا جان   ہے سرحد اوسکی مغرب کا بیابان

یہ شعر بھی م ۱۱۱ میں نہیں ہے۔

نسخہ م ۱۱۱ ناقص ہے کیونکہ آخر ہی کئی ایک شعر نہیں ہیں۔ نسخہ م ۱۱۱ مکمل ہے۔

اس نسخہ میں ذیل کے شعر کے بعد اور (۱۶) شعر ہیں جو اول الذکر میں نہیں ہیں۔

پریزادوں کو کر خوبی سے رخصت   دیا سب کو ن مرصع زیب خلعت

نسخہ نمبر (۱۰۱۱) باتصویر ہے (۴۳) رنگین تصویر ہیں۔

انڈیا آفس کی کیٹلاگ میں قصہ ملک مصر اور لال و گوہر کے مصنف کو ایک ہی شخص تصور کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ملکہ مصر والی مثنوی سن ۱۱۱۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے جبکہ عارف الدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جس کے متعلق اس کے پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان عاجز

اس کا ایک نسخہ ڈانس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۵۴۴۸) ورق (۶۰) سائز ۹ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق
تاریخ کتابت ۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۵۸ھ

یہ عارف الدین خاں عاجز کا دیوان ہے اس میں ردیف وار غزل اور چند مخمس ہیں عاجز کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے۔ اس لئے نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے:

الہی ہمکون اپنی عشق کا دارالبقا بتلا — جو کوئی دنیا کا طالب ہے اوسی دارالفنا بتلا
میرے خون جگر میں جوش ہے یارب تیرے در سے — مجھے اپنی کرم کے ہات کا رنگ حنا بتلا
ہوا قید معصیت کے راہ میں خم نفس سرکش سین — ای میرے حق مجھے اپنی ہدایت کا عصا بتلا
ہوا ہے طالب دیدار تیرا عجز سین عاجز — طفیل آل احمد کل اوسے اپنا لقا بتلا

کام حاصل ہوا وصال ہوا — درد دل کا دوا کمال ہوا

دیکھ دامنگیر محشر میں تیرے ہوینگے ہم — خون ہمارا اپنی دامن سے اے قاتل مت چھوڑا

دیکھ تابوت میرا بول اوٹھا وہ شوخ حسن — ہای رے لشکر غم کا یہ بڑا جھنڈا تہا

سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا مرنا سجن کا ہنسنا
بہار گلشن غضب خدا کا نپٹ قیامت کلی کا کھلنا

تماری آنکھین تماری پلکین تماری زلفین تماری باتین
سیاہی کیسی ہیں نوکی سی ہیں پچھن سدا ہے برچھا

عاجز ترے کلام سے مرتے ہیں اہل درد — اپنی زبان سنبھال خدا کر خدا سے ڈر

دل کھوئے آئے ہوں سے دیوانا ہوں کہاں ہے ہوش مجھے — سدھ نہیں اتنی کہ گلنار میں لالا سمجھوں

نظر میں جب پڑی تجھ نگاہ کی بجلی — میری جگر میں چمکتی ہے آہ کی بجلی

تمت تمام شد دیوان عاجز بتاریخ دویم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ

در مجالس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۵۸) ورق (۱۱۲۴) سائز ۸ ۱/۲ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ یہ:۔

"پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان اور ولیوں کے حالات جن کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف عبداللہ المتخلص کمینہ ہے۔ جو حافظ علی کا لڑکا تھا۔ حافظ علی کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا مصنف سیف بن ظفر ہے جس کی کتاب تینتیس باب میں منقسم ہے۔ مگر اس دکھنی ترجمہ میں صرف (۲۳) باب ہیں"

اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے۔

"عبداللہ دکھنی گارساں دتاسی نے لکھا کہ یہ ایک مثنوی در المجالس کے مصنف ہیں جس کا ایک نسخہ انڈیا ہوز لندن میں موجود ہے۔ عمدہ منتخبہ میں عبداللہ نامی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے"

کہوں میں کس سے یہ دکھ یار کی جدائی کا دوا پذیر نہیں درد آشنائی کا

اصل مخطوطے سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے صرف یہ معلوم ہوتا کہ ان کے والد کا نام حافظ علی تھا اور وہ اپنا تخلص مطلبی رکھتا تھا۔ دکھنی تذکروں میں بھی ان کے حالات نہیں ہیں۔

اس مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے صرف اپنے فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

کہون میں باب نادر تین اوپر بیس　　کیا ہون ترجمہ در مجالس
عدن سون فارسی میں در عجائب　　پرویا نظم دکہنی کے غرائب

ان تیئیس (۲۳) باب میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (۱) پہلے باب میں حضرت آدم کا ذکر ہے (۲) ابراہیم (۳) شعیب (۴) موسیٰ (۵) سلیمان (۶) عیسیٰ (۷) آنحضرت صلعم (۸) حق مادر و پدر (۹) دندان مبارک کا زخمی ہونا۔ (۱۰) فضیلتً۔ (۱۱) فضیلت علی (۱۲) ماریہ قبطیہ (۱۳) فضیلت ثوبان سوری (۱۴) فضیلت خالد بن ولید (۱۵) فضیلت بلال (۱۶) فضیلت لقمان (۱۷) ایک کافر کا مسلمان ہونا۔ (۱۸) ذکر ابراہیم ادہم (۱۹) مرد سخی (۲۰) آذر بت پرست و ابراہیم (۲۱) طوطے کا بیان جو سلیمان کے زمانہ میں تہا۔ (۲۲) حسن بصری (۲۳) شہادت امام حسین علیہ السلام۔

اس سے نفس مضمون کی توضیح ہوسکتی ہے۔ نمونہ کلام

ابتدا۔

کہون میں باب نادر تین اوپر بیس　　کیا ہون ترجیا در ہی مجالس
عدن سون فارسی میں در عجائب　　پرویا نظم دکہنی کے غرایب
زہے مجالس حکایت کے ہیں موتی　　ہر یک دانہ دسے پر نور جوتے
اگر فرزند ہی تون مطلبے کا　　مدد منگ اسرا اشرف نبی کا
میرا سے نام عبداللہ کمینہ　　نظم کے بحر پر دل ہی سفینہ

ترا ہی نام عبداللہ سریکا　　کلیمہ بس ہی نوشارہ کریکا
تون فرزند ہی ولے حافظ علی کا　　تخلص نام ہی لو مطلبے کا

عنوانات بھی نظم میں ہیں۔
بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

اول کر باب ادم کا لطافت　　دیا یک فیض انی کون شرافت

حکایت یان سنو حجر و لبشہ کا　　سلیمانکی دیکھو انگشتریکا

حکایت اولیا بایزید کے جو ن　　خدا سون راز پوچھے سو بیان سن

خلیل اللہ براہیم کے حکایت　　پیمبر پہ خدا خواسے نہایت

حکایت یان خلیل اللہ کی پوری　　انکی یوسف زلیخا ہی صرو ری

حکایت یان سون آدم کا بیان ہے　　نظم ہندیسون شیرینیکا عیان

سخاوت کی فضیلت کا کہیا باغ　　لکن کہار شک چندر پر ستیا داغ

کہوں میں باب ہفتم خوش صفائی　　محمد مصطفے کا معجزا ای

حکایت بادشاہ کی یان سو بانہ　　بخیلان میں بخیلانکا نشانہ

اس کے آخری شعر سے بھی مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے۔

مصنف پرنگون یاران مناجات   مسکل بریاتون عبداللہ کے حاجات

آخـــری عنوان:۔

حسین سـرور سـجہ ولیین کہی ہائی
نصیباں کا جکچہ باتشا ہمیں پائی

نمونہ اشعار ملاحظہ ہو۔

سلیمان کون دیا شاہی انگہوتے   مسخر کردیا جک پر کسوتے
سلیمان کی دیکہو انگشت ساری   نبوت کا سربلند کر خود بچاری
انگوٹہی نے کہا میں ہون مقدم   خدا نا زل کیا میرے پر خاتم
شہادت کے کری انگشت نے لاف   میری سون کونہ جا کا پاک اعراق
میری خاطر انگوٹی رب بنایا   انگہوٹے کون کہی کے سرا دچایا

عنوان شہادت

شہادت کا سنو احوال سارا
سینے پردل ہر ایک سوزی انگارا

نبوت کے گگن کے ماہ تابان   عربکان جا ہوئی روشن نقابان
سنو یک دبرجن ہربیت ماتم   جو اہل بیت پر کریاں سدا غم
شہی دنیکا زبان شجہ غم رکہی کے   بجزاہ کی دیکرنالے سکی کے
محمد کے پیار یا نبر کہریا تہا   شہادت کا وقت رتبہ کہریا تہا
او کیا جبوقت کن کا حرف ذاتے   ندامیں او لکہہ غم شرف پاتے

ہر یک دل تب کئے رنگ لعل ساری حقیقت میں دلان ساری انگاری
ہوا شق القلم شہکی الم سون کیا یک دہر الم ساری عدم کون

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ نظم نثر فارسی سے دکہنی نظم میں منتقل کی گئی ہے۔ اصل فارسی درمجالس کا مصنف سیف بن ظفر ہے۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں نمبر (۱۰۲۶ اڈیشنل) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق ریویو نے حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"مختلف مباحث پر چند ابواب ہیں جو پیغمبر اور علی اور چند مذہبی امور پر مشتمل ہیں اس کا مصنف سیف بن ظفر نوبہاری ہے۔ یہ ایک سنی فقیر تہا اس نے بیان کیا ہے کہ جو حالات اس نے اولیاء اللہ سے سُنے ہیں ان کو جمع کر دیا ہے"

ذیل میں دکہنی اور فارسی کا مقابلہ پیش ہے۔

باب اول

نثر فارسی

چون حق سبحانہ خواست کہ مہتر آدم
را پیا فرنید اکرام الہی در ہفت زمین و
آسمان شد میخواہم کہ بندہ پیدا کنم کہ خلیفہ
حضرت ما باشد و از و بندہ زادہ کان پیدا
کنم کہ ایشان دوستان حضرت پاک
ما باشند و ما بکرم ایشانرا دوست دارم۔
پس ندای بجہم و بیچو نہ در داوند حرشش

دکہنی نظم

کہ چہیا خاک سون آدم بناتے
اپسکی راز کا گلشن دیکہاتے
ارادت میں خلیفہ تہا یگانہ
کیا خواہش جسم دیگر نشانہ
اپسکی اپ خواہش کون جتکایا
اوسے وضع تدا سب پر سنایا

سرپر آوردو گفت .

ندا سن عرش اپنا سر اوٹہایا
معظم کر منجی رسا تون بتایا

باب نمبر ۹

آوردہ اند کہ یک شب پیغمبر از مسجد بخانہ
بی بی عائشہ آمدند در انخانہ چراغ نبود.
بی بی در تاریکی پیرہن خود مید وخت.
کہ از جاے دریدہ بود. سوزن در آن
تاریکی گم شدہ بود ہر چند بجست نیافت
پیغامبر در آمد و گفت یا عائشہؓ چہ میکنی
گفت یا رسول اللہ پیراھن من پارہ
شدہ بود او را میدوختم اما سوزن در
پیراہن گم شد۔

سو یک شب مصطفےٰ عائشہ کے گہر کون
چلی تہی خوش اوس کر نور نظر سون
یکایک اکہری سو کہر کے میانے
کنوان سوزن ہوی عائشہ دیوانی
نہ تہا روغن بتے کہر میں ہلالے
اندہارا ہور ہا تہا کہر میں خالے
اپسکی سوئی کنوائی پیرہن میں
اتہا و سو اوس چوبے کتے بدن میں
نبے پوچہے اپسکی مہر کے بات
کنوای کیا کہو عائشہ میری سات
کہی عائشہ رسول اللہ یو پیرن
سیتے تہی سو کنوا نتے گئے ہی سوزن

• تیسواں باب امام حسین کی شہادت کے متعلق ہے مگر دیکہو ترجمہ میں اصل کی پابند
نہیں ہوئی مثلاً دونوں کی ابتدا ملاحظہ ہو۔

فارسی

چو معاویہ وفات یافت یزید علیہ اللعنہ
بدبخت بجائے پدر نشست در د ؟)
بدبخت رسید کہ حسن و حسین را از میاں

دکہنی نظم

سو ایک دن مصطفےٰ مسجد میں یاران
عبادت واسطے بیٹہی ہزاراں
حسن سرور نبی کے عین جیکر

برادرم برزنی را پیش زن امیر المومنین
حسن فرستادکہ دیرا گبوکہ دولت
فرزندان علی باآخر رسید و امروز دولت
بمن است۔

نکا بیٹھی اتھی او پیٹ منبر
تیے کے اورکہی زانو او پر ہات
میری نانا میری سون کچہ کرو بات
رسول مصطفےٰ وجہ نورانی
ہنسے کہل کہل میری یوہی نشانی

مگر اسی باب میں آگے چل کر شہادت کا ذکر قابل لاحظہ ہے۔

علی اصغر را درکنار گرفت و گفت اے فرزند
بعد شہادت من نخواہم کہ با دشمنان حرب
نکنی کہ یادگار از من توی ....
ہمدریں حال بو ذند کہ لشکر دشمنان غلبہ
کردہ امیر المومنین حملہ کرد و از چپ و
راست برہم زد و بسیار سنگا نزا در دوزخ
فرستاد و ہفتاد جراحت بر تن مبارک
رسید از قضا جراحتے بر گلوے مبارک
رسید بیطاقت شد گفت بار خدایا دشمنان
قصد سر من دارند از تو نمی ترسند واز
پیغمبر شرم ندارند............ شمر ملعون
پیشتر شد بہ سینہ امیر المومنین نشست و
تیغ کشید تا سر مبارک از تن جدا کند۔

علی اصغر کون رو رو کر گلی لا
ہماری خاندان میں تون یکیلا
نکو لر بعد ازاں میری توں فرزند
تیری پہر اینکی دشمن کمر بند
....
سو آتا بو لکر کہورا چلائی
سو میون ہور شیر اکی سو درجائی
سو دو سو نفر کون پیلی او تاری
یذید یانکی بری سردار جہاری
....
قضا آکر یو کاری آہ تا لان
بر سینے جہوں لگیا ہو جہا ایا لان
....
ایک صفحہ کے بعد
حرامی شمر تہا او سخت غاتا
جہنم کا او سے ہی نصف باتا
سینے پر عجب چڑیا لیکر او خنجر
کہی سر مراری موزی تون بنکر

قصہ بہلول صادق

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے
نمبر (۹۷) ورق (۷)، سائز ۵/۸ ، ۴ ۱/۲ سطر (۱۰ تا ۱۱)
مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"دکھنی نظم میں ایک عشقیہ داستان مصنف لطفی"

کسی دوسرے یوروپین مصنف نے کوئی وضاحت اس مثنوی کے متعلق نہیں کی ہے۔ اور نہ اس مثنوی سے اس کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ علی ہذا تاریخ تصنیف وغیرہ بھی غیر ظاہر ہے۔

لطفی ۔عہد آصفیہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے قدیم دکھنی اور شمالی ہند کے تذکرہ جات میں ان کا نام موجود ہے اور دو شعر بھی دیئے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کے حالات بیان نہیں کئے۔ البتہ بقول مولف تذکرہ شعراء دکن میر لطف علی خاں ان کا نام تھا درویش محمد خاں صوبہ دار برار کے نواسہ تھے سنہ ۱۲۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان بہلول نام ایک ہندو لڑکی پر جو روز دریا پر اشنان کے لئے آتی تھی عاشق ہو گیا لوگوں نے بہلول کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر سچا عاشق ہے تو دریا میں ڈوب مر۔ بہلول عشق سے دیوانہ ہو چکا تھا دریا میں کود پڑا ۔ اس واقعہ کی اطلاع اس لڑکی کو ہوئی وہ دریا پر آئی اور خود کو اس میں ڈال دیا۔ کچھ دن بعد جب موجوں نے ان کو باہر لایا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ وہ دونو آپس میں ملے ہوئے ہیں آخر دونوں کو جلا کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ابتدا۔

سنا ایک روز میں صاحب زبان سیں　　جو اصل سخن تہا نیکو بیان سیں

فرشتہ خوہی تہا پاکیزہ صورت　　جون باد صبح تہا بس تیز حرکت

عیان تہا جیہ تہیں نور سعادت　　اوسی سب دیکھنے اہل بصارت

ریاض معرفت کا تہا سہی گل　　سخن کے چمن میں تہا سیں بلبل

ابتدائی چہہ شعر کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔

بیان کرتا ہیں وہی مرد صادق　　وفا محبوب کا اور مرد عاشق

عشق کے بات سن کر تجہ ہوس ہے　　وفا معشوق سیں نادرست ہے

شہر ہی ایک ہندوستا میں خوش　　کہ ہی شہر اس نامی بنارس

بہی ہندوان کا دہی قبلہ ہوا ہے　　تمام عالم میں شہرت ہوا ہے

سو بولی حیف ہے محنت رسیدہ　　دیا ان جا مراد خود نہ دیدہ

کر کرنا قتل عاشق کون پسند تہ　　گنا ہے سخت در کے محبت

یونہی کہتے چلے دو طرف دریا　　سو کو کان لوک رو پونچی بدریا

کہاری دوست جان ہی کیوں رہاری　　سو بیچ دریا کہ جا مسکن کیا ری

اپس کے جان پر ہم تک تجہ نہ آیا　　جو اپنے بیچ جان اپنا ڈیا یا

－　－　－　－　　　－　－　－　－

وہے اچپل چپل چپلا ائے جل میں　　نزد عاشقا جا رہے سو پل میں

ہوے جب صورت چنیں عرق دریا　　خلق حیران ہوا دیکر تماشاہ

جنگ نامہ بھاؤ راؤ

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ (۱۷۵) ورق (۴۴) سائز ۸ × ۵½ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت:-

"جنگ مرہٹہ اور احمد شاہ درانی کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ خاتمہ پر تاریخ تصنیف ۲ رجادی الثانی ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء درج ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ اس مثنوی سے کچھ حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

مثنوی میں اول حمد کے دو شعر ہیں اس کے بعد بطور تمہید بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کو غوری نے رائے پتھورا کی گرفتاری کے بعد فتح کیا پھر تیمور اور بابر آئے ہمایوں ہندوستان سے واپس جاکر دوبارہ آیا اکبر نے چتوڑ فتح کیا۔ شاہجہاں نے امر سنگھ سے لڑائی کی جہانگیر کے عدل سے شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ کا مقابلہ ہوا۔ فرخ سیر کو راج ملا حسن علی کے باعث فرخ سیر گرفتار ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ ہوا اس تمہیدی نظم کے بعد اصل واقعات شروع ہوتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مرہٹوں کی فوج دریائے گنگ کو عبور کی نواب شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ کی فوج سے مقابلہ ہوا نواب کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور اونہوں نے احمد شاہ درانی سے امداد چاہی اور آصفجاہ بھی مدد کے لئے روانہ ہوئے احمد شاہ درانی سندھ کی جانب متوجہ ہوا۔ مرہٹوں کو اس سے خوف دامنگیر ہوا۔ نانا پھڑ نویس کو مرہٹوں نے اپنی حالت سے مطلع کیا یہاں (پونہ) سے ایک کثیر فوج روانہ ہوئی۔ پانی پت کے میدان میں دونو

فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی ۔

کلام کا نمونہ

الف نام اللہ تو ہی دین تیرا بسایا — سمرن کا ہی سستی جن گیان بتایا
نگر پانی پت میں سکہ باسا پایا — لکھ چوراسی جیا جون سب دھن دھلایا

لکھہ نام اللہ تو ہی سچا سبحانا — تیرے گیت او پیارے انت لکھتے نجانا
کہتے ترکان کتے پنڈتان کیا رسم دانا — آدھ برجی دھو او نسے ہندو ترکانا

احمد شاہ قندھار میں ہوتے میں تاتا — دلی بیچ نجیب خان کا بیٹا تہا نا
غازی الدین خان وزیر نے منصوبا تہا نا — قلم وان منگوا ہی کر لکھتا پروانا
پانچو نانا راؤ جی عقل میں دانا — ہمسے زیر نجیب خان ہو گیا یہ ٹھانا
جا کر سے مالک ہوا یہاں اب نانا — تیرا نو لکہ نیر دکھنے سب میں مردانا

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے نیر شاعر کا نام ہے ۔

اتنے سنکر جنکار اونے لایا دربار — دتا آیا صاحب سا ونت جھار
پوتا آیا نظام کا ہند کا سردار — پتہ کیچڑی راؤ نے کہا بچن بچار
ہمسے خان نجیب نے لیا کہت بلیار — حد قول کر گیا تہا پکڑے تروار
وزیر حسن لکھ موڑ کے کچھ دیکھا پیار — ظالم ذات پٹیا نکی یہ کھیلے یار
احمد شاہ نجیب خانکا بہہ تا پیار — ایک صوبہ بیچ لاہور کو موہرے قندھار
شکر تال میں گیر کر خان جی مار — کرو طیاری جنگ کے بت لاؤ بار

گڈھ کنجے کا بادشاہ چڈہ ہند پر آیا — ہانسے ہوے مقابلہ وہا جنگ مچایا
ایک لاکھا سے ہزار شہید کیا یا — رائے پتھورا پکڑ کے جن دین بڑھایا
غوری زین العابدین سے انبہ لگایا — بارا برسوں سیو کر پہل پکا کہایا
پیر و شاہ حجاب الدین سے خبر کیا یا — موج ہوئے فقر کے چوکتا آیا
تیمور اور بابر بادشاہ نے ملک بسایا — ہمایوں کیا ملک بہاک کے پہر ہند کو آیا
ابراہیم بادشاہ سب ملک نو آیا — جی لی اکبر شاہ سے وا جنگ مچایا
توڑا گڈھ چتوڑ کا پہر سے بسایا — شاہ جہان سے امر سنگہ نے سا چلایا
جہان گیر جو عدلے بادشاہ نے پرچلایا — سیر اور بکری ایک گہاٹ جن پانی پیایا
چڈا جو نورنگ شاہ جی دکہن پر دہایا — تا نا شاہ کو پکڑ کے لیا مال سوایا
اعظم شاہ بہادر شاہ نے دل بہت کہایا — موج الدین سے فرخ سیر راج بتایا
حسن علیجان سورمان سن میں گر بہایا — فرخ سیر پکڑ کے جن نیل پہرایا
محمد شاہ رنگیلا بادشاہ جن تخت بتایا — راج محمد شاہ کے سکہ بٹہا پایا

اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

جنگ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی

بلوم ہارٹ نمبر (۳۸) ورق (۱۴۱) سائز ۹ × ۶ ½ سطر (۱۰ تا ۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نے کوئی صراحت اس کے مصنف وغیرہ کے متعلق نہیں کی ہے۔ یہ بھی اسی طرح کی نظم ہے جس کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہوا ہے۔ جنگ کے حالات اسمیں تفصیل کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ نظم مسدس ہے۔

کلام کا نمونہ :-

اس گردش سپہر کا دیکھو یہ کاروبار	کیا کیا کئے ہیں رنگ زمانی نے اختیار
دکھن سی لا جماعت کفار نابکار	کی بند ملک ہند کی آتی ہیں ایک بار
بانگ وصلواۃ و کاوکشی علم و اعتبار

جنکو تھا مرہٹا جو کہ آیا تھا وہ بہان	دل میں کر عمل ہوا لاہور کو روان
سب ہندیان دواب میں یک تھا نجیب خان	قائم رہا تھا دین محمد پی بیکیان
سو دلمیں کافرونکی بہی کہہ رہا تھا خار

جنکو جا سنائی یہ لاہور میں خبر	کنکا اوپر پٹھان گرو کہا ئیں ذبح کر
جلدی چلا وہانسی اور آیا جمن اوتر	دلمین نجیب خانسی عداوت کا قصد کر
بھجا وہان بلائی کو یک اپنا لشکو ار

اس کے بعد بیان کیا گیا ہے نواب تشریف لائے اور مرہٹوں سے جنگ ہوئی چنانچہ بیان کرتا ہے۔

غرابہ دلمیں کر کی دو ہیدہ ہیں مال کیا	بادل کہٹا سی جہوم کیا یک سر ہلا
بجلی ادہر کو ہی تہی جہلک بلم اوڑہا	کوبی ادہر سی برسی دکٹر کی قلعہ کشا

سیلاب خون کا کہت میں بہتا تہا ہر کنار

جسدم اوتاری ہوکی مرہٹہ بہی چڑہ گئے — ہاتہوں لی کٹار روہیلہ بہی اڑ گئے
پشت ہو ہر یک کی گلی ہار پڑ گئی — دانتوں پکڑ زمیں کو کڑا پانو گڈ گئے
میدان میں یوں اٹل ہوئی جوں کوہ استوار

کفار مرہٹوں کا سنا سب ریو و رنگ — اسلحہ مسلمین کی تئیں کر کہا ہی تنگ
دین نبی کا پاس اور افغان کا کر کے ننگ — کیا آصفجا نسی کوچ ثبت جلد سبید تک
دن کو کیا نہ رات کئیں راہ میں قرار

اس کے بعد بتایا ہے کہ مرہٹے ڈر گئے اور باہم صلاح مشورہ ہونے لگا۔ اس عرصہ میں احمد شاہ درانی کا لشکر پہونچا۔ اور جنگ ہوئی اور مرہٹے عاجز ہو گئے اور اپنے حال سے دکہن میں نانا (نانا پرنویس) کو مطلع کیا اور یہاں سے ایک فوج کثیر روانہ ہوئی۔ پانی پت میں مقابلہ ہوا اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ صف آرائی کے متعلق لکہتا ہے:۔

تجویز کر کی شاہ نے تفریق بادہ غول — اول نجیب خانکو مقابل کیا ہرول
کیا جا شجاع الدولہ شہ دین کا نام بول — اور شہ ولی تہا میمنہ خونخوار فوج تول
اور میسرہ جہان خان تہرا تہا لو سار

سر حبیب محمد خان تہا بنگش تہا دست اس — تہی حافظ رحیم سی رحمت کی دلمین آس
سردار خان تہا پشت ہراول کی آس پاس — اور شہ پسند خان تہا قریب جلوی خاص
درانیونکی بیچ شہ اسد اللہ افتخار

قصہ تیرویں صدی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۵) کل اشعار کی تعداد (۱۲۹) ہے خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۷۳ھ

اس مثنوی کا ذکر کیٹلاگ میں نہیں ہے اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں۔

یہ بلا نام مثنوی خلیل کی مصنفہ ہے۔ نفس مضمون کے لحاظ سے مندرجہ صدر نام دیا جا سکتا ہے۔ کسی تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ فتح علی گردیزی نے ایک دکھنی شاعر خلیل کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ اسی کی تصنیف ہے۔ مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا راستہ میں چار ایسے واقعات پیش آئے جو ایک معمہ تھے جن پر آپ کو تعجب ہوا واپسی کے بعد آپ نے آنحضرت سے ان کے متعلق استفسار فرمایا۔ آنحضرت نے وضاحت فرمائی۔

پہلا معمہ یہ تھا ایک درخت پر گوشت کے دوران آویزاں تھے جو ہل رہے تھے اور ایک ہی مقام پر تین کنویں تھے دو میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ اور تیسری جگہ نظر آیا ایک بڑا پہاڑ اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے اور سنگ ریزے نیچے سے اوپر کی طرف جارہے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے مقام پر نظر آیا ایک خوبصورت پرندہ ہے اس کے پروں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔

پہلے معمہ کے متعلق آنحضرت نے فرمایا۔ تیرویں صدی میں دو سگے بھائی آپس میں لڑیں گے۔ دوسرے کے متعلق ارشاد ہوا ایک ہی محلہ میں دو دولت مند اور ایک مفلس رہے گا مگر دولت مند مفلس کی خبرگیری نہیں کریں گے تیسرے کے متعلق فرمایا رذیل

آدمیوں کو ثروت حاصل ہوگی اور وہ بلند درجے پر پہونچیں گے اور شریف پستی کی جانب۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

ابتداء۔

کہوں میں ثنا حمد قادر جلال — صفت اسکی کہتے مجے کیا مجال
شکر حمد کرتے کہاں میں زباں — مگر کسکو طاقت ہو اس کا بیاں

ایک آوینگی صدی اوہی تیرویں — اوسمیں دیکھین گی عجائب و میں
اور انالسم کے بہم دو نوا ایک — اوسمیں اپی آپ لڑتے تہی ویک
یہی تمثیل اوسکی زمانی میں ویک — دو فرزند ہووین شکم ماسے ایک
بچی باپکی بعد آپس بہم — اٹہینگے وہ ہر دو برادر جنم
برائے ملک مال کے واسطے — مناقص اونوں میں ہی آکر پڑے

دوسرے معمہ کا حل آپ نے فرمایا۔

صدی تیرویں میں دیسکا یو سب — محبت مروت اوٹہنگی ہی تب
رہی یک محلے میں ہمسایہ گوان — وہاں خانہ پیے در پیے یکسان
مثل یک جائی پو ہیں تب گہر — درا سمیں ہی کہاتی اور پیتے بسر
کہ یک اوسمین رہتا ہی مفلس غریب — دونو بیچ رہتا ہی ذات شریف
وہی ہے نشانی میرے آل کی — غربی چلیبے رحم چال کے
نہ پوچہینگی اوسکوں امیر و وزیر — رہینگی او مفلس غریب و فقیر

طبیب موسیٰ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) اشعار کی تعداد (۵۶۷) تاریخ کتابت ۲ صفر ۱۲۷۴ھ
مصنف شاہ خلیل اللہ خلیلؔ سنہ تصنیف نامعلوم۔ کیٹلاگ میں یہ مثنوی بھی نہیں ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر قصہ شروع ہوتا ہے۔
قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے سر میں درد ہوا خدا سے صحت کلی کے لئے دعا کی حکم ہوا حکیم کے پاس جا کر علاج کراؤ۔ حکیم کا پتہ بھی بتا یا گیا۔ موسیٰ حکیم کے پاس گئے حکیم نے دوا لگائی درد موقوف ہوا۔ مکان واپس ہوئے پھر درد ہونے لگا۔ موسیٰ نے التجا کی جواب ملا۔ حکیم کو کچھ دیا گیا یا نہیں موسیٰ نے کہا نہیں۔ جواب ملا پھر جاؤ اور معاوضہ دے کر علاج کراؤ۔ موسیٰ گئے اور دوا لگائی ایک دینار دیا گھر واپس ہوئے۔ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو حکم ہوا۔ ایک خاص شہر کو جاؤ۔ بحکم رب موسیٰ روانہ ہوئے وہاں دیکھا ایک شخص درد جگر سے علیل تھا اور کہہ رہا ہے اس کے علاج کے لئے انسان کے کلیجے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دے تو فائدہ ہو مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اسی مقام پر ایک حسین مرد اور حسین عورت رہتے تھے ان کی نئی شادی ہوئی تھی جب

نکاح کے بعد لوگوں نے اس درد جگر والے کا تذکرہ کیا تو دولہ نے اپنی دولہن سے واقعات بیان کئے اور اپنا جگر دینے کی اجازت چاہی۔ دولہن نے اپنا جگر بہی نکال دیا اور کہا اول یہ پیش کرو اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔ دولہ نے اس کو بیچا کر اپنا جگر بہی نکال بیمار کے حوالہ کیا۔ بیمار وہ دو نو جگر لئے اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ موسیٰ یہ دیکہہ کر واپس ہوئے اور خدا سے اس کے متعلق استفسار کیا جواب ملا۔ وہ مرد بیمار دراصل ایک فرشتہ تہا اور خدا ان دو نو دولہ اور دولہن کو دوست رکہتا ہے۔"

ابتداء:-

شروع کرو بسم اللہ اسم خدا
اوس بعد الحمد بہی پڑ تو سدا
وہ قادر ہی قیوم قدرت یزال
بہی صانع ہی صفت کا اسم جلال
ہم تیرا بندہ نہو دایم اہے
تو خالق ہی پرور جو قایم اہے

اول لکہہ جو قصہ بہی موسیٰ کا تو
اوس بعد دوستان کے احوال کو
کہ یک روز موسیٰ کا چہرہ زرد
بہی شدت سین تہا اونکی سر میں درد
چلے تہی خدا پاس کرنا عرض
دفعہ ہوویگا تب جو سر کا مرض
بہی گہر سین نکلکر ارادہ جبل
کرے التجا سے تو ہووی فضل

کہا تب خدا نی بہی موسیٰ کو یوں
طبیب کون دنیاں میں بہی پیدا کے کہوں
بہی نزدیک طبیب کی آنا جاؤ تم
دیویگا دوا اسمہ مبارک کو تم

دیا ہات چاقو اوسنے نونہال ‏ ‏ ‏ ‏ اوچیری شکم کو کلیجہ نکال
یہ اول لیجا کر بہی دینا اوسے ‏ ‏ ‏ ‏ بنام خدا ہی یہ کہنا اوسے
اوسن بعد مختار تمن جانکے ‏ ‏ ‏ ‏ ہے ارمان حسرت بہری مانکے

خاتمہ۔

نتہا درد اوسکو اوبہانہ اتہا ‏ ‏ ‏ ‏ یہ ہی امتحان کر دیکہا نا اتہا
یہ قصی بہی دونو بیان بیان تمام ‏ ‏ ‏ ‏ درود ان پیمبر پو بہجو مدام

روضۃ الصالحین

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (اورینٹل ۶۵۵۷/۲۴۴) ورق (۱۱۳) سائز ۷ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

اس مثنوی کے متعلق کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے کیونکہ بلوم ہارٹ کی تصنیف کے بعد یہ مثنوی میوزیم میں داخل ہوئی ہے کسی دوسرے یورپین مصنف نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

مثنوی کی تصنیف سنہ ۱۲۰۸ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ خود مصنف کے اشعار سے واضح ہو سکتا ہے۔

بارہ سو پہ آٹھواں تھا سن　　جبکہ اس نظم سے غلام حسن
ہوا فارغ ببرکت حضرت　　بر محمد و آل او صلوات

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ مثنوی سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے مصنف سے خواہش کی حدیقہ کا ترجمہ کیا جائے ان کے اصرار پر اس کو ہندی نظم میں ترجمہ کیا گیا۔

مثنوی میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہوئی ہے۔ اس کے بعد عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ حدیقہ فقہ حنفی کا ترجمہ ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابتدا۔

پہلی کر تو خدا کی حمد و ثنا
جسنے ہم سبکی تئین کیا پیدا

اور فضیلت دی اپنی رحمت سے
نوع انسان کو ساری خلقت سے

کہ اوسے فہم اور شعور دیا
اور زبان اوسکی کو کیا گویا

بعد حمد و صلوۃ و مدح کی اب
جان اس نظم کرنیکا تو سبب

سبب اس کا یہی تو سن مجھسے
کہ مین بعضی جو مہربان اپنے

ربط درحالتیکہ مجسے کمال
رکہتی ہیں یون کیا اونہونی سوال

کہ حدیقہ جو فقہ مین ہیسکا
بڑہی اخوندنی جسی سے لکہا

اور ہیں مذکور اوسمیں وہ باتیں
کہ نہایت ہی احتیاط اون مین

— — — —

کہ مسائل جو اوسکی ہو دیں ضرور
کہہ تو ہندی مین نظم کے دستور

— — — —

پس مسائل جو اوسکی ہیں اونسے
ایک نماز اور مقدمات اوسکی

کئی میں سنے یہ ہندی میں منظوم
تا نہو دوستوں کا دل مغموم

— — — —

صلحا کی نظر سے گذری جب
بہول جاوین نفضائی یا غمکو تب

اسی لئے میں نے اس رسالہ کا
روضۃ الصالحین نام رکہا

لیک لازم تہا ابتدا میں بیان
مجملاً کچھہ اصول دینکا بیان

مزید نمونہ کلام :-

ابتو ایمان و کفر کی معنی
اور کچھہ حکم اونکی سن مجھسی

پس ہے کافر تو وہ سمجھہ اسکو
جو ضروریٔ دینکا منکر ہو

اور ضروریٔ دین وہ امر ہی اب
جانتی ہوں جسی مسلمان سب

ہی وہ مثل وجوب صوم وصلوٰۃ | اور وجوب جہاد و حج وزکات
حرمت خمر اور زنا اسی طور | اور جو مثل انکی ہو کر غور
منکر انکا ہی خارج از اسلام | کفر میں اوسکی کچھہ نہیں ہی کلام

ذکر تاریخ جو ہوا یہ محل | اسمیں ایک مہربان خجستہ عمل
سال اوسکی شمار کرکی صریح | یون لگی کہنی ہی یہ نظم فصیح
جب یہ تاریخ کر چکی وہ غور | کہی تاریخ فی البدیہ یہ اور
خوش جو آئی اونہیں یہ طرز سخن | بول اوٹھی "ہے عجیب نظم حسن"
اور ایک مہربان نی فی الفور | کہی تاریخ فارسی اسطور
سال تاریخ ابن غنچہ کتاب | چمن روضہ جناں دریاب
کرکی پہر ایک شفیق نی معلوم | طرز نظم حدیقۂ منظوم
اسکی تاریخ ہو کسی خوش یہ کہی | خوشنما ہی حدیقہ ہندی

دیوان چندا

اس دیوان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۸۱۰) ورق (۴۳) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :—

"یہ دیوان سنہ ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء میں مرتب ہوا ہے جبکہ نواب نظام علی خاں آصفجاہ کی دور حکمرانی کے سینتیس سال ہو چکے تھے ابتداً ایک فارسی نثر میں دیباچہ نو ورق کا لکھا گیا ہے دسویں ورق سے اصل دیوان شروع ہوتا ہے۔"

دیوان کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے جس سے سنہ ۱۲۱۳ھ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ مہ لقا بائی چندا کا دیوان ہے جو حیدرآباد کی مشہور طوائف تھی۔ طوائف کے نام سے ممکن ہے ذہن آجکل کے طوائف کی طرف منتقل ہو مگر ایسا نہیں تھا چندا ایک خاندانی خاتون تھی اور پیشہ ور طوائف نہیں تھی۔

اس کا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا شاہ عالم کے زمانہ شہزادگی میں صلابت خاں اور بادشاہی کے زمانہ میں بسالت خاں۔ کے خطاب کے ساتھ بخشی فوج کے عہدہ سے ممتاز تھا۔ چندا کی ماں راج کنور بائی گجرات کی رہنے والی خواجہ محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

سنہ ۱۱۷۸ھ میں چندا تولد ہوئی۔ علم وفن میں سرآمد روزگار اور شعر گوئی اور موسیقی میں اپنے آپ نظیر تھی۔ اچھے اچھے شعرا اس کے محفل مشاعرہ اور بڑے بڑے اُمرا اس کے موسیقی کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری۔ تیر اندازی

ورزش وغیرہ مردانہ کھیلوں میں کافی مہارت رکھتی تھی۔

صاحب مال و دولت تھی صرف اردلی میں پانچ سو سپاہی ملازم تھے۔ علم و فن کا بڑا شوق تھا اس کے علمی ذوق کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہتمام سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ مرتب کروائی جو تاریخ دل افروز[لہ] سے موسوم ہے۔

چندا کے کیارکٹر کا حال اس کے نظام الاوقات سے معلوم ہو سکتا ہے جس کو مصنف تاریخ دل افروز نے لکھا ہے۔

صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی تھی اور طلوع آفتاب تک داعیہ وغیرہ میں معروف رہتی طلوع آفتاب سے قرآن شریف پڑھتی پھر ناشتہ ہوتا اس وقت تک دوپہر ہو جاتی اور وہ قیلولہ کے واسطے بالاخانہ پر جاتی اس کے بعد ظہر کے نماز پڑھتی اور اس کے بعد عصر تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانہ میں آتی اور خانگی حساب کتاب امور خانہ داری کا انصرام کرتی۔ اس کے بعد لائق اور قابل اصحاب اور اہل سخن

لہ اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے نمبر (ر ۲۶۲۴۰) اڈیشنل اگرچہ بظاہر یہ خاندان آصفیہ کی تاریخ ہے لیکن اس کو ہندوستان کی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ غلام حسین خاں جوہر اس کا مؤلف ہے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تاریخوں سے مدد لی گئی ہے اس سے اسکی اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

روضۃ الصفا۔ روضۃ احباب۔ نورس نامہ یعنی گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) تاریخ مرات العالم اقبال نامہ جہانگیر۔ اکبر نامہ۔ ماثر الامرا۔ تاریخ خافی خاں۔ چار چمن۔ سوانح دکن۔ تاریخ ہفت اقلیم۔ شاہ نامہ۔ تاریخ بہمنی۔ تاریخ قطب شاہی۔ زبدۃ التواریخ۔ حبیب السیر۔ عالمگیر نامہ۔ شاہجہاں نامہ تورک تیموری۔ تورک آصفیہ۔

جمع ہوتے اور علمی صحبت قائم ہو جاتی۔ رکتب بینی کا بڑا شوق تھا اکثر حبیب السیر اور روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا کرتی اس کے علاوہ فارسی اور ریختہ دیوان بھی زیر مطالعہ رہا کرتے، یہ صحبت نماز مغرب تک قایم رہتی اس کے بعد کھانا ہوتا اور پھر نماز عشا کے بعد اساتذہ فن موسیقی جمع ہوتے اور آدھی رات تک یہ محفل گرم رہتی۔ رمضان میں روزہ کے بجائے روزانہ ایک سو بیس خوان غربا کو دیا کرتی تھی۔

اس تفصیل سے اس کے اخلاق پر اچھی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس کے کیا رکٹر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چندا علم دوست تھی اور اپنے اہتمام سے تاریخ مرتب کروائی تھی اس تاریخ کے مرتب کرانے کی وجہ خود اس کے الفاظ میں سنو:-

"چوں حقوق تربیت وعنایت خاندان عالیہ آصفیہ خصوص نوازش وعنایت حضرت نواب غفران مآب (آصفجاہ ثانی) بریں عاجزہ بے مقدار چندیں سرفرازی ہا ثابت ومحقق است لہذا اول فدویت چنا میخواہد کہ تاریخ در ماثر ایام سلطنت آنحضرت بعنوان اجمال کردہ شود در ذیل آں بعد از ذکر ارکان واعیان و امرائے عہد ذکر ایں عاجزہ ہم طراز واماں یاد فرمائی و یادگار ہی ہا باشد۔

(ص ۱ ب مخطوطہ برٹش میوزیم)

شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح سخن لیتی تھی بڑے بڑے شعرا اس کے یہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ موسیقی کی محفل میں بڑے بڑے امرا سلطنت شامل ہوتے تھے اور اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے تھے۔

میر عالم بہادر نے بھی ایک مثنوی (۱۷۵) شعر کی اس کی تعریف میں لکھی ہے اس کے بعض شعر درج کئے جاتے ہیں۔

اے مہر سپہر روشنائی	سرتاپائے تو دلربائی
اے مردم دیدہ محبت	سرتاقدمت طلسم الفت
مشکل تو بفلک دل مصور	چشم تو نات جاں مجمر
۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اے ماہ لقائی ماہ پیکر	وی ماہ جبین و ماہ منظر

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس دیوان کے ابتدا میں ایک فارسی دیباچہ ہے جس میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد آصفجاہ ثانی کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد دیوان وقت ارسطوجاہ کی تعریف ہے۔ اور اس کے بعد راجہ راؤ رنبھا کی تعریف کے بعد مولف دیباچہ (سید نصیر الدین خاں قدرت) نے چندا کے کمال کی داد دی ہے اس دیباچہ کا جستہ جستہ انتخاب نامناسب نہیں ہے۔

"درنیاں تہنت عنوان سنہ سبعہ وثلاثین از جلوس میمنت مانوس بندگان .... نظام الملک آصفجاہ نظام الدولہ میر نظام علی خاں .... مطابق سنہ ثالث عشر ماتین بعد الف آوان اوج وعروج مدار المہامی ... . غلام سید خاں سہراب جنگ معین الدولہ شیر الملک اعظم الامرا بہادر وکیل مطلق مختار دولت آصفیہ امیر اعظم نواب ارسطوجاہ کہ ... ...

ماہ منیر فلک انبساط برجیس نور برج نشاط نازنیں چار بالش رعنائی المخاطب ماہ لقا بائی در سررشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منبع المناصب معالی المراتب علو منزلت و مرتبت ذی شوکت وحشمت والا تبار عالی مقدار راجہ راؤ رنبھا بہادر جونت بنا لکر مد اللہ عمرہ وزاد ثروتہ محفل افروز گشتہ

دانی سشیر از بند اجزائی معانی کہ عبارت از تصنیف دیوان غزل بندیست گردید وسواد اعظم بر صفحہ را بتحریر و تقریر دلپذیر مانند خطوط شعاعی خورشید کشید ــــ ــــــــ .... بنا بر یادگار کہ بر صفحہ روزگار مزید بر اولاد احفاد متصور از اتفاق ـــــ خوش بیان سید نصیر الدین خاں معنی دان المتخلص قدرت سلمہ اللہ العزت صورت تحریر المراد ظہور منعکس نمود .... آں گل بوستاں محبوبی با ایں نیازمند درگاہ ایزدی نظر بر الصبا و ضوابط یکتا و بہا جہت تحریر ایں چند کلمات کہ کیفیات مدارج خود بزبان خامہ و ہر تکلف شد مع ذالک بتسطیر خامہ در آورد ــــ ... . ـــــــ ....

فی الحقیقت موزونیت سطور و نواش بدیدہ معنی نژادان سخن شناس معشوقیست مزلف وہر لفظ دلفریبش شاہدیست مخطط ابیاتش کاکل دار بر صفحہ عارض معشوقاں فتادہ والفاظ مطبوعش مانند خط و خال مہوشاں بلطف آمادہ نرگستان چمن کدہ تلاش مضمون فصاحت مشحون با ہزاراں چشم در تماشا گاہ مدرکہ آئینہ ہانچندہ طوطی خیالات رسا دام لاتحصی میان بند۔"

غرضیکہ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مہ لقا بائی چو راجہ راو رمنبھا کی ملازمت میں داخل تھی نصیر الدین خاں قدرت سے دیباچہ لکھنے کی خواہش کی دیوان راجہ صاحب موصوف کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی ترتیب اور دیباچہ کے مرتب ہونے کے بعد نواب ارسطو جاہ دیوان وقت نے اس کو دیکھ کر پسند فرمایا۔ اس کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے۔
۱۲۱۳ھ

اس دیوان میں اصناف سخن سے صرف غزلیں ہیں پہلی غزل کا مطلع اور مقطع درج کیا جاتا ہے ۔

کہاں طاقت ہے راہ حمد میں جو ہو زبان گویا
کہ یہاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہان گویا
سوائے حق کے کب کوئی واصف وصف احمد ہو
رہا چندا ملک پر بھی ہے نکتہ نہاں گویا

دیگر

ساقی دی مجھ کو جام سے ارغوان پھر   افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پھر

ملتے ہیں توقع پہ تری غیر سے کم ہم   رکھتے ہیں ترے دور میں یہ چشم کرم ہم

چشم کافر بھی ہے اور غمزہ خونخوار بھی ہے   قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے

کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

دیوان شاداں

انڈیا آفس میں اس دیوان کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۱۴۱ اورینٹل) ورق (۹۹) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۴۳ھ کاتب محمد علاء الدین حسن۔

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے ہنوز کیٹلاگ مرتب نہیں ہوئی اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں ہے۔

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ دیوان نہیں ہے۔

مہاراجہ چندو لال المتخلص شاداں سے کون واقف نہیں جو حیدرآباد کی مسند پیشکاری پر متمکن تھے اور منیر الملک کے بعد دیوانی کے فرائض بھی بجالاتے تھے۔

مہاراجہ کو شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ نصیر کئی مرتبہ آئے۔ ذوق اور غالب کو بھی پیغام طلب گیا۔ بیسوں شعراء آپ کے دربار سے وابستہ تھے۔

۱۱۷۵ھ میں تولد ہوئے تھے اور ۱۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

زیر بحث دیوان میں ایک قصیدہ آصفجاہ ثالث کی مدح میں ہے جس کے (۱۵) شعر ہیں ایک مخمس پینتیس ۳۵ رباعی اور بقیہ غزلیں ہیں۔ غزلیں ردیف وار ہیں۔

ابتدا :-

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنی صنم کا
سایہ ھی میری سر پہ تو اوسکی ہی قدم کا

....

شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام
تکیہ ہی مجھی یار تیری فضل و کرم کا

غزلیں ردیف ہی کے قافیہ تک ہیں آخری غزل کا مقطع اور مطلع درج ہے۔

سجن ہار کیو جسنے دیکہا جہانکا وہان وہ ٹہٹک رہا ہی
کہان پہر اوسکو سمجہ ہی کیان جیسے بورا سٹک ہا ہی

کہی ہی اب تجہسے یہ ہی شادان پیا پیاری کئیں ہٹک مت
تجہے میں سمجہا یا کیا کیئے تو کیون ا.ی من ہٹک .ا۔ ہے

قصیدہ کا مطلع

صبح بیدار ہوا میں تو یہ بولا اقبال | آیا ہون رہنی کو میں تیری ہی وزیر فی الحال

گریز ملاحظہ ہو۔

کس لئے ایکی بہار آئی بصد رنگینی | تب تو گلشن کے یطوطی سے کیا میں نے سوال
بولی طوطی کہ نہیں جانتا کیا تو یہ بات | کہ بہار آئی ہی اوس شاہ کی اور بر سال
نام جس کا کہ ہی مشہور شہ اسکندر | ہی جہان اوسکی ہی —— ؟

دوسرا مطلع

ایخداوند رہی تجہپہ خدا کا افضال | ذات تیری ہی اب ایسے کہ نہیں جسکی مثال

آخری اشعار خاتمہ ملاحظہ ہو۔

جمین تیری یہ شادان کی دعا ہو قبول | ایسے ممدوح کو رکہہ شاد الہی ہر حال
جب تلک دور فلک میں ہی مہ و مہر نمود | یارب اس شاہ کی دولت کو کبہو ہو نہ زوال
ہی دعا مجہسے یہی اور سبو نسے آمیں

جلد بر لائی خدا ہو دین جو تیری آمال

مخمس کے ابتدائی۔

ہکو تو اوسے یہ نت نظر ہی | ایدہر اودہر کی کب خبر ہی
مت لوک اوسے کہ یہ شر ہے | پہرتا جو نہین وہ در بدر ہی
عاشق کا یہ حسن سر بسر ہے

پہلی رباعی:۔

ای یار تجہی جو خوب دیکہا ہمنی | پہر پایا تمام سود لیکہا ہم نے
اس سے بہی زیادہ اور ہوتا ہی کچہ | سو سو ڈہب سے کیا پہ یکہا ہم نے

تحقیق طلب مخطوطات

اب ہم ایسے مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں جن کا یا تو زمانہ تصنیف نامعلوم ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا مگر اس میں کوئی شک نہیں یہ دکھنی مخطوطات ہیں اور ان کی طرز عبارت کے لحاظ سے یہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری اور بعض تیرہویں صدی ہجری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی وقت ایسا آئے جب کہ ان مخطوطات کے متعلق بھی معلومات ہو جائیں۔

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) طوطی نامہ نثر
(۲) حکایات لطیف
(۳) قصہ مینا
(۴) منتخب نیک نام
(۵) قصہ مریم
(۶) اسلام عمر
(۷) انوار سہیلی
(۸) دوازدہ مجلس
(۹) نافرمان عورت۔
(۱۰) قصہ معجزہ بی بی فاطمہ
(۱۱) قصہ ابراہیم ادہم
(۱۲) سلسلہ خلافت
(۱۳) وفات نامہ پیغمبر
(۱۴) قصہ گل و ہرمز
(۱۵) قصہ ہشام و قمر
(۱۶) بہار دانش کی حکایتیں
(۱۷) ترجمہ گلستاں
(۱۸) قصہ انار رانی
(۱۹) ترجمہ سراجی
(۲۰) قصہ بندگان عالی

(۲۱) گنج نامہ

(۲۲) معراج نامہ

(۲۳) قصہ جنگ امیر حمزہ

(۲۴) کتاب الاخلاق

(۲۵) شرح دوبیت

(۲۶) افسانہ ہندی

(۲۷) آئین و قوانین افواج کمپنی

(۲۸) گیت احمد

طوطی نامہ

یہ دکھنی نثر میں ابوالفضل کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر (ایڈیشنل ۱۰،۵۸۹) ورق (۱۴۹) سائز ۷½ × ۵¾ سطر (۹) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت ۔

"طوطی نامہ یا طوطے کی کہانی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اصل مخطوطہ ابوالفضل کا اختصار ہے جو نخشبی کے طوطے نامہ سے کیا گیا تھا۔ دکھنی ترجمہ پوری کتاب کا نہیں ہے بلکہ صفحہ ۱۰۰ تک چھتیسویں حکایت تک ہوا ہے۔ اس دکھنی مترجم کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ایک اور دکھنی ترجمہ غواصی نے کیا ہے۔"

باوجود تحقیقات مجھے بھی نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوا اور نہ سنہ تصنیف کا پتہ چلا۔ یہ دکھنی طوطی نامہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ابوالفضل کے فارسی طوطی نامہ کے نیچے ہی سرخی سے ترجمہ ہوا ہے نمونہ پیش کیا جاتا ہے قیاس یہ ہے کہ ولی کے زمانہ کا ترجمہ ہوگا۔

پیچھے سین تعریف صاحب زمانہ کے اور زمیں کے یعنی خدائے کے تعریف کے بعد ازاں اور پیچھے سین تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے ....

چلنے ہارے پرے راہ بندگی کو یعنی بندگی رکھنے ہارے کو وہ کون ابوالفضل بیٹا شیخ مبارک کا اوسکی تیں پاک حکم بادشاہ جاری ہونے کے پایا یعنی بادشاہ حکم فرمایا کہ یہ کتاب کتیں یعنی طوطے نامہ

کو سات عبارت تازی کے سات روشن تھوری عبارت
کے نقش ترتیب کا دیوے یعنی مختصر عبارت سیں بناوے

بیچ شہر ییک کے شہران ہندوستان کے سوداگر ییک
تھا اوس کا نام مبارک تھا آرزو فرزند کی نہایت رکھتا تھا یکایک
آواز دینے ہارا فضل خداے عالم کا خوشش خبری اِس بات
کی دیاوہ بات یہ ہے تہیں خوشش خبری دیتے ہیں سات فرزند
ٹیک کے بیچ کان اوس مبارک سوداگر کے ....
سوداگر اِس مبارک حوصلہ کے تیں یعنی اوس فرزند کو میمون
نام رکہا جب خطار خسارے اوس کے کا او گیا یعنی میمون کو خطاداری
کا نکلیا اور عمر اوس میمون کی اٹھارہ برس کو پونچی بیچ وقت
مبارک کے سات خجستہ نام والی عورت کے شادی کیا۔

یہاں مختصر طور پر فارسی عبارت کی ساتھ ساتھ ترجمہ کہنی بھی درج کیا جاتا ہے تاکہ دونو کا تقابل کیا جائے۔

فارسی	ترجمہ
بعد سپاس خداوند زبان و زمین و ستایش داور جان و تن آفرین کہ طوطیان باغ قابلیت را شیرین گفتار کرامت فرمودہ و بلبلان چمن کاملیت را عشق گلشن قدرت خویش گردانندہ۔ حامہ خامہ را در ہوائے تحریر چنیں پرواز میدہد۔	پیچھے سیں تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے وہ صاحب کہ طوطیان باغ قابلیت کتیں یعنی منشیان کتیں میٹھا سِس باتوں کی بخشیا یعنی میٹھے باتان منشیان کو خدا نے سکایا اور بلبلان چمن کامل پتے کتیں یعنی شاعران کتیں عاشق باغ قدرت اپنی کا کیا یعنی اپنی قدرت دکہا کر عاشق کیا۔

حکایات لطیف (اخلاق ہندی)

یہ مخطوطہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۱۸۰۳) ورق (۵۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔
کیٹلاگ میں کوئی وضاحت نہیں ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی۔
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں کئی ایک اخلاقی حکایات ہیں۔ چونکہ کل (۷۶) حکایات ہیں اس لئے ہر ایک کے متعلق صراحت دشوار ہے نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونہ :۔

دو عورتاں ایک بچے کے واسطے لڑتے تھے ہور شاید دونو نہیں رکھتے تھے۔ اور دونو عورتاں لڑتے ہوئے قاضی کے پاس گئے ہور انصاف چاہی قاضی جلاد کو حکم دیا اس بچے کو دو ٹکرے کر کر اس دونو عورتوں کو دی ایک عورت یہ بات سنکر خاموش رہی دسری عورت گریہ ہور واویلا کر کے پوکاری جو واسطے خدا کے بچے کو دو ٹکرے مت کر اگر ایسا ہی انصاف ہی بچے کو میں چہیتے نہیں۔ قاضی تب یقین سمجھا جو ان بچی کے یہی ہے بچا اوس کو دیا ہور دسری عورت کو کوڑے مار کر چلا دیا۔

قصہ مینا

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۷۷) ورق (۲۰) سائز ۸×۵ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ کاتب غلام حیدر۔

نمبر (۷۸) ورق (۲۳) سائز ۸½×۵½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔
تاریخ کتابت ربیع الاخر ۲۳ ۱۱۵۲ھ بمقام بنگلور کاتب حسن محمد فاروقی ساکن بیجاپور

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ایک بادشاہ اور مینا کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ داستان خاصکر عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مینا اپنے شوہر کوے کی وفادار بی بی ہے۔ بادشاہ کے ترغیب دلانے پر بھی راضی نہیں ہوتی قصہ کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین کو طلب کر کے مینا سے معافی مانگی"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اور مصنف کے نام کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

حسب قاعدہ مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک بادشاہ کے پاس کوا تھا کوے کی جورو مینا تھی۔ بادشاہ ایک کٹنی کے ذریعہ مینا کو ترغیب اور لالچ دیا مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ خود آکر اپنے کان سے مینا کی ناراضی سنی اور خود کو ظاہر کر کے معافی طلب کیا۔ مینا اور کٹنی کی گفتگو

ان کے تمثیلی قصوں سے کہانی طویل ہوگئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ۔ ابتدا

کہوں حمد میں پاک رحمان کا | کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمیع حمد اوسکوں سزاوار ہے | کہ او جگ کوں پیدا کرنہار ہے
او خالق اچھے سب خلق خاص و عام | او مالک اہے ملک کا سب تمام

نعت :-

محمد نبی خاتم الانبیا | شرف جسنے سب جگ میں ہمنا دیا
منور کیا جگ کوں اس سور سوں | دیا روشنی سب کوں اس نور سوں

رسالا اتہا فارسی سوں اول | کیا نظم دکھنی سیتے بے بدل

کہ یک شہر کا یک بڑا بادشاہ | جہانگیر عالم اتہا شہنشاہ
سنجے مہربان عدل او شہریار | نیکو ناؤں اس کا سو بالا کنوار
وزیراں کیتک خوب حسن و کمال | ملیکاں ہزاراں سوہا بجلے محال
اوسی کے ولایت بہوت شہر تہے | سبی خلق وان کے دنیادار تہے
تہا اس بادشاہ سیں کوال ایکہ | اسم اسکا لواک اتہا ناؤں نیک

اگر سور آسمان تے آئیگا | اگر چاند آ مجہ کوں آزمائیگا
اگر کوئی ملک ہوی تو صاحب جمال | اگر کوئی مقبول ہی جگ او جال
تو لورک تے ایلا رہی سب تمام | اوسر تاج میرا مجی اس سوں کام
دیکہاتے مجی سو کناں کا اوسنگ | تیری کام سوں سب جاوی ناؤں ننگ

اگر آوی چاند اگروں پیلا دم | مبارک میری پوکوں لاگہاں حرم

بجی ماں بغیر دودہ دسرا حرام | پیئے اچھتے ہو کر حرامیا نکی کام

کرنا بیاپ پر فرض ہی چار بات | جو فرزند کے حق میں کرنا جہات

اول نیک کا دودہ اسکوں پلائے | دوجا آپ اشراف کے نیک لائے

ہے تسرا سکانا اوسی حق کے بات | ہے چوتہا اُجانا ادب چال سات

خاتمہ :-

کیا نظم قصہ کا نا بات کہول | دیکہیں چوک یاراں تو راکہو نہ بول

منتخب نیک نام

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (٥٢) ورق (٣٠) سائز ۸ × ۶ سطر (۱۱) نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :—

"پیغمبروں اولیا اللہ کے حالات واقوال دکھنی زبان میں منظوم کئے گئے ہیں۔ مصنف عزیز ہے۔ یہ مثنوی فارسی کا ترجمہ ہے جو شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ورق ۳ پر دیا گیا ہے

ختم پایا فضل سوں تیرے تمام
نام اس کا منتخب ہے نیک نام

تاریخ تصنیف بھی نظم کی گئی ہے جو سنہ ۱۲ھ ہے۔

برس بارہ سو اٹھے ہجری تمام ختم پایا منتخب اے نیک نام

ایک دوسرے ہاتھ سے کتاب کے متعلق یہ نوٹ درج ہے" منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

" منطق الطیر در زبان ہندی دکھنی بطرز شیخ فریدالدین عطار"

دور آصفیہ میں ایک مشہور شاعر شاہ عزیز اللہ عزیز دکن میں گزرے ہیں جن کا ذکر اکثر تذکروں میں موجود ہے یہ مثنوی اس مشہور و معروف عزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی اور عزیز کی مصنفہ ہے۔ جن کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف کتاب اس کے بعد اصل

مثنوی شروع ہوئی ہے بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

(۱) حکایت معجزہ پیغمبر علیہ السلام (۲) حکایت یونس علیہ السلام (۳) حکایت عزیز علیہ السلام (۴) حکایت رسول اللہ علیہ السلام (۵) حکایت عتیقؓ (۶) حکایت سلیمانؑ (۷) حکایت دیوانہ

شیخ فریدالدین عطار کے چھ مثنویوں سے (یعنی منطق الطیر۔ الٰہی نامہ۔ مصیبت نامہ خسرو گل۔ اسرار نامہ۔ مختار نامہ) کسی کے ساتھ نہیں ملتی تعجب ہے ابتدا میں منطق الطیر کا ترجمہ کیوں نکھا گیا ہے۔ وجدی کی پنچھی باچھ جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ وہ دراصل منطق الطیر کا ترجمہ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

ابتدائے کلام

اے خداوند کریم بے نیاز | اے شہنشاہ و بادشاہ سرفراز
اے حکیم صانع ہر دو جہان | اے خداوند کریم مہربان

حکایت معجزہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوید۔

کیا سخن فرمای مولانای روم | معرفت کر روز کا سب سے ہجوم
لیکس یاران سرور سالار دین | ناگاہان مسجد میں بیٹھے تھے و مین
آنسون سایل سب ہوی جل عرب | دلمین ساری کفر و ہر کہ پے ادب
ٹیک تیتہر خوشمان سفید رنگ | ہے ہماری نظر میانی پے در تنگ
آدپس جہتر سوں کرچہ ہودی یک شجر | آو بس شجر کوں ہووی تسن ڈالے بکر

حکایت عزیز پیغمبر علیہ السلام

مست مانند فیل کہ عالم سکل | شام میں تھے قوم اسرایل کل
سرکشی و مغرور تھے آو نا بکار | ظلم کا پیشہ تہا ان کا رو بار
انکو مارو انکو سب بختا نصر | شام کہ کل ملک کون ویرا نکر

بندمیں اپنے پکرکہ کیسے وہان | کے ہزاران لیکہا انجیل خوان

حکایت عائشہ رضؓ

عایشہ عصمت پناہ صاحب وقر | جس سون پایا دوسرا عفت نکو
کافران آنپر کئے بہتان سب | دین کی اعدانی مل یکبار تب
حق کیا ایت کتیں ستیر نندول | عایشہ کے شانہ میں مانند پھول
سروری کونین کہ دلیں سبزان | اس خدا کا تہا کمے بے شک گمان
نام ہے ستار جسکا بے مثال | آنیکرتا پردہ پوشے بہی ایتال

حکایت معرفت حق گوید۔

معرفت کہ راز کون او کردکار | جب کہ دیتا ھی بندہ کون کرکی پیار
معرفت کے بہی موافق ذوالکرم | سونپتا ھی او سپو ہر دم رنج وغم
بل سین آوس عرفان کے لیا تمام | رنج کتیں سرپوا پنے لا کلام
درد وغم سین شاد ہوتون روز شب | معرفت کے بحر میں دوب مانند لب

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا -

قصہ بی بی مریم

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا انڈیا آفس میں ہے۔

میوزیم نمبر (اورینٹیل ۲۱۶۱) ورق (۷۶) سائز ۸ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۳۷ / I) ورق (۸۳) سائز ۸½ × ۵½ سطر (۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بی بی مریم کا قصہ دکھنی نظم میں مصنف کا نام نامعلوم۔ لڑکے کے تولد ہونے کا بیان قرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔ آخر پر عیسویت کا ذکر ہے۔ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ باب ششم سے شروع ہوتا ہے۔ ایک اور نسخہ ہندوستانی نظم میں علی بخش[1] جن کو سید برکت علی بھی کہا جاتا ہے سنہ ۱۲۹۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ یہ بمبئی میں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں طبع ہوا ہے۔ ایک اور دکھنی نظم اسی مضمون میں غلام احمد نے مدراس سے سنہ ۱۸۷۰ء میں شائع کی ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی کی فہرست میں بھی یہ شامل ہے۔"

---

[1] یہ نسخہ یعنی علی بخش کا مصنفہ میرے پاس موجود ہے مگر یہ بمبئی کا طبع شدہ نہیں بلکہ مدراس کا طبع شدہ ہے جو سنہ ۱۲۱۹ھ میں مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ قصہ اولاً دکھنی نثر میں تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں علی بخش نے اس کو منظوم کیا ہے۔

اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۷۵)

یہ نسخہ سنہ ۱۲۸۷ھ م (اکتوبر سنہ ۱۸۷۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۲۸۷ھ سے قبل ہوئی ہے افسوس ہے باوجود تلاش مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ابتدا:۔

ششم باب میں کہوں باصفات | ہے عیسیٰ کے اسمیں کتیک معجزات
چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے | کتیک معجزات میں حکایت یوں ہے

نمونہ ششم باب:۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۷۴ ملاحظہ ہو)

ابتدا:۔

شروع حمد خلاق عزوجل | چلوں حمد میں اسکے میں سر کے بل
بجز اس کے کوئی نہیں کردگار | وہی سارے عالم کا پروردگار

سنہ تصنیف نام مولف وغیرہ:۔

یہ مریم کا قصہ لکھا میں غریب | ز نصر من اللہ فتح قریب
قلم اب اٹھا اے علی بخش تو | بہت لکھ چکا ہاتھ کو روک تو

- - - - - - - - - - - - - - - -

یہ قصہ تھا سابق میں دکھنی زبان | ہوں میں نے کیا اوسکو اُردو زبان
یہ پورا کیا میں نے قصہ وہاں | جو مشہور کلیانی قصہ جہاں
مہینا تھا شوال کا خوش بجال | تھا سن بارہ سو اور نوو کا سال

چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے | کتنیک معجز تبیں حکایت یو ہے
او پیدا ہوے کیون کرو اب بیان | یو تفسیر قران سو سب عیان
کتاہون میں مریم کی پیدائش اول | کرون ذکر عیسیٰ کا پیچہی نقل
دیکہو مان جنو کی ہے مریم شجات | او بی بیان میں بی بی اسے پاکذات

تپ محرقہ سخت تہا در بدن | عناصر لگائی نفاقی انجن
سو مریم اوا تب کئے با نیاز | عصر اور مغرب عشا کی نماز
خدا سون لگائی اتہی قال وقیل | سو اسی میں پونچی ہیں وان عزرائیل
لباس عرب لیکو آئی تہی او | فرشتیان کا لشکر لے دہائی تہی او
کہے روبرو آ کو مریم کو دیکہہ | ای عیسیٰ کے مادر سلام علیک
ای مریم تما زانئیں قائم ہے تون | عبادت میں حق سات شامل ہے تون
سنی جب ملک موت سون یہ کلام | دیئے جواب مریم علیک السلام

سبو نی کرا سو صاحب بیمار | نکالی ہیں مریم کون تب کہر کی بہار
چلی لیکو مریم کون جنگل کی دہر | وسیں سب ہیں مریم مسافر اسیر
پدر ہور مادر قبیلہ تمام | سکی بہائی بہایان بچتے خاص عام
رضامند ہو کر چلی چہورنی | ولیکن کلیجی لگی تور سے
کہے مانگون مریم نی اے مہربان | میں فاسق نہیں ہون رکہو درامان

اسلام عمر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۲۲/۴) ورق (۷) سائز ۸ ¼ × ۶ سطر (۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"یہ ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرت ؐ کی سوانح کے متعلق عمرؓ ابن خطاب کا بیان ابو جہل کا بہکانہ اور عمرؓ کا مذہب اسلام میں تبدیل ہونا مذکور ہے۔ مصنف کیمہ"

یورپ کے کسی دوسرے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

تاریخ تصنیف وغیرہ کی صراحت نہیں ہوتی اور نہ مصنف کے متعلق کچھ حالات واضح ہوتے ہیں۔

اس مثنوی میں اول حمد و نعت کے بعد آنحضرت کی رسالت کا بیان ہوا ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی صراحت ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے :-

ابتدا

سعادت ابد کس کون ہوتا اگر | سنے وصف اونت ز خیر البشر
صفت او سنے مصطفیٰ کا سدا | کرے اسم پر انکے نت جیو فدا
کرے ناؤن پر اس ہزاران نثار | فدا مال ہور ملک گھر ہور دار

یو چالیس برس کی ہوے شاہ جب | حکم ہوا نبی کا آیا امر تب
سو اس وقت میں کفر تھا بہوت وان | نہ یو خوش لگے مصطفیٰ کوں تدان

نکل کر بہی جاویں ویک غار میں | اچھن جم وہاں کفر کے غاز میں

عمر سنکہ قران ہشیار ہو | لگیا خوش ہہے تو وہی مارد
ہوا صاف دل کفر کا میل جا | سو ہر یک آیت پہ او ذوق پا
ہوا دین کا پایہ دل میں کمال | ہدایت دیا دین کا ذوالجلال
لگیا شوق پر شوق ہو نے زیاد | سو ایمان لیا نیکوں ہو دل سوں شاد

خاتمہ :-

لگے امر معروف کر نیکوں تب | جگر کا فراں کے ہوتے غم سوں سب
محمد پہ ہونا ہزاران سلام | شفاعت منجے کرا ے خیرالانام
کمینہ یو فتاحی تیرا غلام | علیک الصلوۃ علیک السلام

انوار سہیلی

اس کے چھ نسخے یورپ میں ہیں۔ مگر نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوتا ہے اور نہ سنہ ترجمہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۸۶) ورق (۲۶۳۴) سائز ۸½ × ۵½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۸۷) ورق (۲۱۹) سائز ۱۱ × ۷½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق
یہ صدر الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ دیباچہ نہیں ہے اور ناقص الآخر بھی ہے۔

(۳) نمبر (۸۸) ورق (۲۴۵) سائز ۱۱ × ۷¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق
یہ بھی اس کا دوسرا نسخہ ہے خط بہت اچھا ہے۔ ناقص الاول ہے۔

(۴) نمبر (۸۹) ورق (۱۰۲) سائز ۹½ × ۵¾ سطر ۱۱ تا ۱۳۔ خط نستعلیق
یہ بھی اسی کا نسخہ ہے ناقص آلاخر ہے۔

(۵) نمبر (۹۰) ورق (۱۵۰) سائز ۱۱½ × ۶½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔
یہ بھی اسی کا نسخہ ہے مکمل نہیں بلکہ صرف باب اول اور دوم کا ترجمہ ہے۔
یہ ترجمہ کسی انگریز کے لئے ہوا ہے ابتدائی دس ورق تک حاشیہ میں انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

(۶) نمبر (۹۱) ورق (۸) سائز ۱۰¾ × ۷¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق
یہ بھی ایک اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جو صرف ابتدائی باب کے چند اوراق کا ترجمہ ہوا ہے۔

کیٹلاگ کا خلاصہ ۔۔

انوار سہیلی کا دکھنی ترجمہ جو فارسی کتاب مصنفہ ملا حسین بن علی سے

کیا گیا ہے۔ ایک اور دکھنی ترجمہ منشی محمد ابراہیم بن ملک حسن خاں
نے ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں مرتب اور ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں مدراس سے شائع کیا ہے"۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

"جو خلیفہ ابو جعفر منصور محمد کا بیٹا علی کا پوتا عبداللہ کا پروتا حضرت عباس کہ اولادوں سی سردار ہے کہ تخت پر بیٹھا اور کلیلہ دمنہ کتاب کی تعریف سنا بہت آرزو و خواہش سوں اُس کتابکو پیدا کر کہ امام ابوالحسن مقنع کہ بٹ کو دیا امام ابوالحسن اُس عصر کہ فاضلوں کا سردار تہا اُن نِ اِس کتابکو پہلوی زبان سوں تازی زبان سوں نقل کیا۔

ابو جعفر منصور ہمیشہ اُس کتاب کو مطالعہ کہ بیچ رکہکہ اُسکی نصیحت و حکمت کہ مطابق عمل کرتا تہا"۔

"سلطان حسین پادشاہ کہ عہد موں شیخ احمد نام ایک امیر اسکا سہیلی رہ آور وہ امیر سارا امیروں کا سردار و بڈا دیانت دار تہا ہمت و فضلت کا رکہن والا خیر و خیرات کا کرن والا .... خلق اللہ کہ فایدہ کہ وا میت مجہہ غریب کو اسیو جہ فرمایا کہ ای محمد حسب ملا محمد علی واعظ کہ فرزند تم اِس کتاب کو پارسی زبان موں کہو آور اِس باغ کہ درمیان اسوجہ معنی کا درخت لگا دو"۔

"گذشتہ دنوں کہ بیچ آور گذرا برسوں کہ بیچ چین شہر کہ درمیان ہمایون فال نام پادشاہ ایک تہا گیا بادشاہ کہ اسکہ دولت و لشکر کا آوازہ ملک بملک پہونچا اور اسکی پادشاہی و بزرگی کا ذکر آفتاب کہ مانند شہر بشہر مشہور ہوا تہا۔ بڈ بڈ بادشاہ سب اسکی فرمان برداری کا حلقہ جیو کہ کانوں موں پہرہ تہہ۔ آور مرتبہ کہ رکہن ان وال سردار لوگ اسکہ حکم برداری کا زین پوشش دل کہ مونڈ پہ دہر تہہ وہ پادشاہ فریدون کہ مانند دبدبہ آور جمشید روسی مرتبہ سکندر

وجہ قدرت و دارا کہ طرح لشکر رکہتا تہا۔ اور جیسا کہ خوبصورت معشوقون کہ رخسار پر آگ پانی ایکساتہہ رہتا ہی اسیو جہ اُٹ پادشاہ کہ عدل سون اگ و پانی ایکجا جمع ہوا تہا“

ایک دکہنی انوار سہیلی کا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اُردو میں کیا ہے جس کے مولف میاں محمد ابراہیم بیجاپوری ہیں۔ جو ۱۸۲۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ اسی کا ذکر بلوم ہارٹ نے بہی کیا ہے۔

عبارت کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو تو ایک شخص کے ترجمہ نہیں ہیں بلکہ دو علیحدہ شخصوں کے ترجمے ہیں۔ طرز عبارت سے قیاس ہوتا ہے ان میں میاں محمد ابراہیم کا ترجمہ قدیم ہے۔

دوازدہ مجلس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔
نمبر (۵۴) ورق (۴۴) سائز ۹¼ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔
مصنف کیٹیلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے:—

"مختصر واقعات حضرت محمد، فاطمہ، علی اور شہادت کربلا کے حالات مثنوی بارہ مجلس میں بیان کی گئی ہے۔ نثر میں بیان ہوا ہے اور ہر مجلس کے آخر ایک مرثیہ ہے، بارہ مجلسوں کا بیان حسب ذیل ہے:۔

(۱) وفات آنحضرت (۲) وفات بی بی فاطمہ (۳) شہادت حضرت علی (۴) امام حسین کے حالات (۵) مسلم بن عقیل کی شہادت۔
(۶) شہادت فرزندان مسلم (۷) شہادت حُر (۸) شہادت قاسم
(۹) شہادت عباس (۱۰) شہادت علی اکبر (۱۱) علی اصغر
(۱۲) شہادت امام حسین"

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا مصنف "عطا" ہے۔ مثنوی میں دیباچہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔
برٹش میوزیم میں دہ مجلس نام ایک فارسی کتاب موجود ہے اگرچہ بیان مندرجہ ابواب ایک ہی ہیں مگر عبارت سے مقابلہ کیا گیا تو دونو نہیں ملتے۔

"عطا" کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس نہم در بیان شہادت حضرت عباس علی علیہ السلام

راویان اخبار مصیبت و ناقلان آثار محبت اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب عباس علیہ السلام کہ سات حسن اور جمال اور صورت کی اور شجاعت اور قوت اور بلندی قدمیں

اپنے وقت کے لوگوں سے ممتاز تھے جب کہ حضرت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے پاؤں حضرت کے زمین پر لٹکتے تھے .... اور لڑائی کرتے ہوئے کافروں سے متوجہ خیمہ کے ہوئے ظالموں نے سر راہ اون کی پکڑی اور گرداگرد احاطہ کیا حضرت عباس علی علیہ السلام اُن سے لڑتے تھے کہ ناگاہ ایک ملعون پیچھے ایا اور ضربت شمشیر اوس بزرگوار پر ماری دست راست جدا ہو گیا پھر حضرت نے مشک کو دوسری کاندی پر رکھا اور جہاد کرتی تھی"

ایک نوحہ کا نمونہ درج ہے۔

نوحہ:-

قاسم کی ما کہتی ہی کہ قاسم کدہر گیا — ہی ہی بنا بنی پہ نیا داغ دہر گیا
کربل میں میں نین اسلئی شادی رچائی تھی — جو سر کتا کی اپنا وہ جیسے گذر گیا
افسوس آج بیاہ کدن مر گیا وہ شاہ — ہی ہی بنا بنی پہ نیا داغ دہر گیا
پر ہر تہا سہرا بات میں کنگنا بندہا ہو — اسطرح اپنی بابا کنی دیکی سر گیا
بیٹھتی دولہن ہی رورو کئی با چشم خونچکان — کہتی ہی کیا غضب کہ میرا دولہہ مر گیا
شادی رچا کی رنہیں کیا دیر ہو گئے — قاسم سہرا ایدہر کونہ جیسی ادہر گیا
قاسم کا آج پڑ گیا ماتم جہان میں — خاموش اے عطا کہ وہ نوشاہ مر گیا

رباعی۔ (ہر نوحہ کے بعد درج ہوئی ہے)

ای مومنو ماتم ہی یہ عباس علی کا — ہر شانہ جدا ہو گیا جس حقکی ولی کا
تکڑی ہوا دریا رہی پیاسی سکہہ — افسوس علمدار ہوا سبط نبی کا

نافرمان عورت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے:۔

نمبر (۳۴/۸) ورق (۶) سائز (۸ ½ × ۵ ½) سطر (۸) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ایک دکھنی نظم جس میں ایک شادی شدہ عورت کی نافرمانی درج ہے۔ مصنفہ مخدوم"

سنہ تصنیف غیر ظاہر۔ مصنف کے حالات پردہ تاریکی میں ہیں۔

اس مثنوی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تھی اس کا شوہر صاحب دل تھا اس نے عورت کے حق میں بد دعا کی جس کے باعث وہ درد شکم میں مبتلا ہو گئی۔ آخر شوہر سے معافی طلب کی اور بیماری سے اچھی ہوئی۔

کلام کا نمونہ۔

ابتدا:۔

سوتُہی تجھے نید آتی ہے کیون | پیاین تجھے سیج بھاتی ہے کیون
پیاریان پیاکون سو راضی رکھو | اپس پیو کی ارواح تازی رکھو

اتھا کہ درویش نہ تھا دھن مال | اتھی نار اوس کون بری کم حیال
نہ خاطر میں لیاوہی مرد کون ذرا | کہی کچہ تو دی جواب اوسکون پھرا
مرد کون کی بولنی اس رضا | منہ سون کہی اوس اراہور ترا

مرد بہوت غصے سوں ہوا جل کباب | کیا بد دعا اون خدا کن شتاب
الہی یو ظالم ہے ظلمت کے تار | ایسے وقت از غیب او تری قہار
مرد کا مناجات کیا حق قبول | عورت کے شکم میں او ٹہا درد سول

کہا پند مخدوم زبان کہول صاف | ہر یک کوئی سنے پر گنہ ہوے معاف
ہر یک ٹہار بولو یو پورا کلام | محمد نبی پہ درود و سلام

قصہ معجزہ بی بی فاطمہ (؟)

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۳۷/۹) ورق (۱۲) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر غیر معین (۱۰ تا ۱۷) خط نستعلیق

نمبر (۲۲۳/۱) ورق (۱۶) سائز ۸ ¾ × ۵ ½ سطر (۱۵) خط نسخ و نستعلیق تاریخ کتابت نہیں ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت :۔

"آنحضرت کی دختر بی بی فاطمہ کے متعلق ایک قصہ مصنفہ نامعلوم۔"

اس مثنوی کا سنہ تصنیف نامعلوم ہے۔ مصنف غالباً شرف ہے کیونکہ بعض اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

ہمنکوں شرف اسکے آتی سوں ہے	جُنے لک بزرگی کا یو ناؤں ہے
خبردار بولیا سخن با شرف	روانہ ہوے فاطمہ اسطرف

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد و نعت ہے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ کفار قریش نے آنحضرت سے استدعا کی کہ ان کے یہاں شادی کی تقریب ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام کی وجہ سے مخالفت ہے مگر شادی بیاہ ایک علیحدہ شے ہے اور آپ کو خاندان میں فضیلت حاصل ہے اس لئے اگر آپ کی جانب سے حضرت فاطمہ شریک شادی ہوں تو مناسب ہے۔ آنحضرت نے ان کی استدعا کو قبول فرمایا۔ مگر بی بی فاطمہ کو تامل ہوا اور قریش کے حقارت سے دیکھنے اور ذلیل کرنے کا خوف

۔امنگیر ہوا۔ اس عرصہ میں جبرئیل وحی لائے اور حکم سنایا کہ خدا کی مرضی ہے فاطمہ ضرور شریک ہوں۔ بی بی فاطمہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں سے شادی میں شریک ہوئے مگر آپ کے پیوند لگے ہوئے کپڑے کفار کی نظروں میں زرین اور زرتار بن گئے اور چکا چوند پیدا کردیا۔ اس کو دیکھ کر یہ تو آنحضرت کا سحر خیال کر کے علیحدہ ہو گئے مگر ایک بڑی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔

اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت نہیں ہوسکتی مگر یہاں تو صرف ادبی حیثیت پیش نظر ہے۔ نمونہ کلام۔

ابتدا:-

دیگر یک حکایت سنو دلفریب | بچے مومناں کے لال کاہی زیب
سنو فاطمہ کی کرامات کون | فقیر کی مصیبت کی اصفات کون

ذلازم ہے یوں تمکوں ای نیک نام | کریں قطع رشتہ رحم کا تمام
ہماری قبیلہ میں شادی ہے آج | فلانیکی گھر ہی عروسیکا کاج
فلانا جو تیرے قرابت میں ہے | قرابت قریبہ شرافت میں ہے
دئی اسکی بیٹی فلا نیکتین | ہین ای تجکوں بلا نیکتین
کرو تم کرم اے شہی پاکذات | تمارے سگکے ہے چلو یکی رات

کہے فاطمہ نے اے خیر البشر | ای سلطان عالم شفیع الحشر
نہیں میں تمارا حکم رد کری | تمارا حکم سمانکیان پر دہری
تمہارا حکم رد کروں کیا مجال | ولی دلمیں گذریا اتہا یو خیال

کرامت سمجکر او ایمان لیا ہی | سبب فاطمہ کے ہدایت کوں پائی
الپس سات لے فاطران کو سب | خوشحالی سوں آتی ہیں خدمت میں اب

قصہ ابراہیم ادہم بلخ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۴۷) ورق (۴۲) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت جمادی الآخر بمقام کولار۔ کاتب شیخ اسمٰعیل ولد شیخ محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت صرف اس قدر ہے

"ابراہیم ادہم کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں"۔

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔

اس مثنوی کا مصنف کوئی شاعر محی الدین ہے جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ حسب ذیل اشعار سے محی الدین کے مصنف ہونے کا ثبوت ملسکتا ہے۔

حکایت محی الدین کر مختصر | ادب سات یاران سنو کان دہر
(ص ۶۸ ا)

کہ عرفان کون تون اپس سات کر | ایتا تون محی الدین مناجات کر
(ص ۸۷ ا)

مثنوی کا نام اور اس کے دکھنی ہونے کا ذکر مصنف کے الفاظ میں سنو:۔

خدایون سنوارے ہر یک کس کا کام | ہوا نظم دکھنی یو تمت تمام

- - - - - - - - - - -

کہا نظم دکھنی سون قصہ ہوا | محی الدین بر لیا ئے منجہ مدعا
براہم کا قصہ ہوا سب تمام | درود بر محی علیہ السلام

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر چاروں خلفار کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پھر اپنے مرشد ظہیرالدین اولیا کی تعریف کی گئی ہے۔

اس مثنوی میں ابراہیم ادہم کے پورے حالات نہیں ہیں بلکہ ان کی زندگی کے بعض حالات حکایتوں کے عنوان سے بیان کئے گئے ہیں زیادہ تر توکل، ترک دنیا کے متعلق حکایات ہیں۔ کئی حکایات بالکل جھوٹی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے مثلاً یہ کہ ابراہیم بارہ سال تک حسن بصری کے پاس جنگل سے لکڑیاں لاتے رہے اس کے بعد حسن بصری خلافت دی حالانکہ ابراہیم ادہم کو حسن بصری سے نہیں بلکہ فضیل بن عیاض سے خلافت ملی تھی۔

قصہ کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے اور نہایت خوبصورت اور نازک اندام۔ ان کا بستر خاص طور سے صاف اور آراستہ کیا جاتا کیونکہ ایک پھول بھی نیچے آجائے تو ان کو نیند نہیں آتی تھی ایک دن ایک لونڈی اس پر لیٹی اور لیٹتے ہی سو گئی۔ جب ابراہیم آئے تو وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اور پھر اول تو ہنسنے لگی اور پھر رونے لگی۔ ابراہیم نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں ایک لمحہ سوئی تو اس کی کیا سزا ہوگی اور روئی اس لئے کہ جو روز سویا کرتا ہے اس کو کیا سزا ہو سکتی ہے۔ ابراہیم کو یہ سن کر خدا کا خوف دامنگیر ہوا اور دل سے شرمندہ ہو گئے اس کے بعد چند اور حکایات ہیں آخر پر حسن بصری والا قصہ ہے۔ قصہ کے ختم پر دس شعر میں مناجات بھی ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

ثنا اول کر توں اول سو کرتا رک	یو دو جگ کوں پیدا کر نہارک
الٰہی توں قادر ہے رب الرحیم	توں صاحب ہے ستار ہے ذوالکریم

رحیمان تو صاحب ہے پروردکار | توں حیوم قیوم ہے برقرار

نعت :-

سنو میم کے اب روایت قول | سو او میم نوری محمد رسول
شرف میم کوں توں بتا کچہ دیا | سو او میم ظاہر محمد کیا

مرشد کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کہ ہادی ہے اسکوں میرا امیں | میرا پیر حضرت اہے ظہیر الدین
توں ہے شاہ دو جگ نہیں و زمان | تہیں دینہارا ہے اسجان دان
وسیلا ہے تیرا محمد رسول | علی کے چمن کا ہے توں خاص پھول

قصہ کی ابتدا :-

حکایت محباں سنو سربسر | بزرگان کی یو بات ہے مختصر
براہیم شاہ کرا تہا اون کا ناون | بلخ شہر اونکا سو تہا تخت ٹہاون
اتہی بادشاہ تخت و رنیک نام | اوس حق میں دعا تت منگے خاص عام

ہنسی میں سو اسواسطے بادشاہ | کہ لمحہ سونے سو یو اسکا سرا
کہ روتے ہوں سن بادشاہ نیکنام | رین دن سوتا ہے سو اسکا کیا حال
سنے سو شہنشہ تعجب ہوی | سو چہوڑ و کگر حکم اوسکوں سکیئے
سو کہا خوف تن میں کہے کردگار | کنہ کا رہوں میں سو توں شرمسار

حکایت عزیزان یو دیگر سنو | الٰہی کام تو مجکون بخش و کنو
سو یک دن براہیم مسافر ہوکر | چلے ولیین اللہ چہ کا دہیان دہر
سو سدید سنے سب اپس تن کے یون | نہ کہاان نہ پانے ہنر ہو جیو جیون
ولے اوسکے بلکے سو ہمت کپر | چلے یون توکل کے ہواے یو چپر

خاتمہ کتاب :-

کہ بیتان سو ہی پانچہ سو بیس اوپر | محبان پر و اسکون دلشاد کر
یو قصہ ہوا سب یو تمت تمام | محبان کہو سن فاتحہ مدام

سلسلہ خلافت

اسی نمبر یعنی (۴۷) میں ایک نا تمام مثنوی جس کے (۳۷) شعر ہیں اس میں خاندان چشتیہ وغیرہ کے افراد کے نام ہیں۔ چونکہ مثنوی نامکمل ہے اس لئے آخری شخص کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ابراہیم ادہم والی مثنوی کا مصنف ہی اس کا بھی مصنف ہو۔ کیٹلاگ میں اس کی کچھ صراحت نہیں ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

کہتا ہوں میں تجکوں بیانس جیو ہاتوں کا دھر	ہر چار پیران چاردہ سب خانو دیان کا ذکر
حضرت رسول اللہ سے خرقہ خلافت کا ہوا	چارو صحابان پر ہوا لیکن علی سوں نشہ

آخری۔

شیخ وجیہ الدین کے تھے شیخ ضیاءالدین مرید	یو نجیب سہروردی تھا لقب جانو مزید
سہروردیان میں تھے خلیفے شیخ نجم الدین کبیر	تھا او سہروردی (؟) اسمیں اکابر تھے (؟)

وفات نامہ پیغمبر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۶۵) ورق (۱۳) سائز ۷ ۲/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

کیٹلاگ میں کوئی صراحت بجز اس کے نہیں کہ یہ مثنوی آنحضرت کے وفات کے متعلق ہے اور اس کا مصنف میر ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد ایں وفات نامہ پیغمبر علیہ السلام
بر زبان دکھنی نوشتہ شد"

تاریخ تصنیف درج ہے اور نہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت کے وفات کے حالات درج ہیں مگر اس میں بہت کچھ صدق و کذب کو داخل کیا گیا ہے مثلاً عکاشہ والا قصہ اور حضرت علی کے متعلق وصیت کرنا۔

کلام کا نمونہ:—

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے | کہ جس تھے سدا دل او پر داغ ہے
یو دنیا ہی یاران عجب بے وفا | کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا نین نا کوئی اقامت کری | نیو عمر کسکون نہایت کری
اگرچہ اچھی عمر برسان ہزار | ولی پھر کہ جاناں سو ہی ایکبار

اگرچہ پیوی کوئی آب حیات | ولی پنجۂ مرگ تھی نین نجات

غرض عمر کی تیں قوت مین نیا | کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا
کہوں داستان میں وفات رسول | جو شکر کرین رات دن سب قبول
جو تاریخ فرخندہ فال تہا | سو ہجرت تہی تب او دہر سال تہا
تب اس سال حضرت شفیع مطاع | کئی روز عرفی کون حج وداع
اوسی سال میں دین کامل ہوا | کہ الیوم اکملت نازل ہوا
اس آیت کہ تیں سنک اصحاب سب | ہوئی غم تی بیہوش بی تاب سب

کیا میر نوید اسد ہات سون | رکہا ختم آخر سو صلوٰۃ سون
کیا میں ثنا و صفات رسول
سو کر ختم آخر وفات رسول

قصہ گل و ہرمز

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ کیٹلاگ میں صرف اس قدر وضاحت ہے کہ یہ ایک قصہ فارسی سے دکھنی نثر میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے نام اور سنہ تصنیف وغیرہ کے متعلق کوئی وضاحت نہ تو کیٹلاگ میں ہے اور نہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

روم کے ایک بادشاہ کو اولاد نہیں تھی وہ متفکر رہا کرتا آخر ارکان دولت سے مشورہ کیا انہوں نے ایک روشن دل فقیر کا پتہ دیا۔ بادشاہ فقیر سے رجوع ہوا۔ فقیر نے کہا جمعرات کی رات کو دعا پڑھ کر سو جائے خواب میں شہدا کا دیدار ہوگا ان سے اپنی استدعا کرے۔ غرضکہ بادشاہ اسی ہدایت پر عمل کیا۔ ملکہ کو خواہش تھی کہ لڑکا اس کے بطن سے ہو مگر جب حمل کے آثار نہ دیکھے تو دوسرے حرموں کا حال معلوم کیا اطلاع ہوئی ایک حرم حاملہ ہے ملکہ دائی کے ذریعہ کوشش کی اس کا حمل ساقط ہو جائے۔ مگر دائی نے حرم پر رحم کر کے اس کو اس کی اطلاع کر دی۔ مدت معینہ گزرنے پر لڑکا تولد ہوا۔ ملکہ کے خوف سے اس لڑکے کو دائی کے ذریعہ دوسرے ملک کو روانہ کر دیا گیا اور نشانی کے لئے ایک انگشتری ساتھ کر دی۔ راستہ میں قافلہ پر چور آ پڑے اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ دائی بچے کو لیکر ملک خوارزم کو پہونچی اور بھوک سے بے طاقت ہو کر ایک شخص بہمن نام کے دروازہ پر گر پڑی۔ بہمن بادشاہ کا باغبان تھا وہ دائی اور بچے کو اپنے مکان میں لے گیا

ایک مہینہ کے بعد دائی مر گئی مگر مرتے وقت اس نے بہن سے گل واقعہ بیان کر دیا۔ بہن کو کوئی اولاد نہیں تھی اس نے لڑکے کا نام ہرمز رکھ کر اپنا فرزند مشہور کیا۔ اور اس کی پرورش کرنے لگا جب پڑھنے کے قابل ہوا تو شہر کا کوئی مکتب اس کو پسند نہ آیا اس لئے جہاں بادشاہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے یہ بھی شریک ہوا بادشاہ کے لڑکے کو اس سے دوستی ہوگئی مگر وزراء کے لڑکوں نے حسد کیا اور اپنے باپوں سے کہہ کر ہرمز کو مدرسہ سے نکلوا دیا۔ اس لئے ہرمز اپنے گھر ہی میں تعلیم پانے لگا۔

خوارزم کے بادشاہ کی لڑکی گل نہایت حسین وجمیل تھی اس کے حسن کا شہرہ سُن کر اور اس کی تصویر دیکھ کر بادشاہ ایران غائبانہ عاشق ہوگیا۔ گل کے لئے پیغام دیا خوارزم کے بادشاہ نے اس کو اپنی عزت خیال کر کے بڑی خوشی سے منظور کیا اور شادی کے لئے ایک سال کی مہلت مانگی۔

اسی عرصہ میں گل اپنے باغ سے ہرمز کو دیکھ کر اس کی عاشق ہوگئی اور دائی کے ذریعہ ہرمز کو اپنے یہاں طلب کیا اول تو ہرمز انکار کیا مگر چند روز کے بعد ہرمز خود بھی عاشق ہوگیا اور دائی کے توسط سے ملاقات ہونے لگی۔ اس عرصہ میں ایک سال کی مدت گزر گئی اور شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکیں مگر گل شاہ ایران کے ساتھ شادی کے لئے راضی نہ تھی آخر شاہ ایران فوج لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ دونو فوج کا مقابلہ ہونے لگا اور شاہ ایران کو کامیابی ہونے لگی آخر ہرمز گل سے اجازت لیکر میدان جنگ میں آیا ایران کے کئی ایک پہلوانوں کو قتل کیا۔ ایران کا ایک مشہور بہادر ہزار کش نام مقابلہ کے لئے آیا اور ہرمز کے ہاتھ مارا گیا اب ہرمز بادشاہ خوارزم کے منظور نظر ہوگیا جس کے باعث وزراء خوارزم حسد کرنے لگے۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے خوارزم سے چہار سالہ خراج طلب کیا مگر یہاں اس قدر رقم نہیں تھی بڑی کوشش سے دو سالہ محاصل جمع کر کے ہرمز کے ذریعہ بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اول تو بادشاہ روم اس پر راضی نہ ہوا

مگر جب ہرمز کی صورت دیکھی تو اس کو محبت کرنے لگا اور اپنا فرزند بنا لیا۔ ہرمز کو تمام بیگمات دیکھنے آئے ہرمز کی ماں بھی آئی اس کو دیکھ کر محبت مادری نے جوش کیا یہ اصل حقیقت معلوم ہوئی انگشتری اور رومال طلب ہوا تصدیق ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے گل سے ہرمز کی شادی ہوئی۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"نقل ہے کہ ایک بادشاہ تھا روم شہر میں جہان وسکے تابع تھا اور سب ملک کے بادشاہ وسکی تابعداری کرتے تھے اور خزانہ بھیجتے تھے اور سب لوگ چھوٹے بڑے وسکو قیصر رومی کہتے .... وسکو سب اسباب خوشی کا اور دولت اور حکومت میسر تھا لاکن فرزند نہ تھا ہمیشہ اسس غم سی دلگیر رہتا اور اسس درد کی دوا سب ارکان دولت سے مانگتا۔ امیر اور وزیر لاچار ہو کر قیصر سی عرض کئے کہ ای خداوند یہ کام آدمی کی اختیار نہیں ہی لیکن ایک بات ہمون کی دلمین آتی ہی کہ اسس شہر میں ایک بزرگ فقیر رہتی ہیں جو کوئی ونکی پاس جس مقصد کو جاتا ہی وسکا کام حاصل ہوتا ہے۔"

"گل کی شادی کا میعاد کا ایک مہینہ باقی رہتی ایران کا بادشاہ خط لکھا خوزان کی بادشاہ کو کہ اب ایک برس کی میعاد میں ایک مہینہ باقی ہی اسس وقت نیک ساعت ٹھہرا کر مجکو خبر بھیجو میں وسی وقت پونچھوں اور شادی کا کام انجام کرون میں تمارا جواب کا انتظار ہون" ....

قصہ ہشام و قمر

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴) ورق (۳۹) سائز ۹ ½ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے اور نہ کاتب کا نام ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"شہزادہ ہشام اور ملکہ قمر کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا مصنف میر نجیب اللہ شاہ رہتاسی ہیں جو حضرت میر شاہ سے بھی موسوم تھے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے زبانی ایک قصہ آنحضرت کو سنایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ملک شام کے شہزادے سے کس طرح ملاقات ہوئی اور اس کی جوانمردی و بہادری اور اس کے عشق کی داستان کہی گئی ہے۔ نظم میں تاریخ تصنیف بیان نہیں ہے۔ خاتمہ فارسی کے چار شعر پر ہوتا ہے۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم متفکر تھے حضرت عمر نے وجہ دریافت کی اور آنحضرت کے حسب خواہش ایک واقعہ جس کو انہوں نے بچشم خود دیکھا تھا بیان کیا کہ ان کی اپنی

بہادری ضرب المثل تہی اور کوئی ان کا مدمقابل نہیں تہا۔ ایک مرتبہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جوان سے مقابلہ ہوا مگر اس پر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ جوان ہشام نام ملک شام کا شہزادہ تہا۔ عمر کو اس کی بہادری پر تعجب ہوا اور جوان سے اس کے حالات دریافت کئے اس نے اپنے حالات بیان کئے جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ شہزادی قمر پر عاشق ہے اور وصال کی کوئی صورت نہیں تو ان کو اس سے ہمدردی ہوئی اور اس کے ساتھ امداد کے لئے روانہ ہوئے یہ ایسے وقت پہونچے جب کہ قمر کی شادی ہو رہی تہی۔ جب قمر کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ہشام آیا ہے تو اپنے والدین سے اجازت لیکر ہشام سے ملنے کے لئے باغ میں آئی اور ہشام کے ساتہہ روانہ ہو گئی جب قمر کے باپ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتہہ ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہشام زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس کے رنج میں قمر بہی جان دے دی۔ عمر نے ان دونوں کو دفن کیا۔ اس کے بعد آنحضرت اور عمر ان کی قبر پر گئے دونو نے اسلام قبول کیا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کئیں ایکدن میں شفیع الامم
نظر یا نبی جیکی تہی طرف در
کیا اسلام اور کھڑے باندھا تہہ

کسی بات سیں تہے بہت بیچ غم
کہ اتنے میں از در دراٰئے عمر
کہا یا عمر بیٹھو میرے ساتہہ

کہا اے عمر میرا ہشام نام
نہ یہ شام جو ہی عرب میں ہے پا
ملک شام کا اور تمامی عجم
نہ ہوتا تہا میری پدر کون پسر
ہزاران فقیرون ہزاران طبیب

میں ہوں پادشاہزادہ ملک شام
مرا باپ تہا عجم کا بادشاہ
میری باپ تہا اب تو ہی وہ ہم
ایسے غم سیں رہتا تہا اوس دردوسر
دعا اور طبابت سیں ہوئی غریب

جبی لگ نہوی خدا کی رضا | نہ چلتی طبابت نہ حکمت دوا

خدایا بحق محمد رسول | یہ میری عرض ہوئے درگاہ قبول
کہ دنیا نیں جز در آل نبی | کوئی اور مجھکون نہ ہوی کبہی
جو غم ہو تو آل محمد کا ہو | الم ہو تو ال محمد کا ہو

بہار دانش کی حکائتیں

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں بہار دانش کی حکائیتوں کے دو مخطوطات ہیں جس میں دکھنی نثر میں اس کی بعض حکایات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نمبر (۵۷) ورق (۴۶) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۸ تا ۱۰) خط نستعلیق تاریخ کتابت نام کاتب وغیرہ نہیں ہے۔

نمبر (۷۶) ورق (۱۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت اور نام کاتب غیر موجود۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ :۔

"دکھنی زبان میں یہ حکایات ہیں ان کا مصنف مرزا محمد اسمٰعیل ہے ڈاکٹر لیڈن نے انگریزی میں سرورق پر مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ حکایات فارسی بہار دانش سے ترجمہ کی گئی ہیں"

دوسری کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہیں۔ مجلہ جامعہ عثمانیہ کے ایک مضمون نگار شیخ چاند صاحب نے بہار دانش پر مضمون لکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے مگر کئی ایک امور صحت طلب ہیں۔ اول الذکر میں دو حکایات اور آخر الذکر میں چار حکایات ہیں۔ شیخ چاند صاحب نے اس کو برعکس لکھا ہے۔

مرزا محمد اسمٰعیل کمپنی کے ملازم تھے غالباً سررشتہ فوج سے تعلق تھا۔ انگریزوں کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے

ان حکایتوں کا کوئی خاص نام نہیں ہے اس لئے بلحاظ مضمون حسب ذیل ناموں سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حکایت سوداگر۔ اس کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سوداگر تھا جس کا لڑکا بدچلن اور اوباشں تھا۔ باپ نے بہت کچھ نصیحت کی مگر کوئی اثر نہیں ہوا آخر گھر سے نکال دیا مگر ماں نے پوشیدہ طور پر ایک لاکھ روپئے اس کو دئے۔ لڑکا ایک دوسرے شہر میں جاکر ان کو بہت جلد صرف کر دیا مگر اتفاق سے دو موتی جو غوطہ خوروں نے نکال کر دئے تھے اور گراں قیمت تھے ان کو ران میں سی کر روانہ ہوا راستے میں چوروں نے قافلہ پر چھاپا مارا مگر چونکہ موتی بدن کے اندر تھے ان کی کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ چوروں میں رہنے لگا چند روز بعد چوروں کے سردار کو قتل کر کے لڑکی کو زر و جواہر سمیت لے بھگا اور اپنے شہر کو آپہونچا باپ نے خوش ہو کر شادی کر دی۔

نمونہ عبارت :۔

"قدیم دنوں میں بیچ ملک ہند کے یک سوداگر بہوت بڑا صور عمدہ تھا اوسے چہار بیٹے تھے تین لائق صور یک بڑا نالائق کہ تمام دن صور تمام رات بیچ نشہ شراب کے مست رہتا و جشن یاری میں مشغول۔"

"بہوت پیسے باپ کی اسس بدکام میں خراب کیا باپ اوس کا اسس نالائقی کو دیکھ کر بہت نصیحت زیادہ حد سین کیا ہور دوسری لوگان کی موں سے سنی کہنی فرمایا آخر اوسکی دلمین ہرگز یہ نصحت مان باپ کی ہور خوشی عقربا کی سر مو برابر اوسکی خاطر نالایق میں جاکا نہ لی"

---

(۲) چوہوں کا بادشاہ۔ اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ چوہوں کا ایک بادشاہ تھا اور لومڑی اس کی وزیر تھی جس جنگل میں یہ رہا کرتے وہاں اکثر قافلے آیا کرتے ایک مرتبہ قافلہ آیا اور اپنے ایک اونٹ کو جو چلنے سے معذور تھا جنگل ہی میں چھوڑ گیا

چوہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر گیلان کے بادشاہ کے لکڑی والے نے اس اونٹ کو بیچا کر اپنے بادشاہ کو تحفتاً پیش کیا جب چوہوں کو اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ سے کہا گیا کہ اونٹ واپس کیا جائے۔ بادشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا اب چوہوں نے بادشاہ کے خزانہ پر دھاوا کیا اور خزانہ جنگل کو منتقل کر دیا گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے ایک فوج فراہم کی جس میں سوار پیدل توپ خانہ سب ہی موجود تھا۔ گیلان کے بادشاہ سے جنگ ہوئی۔ چونکہ خزانہ خالی ہو چکا تھا اس لئے شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ صلح کی درخواست کی اونٹ واپس کیا گیا اور چوہوں نے خزانہ واپس کر کے اپنا راستہ لیا۔ فوج کو برخواست کر دیا گیا اور بدستور اونٹ جنگل میں رہنے لگا۔

عبارت کا نمونہ :۔

"آیک کہتی ہیں کہ گیلان کی سرحد میں ئیک جھاری بہوت بری تہی اور اوس جھاری میں ئیک تالاب بہوت عظیم تہا اکثر کبہی کبہی اوپر اوس تالاب کی قافلی اوترتی تہی۔ قضای الٰہی ئیک روز اوس تالاب پر ئیک قافلہ بہوت برا کہ ہزاروں اونت اور قاطر اور گہوری تہی اوس اونٹوں میں سے یک اونت سفید زخمی ہو کر چلنے سے رہ گیا تہا قافلہ والی لاچار ہو کر اوس اونت کو چہور کر جنگل میں چلی گئی"

خاتمہ :۔

"اور اونت کو حکم کیا کہ بموجب آگی کی تمام دن چر کر رات کو ن دیوری پر حاضر رہو اور بادشاہ اپنے محل میں پہنچ عیش عشرت میں مشغول ہو رہا"

آخر الذکر کتاب کی چار کہانیاں حسب ذیل ہیں :-

(۱) قصہ احمق برہمنی ورق (۲۷) سطر (۹)

قصہ شروع سے آخر تک فحش ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے :-

ایک جاہل برہمن کی عورت نہایت حسین تھی اس کے حسن و جمال پر ایک اور شخص فریفتہ ہوگیا کامیابی کی صورت اس میں خیال کی گئی کہ کسی ترکیب سے برہمن کو یہاں سے ٹالا جائے۔ ایک دن برہمن سے اس کی عورت کہنے لگی۔ میری سہیلیوں سے مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے اور لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تم مقدس وید سے واقف نہیں ہو غریب برہمن بی بی کی خاطر گھر سے روانہ ہوا اور اب اس کی عورت اپنے عاشق کے ساتھ لطف اندوز ہونے لگی۔ چند سال کے بعد برہمن واپس ہوا۔ اس کی عورت نے پھر دوسری ترکیب نکالی اور کہا یہاں کا راجہ ہر برہمن سے پانچویں وید یعنی تریا وید کے متعلق دریافت کرتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔ برہمن اس کی تلاش میں روانہ ہوا راستہ میں ایک کنویں پر پانچ عورتیں ملیں اور وہ برہمن کا حال سنکر ہر ایک باری باری سے درس دیتی ہے یہ درس کوئی سبق نہیں بلکہ حیا سوزی اور عیاری اور بداعمالی ہے اس کے بعد برہمن واپس ہوا اب اس کو عورت کی مکاری اور عیاری معلوم ہو چکی تھی مگر پھر بھی ہم کناری حاصل نہیں ہوئی۔ دہوکہ میں سمدھن سے شادکام ہوا اور ناک کاٹ دی وہ دیوتاؤ سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ دیوتاؤں نے اس کو بے قصور قرار دے کر کٹی ہوئی ناک واپس دی صبح کو برہمن نے سمدھن سے معافی مانگی۔

کچھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو :-

"ایسا کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہند کے ایک شہر میں برہمن تھا اوس برہمن کی جورو بہوت حسین تھی کہ صورت اسکی ماہتاب دیکھ کر شرمندہ رہتا تھا۔ اور بہوان اوسکی قوس قزح کی موافق تھی اور

آنکھیاں مانند ہرن کی اور ناک مثال کہانڈکی اور ہونٹاں مثال یاقوت
کی تھی اور دانتاں مثل موتیوں کی تھی اور چھاتی مثال آئینہ کی صاف تھی
اور جوبن میں مثل قبہ نور کی اور کمر مثال چیتے کے باریک "

---

(۲) قصہ احمق عورت۔ ورق (۱۰) سطر (۹)

یہ بھی فحش ہے۔

---

(۳) خوبی قسمت (۹) ورق (۱۵) سطر (۹)

قصہ کا خلاصہ :۔

ایک بادشاہ تھا جس کو کوئی اولاد نہیں تھی ایک فقیر نے ایک انار دے کر وعدہ لیا کہ پہلا لڑکا اس کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد بادشاہ کو، دو لڑکے ہوئے حسب وعدہ فقیر کو ایک لڑکا دے دیا گیا فقیر دراصل ایک دیو تھا وہ بادشاہ کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ اس دیو کا ایک گھوڑا تھا جو دیو کے باغ میں رہا کرتا اس نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی اور گھوڑے ہی کے حسب ہدایت عمل کر کے بادشاہ کے لڑکے نے دیو سے نجات پائی اور ایک دوسرے ملک کو جا کر وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی مگر ایک پری کی غلامی میں گرفتار رہا۔ اس کے بعد دوسرا بھائی تلاش میں نکلا اور شطرنج کی بازی جیت کر غلامی سے آزاد کرلایا اور خود پری سے شادی کی اور دونو بھائی کامیاب واپس ہوئے۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"حکایت یوں بولتی ہیں کہ بیچ ملک بنگالے کی یک بادشاہ
بہوت نامور تھا کہ بیچ خزانی اور جواہرات کی ثانی اوسکی کوئی تھی"

تہا لاکن اوسی خاہش اولاد کی بہوت تہی اور عمر اوسکی پچاس
برس کی ہوئی تہی مگر اولاد نہیں ہوئی یک روز پادشاہ اور شاہزادی
اعتراز ہوکر باہر شہر کی یک محل تیار کرکر پادشاہ زادیکو اوس
محل میں روانہ کیا ...."

خاتمہ:۔

"اور بادشاہ زادیکو اور پری کو اور اوسکی بہائی کو از سر نو شادی
کرکر شہزادیکو اپنا جای نشین کرکر آپ گوشۂ عافیت کا اختیار
کرکر بیچ عبادت خدا کی مشغول رہا اور شاہ زادہ بندو بست
پادشاہت کا کرکر اپنی عیش و آرام میں مشغول رہا"۔

---

(۴) حکایت جنگی شہزادہ ورق (۱۴۱) سطر (۸)

یہ بہی بلا نام قصہ ہے بلحاظ نفس مضمون مندرجہ صدر نام مناسب ہوسکتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے ایک بادشاہ کے سات لڑکے تھے۔ ساتوں مل کر شکار کے لئے گئے ایک اونٹ جو دراصل رکساس تہا چہ لڑکوں کو لقمہ بنا گیا ساتواں وہاں سے فرار ہوا اور اس کے بعد ایک دوسرے بادشاہ کا وہاں گذر ہوا رکساس خود کو ایک خوبصورت عورت کے بھیس میں پیش کیا وہ بادشاہ اس کے حسن کا دیوانہ ہوکر اپنے شہر کو لے گیا یہاں اس نے بادشاہ کے ہاتیوں، گہوڑوں، اونٹوں اور بیلوں کو کہا کر ان کے سر بادشاہ کے دوسرے چار بی بیوں کے محلوں کے نیچے دفن کر دیئے اور بادشاہ کو یہ کہہ کر انہوں نے ان کو کہایا ہے ان کے قتل پر آمادہ کرلیا بادشاہ وزیروں کو حکم دیا ان چاروں کو قتل کر دیا جائے مگر چونکہ چاروں وزیروں کی لڑکیاں تہیں اس لئے وزرا نے ان کو قتل نہ کرکے ایک خشک کنویں میں رکہہ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ یہاں چاروں کے چار لڑکے تولد

ہوئے بھوک کی شدت سے ماؤں نے تین کو کھالیا جب چوتھے کی باری آئی تو اس کی ماں نے اپنے لڑکے کو دینے سے انکار کیا اور ان ہی کے لڑکوں کا گوشت جو اس نے نہ کھا کر رکھا تھا واپس کر دیا۔ اس عرصہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور اُنہوں نے ان چاروں کو کھانا پانی دیا اور کہا اس لڑکے کا نام جنگی شہزادہ ہے اس کی وجہ سے ان کو یہاں سے نجات ہوگی۔ چند سال کے بعد وہ لڑکا بڑا ہوا اور کنویں کا مُنہ بوسیدہ ہو کر ایک سوراخ ہو گیا اور جنگی شہزادہ روز اس سے باہر آنے لگا بادشاہ کے ایک منصب دار نے اس کو اپنا لڑکا بنا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ اس کو اپنا فرزند بنا کر پرورش کرنے لگا۔ رکساس کو اس کی خبر ہو گئی اور اس کے مارنے کی تدبیر کی مگر ہر مرتبہ جنگی شہزادہ کو کامیابی ہوتی گئی۔ اس کامیابی میں اول الذکر بادشاہ کا لڑکا بھی شامل ہو گیا۔ غرض ایک طویل مدت کے بعد بادشاہ کو اصل حال سے آگاہی ہوئی رکساس قتل ہوا کنویں سے چاروں بی بیاں لائی گئیں اور ہنسی خوشی بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ :-

"روایت کرتی ہاری خبروں کی ایسے روایت کرتی ہیں کہ بیچ ملک دکھن کی ایک پادشاہ رہتا تھا اوس پادشاہ کو سات (سات) بیٹے تھے یک روز وہ ساتوں شہزادے واستے شکار کی بادشاہ سی آکر رخصت مانگی پادشاہ رضا دیا اور فوج اپنی ہمراہ کیا جب یہ ساتوں شہزادی واستی شکار کی طرف یک جنگل کی گئی لاکن کہیں یک جانور چرند پرند نہیں نظر آیا۔"

خاتمہ :-

"بموجب بادشاہ کی تمام امرا اور وزرا بدل اطاعت میں شہزادی کی دست بستہ حاضر ہوئی بعد ازاں پادشاہ اپنی باقی عمر بیچ

گوشۂ قناعت کی بیٹھ کر بیچ عبادت اور بندگی میں خدا تعالیٰ کی مشغول رہا"

---

(۵) بہار دانش کی اور بار مختصر حکائیتیں نمبر (۵۸) پر بھی موجود ہیں ورق (۲۹) سطر (۹) ان کے مترجم کا نام معلوم نہیں مرزا محمد اسمٰعیل کی مترجمہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہر حکایت کا نتیجہ آخر پر یہ برآمد ہوتا ہے کہ نصیحت سننے سے کامیابی حاصل ہوئی۔
یہ کتابیں کسی انگریز ٹامس جروس کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ایک بادشاہ تھا خراسان میں نام اوسکا نوروزا او بادشاہ
بہوت عادل اور صاحب انصاف تھا اوس بادشاہ کے
ملک میں تمام رعیت خوش حال رہتی تھی"

اسی میں چند گلستاں کی حکایتوں کا بھی ترجمہ ہے ان کا مترجم بھی ظاہر نہیں ہوتا غالباً یہ بھی اسی انگریز کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔

ترجمہ گلستاں

گلستاں کے متعدد ترجمے یورپ میں ہیں جو کسی ایک شخص کے ترجمے نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کے مختلف اوقات میں کئے ہوئے ہیں۔ سلسلہ وار ہر ایک کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) نسخہ برٹش میوزیم (۶۶۲۵ / ایڈیشنل) ورق (۸۵) سائز ۱۰ ۱/۴ × ۶ ۳/۴ سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ:—

"سعدی کی گلستاں کا دکھنی ترجمہ۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں نثر و نظم میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے جو باب ہفتم کے گیارہویں حکایت تک کیا گیا ہے۔"

اصل ترجمہ سے بھی نہ تو مصنف کا نام ظاہر ہوتا ہے اور نہ تاریخ تصنیف اسلئے کسی صراحت کے بغیر نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

"باب پہلا بیچ خصلت بادشاہان کے۔ حکایت ایک پادشاہ کے تیں ہم سنا کہ واسطہ مارنے ایک قیدی کے اشارہ کیا بیچارہ بیچ وقت نامیدی کے جس زبان سے کہ رکھتا تھا پادشاہ کتیں گالے دینے لگا و بد کہنا شروع کیا کہ کہا ہے جو کوئی عاتھہ جان سے دھوے۔ جو کچھ بیچ دل کے اوی کہی۔ بیت

وقت ضرور کے جیوں نہیں رہی بہاگنا ہاتھہ پکڑے سر شمشیر تیز کا

بادشاہ نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نیک ذات نے کہا

اے خداوند جہان کے کہتا ہے پادشاہ کے تیں رحم آیا خیال خون
اوسس کے سے گذرا۔"

(۲) نسخہ انڈیا آفس نمبر (۹۶) ورق (۱۶۷) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۳) ایضاً نمبر (۹۷) ورق (۲۰۹) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

یہ دونو گلستاں سعدی کے دکھنی ترجمے ہیں مصنف کا نام اور سنہ تصنیف نامعلوم۔
اول الذکر نسخہ دیباچہ کے ساتھ آٹھ باب کا ترجمہ ہوا ہے مگر آخری باب کا ترجمہ مکمل نہیں ہے۔ اشعار کا ترجمہ بھی نثر میں ہوا ہے۔

نسخہ ثانی میں گلستاں کے منتخب حکایات کا ترجمہ ہے بسم اللہ کے ساتھ ہی پہلی حکایت کا ترجمہ شروع کر دیا گیا ہے۔ دیباچہ کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ان دونو کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

...... کہ عاقلاں کہی ہیں جو کوئی ہات جان سین دہووے جو کچہ کہ
دلمیں آوی سو کہی۔ بیچہ وقت ضرورت کہ جب بہاگ نا سکی لیوی
بیچہ ہات کی قبضہ شمشیر تیز کا جب عاجز ہوتا ہے ادمی لبی ہوتی
ہی زبان اوسکی کہ عاجز بلی پہلنگ مارتی ہی اوپر کتی کے بادشاہ
پوچہا کہ کیا کہتا ہی یک وزیروں سین نیک خصلت کا کہا ایصاحب
اُن کہتا ہی غصیکوں کہانیوالی ہور تقصیر معاف کرنے والی ہو احسان
کرنے والی لوک کتیں خدا تیعالی دوست رکہتا ہے بادشاہ کون
اوپر اوسکی رحم آیا ہور ارادی سیں اوسکی خون کے گذریا۔ ......

اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو :-

جہان ای بہائی نار ہی سات کسیکی دل بیچہ جہان کون پیدا کرنی
ہاریکی بند کہ بس ہی مت دہی ٹیکا ہور پیٹ اوپر ملک دنیا کی کیا واسطی

کہ او تجہ سر کی ہوتون کون پال ہور مار والی جب جاتیکا ارادہ کری جان
پاک نی تخت پر مرتا کیا ہور مٹی پر مرتا کیا؟"

نمونہ عبارت خاتمہ کتاب :-

"بیچ بیان گلستان کی تمامت کی کہتا ہے کہ خدائے بزرگ ہور بلند کی مدد
سین کتاب تمام ہوئی پن جیسا کہ دستور اور مولفان کا ہی تہا قدیم
تا رہی ...."

حکایت اول کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ (از نسخۂ ثانی)

حکایت بات یک بادشاہ کا سونا ہون میں کہ کاتنی مون یک
بندیوان کی اشارہ فرمایا بیچارہ نا امیدی کی حال میں مون زبان بیچ
جو کچھ رکہتا تہا بادشاہ کون گالی دیا اور سخت کہا کہ دانا لوک کہی ہیں
جو کوئی ہات جان سون دہودی جو کچھ دل مون آدمی کہی جس وقت نا امیدی
ہوی آدمی دراز کری اپنی زبان کی تمیں جی سائلی عاجز ہوی حملہ کری کتا پر
بادشاہ پوچہا کہا تہا جسے وزیرون حاضر تہا۔ کہا اسے صاحب بندیوان
یہی کہتا ہی جو کوئی تلی کرے غصہ کی تمیں اور معاف کرے آدمی پر خدا تعالی
دوست رکہتا ہی اس نیک کار کون بادشاہ کو مہربانی آیا وسکی خون
کی خیال سوں درگذرا۔

پیارس نمبر (۳۳۸) ورق (۴۷) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے مترجم وغیرہ کا
نام نہیں ہے بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کے لئے ترجمہ

کیا گیا ہے۔ ذیل میں نمونۂ کلام درج ہے۔

ابتدا:—

"سنا ہون کہ یک بادشاہ کسی بگناہ بندی کی قتل پر چشم غضب سے اشارہ کیا وہ بیچارہ اپنے جان سے اٹہا کہ حکم حاکم مرگ مفاجات اور اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیان دینے اور اوسکی حضور پرنور میں نالایق باتیں بی تامل زبان پر لانے لگا۔"

پیارس نمبر (۸۴۷) ورق (۱۸۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت مترجم کا نام وغیرہ نامعلوم۔ بعض جگہ حاشیہ پر فرنچ عبارت درج ہے جس سے ظاہر ہے کسی فرنچ کے لئے ترجمہ کی گئی ہے یا بطور سبق اس نے پڑھا ہے۔ اس میں دیباچہ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

ابتدا کتاب:—

"شکر ہے پاک و بزرگ خدا کی درگاہ مون کہ بندگی و طاعت کا کرنان اسکی نزدیکی و مہربانی کا موجب ہے اور اسکی شکرانہ کا کہنان نعمت کی زیادتی کا سبب ہی ——————

ہوں میں کہ ایک بادشاہ نی ایک بیگناہ کہ قتل کرن کہ واستِ حکم دیا تہا اور وہ بیچارہ ناامیدی کہ حال مون جو ایک زبان کہ وجانتہا تہا اسے زبان مون بادشاہ کو کالیان دِنِ و بد کہنی لگا داناؤن کہا ہے کہ جو ایک شخص اپن جان ستے ہات دہوتا ہی وہ شخص جو کچکہ اپن دل مون رکہتا ہے اسی بات کو زبان پر لاوتا ہی۔"

قصہ انار رانی

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴/۱) ورق (۲۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۰ تا ۱۳) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :-

”دکھنی نثر میں شہزادی انار کی داستان جو ایک پریوں کی کہانی ہے

مصنف نامعلوم“

کسی اور کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اور مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک بادشاہ تہا جس کو ایک زمانہ دراز تک اولاد کی تمنا تھی مگر نہ ہوتی تہی آخر خدا نے اپنے فضل سے چار لڑکے دیئے ان کے جوان ہونے پر بادشاہ نے ان کے شادیوں کی تیاری کی۔ تین شہزادوں نے شادی کرلی مگر چوتھے نے شادی سے انکار کیا اور انار رانی کا حال سُن کر اس کے تلاش میں روانہ ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں ایک جوگی رہا کرتا شہزادے نے اس کی خدمت شروع کی عرصہ تک وہ اس کی خدمت کرتا رہا آخر جوگی انار رانی کا پتہ دیا اور اس کے حصول کی ترکیب بتائی شہزادہ روانہ ہوا راستہ میں دیو اور پریوں سے مقابلہ ہوا جوگی کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرکے کامیاب ہوا انار کو لے کر وطن کو واپس ہوا جب قریب پہنچا تو انار کو کاٹا اس میں سے ایک نہایت حسین و جمیل پری نکل آئی اس کو ایک باغ میں چھوڑ کر سواری کے انتظام کے لئے شہر کو گیا اس عرصہ میں ایک کالی بدشکل دھوبن وہاں آئی اور انار رانی کے کپڑے پہنکر اس کو کنوئیں میں گرادیا اور خود شہزادہ کی منتظر ہو بیٹھی۔ جب شہزادہ آیا تو

حیران ہوا اس نے بیان کیا تمہارے ملک کی ہوا کے باعث میرا رنگ سیاہ ہوگیا اور میں بدشکل ہوگئی مجبوراً اس کو اپنے شہر کو لے گیا۔ اور شرمندگی سے بسر کرنے لگا۔ اس عرصہ میں انار رانی ایک خوبصورت پھول بن گئی اور اس کی شہرت ہونے لگی۔ ہر شخص اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ پھول کسی کو نہ ملا۔ شہزادہ بھی اس پھول سے واقف ہوکر وہاں گیا اور پھول کو لے کر گھر آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جبلی انار رانی کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی اس نے پھول کو مَسل کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مختلف صورتیں وہ اختیار کرتی گئی اور ہر مرتبہ جبلی رانی اس پر غالب آئی آخری مرتبہ ایک غریب کی لڑکی کی صورت میں مبدل ہوئی تھی مگر یہاں بھی جبلی رانی غالب آئی اور اوس کو قتل کروا دیا گیا۔ اس کے قتل ہونے پر جنگل میں ایک دیوار قائم ہوگئی اور اس کے دوسری جانب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہی شہزادہ شکار کے لئے اودھر نکل آیا اور اس دیوار کے سایہ میں بیٹھا۔ چکور کے جوڑے نے وہاں آکر گفتگو شروع کی اور انار رانی کا قصہ آپس میں بیان کیا اور آخر پر یہ بھی کہہ دیا کہ دیوار کے اس طرف ایک محل ہے جہاں انار رانی مردہ پلنگ پر لیٹی ہے اور اس کے قریب آبحیات کا چشمہ جاری ہے اگر وہ پانی اس پر چھڑکا جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی۔ شہزادہ ان کی بتائی ترکیب سے وہاں گیا اور کامیاب واپس ہوا۔ شہر آکر مصنوعی اور جبلی رانی کو قتل کیا اور خوشی و شادمانی سے بسر کرنے لگا۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

"کہنے هارے خبروں کے ھور عاقلان آگےکے کہے ہیں کہ بیچ ملک ہندوستان کے ایک بادشاہ تھا کہ سخاوت اور جوان مردی اور عدالت میں مانند اوس کے دنیا میں کم اور خزانے اور سونا روپا اور زر و جواہر اور اسباب و سپاہ حد سے زیادہ تھے۔"

"لاکن اوس بادشاہ کو سوای اولاد کی کچھ دل میں آرزو نہیں تھی

اور ہمیشہ واسطے اولاد کی بیچ درگاہ خدا تعالی کی دست بدعا تہا اور رات ہور دن یاد میں اللہ کے رہتا"

"جو شخص کہ اوس باغ کو آتا اوس باولی کی طرف گزرتا اوس پہول کو دیکہ کر توڑنی کی خاطر قصد کرتا لاکن وہ پہول کسے کی ہات نہیں پڑتا ایسے طرح سے یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوئی اور رفتہ رفتہ ان چاروں شاہزادوں کوں خبر ہوئی واسطی سیر کے اس باغ کون چاروں شاہزادی ملکو گئے"

"انار رانی کو دیکہ کر بہوت خوش ہوی اور چہ مہینے رات اور چہ مہینے دن کی شادی بڑی دہوم سے کئے بعد ازان شاہزادہ اور انار رانی باقی عمر بیچ عشق اور عشرت کی گزاری"

قصہ بندگان عالی

یہ بھی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۴۴/۴) ورق (۴۴) سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے، کیٹلاگ کی صراحت :-

"خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک کہانی مصنف نامعلوم"

کسی اور ذریعہ سے اس قصہ کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہوئے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک رات بھیس بدل گرگشت کر رہا تھا۔ ایک عورت کو قرأت کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن خوانی کرتے دیکھا مگر کسی نے اس کو کچھ دیا نہیں خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا۔ وہ عورت ایک جوان کو اس امر پر راضی کر کے لے گئی کہ وہ اس کی دختر کو شادی کر لیگا۔ خلیفہ بھی ساتھ ہوا۔ اس ضعیفہ نے اپنی لڑکی کا مہر آٹھ ہزار اشرفی قرار دیا۔ جوان نے اس کے دینے سے مجبوری ظاہر کی خلیفہ خود کو پیش کیا اور بڑی مشکل سے وہ بوڑھی راضی ہوئی اس عرصہ میں اس جوان نے کوتوال کو اطلاع دی کہ ایک چور فلاں بوڑھی کی لڑکی کو آٹھ ہزار اشرفی کے مہر سے نکاح کرنے والا ہے کوتوال آیا مگر خلیفہ کی مہر دیکھ کر فوراً واپس ہو گیا۔ اس بوڑھی نے کہا اگرچہ تم چور ہو مگر خلیفہ سے بہتر ہو جس نے میرے لڑکے کو ناحق ظلم سے قید کر دیا ہے خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فوراً اس کے لڑکے کو رہا کر دیا۔ پھر خلیفہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور ہنسی خوشی سے بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"اے یاران و دوستان اگر چہتے ہو کہ یہ نقل عجیب کو سنا ساتھ کان

اشتیاق کے سنو کہ پچھلے دنوں بیچ عید الضحیٰ کے خلیفہ ہارون الرشید
واسطے تماشا اور سیر کے بیچ شہر بغداد کے ادھر ادھر پھرتا چلا ہا
اوسوقت اس کے ساتھہ کوئی رفیق ہمراہ نہیں تھا۔
واسطے نہیں پہچانیکی خاطر ایک پگڑی بہوت بڑی اور بھاری سر پر
باندھکر اور بدن میں ایک قبای چرمی پہنکر اور کمر میں بہوت چوڑی ایک
کمربند چرمی پانچ تسمین کے مذبوت باندکر اور موزی چھوٹی سی بدصورت
اور موتی پاؤں میں پہنکر ایسی تصویر عجیب ڈراونی بناکر کہ اگر دربار میں خلیفہ
کی جاکر کھڑی رہی تو کوئی نہ پہچانی کہ یہ خلیفہ ہے۔"

خاتمہ :-

"جب خلیفہ نے اس عورت کو سب عورتوں میں پیشوا بنایا اور اپنی عیش
عشرت میں مشغول رہا اور بوڈی جس وقت کہ خلیفہ کی اول پوشاک
کو دل میں تصور کرتی اور چور و بد کہنے سے اپنی بہوت پشیمان ہوئی۔"

ترجمہ سراجی

یہ بھی انڈیا آفس میں ہے بلوم ہارٹ کی فہرست میں شامل نہیں بلکہ "دہلی گلشن" سے موسومہ کیٹلاگ میں درج ہے۔

نمبر (۱۱۵۳) ورق (۱۲) سطر (۱۱) کتابت ذیحجہ ۱۲۴۴ھ

اس کے متعلق کیٹلاگ میں نام کے سوا کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ سراجی کا پورا ترجمہ نہیں ہے اصل عبارت کے نیچے ہی سرخی میں ترجمہ ہوا ہے مترجم کا نام ظاہر نہیں ہوتا۔

نمونہ کی عبارت:۔

"حمد و صلوۃ کے بعد جس کا یہی ترجمہ ہوا ہے۔
فرمایا یعنی کہا رسول اللہ نے رحمت بھیجی اللہ اون پر اور اسلام سیکھو تم علم فرایض کو اور سیکھاؤ تم وہ علم فرایض آدمیوں کو پس وہ آدہا علم ہے کہا ہماری عالموں نے بخشے اونہیں اللہ ثابت ہوتی ہیں ساتھ ترکا میت کی حق چار پاس پاس کہی ہوئی سو پہلی شروع کیا جاتا ہے ساتھ تیاری اوسکی کے یعنی میت کی کفن اوسکی کے نہ زیادتی اور نہ کمی کرنا"

خاتمہ:۔

"اوسپر سب فرقونکی یا اوپر بعض کی یا اوپر تمام فریقون کی صحت مسئلہ کی ہوگی ساتھ قاعدون ذکر کئی کی اور اللہ خوب جانتا ہے"

گنج نامہ

یہ بھی اسی کیٹلاگ میں داخل ہے۔
نمبر(۹۲۱) ورق (۸) سطر(۸ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ آخری شعر سے (جہلبہ) تخلص واضح ہوتا ہے مگر صحت طلب ہے۔ یہ مثنوی بھی خالق باری اور رازق باری کی طرح ہے جس میں فارسی کے معنی اُردو میں لکھے گئے ہیں۔

تخلص کا شعر:۔

جہلبہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

ابتدا:۔

واحد نام خدا کا جان — جن نے دی ہم سب کو جان
کن کہنی سی کیا ظہور — جن وانس اور وحش طیور
اشرف مخلوق انسان کو — اپنا مظہر اسکوں دیا

خاتمہ:۔

گرفت پکڑا داد دیا — فروخت بیچا خرید لیا
ریخیت بیٹا امیخیت ملا — پژمردہ مرجایا شگفت کھلا
جہلبہ نے کہی کتاب — گنج فارسی کیا خطاب

شرح دوبیت

یہ بھی انڈیا آفس کی اسی کیٹلاگ میں ہے کتاب کا نمبر نہیں ہے بلکہ صفحہ (۴۰۰) پر درج ہے
ورق (۱۶) سطر (۵ تا ۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

مصنف محمد منیر خاں۔

دکھنی نثر میں مثنوی مولانا روم کے دو بیت کی شرح کی گئی ہے۔

نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو:۔

ابتدا

"ظاہر ہی کہ اکثر بزرگوں نی توجیہات مناسب مقام کے بیان فرمائی
ہیں اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی
نے بیچ شرح دوبیت کہ اول مثنوی مولوی معنوی کے ہیں بیان معنی نے
کا اور حکایت اور شکایت اس نے کی نظم اور نثر میں ترتیب دے کر
مجمل بیان فرمایا ہے۔"

خاص شرح کا نمونہ۔

"تن ز جان و جان ز تن مستور نیست
لیک کس را دید جان دستور نیست"

"یہ بیت بطور تمثیل کے مولوی معنوی فرماتی ہیں یعنی تن اور جان
دونو باہم ہیں لیکن تن کو ہر کوئی دیکھتا ہی اور جان کو کوی دیکھ نہیں
سکتا اسی طرح سے نالے کو سب سنتا ہی اور بھید کو
نہیں سمجھتا۔"

خاتمہ:—

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

"یعنی میں ہیچ نعت اور منقبت کاملوں کے کیا کہوں کہ وصف کاملون کی احاطہ علم میرے سے باہر ہیں پس بات کو کوتاہ کیجیے اور سلام اوپر ذات پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پر بھیجیے۔ تمام شد۔

معراج نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۱۸) ورق (۲۲) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم اور ناقص الآخر ہے۔

اس میں معراج نبی صلعم کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت ہوئی ہے۔

ابتدائی کلام وغیرہ ملاحظہ ہو:—

اول نام اللہ جو یو لوں اید   ثنا اور صفت اسکی کر بیعدد
ثنا اوس اوپر نت سزاوار ہے   کر نہار قدرت میں کرتار ہے
کیا چاند سورج ستارے فلک   زمیں آسمان حور جن و ملک

کہ پہلے سما کے سو دربان کون   کہا کہول بیگی سو دروازہ تون
سو دربان بولا کہ تون کون ہے   کہ ایا ادہی رات کیا کام ہے
کہا میں ہون جبریل کچہ کام تہا   گیا تہا زمیں پر جو فرمان تہا
کہ دربان بولا دو جا کون ہے   کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے
کہا مرحبا بیگی در کہول کر   تجہی دیکہنے میں کہڑا منتظر
کہ اہل اول پہلے طبق کے ملک   دیکہے نور کا وان پڑا سب جہلک
کہ صلوات بولے و کہئے سلام   دیئے جواب انکو علیک السلام

اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔—

نبی سون امت سب کوی سانچی رہو
صدق سات کلمہ سبنے کا کہو

کہ معراج نامہ کے سنیو خبر
حکایت جو بولا ہون مین مختصر

کیا فارسی کو سو دیکھتے غزل
کہ ہر عام ہور خاص سمجھین شگل

افسانۂ ہندی

اس کا ایک مخطوطہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۲۹) ورق (۵۶) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف و کتابت وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں مختلف اخلاقی کہانیاں درج ہیں اور بتایا گیا ہو کہ بادشاہوں سے کس قسم کی باتیں کرنی چاہیئے اور کس طرح ان کو عمدہ راستہ پر گامزن کرانا چاہیئے۔ اندرونی شہادوں سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب انگروں کے قبضہ کے بعد لکھی گئی ہے۔

ابتداء:-

"شروع کرتا ہوں میں اس زبان ہندوستانی کو خدا کے نام موں کیا خدا کہ اسمان و زمیں کتیں خدا نے کن فیکون کے اشارہ موں پیدا کیا ہے اور آدمیوں کتیں اٹکل ستے بنای کرکے وسکے وجود کے درمیان پاک و شیرین بخشا ہے۔"

.... تمام بزرگ اور زمانہ کہ دانشمندوں سیں عرض کرتا ہوں کہ اس زبان ہندوستانی کہ درمیان کچھے زبان کیسو صاحبوں کے نظر موں آوی اس کتیں اپ نے مبارک زبان سیں صحیح فرمانو نگے اور کہنے والا تقصیر نہ لونگے۔"

قصہ جنگ امیر حمزہ

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳۰) ورق (۹۶) سطر (۱۲) خط نستعلیق ۔ تاریخ کتابت ۲۰ شوال ۱۱۹۰ھ

مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

یہ داستان امیر حمزہ کا خلاصہ ہے جو بائیس داستانوں میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مالک فرانسیسوں کا مترجم کوئی موسیو اوسان ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"مالک کتاب موسیو اوسان صاحب ترجمہ نویس فراسیس ساکن بلدہ ...."

افسوس ہے کہ بلدہ کے بعد الفاظ نہیں ہیں جس سے مزید صراحت نہیں ہو سکتی۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"داستان اول ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست ان کے عہد میں قبایادشاہ اور وزیر سب رہتی تہی آگ کے پوجنے والا قباذ نام بادشاہ کے دو وزیر تہا ایک کا نام خواجہ بخت جمال. دوسرا کا نام القش ان دونو میں بڑی دوستی تہی"

"داستان چہارم بزرجمہر حکیم کا اونا مکہ مون اور پیدا ہونا امیر حمزہ بہادر کی شکم سون۔ اسکی باتیں کتاب کے موافق بیان کرتے ہیں مکہ کے درمیان اسمٰعیل پیغمبر کے اولادون میں یکمرد بزرگ رئیس عبد المطلب نام رہتی تہی بڑا مہمان پرست اور خدا دوست مکہ کے جہار وکش تہی۔

آئین و قوانین افواج کمپنی علاقہ مدراس

یہ بھی پیارس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۳۲۸) ورق (۱۷) سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۸۰۰ء

انگریزی فوج مقیم مدراس کے متعلق دکھنی نثر میں آئین و قوانین درج ہیں جو حسب ذیل بارہ باب میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

(۱) دنگی فساد۔

(۲) سپاہیوں کی برطرفی۔

(۳) حساب۔

(۴) بھاگ جانے اور حکم سوائے غیر حاضر ہونے میں۔

(۵) فریاد کے سننے میں۔

(۶) جنگی سامان باروت گولے وغیرہ کی بابت۔

(۷) قلعے چھاونی یا لشکر کی نوکری۔

(۸) کمپنی کی بابت۔

(۹) کورٹ مارشل کی بابت۔

(۱۰) موئے سرداران اور سپاہیوں کے مال کی بابت میں۔

(۱۱) فوج رکھی گی اور نوکری کرتے ہیں سو مدراس کے حکومت کی علاقہ کی بستیوں میں۔

(۱۲) آگ لگی سو آئیں کی معرفت۔

اس کتاب میں اردو الفاظ و جملوں کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

فوجی ترپ کے سپاہیوں کے نام درج ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کسی انگریز افسر کی کتاب ہے مگر افسوس نام نہیں معلوم ہوا۔

عبارتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

ابتدا۔

"پہلی آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی سرکار کے حق میں بی ادبی کی باتاں کہی اگر وہ کمپنی کا سردار ہی تو تقصیر کورٹ مارشل میں ثابت ہوئی پر نوکری سے نکال دیا جاویگا"

"پانچویں آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی کسی سبب سے اپنی سے بڑے سردار کو ماری یا اسپر تلوار کھینچی یا کھینچی چاہی یا اور کوئی ہتیار اسپر اٹھاوی یا کسی طرح سے زبردستی کرے جب وہ اپنی نوکری پر رہی یا اسکا واجبی حکم ٹہل دیوی تو جانسی مارا جاویگا یا کورٹ مارشل میں سزا پاویگا۔

کتاب الاخلاق (؟)

یہ نامعلوم الاسم ناقص اول و آخر مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۱) ورق (۶۹) سائز ۸×۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔
مختلف عنوان کے تحت اول قرآن یا حدیث لکھ کر بیان ہوا ہے اس کے بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

باب دوم قیامت کے بیان میں۔
باب سوم دوزخ کی سختی کے بیان میں۔
باب چہارم بہشت کی صفت۔
باب پنجم ماں باپ اور خویش اقربائیوں کا ذکر۔
باب دوازدھم جور و خصم کا بیان۔
باب سیزدہم جھوٹ کہنے والے کا بیان۔
باب چہارم غیبت کرنے والوں کا بیان۔
باب پنجم ریاکاریوں کا بیان۔

کتاب کے ناقص اول و آخر ہونے سے مصنف کاتب سنہ تصنیف وغیرہ کسی کا پتہ نہیں چلتا۔ اور نہ کسی خارجی ذرائع سے اس کے متعلق معلومات ہوئے لہذا عبارت کے نمونہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابتداء:-

"ایک ایک اوسے سب سوال کرینگے جو کوئی شریعت کے موجب
زکواۃ اور حق ہر کسی کا دیا ہے تو خلاص پاویگا۔"

ساتویں باب میں جوزکوٰۃ کے متعلق ہے لکھتا ہے :۔

قَالَ اللہ تَعَالیٰ۔ اَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْا الزَّکٰوۃَ عبداللہ کے بیٹے عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھے اور زکوٰۃ عشر نہ دے نماز روزہ اوسکا قبول نہیں ہوگا خدا تعالیٰ نماز اور زکوٰۃ کو ایک جگی پیدا کیا ہی "حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ" .... کہ پیغمبر صاحب فرماتی ہیں جو کوئی زکوٰۃ دیا گویا اپنے مالون کا اور اپنے کو تین بلا آور گناہ ہونسے حفاظت کیا۔ اور جب درمیان امت کی میری پانچ چیز پیدا کیا ہوگیا اوس کا برای بد سے بلا سبب ہوگیگا۔ پہلی یہ ہے جب گناہ سب ظاہر کریگا کئے طرح کے از ظاہر ہوگیگا موت اچانک اویگا۔

گیت احمد

انڈیا آفس کے فارسی مخطوطہ شمع و پروانہ رازی (   ) میں اصل فارسی مثنوی کے درمیان بعض اشخاص کے ہندی گیت بھی درج کئے گئے ہیں۔ یہ گیت جن اشخاص سے متعلق ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

لعل بیگ۔ تارا چند۔ سورداس۔ نراین۔ احمد۔ گوپی داس۔ گیسوداس۔ ہری داس۔ لطیف وغیرہ۔

یہ مخطوطہ سرنگ پٹن میں لکھا گیا ہے اور کاتب دربار آصفی سے متعلق تھا۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بندہ ضعیف کمتر میر علی اکبر در سلک بندگان سرکار نامدار یا مسلک است در لشکر ظفر پیکر بر کاب سعادت انتساب بود کہ میر صاحب میر امام الدین چون شمع و پروانہ یعنی کتاب پدماوت را مطالعہ میفرمودند بندہ از قلم خستہ ورقم سگشتہ در موضع متعلقہ سرنگ پٹن در لشکر با تمام رسائد در ماہ ذی الحجہ ۲۵ ؁۱۲۴۳ھ" (صفحہ ب ۸۴)

اس عبارت کے پہلے وہ آصفجاہ نظام الملک کی مدح اور توصیف کرتا اور ان کا صوبہ دار دکن ہو کر خجستہ بنیاد میں آنا اور خود کو ان کی ملازمت میں ہونا بیان کیا ہے۔

مندرجہ صدر اسمار سے ممکن ہے بعض دکھنی ہوں ہم کو سوائے احمد کے کسی کے متعلق معلومات نہیں ہیں اس لئے صرف احمد کی ایک گیت یہاں درج کی جاتی ہے۔

بس بھوک تجون تس پیاس تجون   تس نیند تجون کبھو نہ لجون کی
اور بیس تجون اور میں تجون   تجون رس ہون نہ تجون کی

دہام تجون اور کام تجون اری　　دام تجون رجنی نہ رجون کی
احمد موچپت نیک ہے سکہ لاکھ
تجون نیہ کون نہ تجون کی

اسی کو دوسری جگہ کسی قدر تبدیل کرکے لکھا ہے. مثلاً
نس بہوک تجون بل پیاس تجون　　بس نیند تجون کبھو نہ بجون

عہدِ آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو

زمانہ گذشتہ میں مرثئے عموماً بیاضوں میں جمع کئے جاتے تھے اور مجالس عزا میں ان کو سنایا جاتا نہ صرف مرثیہ گو شعرا اپنا کلام اس طرح جمع کرتے تھے بلکہ دیگر شائقین فن بھی بیسوں شعرا کے کلام کو اسی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

یورپ کے ذخیرہ میں اس قسم کے تین بیاض ہیں دو اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہیں اور ایک کنگ کالج کیمبرج کا مملوکہ ہے۔ ان سے اکثر شعرا کے مرثیوں کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا ہے۔ بقیہ مرثیہ گو شعرا کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

اڈنبرا کے بیاضوں کے منجملہ ایک میں تقریباً کل مرثئے ہاشم علی برہان پوری کے ہیں اور دوسری بیاض میں دیگر شعرا کے مرثئے ہیں۔ مگر کیٹلاگ میں دونوں بیاضوں کا ذکر ایک ہی ساتھ ایک نمبر میں ہے۔

ہاشم علی کا ذکر آگے درج کیا گیا ہے۔ یہاں دوسری بیاض پیش کی جاتی ہے:۔

(۱) بیاض مملوکہ اڈنبرا۔ نمبر (۲۸۰) ورق (۳۶۷) سطر بلا تعین خط نسخ کتابت سنہ ۱۱۹۲ھ

(۲) بیاض مملوکہ کنگ کالج کیمبرج نمبر ($\frac{۶۵}{۱۰۶}$) کتابت سنہ ۱۱۵۷ھ خط نستعلیق۔

کچھ حصہ اس سنہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔

صفحات آیندہ میں بعض شعرا کے متعلق تو مختصر صراحت کی گئی ہے مگر اکثر غیر مشہور شعرا ہیں جن کے متعلق تو نہ حالات معلوم ہوئے اور نہ ان کا خاص وطن معلوم ہو سکا۔ ممکن ہے ان میں بعض گجرات سے متعلق ہوں۔

حروف تہجی کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی تذکرہ میں ان کا ذکر ہے تو اس کے متعلق صراحت کر دی گئی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے بعض کے متعلق کسی قدر تفصیل کی گئی ہے یہ مرثیے حسب ذیل شعرا سے متعلق ہیں۔

(۱) ولی
(۲) رضی
(۳) قادر
(۴) روحی
(۵) ہاشم علی
(۶) اامی

مرثیہ ولی

ولی کے مرثئے اس کے دیوانوں میں نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں شامل ہیں۔

ولی کے دیوانوں میں کوئی مرثیہ یا سلام نہ ہونے سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً اس نے اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے ولی کے مرثیے مکمل نوٹ نہیں کئے چند شعر جو نوٹ کئے گئے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ولی کے مرثئے غزل نما ہیں۔

غوغا ہوا جہان میں مشہ کے وصال کا | سینے منے پڑا ہے چھالا اس ملال کا
محتاج ہیں جہان کے محبان تمام ل | دیدار چاہتے ہیں مبارک جمال کا

. . . .

جو کوئی کرے زبان سوں اونو کا ورد مدام | ہے یہ ولی خلاصہ جواب و سوال کا

دیگر

اے ہادی سنیار تو کیون جا بسا یا کربلا | اے واقف اسرار تو کیوں جا بسا یا کربلا
اے نور چشم مصطفےٰ فرزند نوشاہ مرتضیٰ | اے دلبر خیر النسار تو کیون جا بسا یا کربلا

- - - - - - - - - - - -

تو دوستان کا جان ہے تیرا ذکر ایمان ہی
تجھ پر ولی قربان ہے کیون جا بسا یا کربلا

دیگر

اوس نور مصطفےٰ پر بولو سلام یاران | محبوب مرتضیٰ پر بولو سلام یاران
اوس پاک پارسا پر حیدر کے دلربا پر | اوس لعل بے بہا پر بولو سلام یاران

یوجی ولی فدا کر اوس شاہ کربلا پر | اوس لائق ثنا پر بولو سلام یاران

مرثیہ رضی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے نو مرثیے ہیں جن کے (۷۸) شعر ہوتے ہیں۔

حافظ رضی الدین اس دور کا زبردست مرثیہ گو ہے۔ خواجہ خاں مصنف گلشن گفتار نے اس کو ولی کا شاگرد بتایا ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ دونو ہمعصر تھے۔

رضی کے مرثیوں کی دکن میں بڑی شہرت تھی اس کے مرثیوں کی تضمین کی جاتی تھیں۔ اس کے مرثیوں میں ادبیت نہیں پائی جاتی مگر ان کا اصلی جوہر سوز و گداز اور مرثیہ پن ہے جس کے باعث ان کو بڑی قبولیت حاصل تھی۔

مرثیوں کا نمونہ پیش ہے:-

آل نبی کے غم سوں بیخود ہوں یوں پوکارا
دل میں چھپا رکھا تھا حضرت حسین کا غم
بچھڑے حسین سوں جو بے اختیار بولے
پیاسے فرات کے سب کوثر پہ یوں سنے گے
فریاد واہ ویلا کلثوم کے زبان کا
کرتے تھے شاہ سب سوں صحرائے کربلا میں
لعنت ہے ظالماں پر جن کے طرف سوں ہر دم
آل نبی سوں رکھتا ہر دم منے محبت
تقسیم حوض کوثر آل نبی کریںگے

دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را
هات الصبوح هبوا یا ایها السکارا
در رقص حالت آرد پیران پارسا را
با دوستان مروت با دشمنا مدارا
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
اشهی لنا و احلی من قبلة العذارا
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

حافظ رضی قرآں میں لعنت ہے ظالماں پر
اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را

دیگر

نالہ و فریاد واویلا ہے اے پرودگار — غم سیں آل نبی کا دل ہوا ہی بیقرار

ظلم دشت کربلا میں دیکھ بیحد و شمار — او ستی محشر تلک روتے ہیں دگنہ سون زار زار

نہین رضی معلوم راز حق تعالی کا سبب — نور چشم ساقی کوثر بہوت ہو مضطرب

چشم تر جو لے فرات اوپر پھرے جب تشنہ لب — نوح کا طوفان مگر اس وقت ہوتا آشکار

دیگر

غم سون ہے بے قرار میرا دل
گلشن غم میں ہی شہیدان کے
نت شہیداں کے زخم غم سین
غم کی بجلی پڑی ہے جب سیتے
نیم بسمل نمن تڑپتا ہے

دکھ سون ہے زار زار میرا دل
لالہ داغدار میرا دل
شق ہے جون ذو الفقار میرا دل
تب سون ہے شعلہ زار میرا دل
ہو کے غم کا شکار میرا دل

گرد غم سون امام کے اے رضی
کیوں نہ ہو پر غبار میرا دل

مرثیہ قادر

اڈنبرا کی بیاض میں سترہ اور کیمبرج کی بیاض میں ان کا ایک مرثیہ ہے۔ قائم اور میر حسن نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے اور قائم کے حوالے اسپرنگر نے بھی اپنے تذکرے میں ان کا نام درج کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"میر عبدالقادر قادر تخلص حیدر آباد کے باشندے تھے اکثر مرثیے مشہور ہیں۔ اہل دل تھے صغر سنی سے فقیرانہ مذاق رکھتے تھے جب پچاس سال سے متجاوز ہوئے تو شیخ شہاب الدین[1] سہروردی سے بیعت کی اور خرقہ پہن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی"

تعجب ہے شفیق اور خواجہ خان نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ان کا نام غلام قادر تھا مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

افسوس ہے ہم کو ان کی پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں اور نہ انتقال کے زمانہ سے ہم واقف ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھے اور ۱۱۶۹ھ کے قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنے ایک مرثیہ میں کہتے ہیں۔

سن گیارہ سو اوپر انچاس سال سبز بانا قادرا کا لہو میں لال

ہاشم علی کے ایک مرثیہ میں ذکر ہے ؎

ہزار حیف نہیں شاعران دکھن سو وجی و مرزا و قادر نہیں

---

[1] یہ شیخ شہاب الدین سہروردی وہ مشہور بزرگ نہیں ہیں جو اس خاندان کے بانی خیال کئے جاتے ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔

اس سے واضح ہو کہ ہاشم علی کے قبل قادر کا انتقال ہوگیا تھا۔ اور ہاشم علی کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۶۹ھ میں زندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۱۶۹ھ کے پیشتر قادر کا انتقال ہوچکا تھا۔

ہاشم علی کی طرح مرزا بھی قادر کے انتقال پر افسوس کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بندیا قادرا بدتل کون مراپیوند تب تجہ سون
چلیا منجہ چہوڑ کس پر توں کہو یاراں صد اصد حیف

(از بیاض مولوی صفی الدین مرحوم)

بہر حال قادر ایک مشہور مرثیہ گو تھا مرثیوں سے اس کی علمی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور علم ہندسہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ بغیر کافی علم کے کوئی شخص اس کے علمی اصطلاحات کا ذکر نہیں کرسکتا۔

قادر کے مرثیوں سے معلوم ہوتا ہے اس کو انسانی جذبات کی ترجمانی کا خاص ملکہ تھا اس کے ساتھ ہی اس کے مرثیوں میں سادگی اور تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو :—

ہوا شہرت محرم میں یو غم ہے شاہ عالی کا | کہ جے فرزند پیارا وہ دونو عالم کے والی کا
چھپا ہے دین کا چندر کہ جس کے سوگ سوں جگ پہ | فلک ہر ملک میں تانے شمیانا رات کالی کا
ستارے سب یہ قدسیاں نے ملا کر سب گگن اوپر | حسین کے عرس کون بہاند ہے منڈف موتیاں کی جالی کا
نہیں یو اشک شبنم سوں کہوے ہیں آہ کے گل ہو | دیکھو غم کے چمن میں یا نے لطافت غم کے مالی کا
قیامت کا نمونا قادر تزلزل جب کرے ظاہر | مجے تقوی تب آخر ہی حسین سرورے عالی کا

دیگر مرثیوں کے بعض شعر :—

آج سرور چلے ہزاران حیف | شہ کا ماتم ہے دین داران حیف

غم سون قاسم ہو بیقراران حیف | نوعروسی پہ ڈکہ کا باران حیف

.....

سن کے جلوا جو تون کہا قادر | جب کا جگ میں یو غم ہوا ظاہر
روین زہرا پلا انو خاطر | حیف صد حیف صد ہزاران حیف

دیگر

آج اپنے سن غمزدہ کر ہائے حسینا | پالا تم کون پیار سون کل لائے حسینا
جھوجی رن میں پیاس سو نہیں دوکہ پانی حسینا | (؟) اہوں سر سون پاو لک سب بنائے حسینا

- - - - -

یہ دوکہ بھاری قادر انان دل میں ہادی | سنے غم کے بین یو پہر جیاسے آدی
بہر بہر رنجوان تیں سون سب عمر بہادی | ایسی غربت سو دکہی دوکہ پائے حسینا

حسین و حسن پر ہے دایم درود | بنی کے نیں پر دائم درود
علی کے رتن پر ہے دائم درود | کہو پنجتن پہ ہے دائم درود
تون ہی شاہ مقبول درگاہ رب | تون عالی خدا مصطفےٰ کے سبب
محبان تیرے سب کتیں روز و شب | سو تجہ گلبدن پر ہے دائم درود

- - - - -

حسینا کرم کر یو قادر اوپر
تیرے پیرہن پہ ہے دائم درود

مرثیہ روحی

روحی کے مرثیے بھی اڈنبرا کی بیاض میں اور کیمبرج کی بیاض میں موجود ہیں اول الذکر میں پانچ اور آخر الذکر میں ایک مرثیہ ہے اس طرح چھ مرثیے دستیاب ہوئے ہیں۔ تذکرہ قائم کے حوالے سے اسپرنگر نے ان کا ذکر کیا ہے اور حیدرآباد کے پیرزادے ہونے کی صراحت کی ہے۔ تعجب ہے کہ شفیق اور حمید نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہاشم علی برہان پوری کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے یہ اس کی زندگی میں انتقال کر چکے تھے۔

روحی کے مرثیے بھی غزل نما ہیں اور ادبی حیثیت سے قابل قدر۔

آج غم ناک ہیں چمن کے گل
بلکہ دل چاک ہیں سمن کے گل

غمزدہ سینہ داغ حیران ہیں
نرگس و لالہ یاسمن کے گل

یوں نہ لائے شفق کے دستے ہیں
لہو میں ڈوبے ہیں سب گگن کے گل

جب سنے شہ کی بات مجلس میں
جل بوجھے شمع انجمن کے گل

نقش پا دیکھ دل ہوس رکھتا
سر پہ رکھنے کوں تجہ چرن کے گل

خوش لگے تجہ طبع سیں اے روحی
دل کے باغاں منے سخن کے گل

دیگر

فرماں سوں جب شاہ کے قنبر لے آیا ذوالفقار
لے نام بسم اللہ کا تب شہ اوچایا ذوالفقار

وہ شاہ دلدل سوار ہو جب دشت میں قبضہ لیا
نیر کا سینا اُڑا اُس خوف سوں جب شہ دیکھایا ذوالفقار

ردحی تجے جس وقت کچہ مشکل اچہے تو صدق سوں
کہہ لافتا الاعلی لاسیف الا ذو الفقار

دیوان حسینی (مراثی ہاشم علی)

اس کا ایک نسخہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۲۷۹) خط نسخ
کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مراثیے حضرت علی، آنحضرت اور حسین، مصنف ہاشم علی جو اردو کا ایک ابتدائی شاعر تھا۔ یہ ہاشم ولی اور قایم کے پہلے گذرا ہے جہانگیر کے عہد میں بیجاپور میں رہتا تھا۔ سنہ ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۵۹ھ میں زندہ تھا ایک اور سنہ (۱۰۴۹) سوچو ورق (۲۵) میں ذکر ہوا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف اسی سنہ میں ہوئی ہے۔ ہاشم شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی سنہ ۱۰۳۴ھ کا مرید تھا۔

اس کی چند دیگر تصنیفات بھی ہیں ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا تھا اس بیاض میں چند اشعار کاظم اور قادر کے بھی شامل ہیں"

یہ وضاحت تقریباً بالکل غلط ہے جس کی وضاحت آگے کی جائے گی اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"دیوان حسینی یعنی دیوان ہاشم علی حسینی اس میں صرف اماموں کی تعریف میں نظمیں اور مرثیے ہیں تقریباً (۱۰۰) صفحات ۶۱۳"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں کتاب کا نام غلط درج ہوا ہے یعنی دیوان حسینی کے بجائے مراثیے ہاشم علی کے نام سے دو جلد درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دوسری جلد میں تمام تر دیگر شعراء کے مرثیے ہیں جن کا ذکر صفحات ماقبل پر بھی ہوا ہے۔ ہاشم علی کے زمانہ اور

تاریخ تصنیف کا جو سنہ دیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ہاشم علی گیارہویں صدی کا شاعر ہے جو سنہ درمیان کتاب میں آیا ہے وہ ۱۱۴۶ھ ہے نہ کہ ۱۰۴۶ھ مگر چونکہ کاتب سے سہواً ۱۰۴۶ھ لکھا گیا ہے اس لئے غالباً مصنف کیٹلاگ نے دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ضروری تصور نہیں کی۔

ہاشم برہانپوری جو شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے وہ بالکل جداگانہ شخص ہیں۔ یہ ہاشم بھی فارسی کے شاعر تھے دیوان مرتب کیا تھا انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جس کے متعلق ایتھے کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مکمل مجموعہ خواجہ ہاشم ابن خواجہ محمد قاسم صوفی المشرب شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے برہان پور میں ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء میں موجود تھے اور ۱۰۵۶ھ میں بھی ہنوز زندہ تھے آخری تاریخ جو دیوان سے معلوم ہوتی ہے وہ ۱۰۴۲ھ ہے"

(ایتھے ۲۸۹۸)

اسی صراحت کے باعث مولف کیٹلاگ اڈنبرا کو دھوکہ ہوا ہے وہ غلطی سے خواجہ ہاشم کو ہاشم علی تصور کر لیا ہے حالانکہ دونوں میں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔

ہاشم علی امامیہ مذہب کا پیرو عالمگیر کے آخری عہد میں موجود تھا۔ غالباً دربار آصفی سے تعلق نہیں تھا ان کا پیشہ ہی مرثیہ گوئی تھا غالباً کوئی اور صنف میں اس نے طبع آزمائی نہیں کی ۱۱۴۵ھ میں وہ خاصا مشہور مرثیہ گو تھا اور اس کے اعتقاد کے مطابق اس کے مرثئے سننے کے لئے آنحضرت صلعم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی دیوان کے ایک اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے ۱۱۶۹ھ تک ہاشم علی بقید حیات تھا۔

ہاشم علی نے اپنا تخلص پورا نام ہی استعمال کیا ہے۔

اس کا زمانہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بعض دیگر شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

(الف) مرثیہ نمبر (۵ ۱۷) کے آخر تاریخ تصنیف کا ذکر ہوا ہے۔

جب منجم نے کیا اس دردنامہ کا حساب — غین وقاف وسین وطا آیا رقم اندر کتاب
سن کے یو تاریخ کون سینے میں دل ہوتا کباب — ختم کر ہاشم علی قاسم کی شادی کے بین

غین = ۱۰۰۰ + قاف = ۱۰۰ + سین = ۶۰ + طا = ۹ = (۱۱۶۹)

(ب) ہاشم علی نے اپنے مرثیہ میں دکن کے ایک دوسرے شاعر قادر کا ذکر کیا ہے
جو ۱۱۴۵ھ میں زندہ تھا اس سے بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہاشم علی کا زمانہ ۱۰۰۹ھ نہیں ہے
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہاشم علی نے اپنے مرثیوں کے مجموعہ کو "دیوان حسینی" سے موسوم کیا ہے۔

چنانچہ اپنے دیوان کا نام بھی نظم کیا ہے۔

توں لکھا ہے کربلا کا یو بیان ہاشم علی
ہے یو دیوان حسینی نام اس دیوان کا

غزلوں کی طرح مرثیے بھی ردیف وار درج کئے گئے ہیں۔ اول آنحضرت کی مدح میں ایک مختصر قصیدہ ہے اس کے بعد ایک سلام اس کے بعد حضرت علی کو مخاطب کر کے سلام کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ردیف وار مرثیہ شروع ہوتے ہیں۔

ہاشم کے یہ مرثیے مربع، مخمس بھی ہیں اور غزل نما بھی۔ ان کے اشعار کی تعداد کم از کم سات سے لے کر زیادہ سے زیادہ (۱۰۰) بعض اس سے طویل بھی ہیں کل مرثیوں کی مجموعی تعداد تقریباً (۳۰۰) ہوتی ہے۔

جو عبارت دیوان کے درمیان آئی ہے اور مولف کیٹلاگ نے حوالہ دیا ہے وہ درج کیجاتی ہے۔

یہ عبارت مرثیہ نمبر ۲ کے عنوان کے ساتھ فارسی میں درج ہے۔

"از جملہ تفضلات امام شہید کہ بریں عاصی شدہ آن ست کہ برادر ایمانی حافظ فضل الدین در عالم رویا بتاریخ بیستم ماہ مبارک ۱۱۴۶ھ یک ہزار (؟) یکصد چہل وشش مشاہدہ نمود کہ گویا پایۂ الاوہ آنحضرت نشستہ ومحبان جمع شدہ اند کہ یکایک از شکل ضریح منور صدائے برآمد حاضران مجلس ہمگی بہ تعظیم آن برخاستہ دست ہائے ادب بہ سینہ نہادہ بجہت استماع ندائے روح افزا یعنی سراپا گوش کشید کہ بار دیگر آواز برآمد ونام قایل بیان غم بر زبان راندند کہ کجا ست چون این کمینہ را نیز در آن محفل حاضر دید کہ با نیاز تمام سر را قدم ساختہ نزدیک ضریح مقدس آمدہ ایستاد بار سیوم حکم عالی صادر شد کہ آن مرثیہ "واویلا" را بخوان حسب الفرمان وحی ترجمان شروع بخواندن نمود کہ ازان خواب بہ بیدار شدہ این پایۂ ملحی است کہ در بارگاہ سلیمانی وصول شدہ"

اس صراحت کے بعد اب مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

علی اصغر کا ماتم:۔

آج پر خون کفن ترا اصغر	آج سو کہا دہن ترا اصغر
لال ہے گلبدن ترا اصغر	حیف یو بالین ترا اصغر

کیون ہیں زلفاں کے بال تار دن تار	کیون گلے سیں لوہو کے جاری ہار
تجہ کون سوتے کبھو نہ لگتی بار	حیف یو بالین ترا اصغر

اوٹھ گلے کا لوہو دہولاؤں میں	نیند آتی تجہے سولاؤں میں

چل ترا پالنا جہولاؤں میں   حیف یو بالین ترا اصغر

دیگر

طویل مرثیہ ہے۔

جاؤں کدہر میں کیا کرون یہ گود خالی لے پہروں
پہر اصغر اصغر میں کہون کس کا جہولاؤن پالنا

یہ دیکہ میرا حال تون توڑی ہون سر کے بال کون
میں دل کی حالت کیا کہون کس کا جہولاؤن پالنا

تہے کہیلنے کے دن تیرے کیا عمر کیا تہی سن تیری
نہیں چین مجکون بن تیرے کس کا جہولاؤن پالنا

نہیں بہولے مجکون تو کبہو تجہ یاد کرتے میں رہون
رو رو کے تجہ بن دن بہرون کس کا جہولاؤن پالنا

یہ بہن تیری غمگسار بیٹھی ہے روتے زار زار
تون اوٹہہ سکینہ کر پوکار کس کا جہولاؤن پالنا

پسران مسلم بن عقیل کا قتل :۔

وہ دو صغیر موت اپسکی دیکہا عیان | کہتے تہے بے کسی سون کہ اے حارث الامان
زلفان کون کاٹہہ بیچ ہمن کون جو بندیان | منظور ہے اگر تجہے سیم و طلا کتین

مسلم ہوا شہید ہمارا سو تہا پدر | ہے ماں ہماری آج مدینہ میں منتظر
تون کر رحم سون ہماری یتیمی پہ کر نظر | امید رکہہ شفاعت روز جزا کتین

ہر چند کرے عجز وہ طفلان خورد سال | اون کون کہا لعین بد افعال بدخصال
ہنگی نجات تم کون میرے ہاتہہ سون محال | بہیجون کا آج تم کوں میں دارالبقا کتیں

دہوے ہیں ہاتہہ تب وہ اسیران جان سیں | قطع امید کرکے وہ سب خان مان سیں
روتے گئے وہ راندہ ہر دو جہان سیں | مہلت دے ہمکون سجدہ کرین تا خدا کتیں

فرصت نماز کی وہ شقی نے نہیں دیا | شمشیر از نیام نکالا وہ تیغیا
ہر ایک کہیں کہ سر میں توں اول میری لگا | نہیں تاب دیکہنے کا مجہے سر جدا کتیں

قاسم کے مرثیہ میں دولہن کا سوال اور دولہ کا جواب۔

جلوہ سیں اوٹھ کے رن کو چلا تب کہی دولہن | دامن پکڑ کے لاج سون انجہوان بہرے نین
مت چہوڑ کر سدہارو تم اس حال میں ہمن | تم بن رہے گا ہائے یہ سونا بہون مرا

کیسی بو کہ خدائی کیسی ہے یو برات | آتا فراق تم سون یہ جلوہ کی آج رات
گھر کوں نہ لے گئے ہو نہ بولے ہو ہم سوں بات | دیکہا نہیں جمال کوں بھر کے نین مرا

اس کربلا کے بن میں اکیلی میں کہوں رہون | تجہ باج میں جہان میں پھر امید کیا دہرون
جد کے مدینہ کیونکر میں اس ٹہارے پھرون | تم اپنے ساتہہ لے کے دکہاؤ وطن مرا

- - - - - -

قاسم کھڑا اتھا روتے نین سن دولہن کی بات | غمناک اپنا دیکہہ کے دامن دولہن کے ہات
تب آہ دردناک سون بولا دولہن کے سات | اے بوستانِ راحت و سرو چمن مرا

مجھ کوں نہیں ہے تیری جدائی کا اختیار
میں کیا کروں صلاح نہیں حکم کردگار
تیرے فراق ساتی میں جاتا ہوں اشکبار
حق نے کیا ہے رن میں مقرر رہن مرا

ہے داغ دل میں تیری جدائی کا کیا کرون
جو کچھ ہوا ہے مقدوروں میں راستی کہوں
نہیں ہے امید رن سے پھر آ کر تجھے ملون
وعدہ ہوا ہے حشر میں تم سوں ملن مرا

ایک دوسرے مرثیئے کے چند بند ملاحظہ ہوں :—

لے گئے آج کدہر تاج شہیدان کہان
کان گئے زلف معنبر کون پریشان کہان
رن میں تن سون جدا کر سر سلطان کہان
نیزہ اوپر کیا ظالم نے شایان کہان

جون شفق بیچ ہویدا دیکھو خورشید مدام
سر کہو لے جاتے یتیمان کتے زاری سون تمام
لہو بہرا نیزہ اوپر تھا سر پر نور امام
یہ قیامت ہی سر اوپر وہ شفیعان کہان

شامیاں شام کون جاتے تھے لئے اہل حرم
ہائے کیسے تھے مسلمان نہ محمد سون شرم
سر اوپر راہ میں کرتے تھے سبھی جور و ستم
کفر کے کام کیا جا او سے ایمان کہان

جلتی دہوپان میں یتیمان کون دئیے رنج سفر
راہ منزل میں نہ تھا توشہ مگر خون جگر
نہ خورش ہا ہے نہ پوشش نہ کوئی لیتا ہے خبر
تشنہ کا غم اون کا رفیق ہور سامان کہان

ایک دن شام ملک دیکھی نہ بستی کا نشان
سب حرم روتے کہے ہائے نہیں ہم کون مکان
وہ یزیدان رہے حیران کہ ہوئی رات عیان
کان رہا جد کا مدینہ یو بیابان کہان

چوطرف دیکھے جنگل میں کہ ملے جائے پناہ
جان رہیں اہل حرم اور سلطان و سپاہ
کیتے ساعت وہ پھرے حال ہوا سب کا تباہ
پائے یک قلعہ یہودی کا مسلمان کہاں

تب کھڑے رہ کے پکارے وہاں سردار حصار
ہے یزیدی سبھی لشکر تو کھڑا کھول کواڑ
ایک راہ ہم کوں تیرے قلعہ میں لا کے اوتار
صبح میں لیکے چلیں گے تیرا احسان کہاں

دیگر

یا مصطفےٰ چلو تم صحرائے کربلا میں
فرزند حسین ملو تم صحرائے کربلا میں

درد اہل وا ویلا ہے العطش کا فریاد
تدبیر کچھ کرو تم صحرائے کربلا میں

درخاک و خون ہے سرور خستہ بدن وہ بے سر
لے سینہ پر دھرو تم صحرائے کربلا میں

ہژدہ ہزار کافر اون میں اکیلے سرور
انا فتح پڑھ تم صحرائے کربلا میں

اے مرتضیٰ تم آؤ وہ ذوالفقار لاؤ
دلدل اوپر چڑھو تم صحرائے کربلا میں

خیر النساء کھڑی ہیں سرور حسین پڑے ہیں
اون کی طرف دیکھو تم صحرائے کربلا میں

کھولے ہیں سر کے بالاں جی کن ہوئے ہیں نالاں
آیا غضب سنو تم صحرائے کربلا میں

ہے گی برات قاسم اندوہ درد و ماتم
اے شاہ لے چڑھو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی یہ ماتم شہ کے رہا ہے دائم
یو مرثیہ لکھو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی ایک زبردست مرثیہ گو تھا اس کے استادی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی واقعہ نگاری اور مرقع نگاری اصل سماں پیش کر دیتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان صاف اور سادہ ہے اور وہ مرثیہ گوئی میں اپنے ہمعصر شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

مرثیہ امامی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے آٹھ مرثیے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامی کا اسلوب بیان دلکش ہے اس کے مرثئے پُر اثر کہتے ہیں اور پیرا ان کی زبان نہایت صاف ہے۔

افسوس ہے کہ امامی کے متعلق کسی تذکرہ سے کچھ حالات منکشف نہیں ہوتے ہم کو نہیں معلوم اس کا نام کیا تھا ؟ کہاں پیدا ہوا ؟ کس کا شاگرد تھا۔

مرثیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کا اعتقاد تھا کہ وہ حضرت امام حسین اور آپ کے خاندان کا مداح ہے اس طفیل میں اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

محشر میں جب محمد شاہ زمن اوٹھیں گے | سب انبیائے مرسل پر غم حزن اوٹھیں گے
حیدر علی لوہو سوں آلودہ تن اوٹھینگے | پیتے لوہو کے ہلکان ہے ہے حسن اوٹھیں گے
آلودہ خاک و خون میں دندان مصطفےٰ لے | لوہو سون تر بسر دستار مرتضیٰ لے
ٹکڑے حسن کے دل کے جا جا حسین گالے | تربت حسین فاطمہ جب لے یو برن اوٹھین گے

- - - - - -

دریائے غم میں ہرگز کرنا نہیں غواصی | ہر چند توں امامی عالم منی سے عاصی
امید تو قوی ہے پائیگا توں خلاصی | کرنے کتیں شفاعت جب پنج تن اوٹھینگے

دیگر

کیا ظالماں نے ظلم بے حساب آج | مظلوم کربلا میں ہیں عالی جناب آج

اس غم سوں مومناں کو ہوا ہیچ و تاب آج
گویا علی کے گھر کا کھولا غم کا باب آج

تھا آئینہ رسول کو درشن حسین کا
ہے وہ جفا کی گرد میں درپن حسین کا
رخاں کے جواہراں میں دسے تن حسین کا
دستا ہے جوں شفق میں زوال آفتاب آج

کیوں عرش فرش پر نہ گرے بے قرار ہو
کیوں تاب لا سکے نہ فلک دیکھ ظلم یو
میناسے قد کوں شہ کے شکستہ کیا دیکھو
سنگیں دلاں نے ظلم کی پی کر شراب آج

- - - - - - - - - - - -

یارب بحق خواجہ کونین مصطفیٰ
یارب بحق فاطمہ ناموس مرتضیٰ
یارب بحق جملہ اماماں مجتبیٰ
بر لا ہر یک مراد اماؔمی شتاب آج

(۱) اکبری۔

شہ کے ماتم کا سخن افسوس | غم سوں نیلا ہوا گگن افسوس
لہو میں ڈوبا ہے سب چمن افسوس | گل نے رنگین کیا کفن افسوس

- - - - - - - - - -

اکبری جب یو مرثیہ بولے | سب سینہ کے کیواڑیاں کھولے
گوہر اشک رات دن رولے | جب سوں جا بہی ہو میں (؟) افسوس

---

(۲) اصغر۔

جب چڑے لڑنے کوں قاسم تب کہے رو رو دولہن
اے سنجومی سانچہ کہہ کس وقت پر لاگی لگن
تھے اکڑے کیسی یو مجہ کوں چھوڑ گئے ابن حسن
تخت چڑتے بخت اولٹے یہ ہوا کیا سکن

ختم کر اب مرثیہ کوں بول اوٹہا رو رو شتاب
دولت دنیا و دین سوں مجہ کوں کرتا کامیاب
یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا ابو تراب
اصغر عاصی نے پکڑی شاہ قاسم کے چرن

---

(۳) ابوتراب۔

غم گیں گیا جہان حسین شبیر ہے دریغ | اس دن کہ سوں کائنات میں دلگیر ہی دریغ

نازی نے ملک دل کون سراسر لیا ہے زور | غم نے کیا ہی سینہ کون تسخیر سے دریغ

یوں کر پھرا ازل میں قلم اے ابو تراب | پھرتا نہیں کمان سیں چھوٹا تیر ہے دریغ

(اڈنبرا)

---

(۴) افصح ۔ تذکرہ شعرائے دکن ملکاپوری میں ایک شاعر افصح کا ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی ہو ۔

رہنما ہے تو جہان کا یا امام | پیشوا سب انس و جان کا یا امام

ظاہر و باطن تو ہی ہے آشکار | کیا کہے افصح عیان کا یا امام

---

(۵) اکبر ۔

ہے ہائے قاسم ہے ہائے قاسم | مارے تجھے کیوں ہر ہائے قاسم

قاسم کون یا اکبر روتا ہے آج اکبر | یہ غم ہوا جگر پر ہے ہائے قاسم

(کیمبرج)

---

(۶) احمد ۔

صلواۃ بر محمد صلواۃ بر محمد | ہر دم بدم ہزاران صلواۃ بر محمد
یعقوب علی کے نگہن کا موتی نبی کے من کا | زہرہ فاطمہ کے تن کا صلواۃ بر محمد

بتلاں ستیاں کے کہوں ان موتی مدن کے رولاں | احمد سدا جو یوں بولاں صلواۃ بر محمد

(کیمبرج)

---

(۷) انقی۔

تجہ غم سوں غم ہوا ہے گگس یا حسن حسین
روتا ہے روز و شام وو کہن یا حسن حسین

سب جوہری ہوئے ہیں عزیزان جہان میں
تم ہو گوہر و لعل یمن یا حسن حسین

نیزہ پر آفتاب جب آوینگا حشر کون
انقی پہ سایہ کرنا تمن یا حسن حسین

(ادنبرا)

---

(۸) تحقیق۔

قاسم اس رن میں بنا بن کے چلا جاتا ہے
تار سہرے کے دیکھو سر سین چڑا جاتا ہے

بولے یو بیوہ دلہن دولا میرا جاتا ہے
گہر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ہے

مومنا گر ہے تمین دولت ایمان کی طلب
نعمت فیض ہے اور بخشش یزدان کی طلب

رات دن دل پہ رکہو دیدہ گریان کی طلب
غم پہ حسین کا تحقیق سنا جاتا ہے

(ادنبرا)

---

(۹) تقی۔

اے فلک ہائے یہ کیا ظلم سرادی ہے
کون کون آج تیرے ہات سین فریادی ہے

کربلا میں شہ کونین کے گہر شادی ہے
کیا اوسی گہر پہ یہ خونریزی و جلادی ہے

شہ کے مداحی کا ہے فخر تقی کون یاران
نہ دم شاعری نہ دعوئے استادی ہے

(ادنبرا)

---

(۱۰) تراب۔

العطش اے فوج اعدا العطش
العطش یک شربت ما العطش

آب خون شد بر محبان اسے تراب	العطش ناہست دنیا العطش

(راڈ نبرا)

(۱۱) جلیل۔

محرم چاند پھر آکر دیکھایا شام کلفت کون	شتا غم کی گھن میں آمد برج رسالت کون
جو شہ کا مرثیہ خوان ہو اُسے کیا ڈر گناہان کا	جلیل آوے حسین ابن علی تیری شفاعت کون

(کیمبرج)

(۱۲) حمیدی۔

کیون ہوا ماتم تیرا غم یا علی	غم سون جگ ہوتا ہی برہم یا علی
اوس وک کہوں افسوس کر جگ میں سدا	جو انجھو جھڑتے ہیں شبنم یا علی

ہے حمیدی شاہ کا سوں امیدوار

وے مرادان قبلہ عالم یا علی

(راڈ نبرا)

(۱۳) داس۔

مارے ہیں ظالماں نے نبی کے رتن کون آج

گھائل کئے ہیں سورن میں مبارک بدن کون آج

لولہو منے نہلائے سو اوس گل بدن کون آج

ویران کر ظلم ستے اون کے وطن کون آج

مظلوم ہو گیا ہے جہان سون وہ شہ سوار
شہ کے دو کہون سین واس کے ہیں چشم اشکبار

روتا ہے یو دریغ سین زار زار زار
مارے ہیں ظالمان نبی کے رتن کون آج

(راڈو نبرا)

---

(۱۴) ول۔

آج نبی سون غمزدہ کہن ہاے حسینا | تم کو پالا مہر سون کہے والے حسینا

- - - - - - - - - - - - - -

ول جو یا دل وانت کر سب تم پر سائے
دہاران لوہو کی تیغ سو برسائے حسینا

(کیمبرج)

---

(۱۵) راز۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جلولی سیس کو یاران شہیدون کا کوارا ہے | بچشم یون دل سیس رو رو کہ یتا بوت پیارا ہے

- - - - - - - - - - - - - - - -

جو راز کوثر کے پیالی بہر کر نالا کہتا ہنیں رو رو کے
حسین سے ور چلو جگ سون خدا تمنا کو بلا یا ہے

(کیمبرج)

---

(۱۶) سید۔ تذکرہ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

اوس خاصہ خدا پر بولو سلام یاران	اوس لایق ثنا پر بولو سلام یاران
اوس ذات مصطفےٰ پر والیل اذا سجا پر	والشمس والضحیٰ پر بولو سلام یاران
- - - - - -	- - - - - -

اوس فیض جاودان پر فیاض مومنا پر | سلطان دوجہان پر ہوا
اوس ہادی ہدا پر اوس پیر مقتدا پہ | اوس کامل الدعا پر ہولا

خالق کے طالبان پر احمد کے نائبان پر
سید کے صاحبان پر ہولو سلام یاران
راؤنہ

(۱۷) سیدن۔

ماہ محرم میں دیکھو چندا ہو ما سلے آئیا
تارے گگن کے کوتد کر سہرا جوشہ کون لا آئیا
کنکنا ستم کا باندکر دوکہہ کا
حیرت کے چوکے کے اوپر انجہوا
سیدن سفاشہ کا سدا میدان ترکرنے بدل
نینو کے شکا اشک سون بہر بہر کے نت چہرکائے

(۱۸) سرور۔

آیا ہے چندر گہن پر ماتم کا | دہوم اوچا چوکدہن
پانی سرور حسن کون پلا یا | زہر بہدا تن میں

سرور شہان کے غم سون اس جیوکون
فدا کیا ہے چرن پر ماتم کا

(۱۹) سری۔

ادھم گھن پرن کا شور ہوا سب غم کا | جگ میں غم پر گھبٹ ہوا یا ہانک بجا ماتم کا
کنج حقی سون شہ کے غم سے آگ لگی ہے جگ میں | تن میں دل انگار ہو سلگا ہے دلکا ایک دم کا

— — — — — —

ذ الست بربکم سن قالو بلا کہے سو | وہی بلا کربل میں آیا بالا شہ اکرم کا
من رانی فقد رء الحق سن سروں سون لگی | سری اب کیا پہر پہر پوچھے معنی اسم اعظم کا

(راڈنبرا)

---

(۲۰) سلیمیں۔

بانو کہیں اب تجہ بنا یو حال دکہاؤں کسے | اصغر میرا روتا نہیں میں آج سمجہاؤں کسے
جب وہ دولارا گود میں روتا تو میں لاتے گلے | وہ آج وستا نہیں میں اب گلے لاؤں کسے

— — — — — —

د کہتا سلیمین آرزو کریو شفاعت حشر میں
تم بن وسیلا اے نبی حق سامنے لاؤں کسے

(راڈنبرا)

---

(۲۱) سلیمی۔

وطن آپس کا سو ویران کر خدایا کیون | حسین ابن علی کربلا بسایا کیون
ہزار بار لکہی لکہہ کہ کو فیان دغا | نبی کے آل کو ہے ہے یو لو کہیا یا کیون

— — — — — —

یہی مام سلیمی کے دل میں ہے افسوس
کہ ہائے شہ کے گلے پر خنجر چلایا کیوں

(راڈنبرا)

---

(۲۲) شرف۔ اسپرنگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

جا جبرئیل شہ کے خبر کر یا د سوں کہہ
غربت بیکسی کون توں مشکل کشا سوں کہہ

احوال آن شاہ رسل انبیا سوں کہہ
تنہا پڑا حسین حسن مجتبا سوں کہہ

- - - - - - - - - - - - -

دنیا کے اس چمن میں شرف بول بار بار
آل عبا کا درد جو تہا دل میں خار خار

بلبل نمن تو شور و فغان کر ہو زار زار
ہر دم ہزار بار شہ اولیا سوں کہہ

(اڈنبرا)

(۲۳) شیدا۔

شہر بانو رو پوکاری ہائے اصغر کان گیا
یک گہڑی میں تل اوپر کر میرا گہر کان گیا

داغ غم کا دل پہ میرے دیکے دلبر کان گیا
پالتا سوتا پڑا ہے تاز پرور کان گیا

- - - - - - - - - - - - -

ہاتف غیبی نے شیدا مجہ گیا ہی یوں پوکار
دولت دنیا کی اوپر نہیں ہے ہرگز اعتبار

دوستی آل نبی کی رکہہ کہ ہونگا رستہ گار
دیکہہ توں جمشید و دارا و سکندر کان گیا

(اڈنبرا)

دیگر

سواری آج ہے شہ کی دیکہو یاران محرم سوں
چلے ہیں آہ مظلوماں بہت دکہہ درد ماتم سوں

شفیع امتان کا غم لگا ہے تیرا اے شیدا
تمین فوراد خون شہ ہزاروں داغ جگر سوں

(کیمبرج)

(۲۴) صابر۔

اہل حرم سب روتے پہرآویں حسینا | چاند سا مکھڑا اپنا دکہلا دیں حسینا
ہمکون اکیلا چہاڑکے کٹ جاویں حسینا | آکے تیاں اپنے گل لاویں حسینا

بی بی سکینہ روندی سمجہانویں حسینا

چاروں طرف سوں آپڑے دشمن گے گہیرے | یارو برادر سب شہید آج ہو گئے تیرے
لوٹینگے اندر کربلا حیدر کے ڈیرے | حضرت کلثوم روئے دل جانی میرے

میرا غم دکھ درد سوں سن جاویں حسینا

تیرے در پر آپڑا یو صابر مسکین | دکہ سوں غم سوں درد سوں دل و جان غمگیں
روتا ہے ہردم درسوں اوسکوں ہوں آمین | دلکی مراداں بخش کر بخشو ایمان اور دین

اوسکے مطالب لطف سوں برلاویں حسینا

(راڈنبرا)

---

(۲۵) صلاح۔

اے محبان بے سبب مارا گیا سلطان چرا | خاندان احمد مرسل ہوا ویران چرا
پردہا آیا و اسباب الم موجود شد | آب نہروبن با وجود این ہمہ سامان چرا

لطف شاہ کربلا ہے شامل حالت صلاح

روز محشر می شوی محروم از احسان چرا

(راڈنبرا)

دیگر

اے دریغا سبط پیغمبر گیا ہے الوداع | یادگار حیدر صفدر گیا ہے الوداع
لذتے از زندگانی نیست مجکوں اے صلاح | زانکہ میرا ہادی و رہبر گیا ہے الوداع

(کیمبرج)

---

(٢٦) صوفی۔

اوس کربلا کے بن میں ہے گم سان جدا جدا | زخمی ہو تڑپتے ہیں شہداں جدا جدا
دہر کہیں پڑا سیس کہیں دست و پا کہیں | ہر یک لوہو کے تیل میں ہے غلطان جدا جدا

ہر ذات پاک حسن و حسین از کمال حیف
صوفی ہے ہر دو نام کا قربان جدا جدا

(اڈنبرا)

---

(٢٧) صالح

افسوس گزارن میں دو جان جہان آج | پیاسا گیا مارا دو جگ کا پران آج
منقول ہے جب لے چلے اولاد نبی کوں | دکھلائن شہیداں کی شہادت کے مکان کوں آج
جب حضرت زینب کی پڑی رن میں نظر جاتے | یک بارگی اونٹ سوں بہائی کوں پہچان آج
بیتاب ہو نعرے سوں پوکارے کہ میرے بہائی | چون چاند کیا اپنی شہادت سوں قربان آج

اے سید کونین توں صالح پہ نظر کر
روتا ہے کھڑا غم سوں ترے بادل و جان آج

(اڈنبرا)

---

(٢٨) صفی۔

رما ہے شہر ماتم کا رچا ہے بیاہ قاسم کا | شہ سلطان عالم کا رچا ہے بیاہ قاسم کا

صفی از سوزش قاسم جلا ہے سینہ عالم
ہے ہر ہر طرف ماتم رچا ہے بیاہ قاسم کا

(کیمبرج)

(۲۹) طاہرؔ

یا علی رن سیں حسین اپنے نبی کون لانے تم چلو
سر جدا تن سیں پڑا اوسکوں ملانے تم چلو
زخم ہا کاری اوپر مرہم لگانے تم چلو
خاک و خوں سینہ بہرا اوسکو دہولانے تم چلو

روز محشر کوں اوٹہہ آویں گے خلائق مل کے سب
لے ملائک نامہ اعمال کوں دیویںگے جب
شاہ دین سرور حسین نامے کتیں کہو لینگے تب
لطف سیں آج طاہرؔ کوں چہوڑانے تم چلو

(راڈ نبرا)

---

(۳۰) عین الدین۔

شہ بن روتے آج کیوں سردار سکینہ
شہ نے کہا ہے کربلا گلزار سکینہ
داغ جدائی کا گلے کر ہار سکینہ
روکے آپسکون یون کہا ہر بار سکینہ

- - - - - - - - - - - -

قید بلا میں دیکھ اہل بیت کوں یارب
عین الدین توحید کا کہون دل نہ جلے اب
کرتے لعنت ظالماں پر جن و بشر سب
شمع صفت ہے نخل آتش بار سکینہ

(راڈ نبرا)

---

(۳۱) علیؔ

اے دوستان امام امم پر کہو درود
ناحق کیا شہید یہ زہر و دگر بہ تیغ
بحر سخا و کان و کرم پر کہو درود
دو کشتگان جور و ستم پر کہو درود

کرتا ہے صبح و شام علی مرثیہ رقم
اوس نکتہ دان لوح و قلم پر کہو درود

(راڈنبرا)

(۴۲) عترت۔

اوس شاہ رہنما پر بولو سلام یاران | اوس قبلۂ دعا پر بولو سلام یاران
محبوب مصطفےٰ پر زہرہ کے دلربا پر | حیدر کے مہ لقا پر بولو سلام یاران

اوس معدن صفا پر آئینہ خدا پر
عترت سے کے گدا پر بولو سلام یاران

(راڈنبرا)

(۴۳) عسکری۔

اول اوس نور خدا کوں جا صبا پہونچا سلام | لائق حمد و ثنا کوں جا صبا پہونچا سلام

عسکری ہیں عالم علم لدنی باکمال | عارفان کے تاج کو جا صبا پہونچا سلام

(راڈنبرا)

دیگر

حیف اتیا د؟) سون شہ عالیجناب | العطش کہتا گیا ہو بہر آب

(کیمبرج)

(۴۴) عطا۔

محرم کا بھی چاند آیا دریغا | خبر شہ کے ماتم کی لایا دریغا

خورشہ کے غم کی سبون کون سونایا   فلک سوں دو عالم پہ دہایا دریغا

کہا مرثیہ شہ کا درد و عطا نے
سونا کر جہان کون رولایا دریغا

(اڈنبرا)

(۴۵) عنایت۔ تذکرۂ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جم ہوا غم شہ کا جم کون دل پہ خون غم جم ہوا
جم ہوا جام سکندر کون جام جم ہوا
جم ہوا خون ریز جگ سون اشک چون لعل و گوہر
جوش کہا خون دل سوں او بلے میں قلزم ہوا

غم ہوا تجہ میں عنایت تو شہی غم میں ہوا
اس غم ایکے کوئی غم نہیں غم مج پہ تو قائم ہوا

(اڈنبرا)

دیگر
شہادت کی قبا پہرے حسینا یا حسن رنگی
لہو لالاں نے رو یا سو ہوے بن بن چمن رنگی

عنایت دل کے ریزے کر لوہو میں تر کیا سالم
مگر زنگ ریزے سون غم کئے ہیں جگ کے من رنگی

(کیمبرج)

(۳۶) عارف چمنستان شعرا میں اس شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے دل پر یو دوکہ ہے بہاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو
علی کے نینان سون اشک جاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

حسین کے غم سون ملک ہو گریاں فلک پہ جل بل جگر ہو بریاں
بتول رو رو کرے تھے زاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

کہتا ہے عارف شہاں کا ماتم حسینو کے غم سون دو جگ ہیں برہم
لگے ہیں دل پر سجن کٹاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

(داڈونبرا)

---

(۳۷) عزّ۔

واتظلما تشنہ لب گیا شاہ کربلا واتظلما
ساعتے شنو قصۂ ستم میکنم بیان واتظلما

شیون از زمیں تا فلک پڑا واتظلما واتظلما
کم زن حسین شاہ دین جس آب سم پیا واتظلما

عزّ تا مکن پیش ازیں رقم شعر این ستم واتظلما
عافیت نماند از زبان دگر تا جگر جلا و اتظلما

(داڈونبرا)

---

(۳۸) عابد

جب دشت کربلا میں شہ پر بلا کھڑی ہے
ماتم کی ہانک اوشہ گر پاتال لگ خبر دے

تب تہیں دو جگ میں یاران یو کہل بل پڑی ہے
ساتوں طبق فلک پر یک پل میں جا چڑی ہے

کنچن خوشی سون نہ دن ماتم سون شہ کی یاران دل ہوش میں کلا نے یو غم اکت پڑی ہے

عابد کے دو نین یوں میں غم سوں اشک ریزان
برسات میں جون ساون بہادو نکی نت جھڑی ہے

(راڈ نبرا)

---

(۳۹) عزلت۔ جن کا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے مرثئے بھی لکھے ہیں۔

وا مصیبت مصطفےٰ کا جان آج　　　خاک پر بے سر پڑا بے جان آج

....

ہے غلام اے شاہ عزلت نت ملول
دے اثر اوسکے سخن کون یا رسول

روح الامین کون حق نے کہا کربلا کون جاؤ　　　میرا سلام فاطمہ کے لال کون سناؤ

(راڈ نبرا)

---

(۴۰) غلامی۔ کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مگر مولف اُردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ دور آصفیہ کا یہ بڑا زبردست مرثیہ گو تھا۔

دوہرا غم آ کے گھیرے گا شاہ زمن کون آج　|　جلوہ میں کیون بٹھاتے ہیں ابن حسن کون آج
گہونگھٹ میں سوگ آن پڑیگا دولہن کون آج　|　قاسم خدا کیواسطے مت جاتون رن کون آج

غلطان بخون ہوئے ہیں سب احباب اقربا　|　باندہے کمر زبہر شہادت وہ مقتدا
قاسم نے اذن حرب طلب کرکے یون کہا　|　عمو نہ جاو ان کون رضا دو ہمن کون آج

رحلت کے دن پدر یو وصیت کیا مجھے　　　تجھ پر نثار ہونے نصیحت کیا مجھے

تاکید کر کے کام کی رخصت کیا مجھے | یہ سن انجھو سیں شہ نے کئے پر نین کون آج

بولے اگر تجھے یو وصیت کیا پدر | حق میں تیرے مجھے بہی جو کے وہ نامور
لاؤں بجا میں حکم برادر توں کر صبر | یو بات کر طلب کئے سرور بہن کون آج

خیمہ میں اپنے لایا وہ دولہن کون نوجوان | پل مت میاں زر اہل ستم بولے تاگہان
دست عروس چھوڑ کے قاسم ہوئے روان | بولے خدا کون سونپ چلا ہوں تمن کون آج

- - - - - - - - - - - - - - -

ہرگز نہ رکھ توں خوف غلامی زحاسدان | آل عبا سیں توں مدد مانگ ہر زمان
دکھلاویں کربلا تجے آخر دو سروران | جو آرزو ہے کہہ توں حسین و حسن سوں آج

ودیگر

آج بے سر بن تیرا قاسم | بن میں غلط ہے تن تیرا قاسم
لہو بھرا پیراہن تیرا قاسم | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

- - - - - - - - -

کر غلامی اوپر کرم اپنا | کربلا میں اوسے بولا شاہا
ہے ازل سوں غلام حیدر کا | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

دیگر

یاران جہان سیں آج شہ کربلا چلے | دنیا سیں یادگار رسول خدا چلے

(راڈنبرا)

---

(۴۱) غالب۔ تذکرہ کریم الدین (طبقات الشعرا) میں ان کا ذکر ہے۔

یہ محرم ہے چاند ماتم کا | ماتم شاہ ہر دو عالم کا
نور چشم نبی علی زہرا | یعنی سر اسم اعظم کا
او شہ دین پناہ امام حسین | مظہر حق شفیع آدم کا

زخم کاری ہو غم کا اے غالب
لا دوا ہے چہ سود مرہم کا

(داڈ نمبر ۱)

---

(۴۲) غمگین۔

آج نکلا ہے گگن پر غم سوں خم ہو یوں ہلال | کربلا کے حادثہ میں ہیں نبی کے پاک آل
تھا حسن کے باغ جان کا شاہ قاسم نونہال | تخت جلوہ کے گگن میں چوہیہ کھنا کہ یہ ڈال

- - - - - - -

آج غمگین برج بارہ دکھ سوں روتا آسمان
آج سرزا عرش کرسی و زمیں کے سب جیال

(داڈ نمبر ۱)

---

(۴۳) فائز۔

گئیں شاہ زین العباد کیا کروگے | میرے بعد ہوئیگا جفا کیا کروگے
کٹے گا میرا جب گلا کیا کروگے | مجھے دیکھ تم سے جدا کیا کروگے

- - - - - - -

ہے فیض ہاشم سوں فائز نے پایا | کہ سیا دل شہ کے غم میں جلایا
فائز جس کے من بسے سرور کائنات گگ | دین دنیا کا کیا پرائے ...... (؟)

---

(۴۴) فتح اللہ۔

دن بیاہ کے شامیان نے قاسم نبی کون مارا | بستا جو گھر حسن کا کر ظلم سون اُدارا
دولہن نے توڑ سہرا سر پیٹ یون پوکارا | کہون میں چھوڑ مجکون دولا کہان سدہارا

- - - - - - - -

گریاں ہو فتح اللہ کہنے سون اس بیان کے | روتے ہیں وا حسین کہہ مخلوق دو جہان کے
اس دکھ سون جھک پڑے ہیں یا طبق آسمان کے | گویا زمین کے اوپر محشر ہے آشکارا

(راڈنبرا)

---

(۴۵) فضل۔

اب قضا آئی ہے یکسر شہ کے ماتم کی بہار | زخم کاری شہ کے تن پر کھل رہے جو گل انار
خون کی کیاری بھر رہی ہے درمیان کارزار | آج کئیں پاک نکلا ہے علی کا یادگار

- - - - - - - -

شاہ کربل فضل پر دیکھو مدد ہر آن ہیں
آج مجکون خوف نہیں بگذرد از روز شمار

(راڈنبرا)

---

(۴۶) قائم۔

کربلا کا جب کیا شہ نے خیال | تب ہوئے اہل حرم غم گیں کمال
سب توڑیں رو رو کے اپنے سر کے بال | تم بنا ہوئے گا ہمارا کیا حوال

- - - - - - -

آج ہے بے تم میں قائم دہر تری (؟)
نو عروسی پر پڑا غربت کا حال

(راڈنبرا)

---

(۴۷) قطب۔

یا نبی شہ کون جا کربلا سون لانے تم چلو | فاطمہ اوکون مون اسکا دکھانے تم چلو
آج ہانو غم میں ہیں اونکو منانے تم چلو | دے دلاسا اپنے سینے سوں لگانے تم چلو

- - - - - - - - - -

ہو شفیع محشر میں مجکون یا محمد دستگیر | کر قطب ابن حسن ہیگا گناہوں میں اسیر
حبِ اہل بیت سون رکہتا ہوں دل اپنا سنبر | ہون شفاعت خواہ میں مجکون چھڑانے تم چلو

(اڈنبرا)

---

(۴۸) قربان علی۔

آج رو رو کہین حرم سرور چلے سو کان چلے | الودا ہو نور پیغمبر چلے سو کان چلے
گھر سین وہ دلبر حیدر چلے سو کان چلے | ہو کے پیاسے ساقی کوثر چلے سو کان چلے

- - - - - - - - - -

جگ میں قربان علی پایا اسی غم سوں شرف | ظفر پایا یو سیاہ ہے بانتہ تازی معترف
روضۂ جد سوں نکل کر شہوار لو کشف | سید الکونین وہ سرور چلے سو کان چلے

(اڈنبرا)

---

(۴۹) قربان چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

پہر آیا ماہ غم افسوس افسوس | شدہ ظلم و ستم افسوس افسوس

- - - - - - - - - -

نہ تھا در کربلا قربان ہوتا | فدائے آن قدم افسوس افسوس

(کیمبرج)

---

(۵۰) کمتر۔ چمنستان شعرا میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے اور تذکرہ شعرار دکن میں بھی ذکر ہے۔

گل محمد کے چمن کا یا حسین | سورۂ حیدر گگن کا یا حسین

جرم رکہو سٹہ مجہ اوپر اپنا کرم | ہوں تیرا بندگان کمتر یا حسین

(کیمبرج)

(۵۱) گلذار۔

آیا محرم جگ منے بہی میکہ ڈنمبر سوار ہو | باران رحمت کا ہتی برسے سمان نرد ہار ہو
گرجے گگن پر میکہ لا کبچہ ماتمی ہو کڑکڑا | بجلی کے آنکس کہا کہڑار دتا ہی زار دون زار ہو
نوجان برہ کے باندھ کر سب مومنا نکے دل اوپر | آنجہو سون عالم سبہ چو ندبر کیا گلذار ہو
صف باندھ کر حوران ملک قوس قزح کا کر محل | دونوا نکہیان کون کہولکر رونے لگا یکبار ہو

- - - - - - - - - - - -

پر نور بہاران غم ہوا عالم کون کل ماتم ہوا | اسد لیش مِش وکم ہوا سب ماتم سینسار ہو
سینہ چمن کا چاک ہی گل غنچہ سب غمناک ہی | موزے کے موہ پر خاک ہی ہردم ہزاران بار ہو
رنگین شفق کے جہول کر زنجیر دہارا نکی جکڑ | بادل کے ہاتہی چہور کر بجلی کے چرخی دار ہو
گلذار غم کا بار ہے جنگل میں سب گلذار ہی | گلذار آتش بار ہے پر خوں لالہ زار ہو
خورشید جلبل راکھ ہو بلبل سون جنگی جو چہتی | ڈالے چندر نے گل منے تارا انگی کفنی پہار ہو

(داڈنبرا)

(۵۲) لطف۔

افسوس روز حشر میں روئیں گے فاطمہ | خونین کفن حسین کا لاوین گے فاطمہ

- - - - - - - - - - - -

وارد امید (؟) روز جزئے لطف
کوثر کا جام بہر کے پلاونگے فاطمہ

(کیمبرج)

(۵۳) موسیٰ۔

اے صبا آلِ نبی پر کیا تون لے آئی بلا | اے صبا کاٹیگی کل کربل منے شہنشہ کا گلا
اے صبا مظلوم ہو سلطان دین بےسر چلا | اے صبا اہلِ حرم کا تاج سر ستے ڈہولا

- - - - - - - - - - - - - -

فاطمہ کے نور دیدون کا تصدق یا رسول | یو دعا موسیٰ کی تجہ درگہ منے رکہہ یو قبول
مہربان ہو داخلِ جنت کریں حضرت بتول | اے صبا امت کے کارن بابِ رحمت کا کہولا

(داڈنبرا)

---

(۵۴) مسیحا۔

کہتی ہیں فاطمہ اے علی تم نجف سون جاؤ | بیکس پڑا حسین میرا کربلا سون لاؤ
تا کے تگ کے بانٹہ ہر یک زخم کون سلاؤ | بانو کون کہو کہ غم میں سکینہ کو مت رولاؤ

- - - - - - - - - - - - - -

ہو کر شفیع کر کے محمد سون التماس
محشر میں یا حسین مسیحا کے تیں چہراؤ

(داڈنیرا)

---

(۵۵) محبان۔

غم سون دل چاک گریبان نہ ہوا تہا سو ہوا | مینا ایسا کبہی بر کریان نہ ہوا تہا سو ہوا
شاہ سرور ستو حیران نہ ہوا تہا سو ہوا | خانۂ احمدی ویران نہ ہوا تہا سو ہوا

- - - - - - - - - - - - - -

تا زینشہ کا عزیزان رکہو دل بیچ مدام | ہوا ہے مرثیہ تازا سنو از صدق تمام
شاہ دین اپنی شفاعت کرین گے روز قیام
مرثیا ایسا محبان نہ ہوا تھا سو ہوا

(داڈنبرا)

(۵۶) معتبر خان۔ اس نام کے ایک شاعر کا ذکر فتح علی گردیزی نے کیا ہے۔

مہ تو کس سبب لاغر ہوا کہو کس پہ کیا غم ہے
پچھانا درد کی صورت سو یو ماہ محرم سے
لباس نیلہ گوں گردون کر تن پر رنگ ماتم ہے
نہ پوچھو نرگس بیمار کے انکھیان پہ شب غم ہے

(۵۷) ماتمی۔ ان کا تخلص بیکل بھی تھا۔ مرثیہ میں ماتمی تخلص کرتا۔ شفیق (اڈنبرا) اور گردیزی نے ان کا ذکر کیا ہے۔

کربل کے کشتگان کی خبر لو علی ولی | جنگل کے تشنگان کی خبر لو علی ولی
سردار انس و جان کی خبر لو علی ولی | کل اپنے خان دمان کی خبر لو علی ولی

- - - - - - - - - - - - -

روتا ہے ماتمی ہو تسارے عزا کون دیکھ
بے نام و بے نشان کی خبر لو علی ولی

(اڈنبرا)

(۵۸) معجز۔ تذکرہ شعرا دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے نور نین پر کہو درود و سلام | علی کے سرو چمن پر کہو درود و سلام
اسیر درد و محن پہ کہو درود و سلام | شہید سرخ کفن پر کہو درود و سلام

- - - - - - - - - - - - -

ہمیشہ مصرع معجز رہو ازین غم ناک
شبیہہ زمین زمن پر کہو درود و سلام

(اڈنبرا)

(۵۹) مسیح الدین۔

اے محبان شاہ سرور پر سلام | دو شہان امت کے رہبر پر سلام

- - - - - - - - - - - - - -

یہ مسیح الدین قنبر کا غلام
پھر کہیگا شاہ اکبر پر سلام

(راڈ نمبر ا)

---

(۶۰) مبتلا چمنستان شعراء اور تذکرہ شعراء دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

غم سوں کملائے سب چمن کے گل | بلکے جل گئے چو کدمن کے گل
حیف یاران کیوں کئے کملا | مصطفےٰ کے انجمن کے گل

- - - - - - - - - - - - - -

مبتلا اس دو کہہ سین روتا
ہر کردستے یو نمیں کے گل

(راڈ نمبر ا)

---

(۶۱) مصلح الدین۔

گل ہوئی اس درد سوں شمع سبستانے حسین
سب حرم پر ؟ دل ہے سخت حیرانی حسین
روز و شب ترجگ کون تیری یاد کے اور اد ہے
ہے دعا تجہ نام کے ہریک کو سرمایانی حسین

- - - - - - - - - - - - - -

کمترین کمتر مصلح الدین تمارا ہے غلام

دمبدم ہوتا ہے تم پر جیو سو قربانی حسین

(داؤنبرا)

---

(۶۲) کہن۔

آیا محرم کا چندر غم کے ترنگ پر سوار ہو
آسمان کے میدان پر آ کر کھڑا خم دار ہو
پڑی لگی افسوس کے مارے جو نعری آہ کے
اوس شاہ کے درشن بدل ہنگا پہرے بیزار ہو

آ شاہ خواب میں بولے کہن رہ شادمان
ہم دین و دنیاں میں مدد تجہ کوں ہیں نت سرشار ہو

(داؤنبرا)

---

(۶۳) مسکین۔

جب سوں آغاز کیا حق نے دستور سلام | تب سوں اول ہو محمد پہ ہی منظور سلام
وو محمد کہ ہنوز آدم و حوا بہی نہ تہے | اوسکوں اول سیتے بہیجا تہا با نور سلام

کاشکہ چار دہ معصوم کی سب کے طفیل
ہوے اس عاصی مسکین کا منظور سلام

(داؤنبرا)

---

(۶۴) مدحی۔

یاران دوجگ کے شاہ پہ صلواۃ سب کہو | معنی لا الہ پہ صلواۃ سب کہو

بھیجے درود مدحی مداح دم بدم
اُن سارے قبلہ گاہ پہ صلوات سب کہو

(کیمبرج)

---

(۶۵) معصوم ـ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

آیا دلا محرم سب جا عزا ہوتا ہے | ارض و سما بماتم نیلی قبا ہوتا ہے

- - - - - - - - - - - - - - - -

تا روز حشر معصوم از قتل شاہ مظلوم | چون شمع رشتہ جان از صدق دل جلا ہے

(کیمبرج)

---

(۶۶) منعم ـ

کربلا کے ان بہتر لشکر شکن کا کوچ ہے
دل کا بجایا سوگ کا بولے ہمن کا کوچ ہے

- - - - - - - - - - - - - - - -

ماتمے جیا ہوا کر ہا آنسوں سیں تن کون دھو رہا
منعم سدا جگدر ہار تیو ہمن کا کوچ ہے

(کیمبرج)

---

(۶۷) مستقیم ـ

تشنہ لب رن میں کون آل پیغمبر ہوتے | حاضر اس وقت اگر ساقی کوثر ہوتے

- - - - - - - - - - - - - - - -

مستقیم اس غم جان سوز کو گر لکھتا تب
نہ فلک سنجہ قلم اہ کے دفتر ہوتے

(کیمبرج)

---

(۶۸) مخلص۔

الوداع ہو الوداع ہو الوداع | الوداع اید وست داران الوداع

مخلص مرن سون تماشا اچھا ہتہ تے اکنون ہرا
صد بار سر اوپر یہ غم کا ارا الوداع

(کیمبرج)

---

(۶۹) موالی۔

محرم ہے محرم ہے محرم | کرو برپا محبان شغل ماتم

موالی پر تو شاہا لطف کر لطف
بر ارو حاجتش را در دو عالم

(کیمبرج)

---

(۷۰) نظر۔

یاران ہزار حیف رسول خدا نہیں | اور فاطمہ علی و حسن مجتبا نہیں
تنہا حسین رن میں کوئی آشنا نہیں | بازو نہیں رفیق نہیں دلربا نہیں

اڑا پچھاڑ کہا کے اوٹھی بول سب جنے
بابا تیرا شہید ہو پونچا ہے حق کنے
سوگند ہے خدا کی تیرا پایہ جگ منے
درا نہیں دریغ نہیں حسرتا نہیں

کہنے لگا ہو جب سون الم کے نظم میں بیت | دنیاں کون دل سون سب کے تون بول اس الم سے نت

دو جگ میں نظر کون بجز حب اہل بیت
مقصد نہیں مراد نہیں مدعا نہیں

(داؤ نبرا)

---

(۱۷) ندیم - بیجا پور کے مشہور شاعر ہیں - آگاہ نے ان کا ذکر کیا ہے -

ہے ہے اصغر ابن حسین سونا تیرا پالنا
زو رو بانو کرتے ہیں بین سونا تیرا پالنا
تجھ بن بانو ہیں بے حال ہوئیں بکھرے سر کے بال
کہتے ہی ہی میرا لال سونا تیرا پالنا
تھا تو شہ کا من کا چاؤ مجھ دکھیا کے من کا بھاؤ
کاری ہی مجھ دل پہ گھاؤ سونا تیرا پالنا
تھا جو تجھ پر ایسا گھات مجھ کون بی لیجانا ساتھ
اصغر مجھ سوں کر کچھ بات سونا تیرا پالنا
تھا مجھ دل میں یہ ارمان سالگرہ کرتی سامان
تجھ کون تھا یہ برس تدان سونا تیرا پالنا

غم سوں تیرے روؤں زار اصغر اصغر کروں پکار
جیوتا مجھ کون ہی دشوار سونا تیرا پالنا
آج ندیم اس غم کے بین کرتا انجھواں بھر کر نین
اصغر شہ کے نور العین سونا تیرا پالنا

(داؤ نبرا)

(۷۲) ندا۔ اسپر نگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

اولاً محبوب رب العالمین اوپر سلام | اس حبیب اللہ ختم المرسلین اوپر سلام

خشک لب خستہ جگر تشنہ دہن مغموم جان | سر بریدہ کشتہ شمشیر کیں اوپر سلام

بعد ازاں کہہ اے ندا ہر روز و شب لبسے مدام
شاہ کے قبۂ مبارک اور زمیں اوپر سلام

(داد نبرا)

---

(۷۳) نعیم۔

شہ کئیں صبا تو روز جد کوں سلام کہنا | بے دفن و بے کفن کا جا کر پیام کہنا
سر کاٹ ظالموں نے تن سے جدا کیا ہے | سر تو چلا سفر کوں تن کا مقام کہنا

تیرے نعیم دل پر ہے نقش بندگی کا
کہنا دو کہہ حسین سرور شہ کا غلام کہنا

(داڈ نبرا)

(۷۴) ہوشدار۔

آج رو کہتے سب حرم سرور ہمارے کیا ہوئے | احمد مختار کے دو جیو کے پیارے کیا ہوئے

رو کے کہتا یاد کر اپنے گنا ہا ہوشدار | عاصیاں کے وہ شفاعت کرنے ہارے کیا ہوئے

(داڈ نبرا)

(۷۵) ہوشیار۔

کرو افسوس اے نازان حسین کا آج منجا ہے یون غم کے دل چھوٹے خاران حسین کا آج منجا ہے

صدق سون شاہ کا ماتم کیا ہوشیار۔ میں ہر دم
زجان وائے سیتے ہم حسین کا آج منجا ہے

(کیمبرج)

(۷۶) ہاشم۔

ظالمان شہ کون مدینہ پھر کے جانے نہیں دے
جد کے روضہ جا کے حال اپنا سنانے نہیں دے
طفل پیاسی تلملے پانی پلانے نہیں دے
دکھ میں سرور کے یتیاں کو سولانے نہیں دے
تھا اے ہاشم مجہ کو عظمت ترک اشعار جدید
سب کے ہے دل میں درد حسین شہید
اشک طفلان ہو دامن گیر ماتم کر مزید
لوح دل سیں یو سطر غم کے مٹانے نہیں دے

(داڈنبرا)

(۷۷) یاد۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے ایک شاعر کا ذکر ہے۔

جضرت نبی اپنے نواسیان کی خبر لو ہیں چور رن میں گھائل زخمان کی خبر لو

اے یاد زار غم سون اماماں کے اٹ دن اس غم زدیان کے حال پریشان کی خبر لو

(کیمبرج)

خاتمہ | صفحات ماقبل میں دکھنی نظم و نثر کے مختلف دور کے نمونے پیش ہو چکے ہیں ان سے نہ صرف مخطوطات کی حالت منکشف ہو سکتی ہے بلکہ دکن میں اردو کی تدریجی ترقی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مجھے اس امر کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں کوئی انشا پرداز یا مضمون نگار ہوں اور نہ مجھے زبان دانی اور سخن فہمی کا لاف ہے۔ ایک سالہ قیام یورپ میں جو کچھ مواد فراہم کیا تھا وہ ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ نظم و نثر کے انتخاب میں خاص طور سے یہ امر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح درج تھا وہ بجنسہ نقل کیا جائے اس لئے اکثر مصرعوں اور شعروں میں غلطیاں ہیں جن کو عمداً رکھا گیا ہے تاکہ کانہ مخطوطات کی حالت پیش نظر ہو جائے۔ اور پھر کلام کے انتخاب میں اس شاعر کا بہترین کلام منتخب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بلا لحاظ ایک مختصر انتخاب بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پیش نامہ میں جن اصحاب کے اسمائے گرامی اظہار تشکر میں درج کئے گئے ہیں ان میں ایک دو نام سہواً متروک ہو گئے تھے۔ یعنی جناب ڈاکٹر اِلما لطیفی صاحب سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی جو میرے قیام لندن کے زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے خاص طور سے سر ڈنیسن راس سے میرا تعارف کرایا تھا۔ اور دوسرے مولوی محبوب علی طاہر صاحب جن سے بھی مجھے مدد ملی۔

ناشکر گزاری اور احسان فراموشی ہوگی اگر میں دوبارہ عالیجناب نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر اور جناب نواب مسعود جنگ بہادر کے اسمائے گرامی نہ لوں جن کی خاص توجہ اور مہربانی کے باعث میں اپنے اہم مقصد میں کامیاب ہوا اور آج یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اور نیز جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی کا ذکر ضروری ہے جن کی عنایت اور نوازش میرے لئے باعث امداد اور رہبری ہوئی۔

سوس ہے کہ میرے قیام یورپ کے زمانہ کو تین ماہ کی بھی
دی گئی جس کے باعث جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ

عا ہے کہ میری اس ناچیز کتاب سے ہمدردان اُردو مستفید ہوں۔
البلاغ - فقط

ہاشمی

ضمیمہ (الف) فہرست کتب (اصل مخطوطات کے علاوہ جن سے فراہمی مواد میں مدد لی گئی)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	کہاں ہے
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	کیٹلاگس				
۱	فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۲	فہرست اردو مخطوطات برٹش میوزیم	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	برٹش میوزیم
۳	فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس	ایتھے	"	"	انڈیا آفس
۴	فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم	ریو	"	"	برٹش میوزیم
۵	فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان	اسٹوارٹ	"	"	اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن
۶	فہرست کتب خانہ توپخانہ اودھ	اسپرنگر	"	"	"
۷	فہرست عربی فارسی اردو مخطوطات اڈنبرا یونیورسٹی	محمد شرف الحق، ایتھے، رابنسن	"	"	اڈنبرا یونیورسٹی
۸	فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو کیمبرج	براؤن	"	"	کیمبرج یونیورسٹی
۹	فہرست مشرقی مخطوطات بوڈلین لائبریری آکسفرڈ	ایتھے	"	"	بوڈلین لائبریری آکسفرڈ
۱۰	فہرست مشرقی مخطوطات ایٹن کالج	مارگولتھ	"	"	ایٹن کالج
۱۱	فہرست مشرقی مخطوطات رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)		"	"	رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۲	فہرست ہندوستانی مخطوطات (پیارس)		فرنچ	مطبوعہ	ببلیاتک ڈی نیشنل پیارس
۱۳	فہرست اُردو مخطوطات کلیہ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد عبدالقادر صاحب سروری	اُردو	”	مملوکہ راقم
۱۴	فہرست کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن		”	”	”
۱۵	فہرست کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر	×	”	قلمی	”
	تاریخ				
۱۶	تاریخ قطب شاہی	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم لندن
۱۷	حدیقۃ السلاطین	نظام الدین بن عبداللہ شیرازی	”	”	”
۱۸	بساتین السلاطین	ابراہیم زبیری	”	”	” وانڈیا آفس
۱۹	فتوحات عادل شاہ	قزوینی استرآبادی	”	”	”
۲۰	احوال سلاطین بیجاپور	پیرزادہ غلام محی الدین	”	”	”
۲۱	تاریخ حاکمان ہند	؟	”	”	انڈیا آفس لندن
۲۲	تاریخ ہفت کرسی	؟	”	”	”
۲۳	تاریخ علی عادل شاہ	قاضی نوراللہ	”	”	” وراقم
۲۴	سوانح دکن	منعم خان اورنگ آبادی	”	”	”
۲۵	تذکرۃ البلاد و الحکام	حسن علی کرمانی	”	”	مملوکہ راقم
۲۶	تاریخ دل افروز	جوہر	”	”	برٹش میوزیم لندن

۲۷	تاریخ احمدی	مولوی احمد صاحب	فارسی	مخطوطہ	مملوکۂ راقم
۲۸	انور نامہ	محمد اسمٰعیل ابجدی	〃	〃	〃
۲۹	تاریخ والاجاہی	×	〃	〃	〃
۳۰	نشان حیدری	حسن علی کرمانی	〃	〃	کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن
۳۱	نورس نامہ گلشن ابراہیم (تاریخ فرشتہ)	(ابوالقاسم فرشتہ)	〃	مطبوعہ	مملوکۂ راقم
۳۲	حدیقۃ العالم	میر عالم	〃	〃	〃
۳۳	گلزار آصفیہ	غلام حسین خاں	〃	〃	〃
۳۴	تزک آصفیہ	میر احمد علی موسوی	〃	〃	〃
۳۵	واقعات سلطنت بیجاپور	مولوی بشیر الدین احمد	اردو	〃	کتب خانۂ آصفیہ
۳۶	تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں	〃	〃	مملوکۂ راقم
۳۷	حیدر نامہ	؟	〃	مخطوطہ	انڈیا آفس
۳۸	تاریخ ارکاٹ	مولوی صفی الدین صاحب مرحوم	〃	〃	مملوکۂ مولوی محمد غوث صاحب
۳۹	عہد سلف	مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم	〃	مطبوعہ	مملوکۂ راقم
۴۰	مقالہ مرتضیٰ	〃	〃	〃	〃
۴۱	سلسلۂ آصفیہ تاریخ دکن	عبد الغفور خاں	〃	〃	〃
۴۱	صنادید دکن	سید علی اصغر بلگرامی	〃	〃	〃
۴۳	تزک محبوبیہ	غلام صمدانی خاں گوہر	اردو	مطبوعہ	〃
۴۴	بستان آصفی	وٹھل راؤ مانک راؤ	〃	〃	〃

۴۵	اردوئے قدیم	حکیم سید شمس اللہ قادری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۶	پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	"	"	"
۴۷	اردو شہ پارے	ڈاکٹر محی الدین قادری	"	"	"
۴۸	دکن میں اردو	راقم	"	"	"

تذکرہ جات

۴۹	تذکرہ فتح علی گردیزی	فتح علی الحسنی	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۵۰	تذکرہ علی ابراہیم خاں	علی ابراہیم خاں	"	"	"
۵۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	"	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۲	مخزن نکات	قیام الدین قائم	"	"	"
۵۳	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	"	"	"
۵۴	چمنستان شعرا	لالہ لچھمی نارائن شفیق	"	"	"
۵۵	گلشن گفتار	خواجہ خاں حمید	"	"	"
۵۶	گلزار اعظم	غلام محمد غوث خاں	"	"	"
۵۷	صبح وطن	"	"	"	"
۵۸	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار ملکاپوری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۹	گلشن ہند	مرزا علی لطف	"	"	"
۶۰	آبحیات	محمد حسین آزاد	"	"	"
۶۱	گل رعنا	حکیم عبدالحی	"	"	"
۶۲	طبقات الشعرا	کریم الدین	"	"	انڈیا آفس

ادبیات فارسی

۶۳	سیف الملوک و بدیع الجمال	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم
۶۴	طوطی نامہ	ضیاء الدین نخشبی	//	//	//
۶۵	طوطی نامہ	ابوالفضل	//	//	//
۶۶	خاور نامہ	حسام الدین	//	//	//
۶۷	پدماوت	ملک محمد جائسی	بھاکہ	//	بیبلیاتک دی نیشنل پارس
۶۸	پدماوت	عبدالشکور بزمی	فارسی	//	برٹش میوزیم
۶۹	شمع و پروانہ	عاقل خاں رازی	//	//	//
۷۰	فرخ بخش	پچھی رام	//	//	//
۷۱	بہرام و گل اندام	؟	//	//	//
۷۲	مہر و ماہ	عاقل خاں رازی	//	//	//
۷۳	کنور منوہر و مدھومالت	؟	//	//	//
۷۴	میکا و منوہر	مادھو داس گجراتی	//	//	انڈیا آفس
۷۵	قصہ مدھومالت	؟	//	//	//
۷۶	قصہ فیروز شاہ	؟	//	//	//
۷۷	روضۃ الشہدا	ملا حسین کاشفی	//	//	//
۷۸	منطق الطیر	شیخ فریدالدین عطار	//	//	//
۷۹	ہشت بہشت	امیر خسرو	//	//	//

۸۰	جنگ نامہ	محمد حنیف	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۸۱	در مجالس	سیف بن ظفر نوبہاری	〃	〃	〃
۸۲	دہ مجلس	؟	〃	〃	〃

ضمیمہ (ب) فہرست مخطوطات بلحاظ کتب خانہ (سنہ تصنیف کے لحاظ سے سلسلہ قایم کیا گیا ہے)

سلسلہ نمبر	صراحت سنہ	نام مخطوطہ	حوالہ صفحہ
		(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (لنڈن)	
۱	سنہ ۱۰۱۸ھ	مثنوی قطب مشتری	۶۷
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
۳	سنہ ۹	مثنوی مصیبت اہل بیت	۷۵
۴	سنہ ۱۰۵۰ھ	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۵	سنہ ۱۰۵۹ھ	مثنوی خاور نامہ	۸۳۲
۶	سنہ ۱۰۶۶ھ	مثنوی پھول بن	۸۰
۷	سنہ ۱۰۷۶ھ	نسخہ ثانی	۸۰
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	مثنوی گلشن عشق	۲۵۷
۹	"	نسخہ ثانی	۲۵۷
۱۰	"	نسخہ ثالث	۲۵۷
۱۱	"	نسخہ رابع	۲۵۷
۱۲	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۲۸۷
۱۳	سنہ ۱۰۷۷ھ	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۴	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ ابوشحمہ	۱۰۰
۱۵	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ حسینی	۱۰۷
۱۶	سنہ ۱۰۹۱ھ	قصہ پدماوت	۱۱۸

۱۷	سنہ ۱۰۹۲ھ	جنگ نامہ	صفحہ ۱۴۱
۱۸	سنہ ۱۰۹۵ھ	ظفر نامہ	۱۵۵
۱۹	سنہ ؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۲۰	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ ملک مصر	۳۲۵
۲۱	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ بہوساسس	۳۳۱
۲۲	سنہ ۱۱۰۰ھ	مثنوی عشق صادق	۳۳۳
۲۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۲۴	سنہ ۱۱۳۰ھ	نسخۂ ثانی	۳۵۲
۲۵	سنہ ۱۱۳۱ھ	منطق الطیر	۳۶۵
۲۶	سنہ ؟	مثنوی دعائے فاطمہ	۳۷۰
۲۷	سنہ ؟	غزلہائے عشرتی	۳۷۴
۲۸	سنہ ؟	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۲۹	سنہ ؟	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۳۰	مثنوی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳۱	سنہ "	"	۴۸۲
۳۲	سنہ "	"	۴۸۲
۳۳	سنہ "	"	۴۸۲
۳۴	سنہ "	"	۴۸۲
۳۵	سنہ "	"	۴۸۲
۳۶	سنہ "	"	۴۸۲
۳۷	سنہ "	"	۴۸۲

۳۸	سنہ ۱۱۶۴ھ	مثنوی عقد فاطمہ	صفحہ ۵۱۱
۳۹	سنہ ۱۱۶۴ھ	معجزات رسالت	۵۱۳
۴۰	۰	دیوان سراج	۵۱۵
۴۱	۰	حیدرنامہ	۴۰۴
۴۲	؟	مثنوی طالب وموہنی	۴۲۷
۴۳	؟	رازق باری	۴۳۴
۴۴	؟	قصہ بہول صادق	۵۳۹
۴۵	سنہ ۱۱۷۴ھ	جنگ بہاؤ مرہٹہ	۵۴۱
۴۶	"	جنگ مرہٹہ و شاہ درانی	۵۴۴
۴۷	؟	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۴۸	؟	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۴۹	؟	نسخہ ثانی	۴۱۴
۵۰	؟	مثنوی راگ مالا	۵۱۷
۵۱		دیوان عزلت	۵۲۱
۵۲	سنہ ۱۱۹۰ھ	مفرح القلوب	۴۱۷
۵۳	"	"	۴۱۷
۵۴	"	"	۴۱۷
۵۵	"	"	۴۱۷
۵۶	"	"	۴۱۷
۵۷	"	"	۴۱۷
۵۸	"	"	۴۱۷

۵۹	سنہ ۱۱۹۰	مفرح القلوب	صفحہ ۴۱۷
۶۰		ترجمہ کیدانی	۴۶۷
۶۱	؟	مثنوی لعل وگوہر	۵۲۸
۶۲	؟	نسخہ ثانی	۵۲۵
۶۳	؟	درمجالس	۵۳۲
۶۴	سنہ ۱۲۱۳	دیوان چندا	۵۵۴
۶۵	؟	دیوان شادان	۵۶۰
۶۶	؟	قصہ مینا	۵۶۸
۶۷	؟	نسخہ ثانی	۵۶۸
۶۸	؟	انوار سہیلی	۵۷۹
۶۹	؟	"	۵۷۹
۷۰	؟	"	۵۷۹
۷۱	؟	"	۵۷۹
۷۲	؟	"	۵۷۹
۷۳	؟	منتخب نیک نام	۵۷۱
۷۴	؟	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۷۵	؟	اسلام عمر	۵۷۷
۷۶	؟	نافرمان عورت	۵۸۴
۷۷	؟	قصہ معجزہ بی بی فاطمہ	۵۸۶
۷۸	؟	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۷۹	؟	شجرہ خلافت	۵۹۲

۸۰	؟	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۸۱	؟	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۸۲	؟	ہشام و قمر	۵۹۸
۸۳	؟	حکایت سوداگر	۶۰۲
۸۴	؟	چوہوں کا بادشاہ	۶۰۲
۸۵	؟	احمق برہمن	۶۰۴
۸۶	؟	احمق عورت	۶۰۵
۸۷	؟	خوبی قسمت	۶۰۵
۸۸	؟	جنگی شہزادہ	۶۰۶
۸۹	؟	بہار دانش کی دیگر حکایتیں	۶۰۸
۹۰	؟	ترجمہ گلستان	۶۰۹
۹۱	؟	نسخہ دیگر	۶۰۹
۹۲	؟	قصہ انار رانی	۶۱۳
۹۳	؟	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۹۴	؟	ترجمہ سراجی	۶۱۸
۹۵	؟	گنج نامہ	۶۱۹
۹۶	؟	شرح دو بیت	۶۲۰
۹۷	؟	کتاب الاخلاق	۶۲۸
۹۸	؟	گیت احمد	۶۳۰

(۲) کتب خانہ برٹش میوزیم لنڈن

۱	سنہ ۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	۳۸

٢	سنہ ١٠٣٥ھ	نسخۂ ثانی ناقص	٣٨
٣	سنہ ١٠٤٩ھ	طوطی نامہ	٥٧
٤	سنہ ١٠٤٩ھ	نسخۂ ثانی	٥٧
٥	سنہ ١٠٥٠ھ	قصہ بہرام و حسن بانو	٢١٧
٦	سنہ ١٠٥٠ھ	نسخۂ ثانی	٢١٧
٧	؟	مثنوی ہشت بہشت	٢٢٣
٨	سنہ ١٠٦٨ھ	گلشن عشق	٢٥٧
٩	سنہ ١٠٧٦ھ	علی نامہ	٣٨٧
١٠	سنہ ١٠٨١ھ	مثنوی بہرام و گل اندام	٩١
١١	سنہ ١٠٩٤ھ	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	١٤٩
١٢	؟	محی الدین نامہ	١٧٥
١٣	سنہ ١١٠٩ھ	غوث نامہ	٣٤٤
١٤	سنہ ١١٢٥ھ	جنگ نامہ حیدر	٣٤٧
١٥	متوفی سنہ ١١٤٣ھ	دیوان ولی	٤٨٢
١٦	سنہ ١١٥٦ھ	شوہر نامہ	٥٠٥
١٧	سنہ ١١٦٤ھ	سوداگر کی بی بی	٥٠٧
١٨	سنہ ١١٨٤ھ	ہشت بہشت	٣٣٦
١٩	؟	حیدر نامہ	٤٠٤
٢٠	سنہ ١٢٠٦ھ	محبوب القلوب	٤٥٠
٢١	سنہ ١٢٠٦ھ	تحفۂ احباب	٢٥٢
٢٢	سنہ ١٢٠٦ھ	ریاض العارفین	٤٢٠

۲۳	سنہ ۱۲۰۷ھ	ریاض الجناں	۴۵۳
۲۴	؟	چارگلشن	۴۷۹
۲۵	سنہ ۱۲۰۹ھ	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۲۶	؟	لعل وگوہر	۵۲۵
۲۷	؟	قصہ تیرہویں صدی	۵۴۶
۲۸	؟	طبیب موسیٰ	۵۴۸
۲۹	؟	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۳۰	؟	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۳۱	؟	ترجمہ گلستان	۶۱۰

(۳) کتب خانہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن

۱	سنہ ۱۰۶۶ھ	پھول بن	۸۰
۲	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۴	؟	اضراب سلطانی	۴۰۸

(۴) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی وغیرہ

۱	سنہ ۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	۳۸
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	ایضاً نسخۂ ثانی	۳۸
۳	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۴	سنہ ۱۱۴۳ھ	نسخۂ ثانی	۴۸۲

۵	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی نسخہ ثالث	۴۸۲
۶	؟	بیاض مراثی	۶۳۲

(۵) کتب خانہ اکسفرڈ یونیورسٹی (بوڈلین لائبریری)

۱	۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۲	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	"	نسخہ ثانی	۴۸۲
۴	۱۲۱۱ھ	گلزار عشق	۴۵۵

(۶) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی اڈنبرا

۱	؟	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۲	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	۱۱۶۹ھ	مراثی ہاشم علی موسوم دیوان حسینی	۶۴۳
۴	۱۱۹۳ھ	بیاض مراثی	۴۳۲

(۷) ببلیاتک دی نشنیل (قومی کتب خانہ پیرس)

۱	۱۱۰۹ھ	یوسف زلیخا	۳۳۸
۲	۱۱۴۴ھ	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
۳	۱۱۴۴ھ	انواع العلوم	۵۰۴
۴	۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۴۲۶
۵	۱۱۸۵ھ	تحفۃ النساء	۴۴۲

۶	سنہ ۱۲۰۶ھ	ریاض الجناں	۴۵۳
۷	؟	معراج نامہ	۴۴۵
۸	؟	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۹	؟	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۰	؟	عقائد مولوی محمد باقر	۴۴۸
۱۱	؟	ترجمہ گلستاں	۶۱۱
۱۲	؟	ترجمہ گلستاں	۶۱۱
۱۳	؟	معراج نامہ	۶۲۲
۱۴	؟	افسانہ ہندی	۶۲۴
۱۵		جنگ امیر حمزہ	۶۲۵
۱۶		آئین و قوانین افواج کمپنی	۶۲۶

صدر جملہ ۱۶۳

ضمیمہ (ج) فہرست مصنفین مع صراحت تصنیف بلحاظ حروف تہجی

نمبر سلسلہ	نام	تصنیف	نمبر صفحہ
	(الف)		
۱	احمد	مصیبت اہل بیت	۷۵
۲	ابن نشاطی	پھول بن	۸۰
۳	امین	قصہ ابوشحمہ	۱۰۰
۴	افضل	محی الدین نامہ مرثیہ	۱۷۵ ۱۸۲
۵	امین	بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۶	امین	یوسف زلیخا	۳۳۸
۷	اشرف	جنگ نامہ حیدر مرثیہ	۳۴۷ ۳۷۹
۸	ابن جعفر	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۹	(محمد) اسحاق	ریاض العارفین	۴۲۰
۱۰	آگاہ	ہشت بہشت	۴۳۶
۱۱	"	تحفۃ النساء	۴۴۲
۱۲	"	معراج نامہ	۴۴۵
۱۳	"	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۴	"	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۱۵	"	عقائد	۴۴۸
۱۶	"	محبوب القلوب	۴۵۰

۵۷	صفی	مرثیہ	۲
	ض		
۵۸	ضعیفی	عشق صادق	۲
	ط		
۵۹	طبعی	بہرام وگل اندام	۱
۶۰	طرب	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۱
۶۱	طاہر	مرثیہ	۲
	ع		
۶۲	عاجز	ملکہ مصر	
۶۳	عشرتی	غزل	
۶۴	عبداللہ	ترجمہ قصیدہ بردہ	
۶۵	عباداللہ	مفرح القلوب	
۶۶	عاصی	خلاصہ المعاملات انواع العلوم	
۶۷	عزلت	راگ مالا دیوان	
۶۸	عاجز	لعل وگوہر دیوان	
۶۹	عزیز	منتخب نیک نام	
۷۰	عطا	دوازدہ مجلس	
۷۱	عین الدین	مرثیہ	

۸۹	فتح اللہ	مرثیہ	۶۷۰
۹۰	فضل	مرثیہ	۶۷۰
	ق		
۹۱	قیاسی	سوداگر کی بی بی	۵۰۷
۹۲	قائم	مرثیہ	۶۷۰
۹۳	قطب	مرثیہ	۶۷۱
۹۴	قربان علی	مرثیہ	۶۷۱
۹۵	قربان	مرثیہ	۶۷۱
	ک		
۹۶	کاظم	مرثیہ	۱۸۵
۹۷	کمینہ	در مجالس	۵۳۲
۹۸	کمتر	مرثیہ	۶۷۱
	گ		
۹۹	گلذار	مرثیہ	۶۷۲
	ل		
۱۰۰	لطیف	ظفر نامہ	۱۵۵
		مرثیہ	۱۸۰
۱۰۱	لطفی	بہول صادق	۵۳۹
۱۰۲	لطف	مرثیہ	۶۷۲
	م		
۱۰۳	مقیمی	چندر بدن و مہیار	۲۰۹

۱۰۴	مرزا	مرثیہ	۱۸۸
۱۰۵	(شاہ) ملک	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۰۶	مرزا	مرثیہ	۳۱۸
۱۰۷	مخدوم حسینی	عقد فاطمہ	۵۱۱
		معجزات رسالت	۵۱۳
۱۰۸	کمینہ	اسلام عمر	۵۷۷
۱۰۹	مخدوم	نافرمان عورت	۵۸۴
۱۱۰	محی الدین	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۱۱۱	میر	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۱۱۲	موسیٰ	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۳	مسیحا	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۴	محبان	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۵	معتبر خاں	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۶	ماتمی	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۷	معجز	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۸	مسیح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۱۹	مبتلا	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۰	مصلح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۱	مکھن	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۲	مسکین	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۳	مدحی	مرثیہ	۶۷۶

۱۳۹	ولی	دیوان مرثیہ	۳۸۲ ۶۳۴
	ہ		
۱۴۰	ہاشمی	مرثیہ	۳۲۰
۱۴۱	ہاشم علی	دیوانِ حسینی	۶۴۳
۱۴۲	ہوشدار	مرثیہ	۶۸۰
۱۴۳	ہوشیار	مرثیہ	۶۸۱
۱۴۴	ہاشم	مرثیہ	۶۸۱
	ی		
۱۴۵	یتیم احمد	مرثیہ	۳۸۱
۱۴۶	یاد	مرثیہ	۶۸۱

حسب ذیل مخطوطات کے مصنف نامعلوم ہیں

شمارہ	نام مخطوطہ	صفحہ
۱	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲	حیدر نامہ	۴۰۴
۳	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۴	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۵	حکایات لطیف	۵۶۷
۶	قصہ مینا	۵۶۸
۷	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۸	انوار سہیلی	۵۷۹
۹	سلسلہ خلافت	۵۹۲
۱۰	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۱۱	ہشام و قمر	۵۹۸
۱۲	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۱۳	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۱۴	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۱۵	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۱۶	قصہ انار رانی	۶۱۳
۱۷	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۱۸	ترجمہ سراجی	۶۱۸

تمام شد

ضمیمہ (د) فہرستِ مخطوطات بلحاظ حروفِ تہجی

نام مخطوطہ	نمبر	نام مخطوطہ	نمبر
الف		**پ**	
ابوشحمہ	۱۰۰	پھول بن	۸۰
انواع العلوم	۵۰۴	پدماوت	۱۱۸
اسلام عمرؓ	۵۷۷	پھول بن	۳۹۵
انوار سہیلی	۵۷۹	**ت**	
ابراہیم ادہمؒ	۵۸۸	تحفۃ النساء	۴۴۲
انار رانی	۶۱۳	تحفۂ احباب	۴۵۲
افسانۂ ہندی	۶۲۴	تیرھویں صدی	۵۴۶
آئین و قوانین افواج کمپنی	۶۲۶	**ج**	
اخلاق	۶۲۸	جنگ نامہ	۱۴۱
ب		جنگ نامہ حیدر	۳۴۷
بہرام و گل اندام	۹۱	جنگ نامہ بھاؤ راؤ	۵۴۱
بہرام و حسن بانو	۲۱۷	جنگ بھاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	۵۴۴
بہو ساس	۳۳۱	جنگ امیر حمزہ	۶۲۵
بہلول صادق	۵۳۹	**چ**	
بہار دانش	۶۰۱	چندر بدن و مہیار	۲۰۹
بندگان عالی	۶۱۶	چار گلشن	۴۶۹

ختم